الخیر السّاری
فی تشریحاتِ البخاری
جلد اوّل
باب بدء الوحی ۔ کتاب الایمان ۔ کتاب العلم
افادات
استاذ العلماء حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم
ناشر
مکتبہ امدادیہ
ملتان، پاکستان۔

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نهاکم عنه فانتهوا

الخیر الساری

فی تشریحات البخاری

جلد اوّل

مبادیات علم حدیث، باب بدء الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم

افادات

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

ترتیب وتخریج

حضرت مولانا خورشید احمد تونسوی استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس، ملتان

ناشر

مکتبہ امدادیہ

ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان پاکستان

فون: ٠٦١-٤٥٤٤٩٦٥

نام کتاب:............... الخیر الساری فی تشریحات البخاری (جلد اوّل)

افادات:............... استاذ العلماء حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس، ملتان

ترتیب وتخریج:............ حضرت مولانا خورشید احمد صاحب تونسوی (فاضل ومدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان)

کمپوزنگ:............... مولوی محمد یحیٰی انصاری (مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان) مولوی محمد اسماعیل (متعلم جامعہ خیر المدارس، ملتان)

ناشر:............... مکتبہ امدادیہ، ٹی بی ہسپتال روڈ، ملتان

اشاعتِ اوّل:............ ۱۶ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ اشاعتِ دوم:............ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

اشاعتِ سوم:............ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

۱:...... مولانا میمون احمد صاحب (مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان)

۲:...... مولانا محفوظ احمد صاحب (خطیب جامعہ مسجد غلہ منڈی، صادق آباد)

۳:...... مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور

۴:...... اسلامی کتب خانہ، لاہور

۵:...... قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی

اس کتاب کی تصحیح میں حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی غلطی معلوم ہو تو ناشر یا مصنف مدظلہٗ کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اس کی آئندہ اشاعت میں تصحیح کردی جائے۔ (شکریہ)

فہرس

کتاب الایمان

کتاب العلم

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد
کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم
انک حمید مجید
اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد
کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم
انک حمید مجید

پیشِ لفظ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اوّلاً:...... تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے ہدایتِ انسانی کے لیے قرآن پاک نازل فرمایا اور محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کا شارح فرمایا اور حضور ﷺ کی اسوۂ حسنہ کی اتباع کو ضروری قرار دیا۔

ثانیاً:...... صلوٰۃ وسلام اُس ذات پر جس کے قول وفعل اور تقریر کو حدیث پاک کا نام دیا گیا۔

ثالثاً:...... اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں اُن محدثین پر جنہوں نے حضور ﷺ کی حدیث پاک کو محفوظ فرمایا اور صحیح اسناد کے ساتھ اُمت تک پہنچایا۔ خصوصاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر، جنہوں نے صحتِ حدیث کا اہتمام کیا اور اُمت نے اس (بخاری شریف) کو ''اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ'' کا لقب دیا۔

رابعاً:...... ہزاروں رحمتیں نازل ہوں اُستاذِ محترم مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ پر جنہوں نے محنت کر کے بخاری شریف کا چالیس سال تک درس دیا، آپکے سامنے یہ ہدیہ **"الخیر الساری فی تشریحات البخاری"** استاد موصوف کی تقریر ہے جس کو مدار بنا کر بندہ نے درسِ بخاری شریف جاری رکھا، اس میں کمی وبیشی ممکن ہے۔ اصولاً تمام مضامین حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اس میں کچھ اضافے حالات حاضرہ کے پیشِ نظر کئے گئے اور کمی وکوتاہی بندہ راقم الحروف کی بے مائیگی کی بناء پر ہوئی۔ طلبہ کے رجحان کو دیکھ کر خصوصاً طالبات کے نصابِ بخاری کا پہلا جزء ہونے کی وجہ سے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کو طبع کرا کے طلبہ وطالبات کو فائدہ پہنچایا جائے۔

دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور طلبہ وطالبات کے لیے مفید بنائیں۔ (آمین)

اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو اس پر اطلاع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اصلاح کر لی جائے۔

فقط

بندہ محمد صدیق غفرلہٗ

خادم الحدیث جامعہ خیر المدارس، ملتان

اظہارِ تشکر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضور پاک ﷺ نے فرمایا ((من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ)) اس حدیث پاک کے تقاضا سے بندہ ان بعض حضرات کا تہہ دِل سے شکر گزار ہے جنہوں نے ترتیب وتبییض میں حصہ لیا۔

اولاً:...... مولانا خورشید احمد صاحب مدظلہٗ جنہوں نے تخریج وترتیب کا کام انتہائی محنت اور لگن سے کیا۔

ثانیاً:...... جامعہ کے استاد الحدیث حضرت مولانا شیر محمد صاحب مدظلہٗ اور حضرت مولانا شبیر الحق صاحب مدظلہٗ جنہوں نے نظر ثانی کر کے مفید مشوروں سے نوازا۔

ثالثاً:...... عزیزم مولوی محمد یحییٰ سلمہٗ (مدرس جامعہ ھذا) اور مولوی محمد اسماعیل (متعلم جامعہ ھذا) جنہوں نے کمپوزنگ کر کے کتاب کو حسین بنانے کی بھرپور کوشش کی۔

فقط

بندہ محمد صدیق غفرلہٗ

خادم الحدیث جامعہ خیر المدارس، ملتان

عرضِ مرتب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمدللہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سیدالانبیاء والمرسلین

امابعد! اللہ تعالیٰ کا بے حدو بے انتہاء شکر ہے جس کے فضل وکرم سے بندہ اس لائق وقابل ہوا کہ استاذی، استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم کے دروس بخاری کی پہلی جلد کتابی شکل وصورت میں ترتیب وتخریج کے ساتھ علماء وصلحاء، طلباء وطالبات اور علم حدیث سے آگاہی وآشنائی کے شائقین تک پہنچانے کی ہمت وسعادت عطا فرمائی۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہم کا تعلق اس خوش نصیب اور سعادت مند طائفہ وجماعت سے ہے جن کو حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تلمذ (شاگردی) کا شرف حاصل ہے۔ اور حضرت نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں رہ کر ان کے علوم ومعارف سے خوب نفع اٹھایا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہم نے زندگی کا بیشتر حصہ دین متین کی نشرواشاعت میں لگا دیا ہے۔ عمر کے اکیاسیویں (۸۱) سال میں بھی شان وشوکت، ہمت ومحنت، عزم واستقلال سے بخاری شریف جلد اوّل پڑھا رہے ہیں (دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت کے فیض کو دنیا میں جاری وساری رکھے (آمین)) حدیث سے تعلق ومحبت، اور مودت وعقیدت رکھنے والوں کی خدمت میں یہ خالص علمی تحفہ (الخیر الساری) پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے، یہ بھی درحقیقت خیرِ مجسم، حضرت مولانا خیر محمد صاحب نوراللہ مرقدہ، بانیٔ جامعہ خیر المدارس، ملتان کے درسی وتعلیمی خصوصیات، انوارات وتجلیات کا مظہرِ اتم ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ یہ انہی کا فیض ہے جو جاری وساری ہے۔ بخاری شریف کی یہ تقریر بصورت تحریر حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی تقریباً پچپن سالہ تدریس اور ان گنت کتابوں کے مطالعہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

بندہ نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہم کی تقریر کو حتی المقدور سہل اور عام فہم اور اردو ادب کے سانچے میں ڈھالنے کی سعی وکوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ درج ذیل امور کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

(۱)...... تخریج کرتے ہوئے ماخذ کا حوالہ درج کیا ہے۔

(۲)...... حسب ضرورت حاشیہ میں مکمل حدیث نقل کی ہے۔

(۳)...... بخاری شریف کی اکثر احادیث کو تخریج کا جامہ پہنایا ہے۔

(۴)...... مکرر لائی جانے والی احادیث کی رقوم الاحادیث اور انظر کے عنوان سے نشان دہی کی ہے۔

(۵)...... راوی (صحابی) کے مختصر حالات پر روشنی ڈالی ہے۔

(۶)......راوی (صحابی) کی کل مرویات کو آشکارا کیا ہے۔

(۷) کنیت ولقب سے مشہور ہونے والے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے اسماءِ گرامی لکھے ہیں۔

(۸)......قرآن مجید کی آیاتِ مبارکہ کا حوالہ دیتے وقت پارہ، سورۃ اور آیت کے نمبر کا اندراج کیا ہے۔

(۹)......بعض مقامات پر بیاض صدیقی کا حوالہ لکھا ہے اس سے مراد حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وہ تقریر ہے جسے حضرت شیخ الحدیث مدظلہم نے اپنے استاذ مولانا خیر محمد صاحبؒ سے بخاری شریف پڑھنے کے زمانہ میں لکھا تھا۔

(۱۰)......علماء وعوام، طلباء وطالبات کی سہولت اور آسانی کے لیے احادیث بخاری شریف لکھ کر شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی درس بخاری سے تحت اللفظ ترجمہ معمولی حذف واضافہ کے ساتھ شامل کیا ہے۔

بندہ اپنی کم علمی کا مُعترف ومُقر ہے۔ میرے لیے اتنے عظیم کام کو کرنا، ترتیب وتخریج کا جامہ پہنانا، منظرِ عام پر لانا، بظاہر مشکل تھا، لیکن اللہ پاک کی نصرت شامل حال رہی اور حضرت الاستاذ مدظلہم کی طرف سے ہر طرح کی حوصلہ افزائی ہوتی رہی، شفقت کا معاملہ رہا، علم وعمل میں برکت کی دعائیں ملتی رہیں، کاملِ واکمل رہبری، رہنمائی بھی حاصل رہی۔ اس کتاب کی ترتیب وتخریج، تعدیل وتصحیح میں حضرت الاستاذ مدظلہم کی توجہات وہدایات میرا حوصلہ بڑھاتی رہیں۔ رب ذوالجلال، خالقِ ارض وسماء کی ذاتِ پاک پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کام کو شروع کر دیا بندہ نے اپنی استطاعت کی حد تک بھرپور کوشش کی ہے کہ کام تا اختتام بلوغ المرام ہو۔ کوئی آیت وحدیث، مسئلہ وبحث حوالہ کے بغیر نہ رہے لیکن یقیناً بہت سی باتوں کے حوالے رہ گئے ہوں گے۔

محترم قارئین! تصحیح کے سلسلے میں مولوی اختر رسول (متعلم تخصص فی التصنیف جامعہ ہٰذا) کی معاونت حاصل کی گئی لیکن اس کے باوجود اس عظیم الشان کام میں غلطی کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے علماء وطلباء سے گزارش ہے کہ اگر اس میں کوئی غلطی نظر آئے تو نظرِ کرم فرماتے ہوئے آگاہ فرمائیں تاکہ غلطیوں کا ازالہ کیا جا سکے۔

محترم قارئین سے گزارش ہے کہ اپنی سحر گاہی دعاؤں، التجاؤں میں یہ دعاء بھی شامل کر لیں کہ اللہ پاک اس کتاب **(الخیرالساری فی تشریحاتِ البخاری)** کو شرفِ قبولیت بخشے، علماء وطلباء وعالمات وطالبات اور عوام کے لیے نافع بنائے اور ہم سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے (امین)

والسلام

(مولانا) خورشید احمد (بہاروالوی تونسوی)

فاضل ومدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان

یکم رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ مطابق ۶ رنومبر ۲۰۰۲ء

سوانح حیات

سلسلۂ نسب:...... محمد صدیق بن حاجی نبی بخشؒ بن اکبر دینؒ بن ابراہیمؒ

کنیت:...... ابوالفاروق

نسبت:...... جالندھری

قوم:...... ارائیں

ولادت باسعادت:...... ستمبر ۱۹۲۶ء چک نمبر ۲۵۱ گ۔ب اوگی، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پیدا ہوئے۔

عصری تعلیم:...... جب عمر مبارک پانچ سال ہوئی تو والد ماجد نے ابتدائی عصری تعلیم کے لیے اپنے گاؤں کے اسکول میں داخل کرادیا۔ چار سالہ پرائمری نصاب ممتاز نمبروں سے پاس کیا۔ پھر لوئر مڈل (پانچویں وچھٹی) کی تعلیم کے لئے گاؤں سے تین میل دور چک نمبر ۱۸۲ گ۔ب چھاپیاں والی میں داخلہ لیا۔ دو سال میں لوئر مڈل پاس کر لیا۔ غالباً گاؤں سے چھ میل کے فاصلے پر چک نمبر ۱۹۶ گ۔ب بسم اللہ پور میں مڈل کی تعلیم مکمل کر لی۔ پاک و ہند پر انگریز کے ناجائز قبضہ کے باوجود بعض اسکولوں میں فارسی تعلیم پڑھائی جاتی تھی لیکن انگریزی نہیں پڑھائی جاتی تھی۔ لہٰذا آپ نے فارسی میں مہارت حاصل کر لی۔ اسی دوران گاؤں میں ہی ناظرہ قرآن پاک بھی مکمل پڑھ لیا۔

دینی تعلیم کا آغاز:...... معتد بہ عصری تعلیم کی تکمیل کے بعد مشفق و مہربان حضرت مولانا محمد انوریؒ فیصل آبادی کے والد محترم حضرت مولانا فتح دینؒ کی ترغیب سے گاؤں کی مسجد میں حضرت مولانا عبدالمجید صاحب، نورنگ پور فاضل سہارنپور کے ہاں دینی کتب پڑھنے کے لیے داخلہ لیا۔ فارسی سے لے کر قدوری، کنز الدقائق تک کتابیں پڑھیں۔

تعلیمی سفر:...... غالباً ۱۹۴۴ء کو حضرت مولانا فتح دین صاحبؒ اور ابتدائی کتب کے استاد حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ کے خطوط لے کر مدرسہ خیر المدارس جالندھر کا سفر کیا۔ وہاں پہنچ کر حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور پھر مدرسہ میں داخلہ کی درخواست پیش کی۔ تین دن کی کوشش کے بعد آپؒ نے داخلہ منظور فرمایا۔ چار سال تک مشفق اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل رہا، مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ ہدایہ اولین، آثار السنن، مطول اور ملاحسن وغیرہ کتابوں کا درس لیا۔

خیرالمدارس جالندھرسے ملتان:...... حضرت مولانا خیرمحمد صاحبؒ کے مربی ومرشد حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں رنگ لائیں اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر دیوبند کی کوششوں سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ مسلمانوں کی کثیر تعداد ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئی۔ حضرت مولانا خیرمحمد صاحبؒ بھی ملتان تشریف لے آئے، یہاں پہنچ کر سابقہ نام سے ہی جامعہ خیرالمدارس کا اجراء فرمایا۔

حضرت الاستاذ بھی ناسازگار حالات میں جالندھر سے اوگی چک نمبر ۲۵۱ گ۔ب میں واپس لوٹ آئے۔ حضرت مولانا خیرمحمد صاحبؒ نے خیرالمدارس کے اجراء کے بعد اپنے سابقہ شاگرد رشید کو یاد فرمایا۔

جامعہ میں دوبارہ داخلہ:...... مدیر جامعہ کی اطلاع پر آپ نے جامعہ خیرالمدارس ملتان میں دوبارہ داخلہ لیا اور جلالین ومشکوٰۃ شریف کے درجہ کی کتابیں پڑھیں۔ اگلے سال علومِ عقلیہ ونقلیہ، تفاسیر واحادیث کے ماہر وحاذق جید علماء کے پاس آخری سال کی کتب پڑھیں۔

کتب اوراساتذہ کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱:...... بخاری شریف	حضرت مولانا خیرمحمد صاحبؒ مہتمم وشیخ الحدیث۔
۲:...... ترمذی وابوداؤد شریف	حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کیمل پوری صدر مدرس۔
۳:...... مسلم شریف	حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحبؒ ڈیروی۔
۴:...... نسائی شریف، مؤطین وابن ماجہ	حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ کیمل پوری۔

۱۳۶۸ھ کو سندِ فراغ حاصل کی اور ۱۳۶۹ھ کو تکمیل کے اسباق پڑھنے شروع کیے۔

تقرر بطور معین مدرس:...... مدیر جامعہ نے آپ کی علمی صلاحیت واستعداد دیکھ کر تکمیل کے اسباق پڑھنے کے ساتھ ساتھ معین مدرس کے طور پر تدریس کی ذمہ داری سونپ دی۔ آپ تین اسباق پڑھتے اور تین ہی پڑھایا کرتے تھے۔

تقرر بطور مدرس:...... ابھی ایک ہی سال گزرا تھا کہ مدیر جامعہ نے شوال ۱۳۷۰ھ بذریعہ چٹھی آپ کو جامعہ کا مستقل مدرس مقرر فرمایا (ستاون سال ہو چکے ہیں حضرت مولانا خیرمحمد صاحبؒ کے دستِ مبارک سے لکھی ہوئی چٹھی آج بھی اصلی حالت میں حضرت کے پاس موجود ہے) اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مختلف حالات سے گزرتے ہوئے تاحال جامعہ کی خدمت میں اسی جذبہ اور لگن سے مصروف عمل ہیں جو شروع دن سے تھا اور اس وقت شیخ الحدیث

کے منصب پر فائز ہیں۔عرصہ دراز تک پوری کیفیات وانوارات کے ساتھ بخاری شریف جلد ثانی کا درس دیا اور تقریباً چودہ، پندرہ سال سے جلد اوّل کا درس دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت الاستاد کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رہے تاکہ ہماری طرح تشنگان علوم آپ کے علم کے سمندر سے فیض یاب ہوتے رہیں۔

مدرسہ عربیہ خیر المدارس
بیرون دہلی دروازہ ملتان شہر
نمبر............ مورخہ............

مولانا محمد صدیق صاحب سلمہ
السلام علیکم۔ شوال ۸۴ھ سے آپکو
مستقل مدرس بمشاہرہ ۶۰ روپیہ ماہوار
کیا جاتا ہے۔ اطلاعاً تحریر ہے

حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے دستِ مبارک سے لکھی ہوئی چٹھی

جامعہ میں پچپن سال:......دس سال سے زائد عرصہ دارالاقامہ میں نگرانی کے فرائض انجام دیئے طلباء کی اخلاقی تربیت کا خاص خیال رکھا ان کے رہن سہن پر خصوصی توجہ دی تاکہ وہ اپنی اقامتی ضروریات سے بے نیاز ہوکر اپنی پڑھائی جاری رکھ سکیں۔زیورِ علم سے آراستہ ہوکر اچھا معاشرہ تشکیل دے سکیں۔آپ کی نگرانی میں تعلیم پانے والے ایسے عظیم انسان تیار ہوئے جن کی نظیر تلاش کرنا ناممکن تو نہیں، مشکل ضرور ہے۔

اور دس سال تک حضرت والا دارالافتاء میں مسند افتاء پر فائز رہے، کتب بینی اور قوتِ استدلال سے سائلین کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ہزاروں فتاوٰی لکھ کر فتوی لینے والوں کی پیاس بجھائی، آج وہ فتاوٰی خیر الفتاوٰی کی صورت میں پانچ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں کچھ ابھی شائع ہونے باقی ہیں۔

موجودہ مدیر جامعہ خیر المدارس حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب اطال اللہ بقاء ہ کے دورِ اہتمام میں جامعہ کی نظامت حضرت کو سونپی گئی، عرصہ دس سال جامعہ کی نظامتی ذمہ داری نبھائی، کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں آنے دیا۔نظامت، نگرانی، فتوی نویسی کے ساتھ ساتھ تدریسی کام جاری رکھا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج تک تدریسی خدمات میں مصروف ہیں۔

درس بخاری:.......درس بخاری شریف سے پہلے تین سال تک آپ نے جامعہ میں ترمذی شریف پڑھائی جامعہ کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیرویؒ نے بخاری شریف جلد ثانی پڑھانے کا حکم فرمایا۔کئی سال تک بخاری شریف جلد ثانی پڑھاتے رہے۔

حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب ڈیرویؒ کے بعد جامع المعقولات والمنقولات علامہ محمد شریف کشمیریؒ شیخ الحدیث کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اس عرصہ میں بدستور بخاری شریف جلد ثانی پڑھانے کا اعزاز حضرت والا کو حاصل رہا، علامہ محمد شریف کشمیریؒ اخیر عمر میں کافی علیل ہو گئے زندگی سے وفا کی امیدیں ختم ہوتی نظر آنے لگی، علم وعرفان کا چراغ ٹمٹمانے لگا تو علامہ صاحبؒ نے حضرت الاستاذ کو بخاری شریف جلد اول پڑھانے کا حکم دیا، آپ نے اس کو سعادت عظمیٰ سمجھتے ہوئے قبول فرمایا اور بخاری شریف جلد اول کا درس دینا شروع کیا، سینکڑوں بلکہ ہزاروں ملکی وغیر ملکی وفاقی وغیر وفاقی تشنگان علوم بخاری پڑھنے آئے، آپ کے درس میں بیٹھے، آپ کے علمی سمندر میں سے حصہ لیا۔ اور عرب وعجم، ایران وافغانستان، الغرض دنیا کے مختلف ممالک میں اللہ کا دین پھیلانے چلے گئے۔

تصوف:...... آپکی ذات والاصفات میں تدریس وتصوف کا حسین امتزاج ہے۔آپ کا بیعت کا تعلق ولی کامل حضرت مولانا خیر محمد صاحب نوراللہ مرقدہ سے تھا اور آپ کو حاجی فتح محمد صاحبؒ سے خلافت ملی ہے (جو حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے خلیفۂ مجاز تھے) آپ نے لوگوں کو باقاعدہ مرید تو نہیں بنایا اور نہ ہی اپنی خلافت کی تشہیر فرمائی البتہ علماء وطلباء اور عوام کی اصلاح اور تزکیہ نفس پر خصوصی توجہ دی، آپ کے پاس آنے والا اور آپکی مجلس میں بیٹھنے والا نفع سے محروم نہیں رہا۔آپ نے طلباء کو معاشرہ کا بہترین فرد بنانے کی بھرپور کوشش کی تاکہ پڑھ اور پڑھا کر اچھا معاشرہ بھی تشکیل دے سکیں۔

حسن بیان:...... اللہ تعالیٰ نے حضرت الاستاذ کو دل کش اور دلنشین حسن بیان سے نوازا ہے۔جنہوں نے آپ کی تقریر سنی وہ آپکے گرویدہ ہو گئے۔

سیاسی بصیرت:...... سیاسی بصیرت کے لحاظ سے بھی اپنے طبقہ میں حضرت کو خاص مقام حاصل ہے۔ حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد صاحبؒ کے طریق پر سیاسی جماعتوں کو دفاعی لائن شمار کرتے ہیں جو جماعتیں اسلام نافذ کرنا چاہتی ہیں ان کو استحسان کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایسے ہی دینی تحریکات مثلاً تحریکِ ختم نبوت اور تحریکِ نظام مصطفیٰ کو وقت کی ضرورت قرار دیتے ہیں۔قرارداد مقاصد منوانے کے لئے چلائی جانے والی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور اللہ پاک کے فضل وکرم سے یہ تحریک کامیاب ثابت ہوئی۔

اللہ رب العزت حضرت الاستاذ کی عمر میں برکت عطاء فرمائے اور ہمارے سروں پر ان کا سایہ تادیر قائم رکھے (امین)

تقریظ

(یادگارِ اسلاف، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری زید مجدہم، مہتمم جامعہ خیر المدارس، ملتان)

الحمدللہ والسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

امابعد! حدیث کا موضوع نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی بحیثیتِ رسول ہے اس لئے جو ادب نبی کریم ﷺ کا ہے وہی آپ ﷺ کی احادیث کا ہے اور جس طرح نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی و بے ادبی کفر ہے اسی طرح آپ ﷺ کے ارشادات کی بے ادبی و گستاخی بھی کفر ہے۔ اسی طرح یہ سمجھیں کہ جیسے آنحضرت ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے اور آپ ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے والے شرفِ صحابیت پا کر پوری امت سے ممتاز ہوئے اسی طرح آپ ﷺ کے ارشادات و احادیث میں مشغول ہونے والے بھی علم کے دیگر شعبوں میں کام کرنیوالے والوں سے ممتاز و منفرد ہیں۔

پھر حدیث صرف روایت کا نام نہیں بلکہ امام علی بن المدینیؒ (۲۳۴ھ) کے بقول **"الفقه فی معانی الحدیث نصف العلم ومعرفة الرجال نصف العلم"** حدیث کے معانی میں غور وفکر کرنا اس موضوع کا نصف علم ہے اور نصف ثانی حدیث کے رجال کی معرفت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہ حدیث کے مقابل کسی اور ماخذ کا نام نہیں بلکہ حدیث کے معانی سمجھنے کا نام ہی فقہ ہے۔ امام ترمذیؒ جنائز کی ایک بحث میں فرماتے ہیں **"وکذلک قال الفقهاء وهم اعلم بمعانی الحدیث** (جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۱۸)" اور فقہاء نے ایسے ہی کیا ہے اور یہی لوگ حدیث کے معانی کو اچھی طرح سمجھنے والے ہیں۔

کتبِ احادیث میں امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف **"الجامع الصحیح"** کو جو امتیازی مقام و مرتبہ حاصل ہے اس سے اہل علم بخوبی آشنا ہیں، امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ کے بارے میں قسم کھا کر فرمایا **"اشهد انه لیس فی الدنیا مثله"** (مقدمہ فتح الباری) آپ جیسا محدث روئے زمین پر نہیں میں اس کی شہادت دیتا ہوں۔

محدثینؒ کے نزدیک سند عالی کا میسر آنا ایک بڑا طرۂ امتیاز ہے اس پہلو سے بھی بخاری شریف کا درجہ دیگر کتبِ صحاح سے ممتاز ہے۔

بخاری شریف کی تدریس حق تعالیٰ شانہ کا انعام اور ایک علمی اعزاز ہے، جامعہ خیر المدارس ملتان میں احقر کے جدِ امجد استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہ کے بعد محدث العصر حضرت مولانا علامہ محمد شریف کشمیریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیرویؒ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالستار صاحب مدظلہ اور ہمارے استاذِ مکرم شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم تدریس بخاری شریف کے مسند پر تشریف لائے۔

استاذِ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم، حضرت داداجانؒ کے مایہ ناز اور قابلِ فخر تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں آپ کو یہ سعادت اور خصوصیت حاصل ہے کہ فارسی سے لیکر دورۂ حدیث تک کی اکثر کتب آپ نے حضرت داداجانؒ کی نگرانی و سرپرستی اور رہنمائی میں پڑھائی ہیں۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ کی رحلت کے بعد دورۂ حدیث شریف کی تقریبا تمام کتب کی تدریس کی سعادت پائی اور اب تقریبا ۱۴ سال سے بحیثیت شیخ الحدیث بخاری شریف زیر درس ہے۔

آپ سادہ پوش و سادہ دل ہیں مگر علم و فضل، تدریس اور تفہیم کا یہ عالم ہے کہ مشکل سے مشکل فن اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ آپ کے اندازِ بیان کے سامنے پانی بن جاتا ہے۔ احقر کو حضرت سے ابتدائی کتب سے لے کر انتہائی اسباق تک پڑھنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔ میں پوری ذمہ داری اور اعتماد سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تفہیم اور بیان کا جو سلیقہ اور صلاحیت آپ کو عطا فرمایا ہے وہ بہت کم مدرسین میں نظر آیا۔ علمی و دینی حلقوں میں آپ کی شہرت بوئے گُل کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ جامعہ خیر المدارس میں دورۂ حدیث شریف کے لیے طلبہ کرام دور دراز سے سفر کر کے پہنچتے ہیں اور یہاں اساتذہ کرام سے اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں، جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ کی امالی جو آپ کے درسِ بخاری شریف کے دوران طلبہ نے تحریر کیں، تحقیق و نکتہ رسی اور تفہیمِ معانی و مطالبِ حدیث میں اپنی مثال آپ ہیں اور ۵۰ سال سے زائد آپکی تدریسی زندگی کا مغز اور خلاصہ ہیں، ان امالی کی اشاعت کا تقاضا ایک عرصہ سے اہلِ علم کی طرف سے کیا جارہا تھا مگر بوجوہ تاخیر ہوتی رہی۔ حال ہی میں یہ جان کر قلبی مسرت ہوئی کہ یہ علمی ذخیرہ ترتیب و مراجعت اور تحقیق و نظرِ ثانی کے مراحل سے گزر کر طباعت کے مرحلہ میں ہے، احقر کی رائے میں اس کی اشاعت طلبہ و اساتذہ حدیث کے لیے ان شاء اللہ ایک علمی خزینہ اور نعمت غیر مترقبہ ہوگی۔ جو انہیں دیگر بہت سی شروح و تعلیقات سے بے نیاز کردے گی ان امالی کا نام ''الخیر الساری'' تجویز کیا گیا ہے امید ہے کہ یہ سلسلۂ خیر تا ابد جاری و ساری رہے گا اور اہل علم اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر تمام خلائق بالخصوص طلبہ اور اساتذۂ حدیث کے لئے نافع اور مفید بنائیں۔ (امین)

والسلام

(حضرت مولانا) قاری محمد حنیف جالندھری

مہتمم جامعہ خیر المدارس، ملتان

۱۶/ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمِ حدیث شروع کرنے سے قبل محدثین اساتذہ چند ابحاث بیان فرماتے ہیں۔

﴿علمِ حدیث کی اصطلاحی تعریف﴾

اسمیں مختلف اقوال ہیں۔

(۱) هو علم بقوانين (قواعد) يعرف بها احوال السند والمتن من صحة وحسن الى آخر ما قاله [۱]

(۲) علامہ سیوطیؒ نے اپنے ''الفیہ'' میں حدیث بالدرایہ کی تعریف اس طرح کی ہے۔

علم الحديث ذو قوانين تحد	۞	يدرى بها احوال متن وسند [۲]

حافظ ابن حجرؒ نے اسی تعریف کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

معرفة القواعد المعرفة بحال الراوى والمروى [۳]

ان دونوں تعریفوں کا مآل ایک ہے۔

(۳) علامہ عینیؒ فرماتے ہیں هو علم يعرف به اقوال رسول الله ﷺ وافعاله واحواله [۴]

عصمتِ انبیاءؑ مسلم امر ہے اس لیے کہ اللہ پاک جس کا چناؤ کرلیں اسمیں نقص نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ علیم وخبیر ہے اور تمام انبیاء علیھم السلام مصطفٰے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ پاک کا ارشادِ گرامی ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ﴾ [۵]

اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے نہ کہ جیسا مرزا لعین نے سمجھا ہے۔

آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ نبوت وہبی ہے عصمتِ انبیاءؑ بھی لازمی امر ہے تو ان کے اقوال وافعال واحوال بھی ذو عصمت ہونگے لہٰذا تینوں کا نام علمِ حدیث ہوگا۔

(۴) علامہ سخاویؒ نے فتح المغیث میں علمِ حدیث کی تعریف اس طرح فرمائی ہے، ما اضيف الى النبى ﷺ قولاً او فعلاً او تقريراً او صفةً حتى الحركات والسكنات فى اليقظة والمنام [۶]

---

[۱] مقدمہ اوجز المسالک ج ۱ ص ۳ [۲] مقدمہ اوجز المسالک ج ۱ ص ۳ [۳] مقدمہ الدر المنضود ج ۱ ص ۹ [۴] مقدمہ اوجز المسالک ج ۱ ص ۲، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱، فتح الملہم ج ۱ ص ۱ [۵] پ ۳، سورۃ آل عمران آیت ۳۳ [۶] فتح المغیث ج ۱ ص ۲۱

(۵) محققین کی پسندیدہ تعریف یہ ہے هو علم يعرف به احواله ﷺ قولاً وفعلاً وتقريراً وصفة [۱]
علماءِ حدیث کے نزدیک مشہور یہی ہے۔

قولاً کا مِصداق: ...... حضور ﷺ کی قولی حدیث ہے جسمیں صحابی قال الرسول ﷺ یا قال النبی ﷺ کہے قولی حدیث چونکہ وحی غیر متلو ہے اس لیے واجب العمل ہے قران مجید میں ہے ﴿اِنْ هُوَاِلَّا وَحْیٌ یُّوْحیٰ﴾ [۲]

فعلاً کا مِصداق: ...... وہ حدیث ہے جسمیں صحابی اپنا مشاہدہ بیان کرے یوں کہے رأيتُ النبی ﷺ هكذا. افعالِ نبی ﷺ کی اتباع اس لیے ضروری ہے کہ قرانِ مجید میں ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ﴾ [۳] اور ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ [۴] آیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے افعال پر بھی عمل ضروری ہے

تقریراً کا مِصداق: ...... وہ حدیث ہے جسمیں صحابی اپنا عمل بیان کرتا ہے كُنَّا نَفْعلُ بين يدى رسول الله ﷺ كذا، جیسے ایک حدیث میں ہے عَنْ جَابرٍؓ كُنَّا نعزل و القران ينزل [۵]
اس کو حدیثِ فعلی میں شمار کیا جاتا ہے۔تقریراتِ رسول ﷺ پر بھی عمل ضروری ہے یعنی آپ ﷺ نے کسی کو کام کرتے دیکھ کر سکوت فرمایا، یہ بھی ہمارے لیے حجت ہے۔قرانِ مجید میں ہے ﴿یٰاَیُّهَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ﴾ [۶] اگر آپ ﷺ کو فعل صحابی پسند نہ ہوتا تو سکوت نہ فرماتے، کیونکہ آپ ﷺ کسی برے فعل سے ڈر کر سکوت نہیں فرما سکتے، اس لیے کہ اللہ پاک نے فرمایا ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [۷] آپ ﷺ کے لئے تبلیغ ضروری ہے، تبلیغ نہیں کرر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو وہ کام پسند ہے۔

صفةً کا مصداق: ...... وہ حدیث ہے جسمیں صحابی حضور ﷺ کے احوال وصفات کو بیان کرتا ہے خَلْقاً یا خُلُقاً یعنی صورت، سیرت کے لحاظ سے صفات دوقسم پر ہوئیں۔

(۱) جسمانی خَلقی (۲) نفسانی خُلقی

سخاوت وغیرہ دوسری قسم کی صفات ہیں ان کو شمائل کہتے ہیں یہ تمام اقسام حدیث کے اجزاء ہیں۔صفتِ رسول ﷺ پر بھی عمل ضروری ہے۔صفت دوقسم پر ہے (۱) صفتِ جسمانی جیسے آپکا رنگ اور بناوٹ، شکل وصورت

---

[۱] اوجزالمسالک ج ۱ ص ۳ [۲] پارہ ۲۷ سورۃ نجم آیت ۴ [۳] پارہ ۲۱ سورۃ لقمان آیت ۱۵ [۴] پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۳۱ [۵] بخاری شریف ج ۲ ص ۷۸۴ [۶] پارہ ۶ سورۃ مائدہ آیت ۶۷ [۷] پارہ ۶ سورۃ مائدہ آیت ۶۷

(۲)صفتِ نفسانی جسکا تعلق صرف نفس کے ساتھ ہو جیسا کہ حدیث میں ہے **کان رسول ﷺ احسن الناس وکان اجودالناس وکان اشجع الناس** (اوکما قال) [۱] اور یہ بھی ہمارے لیے قابل حجت ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حتی الامکان حضور ﷺ کی مشابہت کی کوشش کرتے تھے اس لیے آپ ﷺ کی صفات **مبحوث عنها** ہوئیں۔

ایک اور حدیث میں ہے **اجودالناس صدراً واصدق الناس لهجةً** [۲]

﴿وجه الاختلاف والتطبيق﴾

حاکم ابوعبداللہ نیشاپوریؒ نے علمِ حدیث کی پچاس اقسام بیان کی ہیں، علامہ نوویؒ اور ابن صلاحؒ نے ۶۵ اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "تدریب الراوی" میں ۹۳ اقسام بیان کی ہیں [۳]

علمِ حدیث بہت ساری انواع واقسام پر مشتمل ہے یہاں تک کہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ علمِ حدیث جاننے کیلئے ساٹھ علوم کا جاننا ضروری ہے لیکن ان میں سے مشہور دو علم ہیں۔

۱. علمِ روایتِ حدیث

۲. علمِ درایتِ حدیث

علامہ جزائریؒ نے علمِ حدیث کی دو قسمیں کر کے الگ الگ تعریف کی ہے۔

تعریف علم روایت حدیث :...... **هوعلم بنقل اقوالِ النبی ﷺ وافعاله بالسماع المتصل وضبطها وتحريرها.**

تعریف علمِ درایۃِ حدیث :...... **هو علم يتعرف منه انواع الرواية واحكامها وشروط الرواة واصناف المرويات واستخراج معانيها** [۴]

اسے علمِ اصولِ حدیث کی تعریف قرار دیا گیا ہے، جس کو علامہ سیوطیؒ وغیرہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔

﴿دليل كون هذه الاقسام من الحديث﴾

قول:...... بھی حدیث کا جزء ہے قران پاک نے حضور ﷺ کے بارے میں فرمایا ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ اور اطاعت امتثال امر کو کہتے ہیں اسکے مقابلے میں عصیان عدمِ امتثال امر کو کہتے ہیں صاحبِ اصول

[۱] مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۲ [۲] شمائل ترمذی ص ۱ [۳] تشریحات ترمذی ص ۲۹ [۴] مقدمہ فتح الملہم ج ۱ ص ۲

الشاشی اسی کی دلیل میں یہ اشعار نقل کرتے ہیں۔

اطعت لأمریک بصرم حبلی		مریهم فی احبتهم بذاک
فهم ان طاوعوک فطا وعیهم		وان عاصوک فاعصیے من عصاک[۱]

فعل:...... آپ ﷺ کا فعل بھی من الحدیث (حدیث سے) ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ (الآیہ)[۲]

تقریر:...... آپ ﷺ کی تقریر بھی من الحدیث ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ﴾[۳] کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے کوئی عمل کرتا ہے اگر وہ مَا اُنْزِلَ کے خلاف ہے تو حضور ﷺ پر اس کو روکنا لازم ہے، اگر آپ ﷺ نے نہیں روکا تو معلوم ہوا کہ مَا اُنْزِلَ کے خلاف نہیں ہے۔ خلاف ہونے کے باوجود نہ روکیں یہ نہیں ہوسکتا، لطیفے کے طور پر یہ بھی سمجھئے کہ نبی کی تقریر حجت ہے نہ کہ ولی کی۔ نبی معصوم ہوتا ہے کبھی ناپسندیدہ کام پر خاموشی اختیار نہیں کرسکتا نبی جری اور بہادر ہوتا ہے بزدل نہیں ہوسکتا۔

صفت:...... آپ ﷺ کی صفت بھی جزءِ حدیث ہے ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾[۴] لہٰذا آپ ﷺ کا خُلق حُجت ہوا۔

﴿تعریف السنة والحدیث عندالفقهاء﴾

السنة:......تطلق علیٰ قول الرسول ﷺ وفعله وسکوته وعلیٰ اقوال الصحابة وافعالهم[۵]

الحدیث:...... یطلق علیٰ قول الرسول ﷺ خاصةً[۶]

سوال:...... اس تعریف کی رو سے تقریر اور صفت، تعریفِ حدیث سے نکل گئے؟

جواب:...... افعال کے تحت تقریر بھی تبعاً شامل ہے کیونکہ چپ رہنا بھی ایک فعل ہے اور صفت کا خارج ہونا کوئی مضر نہیں اس لئے کہ فقہاء کے مطمعِ نظر احکام ہیں وہ صفات سے بحث ہی نہیں کرتے اس لئے فقہاء کے نزدیک صفات اسمیں شامل ہی نہیں۔

---

[۱] اصول الشاشی ص ۳۴ [۲] پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۳۱ [۳] پارہ ۶ سورۃ مائدہ آیت ۶۷ [۴] پارہ ۲۹ سورۃ القلم آیت ۴ [۵] نورالانوار ص ۱۷۹ [۶] ایضاً

ایک اور بحث :...... بعض نے علمِ حدیث کی تعریف یوں کی ہے **علم یبحث فیه عن اقوال النبی ﷺ وافعاله واحواله واقوال الصحابةؓ والتابعین وافعالهم واحوالهم** [1] یہ تعریف صحابہ کرامؓ کے اقوال وافعال کو بھی شامل ہے۔

دلیل :...... یہ حضرات کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کو مشابہت تامہ ومناسبت تامہ حاصل ہوگئی تھی، صحبت ومعیتِ طویلہ کی وجہ سے صحابہؓ کا قول، فعل اور تقریر حجت ہے اس لیے کہ آپ ﷺ معصوم ہیں تو صحابہ کرام ﷿ کو بھی نوعٌ من المعصومیت حاصل ہوگئی جیسے حضور ﷺ کو شانِ متبوعیت حاصل ہے اسی طرح صحابہ کرام ﷿ کو بھی حاصل ہے اس کو اللہ تعالی نے یوں بیان فرمایا ہے ﴿وَالَّذِینَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ [2] "هُم" ضمیر صحابہ کی طرف راجع ہے نیز حضور ﷺ نے فرمایا ((**اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم**)) [3] لیکن جمہور محققینؒ کے نزدیک صحابیؓ کے قول وفعل وتقریر کو اثر کہتے ہیں نہ کہ حدیث۔

﴿حدیث ،اثراورخبرکے درمیان فرق﴾

الفرق بین الحدیثِ والاثر:......

جنہوں نے علمِ حدیث کی تعریف میں صحابہؓ کے اقوال وافعال کو شامل کیا ہے انکے نزدیک حدیث اور اثر مترادف ہیں [4] جنہوں نے اثر کا اطلاق صرف صحابیؓ کے قول وفعل پر کیا ہے انکے نزدیک ان دونوں میں تباین کی نسبت ہے۔ کبھی کبھی آثار کا لفظ احادیثِ مرفوعہ پر بھی بول دیتے ہیں چنانچہ امام طحاویؒ نے اپنی کتاب (جس میں احادیث مرفوعہ بھی ہیں) کا نام "معانی الآثار" رکھا ہے اسی طرح ایسی ہی ایک کتاب کا نام "تہذیب الآثار" ہے اور آثار کی کتابوں کو احادیث کی کتابیں بھی کہا جاتا ہے جیسے مُصنف ابن ابی شیبہؒ ومُصنف عبدالرزاقؒ۔

الفرق بین الحدیثِ والخبر:......

بعض نے خبر کی تعریف یہ کی ہے۔

(ا) **ما یبحث فیه ما نسب الی النبی ﷺ** وغیرہ، اس صورت میں نسبت عام خاص مطلق کی ہوگی خبر

---

[1] تقریرِ بخاری، ج۱ ص۲۴ [2] خیر الاصول [2] پارہ ۱۱ سورۃ توبہ آیت ۱۰۰ [3] مشکوۃ ج۲ ص۵۵۴ [4] لمعات التنقیح مقدمہ مشکوۃ ج۱ ص۲۲

عام مطلق اور حدیث خاص مطلق ہے [۱]
بعض نے خبر کی تعریف یہ کی ہے۔
(۲) علم یبحث فیه ما نسب الیٰ غیر النبی ﷺ اس صورت میں نسبت تباین کی ہوگی متاخرین کا یہی مسلک ہے کیونکہ عام طور پر جو تاریخ میں مشغول ہو اس کو مؤرخ کہتے ہیں اور حدیث میں مشغول ہونے والے کو محدّث کہتے ہیں [۲]

الفرق بین الحدیثِ والسنة:......

بعض نے حدیث اور سنت کو مترادف کہا ہے، اور بعض نے فرق کیا ہے کہ سنت خاص ہے اور حدیث عام ہے کیونکہ سنت آپ ﷺ کے اقوال وافعال کے ساتھ خاص ہے اور حدیث صفات کو بھی شامل ہے۔ بعض اس سے بھی زیادہ تخصیص کرتے ہیں کہ سنت کا اطلاق صرف قولِ نبی ﷺ پر ہوتا ہے [۳]

﴿موضوع علمِ حدیث﴾

اس میں محدثینؒ کے مختلف اقوال ہیں۔
الاول:...... علامہ کرمانیؒ علمِ حدیث کا موضوع اس طرح بیان فرماتے ہیں ذات الرسولِ ﷺ من حیث انه رسول الله ﷺ [۴] اس قید کے لحاظ سے حضور ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے کے اقوال وافعال حدیث سے نکل گئے حالانکہ محدثینؒ انکا بھی تذکرہ کرتے ہیں اس قول کی وجہ سے یہ گڑبڑ ہوگئی کہ چالیس سال کے افعال موضوع بننے سے نکل گئے حالانکہ وہ علم حدیث کا موضوع ہیں۔
الثانی:...... ذات النبی ﷺ من حیث اقواله وافعاله وتقریراته وصفاته [۵] علامہ سیوطیؒ کے استاذ علامہ محی الدین کافیجیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہے کہ ذات النبی ﷺ کیسے علمِ حدیث کا موضوع بن گیا ذات النبی ﷺ تو بدنِ انسانی ہے جو کہ طب کا موضوع ہے لیکن سب محدثینؒ کو اُن کے تعجب پر تعجب ہے کیونکہ بدنِ انسانی کی دو حیثیتیں ہیں (۱) من حیث الصحة والمرض (۲) من حیث انه رسول. علمِ حدیث کا موضوع ذات النبی ﷺ مطلقاً نہیں بلکہ من حیث انه رسول ہے (جو اعتراض پہلے قول پر ہے وہی اسپر بھی وارد ہوگا کہ چالیس سال کے افعال موضوع بننے سے نکل گئے کیونکہ اعلان رسالت چالیس سال پورے ہونے پر فرمایا)

---

[۱] مقدمہ فتح الملہم ص ۲ [۲] مقدمہ فتح الملہم ص ۲ [۳] الدر المنضود ص ۱۴ [۴] اوجز المسالک ج ۱ ص ۳، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱، الکوکب الدری ج ۱ ص ۶ [۵] اوجز المسالک ج ۱ ص ۴

الثالث:......الفاظ الرسول علیه الصلاۃ والسلام من حیث صحة صدورها عنه ﷺ وضعفه الی غیرذلک [۱]

الرابع:......المرویات والروایات من حیث الاتصال والانقطاع [۲]

﴿غایتِ علمِ حدیث﴾

غایت کو بیان کرنے میں مختلف عنوانات ہیں، مآل سب کا ایک ہی ہے۔

الاول:...... الفوز بسعادۃ الدارین [۳] دارین سے مراد دارِ دنیا ودارِ آخرت ہے دارِ آخرت کی فوز (کامیابی) دخولِ جنت اور جہنم سے چھٹکارا ہے ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ [۴] اور دارِ دنیا کی فوز (کامیابی) یہ ہے کہ ایسے اعمال کی توفیق مل جائے جو دخولِ جنت کا سبب بنیں۔

الثانی:...... غایۃ علمِ حدیث حصولِ دعاءِ نبی ﷺ ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ((نضر اللّٰہ امراء(عبدا) سمع مقالتی فحفظها فوعاها واداها)) اوکما قال علیہ السلام [۵]

الثالث:...... محبوب ﷺ کی کلام سے حصولِ لذت۔

الرابع:...... معرفة العقائد والاخلاق والاحکام الفرعیة لرضاء اللّٰہ تعالیٰ

﴿حدیث کی وجہ تسمیہ﴾

متعدد وجوہ بیان کی گئی ہیں

الوجہ الاول:...... علامہ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ حدیث بمقابلہ قدیم ہے۔ قدیم، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ اس کے مقابلے میں حادث وجدید ہے لہٰذا اس کو حدیث کہا گیا۔

الوجہ الثانی:...... بعض محدثین نے اور وجہ بیان کی ہے جو کہ آسان ہے کہ حدیث بات چیت کو کہتے ہیں اور اصل میں حدیث کا مصداق حضور ﷺ کی بات چیت ہی ہے۔

سوال:...... ہماری کلام بھی تو بات چیت ہے تو اس کو بھی حدیث کہنا چاہیے حالانکہ اس کو حدیث نہیں کہا جاتا؟

جواب:...... لغت کے لحاظ سے تو کہہ سکتے ہیں لیکن اصطلاح میں آپ ﷺ کی عظمتِ شان کی وجہ سے آپ ﷺ کی کلام کے ساتھ حدیث کو خاص کر دیا گیا اوروں کی کلام کو حدیث نہ کہا جائیگا۔

---

[۱] مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۳۹۷ [۲] مقدمہ حاشیہ نسائی لمولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی ص ۱ [۳] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱، تدریب الراوی ص ۵، الدر المنضود ص ۱۳ [۴] پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۵ [۵] رواہ احمد، مشکوۃ (کتاب العلم) ص ۳۵، اوجز المسالک ص ۴

سوال: ...... حدیث تو بات چیت کو کہتے ہیں حالانکہ احادیث میں افعال وتقریرات کا ذکر بھی ہوتا ہے تو ان کو حدیث کہنا کیسے صحیح ہوا؟

جواب: ...... حدیث میں زیادہ تر اقوال کا ذکر ہی ہوتا ہے فعل اور تقریر کو حدیث کہنا تغلیباً ہے اور حدیث کا نام کلام اس لئے نہیں رکھا کہ علمِ کلام سے التباس نہ ہو۔

الوجه الثالث: ...... تیسری وجہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مقدمہ فتح الملہم میں ذکر کی ہے کہ لفظ حدیث، تحدیثِ نعمت سے لیا گیا ہے اور نعمت سے مراد ہدایت ہے۔ اللہ تعالی نے جو ہدایت کی نعمت عطا فرمائی اس کو آپ ﷺ نے بیان فرمایا تو اس کا نام حدیث رکھ دیا گیا۔ تحدیث بمعنی بیان کرنا۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جاری کلام اس نعمتِ ہدایت کا بیان ہے۔ تحدیثِ نعمت سے لفظ لیکر اس کا نام حدیث رکھ دیا گیا کیونکہ کبھی ثلاثی سے مزید مجرد لے لیا جاتا ہے اور یہاں تحدیث ثلاثی مزید سے حدیث ثلاثی مجرد لیا گیا ہے۔

تفصیل: ...... یہ ہے کہ سورۃ الضحیٰ[1] میں اللہ پاک نے آپ ﷺ کی تین حالتیں بیان فرمائی ہیں تینوں حالتوں کے مطابق تین انعامات کا ذکر فرمایا اور اس کے مقابلے میں تین حکم ہیں، پہلی حالت یُتم (یتیمی) کی ہے اس کے مقابلے میں انعام ایو آء (ٹھکانہ دینا) ہے اور حکم **فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ** ہے۔ دوسری حالت عائل (محتاج) ہونا ہے اور اس کے مقابلے میں انعام اغناء (غنی کرنا) ہے اور حکم **وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَاتَنْهَرْ** ہے۔ تیسری حالت ضالّ (گمراہ) ہونے کی ہے اس کے مقابلے میں انعام ہدایت ہے اور حکم **وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ** ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ جو بھی حضور ﷺ بیان فرمائیں گے وہ ہدایت ہوگی، اور آپ ﷺ کا بیان کرنا تحدیثِ نعمت ہے لہٰذا آپ ﷺ کا بیان حدیث ہوا[2]

ضالاً: ...... اس لفظ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔

الاول: ...... راہ کا متلاشی ضال کہتے ہیں کہ راہی چلتے چلتے چوراہے پر آ جائے پھر کوئی اس کو بتلادے کہ تیرا راستہ یہ ہے۔

الثانی: ...... جنگل میں بیری کا درخت جو اکیلا کھڑا ہوتا ہے اُسے ضال کہتے ہیں یہ کلام تشبیہ پر محمول ہے یعنی آپ ﷺ کو تنہا پایا پس آپ ﷺ کو رہنما بنادیا[3]

✡✡✡✡✡✡✡

[1] پارہ ۳۰ [2] فتح الملہم ج ۱ ص ۱ [3] مقدمہ الدر المنضود ص ۱۳

﴿ضرورتِ علم حدیث﴾

دلیلِ اول: ...... اللہ تعالیٰ نے انسان کو وجود اور عقل کی نعمت عطا فرمائی ہے اور اس کو اشرف المخلوقات بنایا اس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ ﴾ [۱] اسی طرح ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيٓ اَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ [۲] اسی طرح ﴿خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيعاً﴾ [۳] اور ﴿ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْض ﴾ [۴] یہ تمام آیات دلائلِ اشرفیت ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس نعمت کا شکر یہ ادا کرے اور شکرِ نعمت کے لیے دیکھا جائے کہ سب سے زیادہ شاکر، شکور کون ہے؟ یہ بات تو عیاں اور مسلم ہے کہ سب سے زیادہ شکور حضور ﷺ کی ذات ہے کیونکہ آپ ﷺ اتنی عبادت کرتے کہ پاؤں سوج جاتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا ((افلا اکون عبداً شکورا)) [۵] شکر کرنے کے لئے آپ ﷺ کے قول وفعل کی اتباع ضروری ہے اور یہ سب کچھ حدیث سے معلوم ہوگا کہ حضور ﷺ کے اقوال وافعال کیا ہیں؟

اشکال: ...... ہمیں تسلیم نہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس لئے کہ انسان تو حاجات میں گھرا ہوا ہے۔ مخلوقات میں سب سے زیادہ محتاج انسان ہے۔ سورج، چاند، ستارے ان سب کو انسان کی ضرورت نہیں اور انسان کو ان سب کی ضرورت ہے تو گویا سائل نے کثرتِ احتیاج کو اشرفیت کے خلاف سمجھا؟

جواب: ...... اللہ تعالیٰ نے انسان کو وجود کے ساتھ ایک نعمت جوہرِ عقل کی دی ہے جس سے انسان کل کائنات کو مسخر کر سکتا ہے تو جب اس جوہر کیوجہ سے کائنات مسخر ہوگی تو انسان علو اور تکبر میں آجائیگا یہاں تک کہ خدائی کا دعویٰ کر دیگا جیسے فرعون نے کیا اُس نے کہا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى [۶]

روس والوں نے جب ملکوں کو فتح کیا تو چوکوں پر بورڈ لگا دیئے تھے کہ اس طرف خدا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے دعووں سے روکنے کے لیے انسان کیساتھ احتیاجات متعلق کر دیں تو احتیاجات دلیلِ عدمِ اشرفیت نہیں بلکہ دلیلِ اشرفیت ہیں۔

---

[۱] پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۰

[۲] پارہ ۳۰ سورۃ التین آیت ۵

[۳] پارہ ۱ سورۃ بقرہ آیت ۲۹

[۴] پارہ ۲۵ سورۃ جاثیہ آیت ۱۳

[۵] مشکوۃ شریف ص ۱۰۹، شمائل ترمذی ص ۱۹

[۶] پارہ ۳۰ سورۃ نازعات آیت ۲۴

مثال:...... اس کی مثال اس طرح ہے کہ جتنا کوئی بلند مرتبہ ہوتا ہے اسکی حفاظت کے لیے پہرے بھی اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں یہ احتیاجات انسانیت کی حفاظت کے لیے پہرے ہیں۔

الحاصل:...... کثرتِ احتیاج غیر اشرفیت کی دلیل نہیں ہے۔ جب عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کے لیے خدا ہونے کا عقیدہ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے انکے ابطالِ عقیدہ کے لیے صرف دو لفظوں میں جواب دیا کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ [1] تو گویا ایک احتیاج ہی ایسی چیز ہے جو انسان کو خدائی کے دعوے سے روکے ہوئے ہے۔

دلیلِ ثانی:...... تکمیلِ انسانیت، تکمیلِ اخلاق سے ہوتی ہے، تکمیلِ اخلاق کیسے ہوگی؟ جب تک مکمل اخلاق کا نمونہ سامنے نہ ہو تکمیلِ اخلاق نہیں ہوسکتی اور وہ نمونہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ ارشاد ربانی ہے ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ [2] حدیث شریف میں ہے ((بُعِثْتُ لِاُتمم مکارم الاخلاق)) [3] ایک صحابیؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ قرآنِ مجید میں جو حضور ﷺ کے اخلاق کی تعریف آئی ہے وہ اخلاق کیا ہیں؟ تو صدیقۂ کائنات نے فرمایا خلقه القرآن [4] تو آپ ﷺ کو چھوڑ کر تکمیل اخلاق نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا آپ ﷺ کے معمولات کا معلوم ہونا ضروری ہوا۔ کھانا، پینا، اور دن رات کے معمولات یہ سب حدیث کے ذریعے معلوم ہوگا لہٰذا آپ ﷺ کی احادیث ضروری ہوئیں۔

دلیلِ ثالث:...... علمِ حکمت کی دو قسمیں ہیں ۱۔ حکمت علمیہ ۲۔ حکمتِ عملیہ، تمام حکماء کا اتفاق ہے کہ حکمتِ عملیہ کو آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی انسان نے بیان نہیں کیا تو حکمت عملیہ حاصل کرنے کیلئے آپ ﷺ کا قول وفعل ضروری ہوا اور یہ قول وفعل حدیث سے معلوم ہوگا، لہٰذا حدیث ضروری ہوئی۔

دلیلِ رابع:...... تمام دنیا کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ عدل محمود ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اور اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ جب آپ مالِ غنیمت تقسیم کررہے تھے تو اعتراض کیا گیا کہ عدل کریں تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر میں عدل نہ کروں گا تو کون عدل کرے گا اور عدل کے مقابل جور وظلم مذموم ہے۔

عدل کی تعریف:...... انسان کے اندر ملکات تین قسم پر ہیں ۱. علمیه ۲. شهویه ۳. غضبیه ان ملکات کو افراط وتفریط سے بچا کر اعتدال میں رکھنا عدل ہے۔ قوتِ علمیہ کا اعتدال حکمت ہے قوتِ شہویہ کا اعتدال عفت ہے اور قوتِ غضبیہ کا اعتدال شجاعت ہے تو صفتِ محمود (عدل) پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ایسی ذات کی اقتدا کی جائے جس کے اندر ان تینوں چیزوں کا اعتدال ہو اور وہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات ہے بایں طور کہ آپ ﷺ کے بارے میں قرآن نے کہا یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ اس سے حکمت ثابت ہوئی اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا انی اتقاکم اس سے عفت ثابت ہوئی اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے بارے میں فرمایا اشجع الناس اس سے شجاعت ثابت ہوئی۔ اور اقتداء کے لئے احوال کا معلوم ہونا ضروری ہے اور یہ حدیث سے معلوم ہونگے لہٰذا حدیث ضروری ہوئی۔

---

[1] پارہ ۶ سورۃ مائدہ آیت ۷۵ [2] پارہ ۲۹ سورۃ قلم آیت ۴ [3] معارف القرآن ج ۶ ص ۵۳۲ بحوالہ ابوحیان [4] حیات الصحابہ ج ۲ ص ۵۲۱ بحوالہ بدایہ، ابن سعد

دلیلِ خامس:...... انسان قدرتِ خداوندی کا مظہر ہے اس میں جو عناصر ہیں وہ صفاتِ متضادہ کے حامل ہیں۔ اور وہ عناصر چار ہیں۔ (۱) آگ (۲) ہوا (۳) پانی (۴) مٹی۔ انکی خصوصیات مختلف وجوہ سے آپس میں ٹکراؤ والی ہیں۔

وجه الاول:...... آگ اور مٹی میں خشکی ہے پانی اور ہوا میں تری ہے۔

وجه الثانی:...... ہوا اور آگ اوپر کو اٹھتی ہیں پانی اور مٹی نیچے کو آتے ہیں یہ قدرت کا نمونہ ہے کہ تضادات کو انسان کے اندر جمع کر رکھا ہے یہ چیزیں اخلاق میں بھی تضاد پیدا کرتی ہیں مٹی میں یُبس (خشکی) ہے جس سے صفتِ بخل پیدا ہوتی ہے پانی میں پھیلنے کی صفت ہے اس سے حرص پیدا ہوتا ہے۔ آگ میں بلندی ہے کہ دوسرے کو ہلاک کردے اس سے کبر پیدا ہوتا ہے۔ ہوا خود پھیلتی ہے اس سے انسان میں شہرت پسندی پیدا ہوتی ہے۔ یہ چاروں اخلاقِ ذمیمہ ہیں جو ان کو اعتدال میں رکھے ہوئے ہو اسکی اقتدا ضروری ہے اور اس کا نمونہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ جنہوں نے انکو اعتدال میں رکھا اگر انکو اعتدال میں نہ لایا جائے تو فسادِ عظیم برپا ہوتا ہے تو ان اخلاق کی اصلاح کی ضرورت ہے جب انکی اصلاح ہو جائیگی تو دنیا میں امن پیدا ہو جائیگا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جب تک ان اخلاقِ ذمیمہ کا علاج نہ کروگے امن پیدا نہیں ہوگا۔ جس کو آپ حاکم بنائیں گے وہ ان اخلاقِ ذمیمہ کا حامل ہوگا تو امن کیسے پیدا ہوگا؟

دلیلِ سادس:...... اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دو قوتیں رکھی ہیں۔ (۱) ملکیہ (۲) بہیمیہ

قوتِ ملکیہ، یعنی فرشتوں والی قوت، نہ کھانا نہ پینا، اور قوتِ بہیمیہ، یعنی کھانا پینا ایک دوسرے کے ساتھ چمٹنا وغیرذٰلک۔ اگر قوتِ ملکیہ غالب آجائے تو انسان باکمال بن جاتا ہے اور ترقی کر کے ملائکہ کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر بہیمیت غالب آجائے تو انسانیت سے گر کر حیوان (اصطلاحی) بن جاتا ہے لہٰذا ایسی ذات کی اتباع ضروری ہوگی جس نے بہیمیت کو مغلوب اور ملکیت کو غالب کیا ہو، اور وہ آپ ﷺ کی ذات ہے حدیث میں آیا ہے ((**توضؤا مما مست النار**))[1] اسمیں علماء لمبی چوڑی بحث کرتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اصل میں انسان جب کھانا کھاتا ہے تو اس سے ملکیت متاثر ہوتی ہے اس لیے حدیث شریف میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کا حکم دیدیا گیا تا کہ اس کمی کا ازالہ ہو جائے۔

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۴۰

دلیلِ سابع: ...... قرآن پاک (هُدىً لِّلنَاسِ) ہے یعنی تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور اسکا ہدایت ہونا حدیث پر موقوف ہے اس لئے کہ حدیث قرآن کی شرح ہے اللہ تعالی نے خود فرمایا ﴿وَاَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ﴾ [1] اور شرح بھی خود اللہ تعالی نے سکھائی ہے ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ﴾ [2]

دلیلِ ثامن: ...... ضابطہ ہیکلام الملوک ملوک الکلام، اور ملوک کے کلام کو سمجھنے کے لئے مقربان ملوک ہوتے ہیں اور اللہ تعالی کے مقرب حضور ﷺ ہیں تو اللہ تعالی کی کلام کو سمجھنے کے لئے حضور ﷺ کی حدیث ضروری ہوئی۔

دلیلِ تاسع: ...... تمام دنیا کا اس پر اتفاق ہے کہ اصلاحِ مستقبل کے لیے احوالِ ماضیہ کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ اب نمونہ کے لیے احوالِ ماضیہ میں سب سے زیادہ کامیاب اور بہتر زندگی والا انسان آپ ﷺ کی ذات طیبہ ہے جیسے اللہ پاک نے خود فرمایا ﴿لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [3] اب آپ ﷺ کے احوال تو حدیث سے معلوم ہونگے لہٰذا حدیث کا معلوم ہونا ضروری ہوا۔

دلیلِ عاشر: ...... مخلوق اور خالق میں کوئی نسبت نہیں ہے، اسلئے دونوں میں کوئی واسطہ ہونا چاہیے جس کی ایک جانب خالق سے ملی ہوئی ہو تو دوسری جانب مخلوق سے۔ اور وہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہے اور ان میں سب سے بہتر خاتم النبیین محمد ﷺ ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرنے کے لیے حضور ﷺ کا واسطہ ضروری ہوا اسکے بغیر استفادہ نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کے اندر کچھ صفات تمام انسانوں سے زیادہ ہوتی ہیں جنکی بنا پر لوگ ان کو بشریت سے نکالنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ غلو ہے۔ انبیاء کی دو حالتیں ہوتی ہیں کبھی شانِ عروجی میں اور کبھی شانِ نزولی میں، انسانوں کی طرح اسوقت ہوتے ہیں جب شان نزولی میں ہوتے ہیں اور کبھی شان عروجی میں ہوتے ہیں اسی سے انسان دھوکہ کھالیتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے **((لی مع الله وقت لا یسعنی فیه نبی مرسل و لا ملک مقرب))**

فضائلِ علمِ حدیث

الاول: ...... حدیث پاک میں آتا ہے **((نضر الله اِمرأ(عبدا) سمع مقالتی فوعا ها واداها))** اوکما

---

[1] پارہ۱۴ سورۃ النحل آیت ۴۴ [2] پارہ۲۹ سورۃ القیامہ آیت ۱۹ [3] پارہ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت ۲۱

قال ﷺ تو آپ ﷺ کی حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کے لیے یہ دعا ہے [1]

اھل الحدیث وجوھھم بدعاء النبیؐ منضرة		اعمارھم طویلة وارزاقھم متکثرة

الثانی: ...... روایت ابن عباسؓ ہے ((اللھم ارحم خلفائی قلنا ومن خلفائک یا رسول اللّٰہ قال الذین یأتون من بعدی یروون احادیثی ویعلمونھا الناس)) [2]

الثالث: ...... روایت ابن مسعودؓ ہے((ان اولی الناس بی یوم القیامة اکثرھم علیّ صلوة))[3]

الرابع: ...... انسان کی دوضرورتیں ہیں ا۔دینی ۲۔دنیاوی۔ظاہر بات ہے کہ دینی ضروریات دنیاوی ضروریات سے بڑھ کر ہیں اور دینی ضروریات عقائد صحیحہ،اعمالِ صالحہ،اخلاقِ کاملہ اور معاملات صحیحہ ہیں اس ضرورت کو پورا کرنے والا علم،علم حدیث ہے اس لیے اسمیں لگنے والا اس کو پڑھنے پڑھانے والا افضل ہوگا۔

الخامس: ...... دلیل بھی ہے اور ایک بحث بھی۔تفسیر کے علاوہ باقی تمام علوم سے تو بالاتفاق علمِ حدیث افضل ہے لیکن علم تفسیر سے بھی افضل ہے یا نہیں؟ اسمیں اختلاف ہے۔

جمہورؒ: ...... اس کے قائل ہیں کہ علم تفسیر سے بھی افضل ہے اس لیے کہ افضلیتِ علم موقوف ہے افضلیتِ موضوع پر۔علمِ حدیث کا موضوع ذات النبی ﷺ ہے اور علم تفسیر کا موضوع الفاظِ قرآن ہیں جو لکھنے پڑھنے میں آتے ہیں اور الفاظ مخلوق ہیں جبکہ آپ ﷺ اشرف المخلوقات ہیں۔لہٰذا علمِ حدیث،اشرف العلوم ہوا۔

طائفةقلیله: ...... کہتا ہے کہ علمِ تفسیر افضل ہے وجہ افضلیت سے قبل یہ سمجھ لیں کہ ایک ہے کلامِ لفظی اور ایک ہے کلامِ نفسی، کلامِ لفظی دال ہے اور کلامِ نفسی مدلول ہے۔اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ علم تفسیر کا موضوع کلامِ نفسی ہے اور یہ قدیم ہے اور یہ مخلوق سے افضل ہے کیونکہ یہ صفتِ خداوندی ہے اور آپ ﷺ مخلوقات ہی سے افضل ہیں اور یہ مخلوق نہیں ہے۔

جواب: ...... جمہورؒ کہتے ہیں کہ یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ علمِ تفسیر میں بحث تو کلامِ لفظی ہی سے ہے یہ اگرچہ کلامِ نفسی پر دال ہے مگر عین کلام نفسی نہیں ہے اور دال مدلول ایک نہیں ہوا کرتے ورنہ تو فسادِ عظیم لازم آئیگا اس لیے کہ سارا عالم تو دال ہے ذات باری پر،تو لازم آئیگا کہ سارا عالم اور ذات باری ایک ہوں یہ تو ٹھیک نہیں اور یہ تو بہت بڑا فساد ہے۔

تنبیه: ...... یہ یاد رکھیں کہ مقابلہ خالص علم تفسیر کا ہے جس میں اسرائیلیات اور عقلی دلائل نہ ہوں مخلوط علم تفسیر کبھی بھی مقابلے میں نہیں آسکتا۔

---

[1] مشکوۃ المصابیح ص ۳۵، اوجزالمسالک ج ۱ ص ۵ [2] مجمع الزوائد (کتاب العلم) باب فی فضل العلماء ومجالستھم ج ۱ ص ۱۲۶، اوجزالمسالک ص ۴ بالفاظ مختلفہ باختلاف یسیر [3] ترمذی باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ ج ۱ ص ۱۱۰، اوجزالمسالک ج ۱ ص ۴

﴿حجیتِ حدیث﴾

نصف صدی پہلے اس مسئلہ میں کوئی قابل ذکر اختلاف اور شک نہیں تھا اگر چہ انکارِ حدیث تو صدر اوّل سے ہی شروع ہو چکا تھا[1] تمام علماء وائمہ اسلام کے نزدیک اختلاف رکھنے والوں کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی اس لئے حجیت حدیث پر اس قدر تفصیل سے روشنی بھی نہیں ڈالی جاتی تھی اور آج کل منکرین حدیث کا فتنہ زوروں پر ہے اس لئے اس پر بحث ضروری ہے۔ یاد رکھئے دلائل شرع چار ہیں۔

۱. کتاب اللہ ۲. سنتِ رسول اللہ ۳. اجماع ۴. قیاس

علماء نے مختلف طریقوں سے حجیت حدیث کے دلائل پیش کئے۔ ہر ایک کا طریقہ اجتہادی ہوتا ہے لیکن دلائل ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ زیرِ بحث دلائل کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں حضور ﷺ کی بے شمار شانیں بیان کی ہیں ان شانوں کا تقاضا یہ ہے کہ حضور ﷺ کی حدیث کو حجت تسلیم کیا جائے اگر حضور ﷺ کی حدیث حجت نہ ہو تو قرآن پاک کی بیان کردہ شانوں کا انکار لازم آئیگا۔ تو جو شخص حضور ﷺ کی حدیث کو نہیں مانتا وہ قرآن پاک کی طرف سے بیان کردہ حضور ﷺ کی شانوں کو نہیں مانتا، لہٰذا منکرین حدیث کی طرف سے قرآن پاک کا انکار لازم آیا۔ اب ہم ایک ایک شان گنتے رہیں گے اور اس پر دلائل پیش کرتے رہیں گے اور ہر شان مستقل دلیل ہوگی۔

الشان الاول:...... نبی ومرسل ہونے کی شان: اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو نبی ومرسل بنا کر بھیجا ہے۔ اس شان کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قول وفعل کو حجت قرار دیا جائے کیونکہ نبی قوم کو احکام سکھاتا ہے اگر اسکی بات ہی حجت نہیں تو یہ تقاضا کیسے پورا ہوگا؟

الثانی :...... مطاع ہونے کی شان: اسکا تقاضا بھی یہ ہے کہ ان کے قول وفعل کو حجت مانا جائے۔

(۱):...... ﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾[2]

(۲):...... ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾[3]

(۳):...... ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾[4]

---

[1] ترجمان السنۃ ص۹۲ ج
[2] پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۳۲
[3] پارہ ۵ سورۃ نساء آیت ۸۰
[4] پارہ ۵ سورۃ نساء آیت ۵۹

(۴):......﴿ وَمَآ اٰتٰاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا﴾ [۱]

(۵):......﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّالِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ﴾ [۲]

الثالث:...... شارح ہونے کی شان۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قرآن پاک کا شارح بنا کر بھیجا ہے ارشاد ربانی ہے ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ﴾ [۳] اگر قرآن کو تسلیم کرنا ہے تو شارح کی شرح کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے شارح بنا کر بھیجا ہے اور پھر شرح بھی خود اللہ تعالیٰ نے کروائی ہے ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ﴾ [۴]

الرابع:......شارع ہونے کی شان. اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ایک شان یہ بھی بیان کی ہے کہ آپ ﷺ شریعت کا حکم متعین کرنے والے ہیں ارشاد ربانی ہے۔

۱: ﴿ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبآئِثَ﴾ [۵]

۲: ﴿مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا﴾ [۶]

الخامس:......حکم ہونے کی شان. قرآن پاک نے حضور ﷺ کی ایک شان حکم (فیصل) ہونے کی بھی بیان کی ہے ارشاد ربانی ہے۔

۱: ﴿فَلَاوَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ﴾ [۷]

۲: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ﴾ [۸]

۳: ﴿وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْراً اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ﴾ [۹]

السادس:...... عظمت کی شان: ﴿لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ﴾ [۱۰] تاکہ تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔ اس آیت پاک میں آپ ﷺ کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور آپ ﷺ کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بات کو بھی مانا جائے اور وہی بات مانی جاتی ہے جو حجت ہو لہٰذا آپ ﷺ کی بات یعنی حدیث حجت ہوگی۔ پھر دوسری آیت ہے ﴿لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَاتَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ﴾ [۱۱]

---

[۱] پارہ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۷
[۲] پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۴
[۳] پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۴۴
[۴] پارہ ۲۹ سورۃ القیامہ آیت ۱۹
[۵] پارہ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷
[۶] پارہ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۷
[۷] پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۵
[۸] پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۱۰۵
[۹] پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۳۶
[۱۰] پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۹
[۱۱] پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۲

السابع:...... **محبت کی شان۔** یعنی ایمان والوں کے لیے حضور ﷺ کی ان سے محبت کی شان۔ قرآن میں ہے ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ [۱] یعنی مومنوں کو اپنی جانوں سے اتنی محبت نہیں ہوتی جتنی نبیوں کو امتیوں سے ہوتی ہے اس شانِ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ نبی ﷺ کے اقوال وافعال جوامت کے بارے میں ہیں انہیں حجت مانا جائے اور پھر جبکہ امت کو بھی آپ ﷺ سے محبت ہے اور محبت کا تقاضا اطاعت ہے۔

تعصی الرسول وانت تظهر حبه		ان ذلک فی الفعال بدیع
ان کنت محباً صادقا لَا طَعْتَهٗ		ان المحب لمن یحب مطیع

الثامن:...... **اللہ تعالی کی محبت کاواسطه هونے کی شان** ﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ﴾ [۲] اور یہ واسطہ آپ ﷺ کی اتباع ہے۔

التاسع:...... **عصمت کی شان.** اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کوشانِ عصمت عطا فرمائی ہے تو نبی خطا سے بچتا ہے لہٰذا نبی کی اقتداء ضروری ہوئی۔انبیاء کی جماعت کے بارے میں ارشاد ہے اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَار (الآیہ) [۳]

العاشر:...... **موحیٰ الیه هونے کی شان** ۱ .وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ [۴] ۲. ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ﴾ [۵]

الحادی عشر:...... **مومن به هونے کی شان** ﴿لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ [۶] وہ ایمان کیسا ہوا کہ جس پر ایمان لائے اسکی بات نہ مانی جائے۔

الثانی عشر:...... **خُلقِ عظیم کا حامل هونے کی شان.** ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ [۷] جو نبی ﷺ کی حدیث کو حجت نہیں مانتا وہ نبی کے لیے ان کے خلقِ عظیم کا منکر ہے۔

الثالث عشر:...... **معلِّم هونے کی شان.** ﴿وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ﴾ [۸]

الرابع عشر:...... **متّبَع هونے کی شان** . ﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ [۹]

الخامس عشر:...... **مبلغ هونے کی شان۔** ﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ﴾ [۱۰] آپ ﷺ تبلیغ کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ یہ قرآن کی آیت ہے کیونکہ یہ بتلانا بھی حدیث ہے لہٰذا حدیث حجت ہوئی۔

السادس عشر:...... **معلمِ حکمت هونے کی شان** . جس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے کتاب

---

۱ پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت ۶ ۲ پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۳۱ ۳ پارہ ۲۳ سورۃ ص آیت ۴۷ ۴ پارہ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۳
۵ پارہ ۲۴ سورۃ حم سجدہ آیت ۶ ۶ پارہ ۲۶ سورۃ فتح آیت ۹ ۷ پارہ ۲۹ سورۃ القلم آیت ۴ ۸ پارہ ۲۸ سورۃ الجمعہ آیت ۲
۹ پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۳۱ ۱۰ پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۶۷

نازل فرمائی ہے اسی طرح حکمت بھی نازل فرمائی ہے ۱: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ﴾[۱] ۲: ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾[۲] اور حکمت سنت ہے، امام شافعیؒ کا فرمان ہے الحکمة هی السنة [۳] جس طرح کتاب کو مانے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اسی طرح حکمت جو کہ حدیث ہے اس کو مانے بغیر بھی ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

خلاصۂ دلائل :...... نبی علیہ السلام ﷺ کے تین حق ہیں ۱۔حقِ عظمت ۲۔حقِ اطاعت ۳۔حقِ محبت۔ان تینوں کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قول وفعل اور تقریر کو حجت قرار دیا جائے۔

﴿حفاظتِ حدیث﴾

حفاظت کے دوطریقے ہیں۔

الاولیٰ :......ضبطِ کتابت یعنی حفظ الحدیث بالکتابة.

الثانیه:......ضبطِ صدر یعنی حفظ الحدیث فی الذهن بغیر کتابة ابتداء میں انحصار ضبطِ صدر پر تھا پھر کچھ زمانہ گزرنے کے بعد ضبطِ کتابت کو بھی مدار بنایا گیا تو حفاظتِ حدیث کا ابتدائی دور ضبطِ صدر کا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کے زمانہ میں زیادہ انحصار ضبطِ صدر پر رہا اس کی چند وجوہ ہیں۔

الوجه الاول:......حفظ (یعنی یاد کرنا) طبعِ عرب ہے اور لکھنا لکھانا عرب کی طبعیت نہیں ہے۔(۱) عرب کا بدّو کتابوں کے طومار کو دیکھ کر مذاق اڑاتا تھا بدؤوں کا یہ عام چلتا ہوا فقرہ تھا۔حرف فی تامورک خیر من عشرة فی کتبک (دل میں ایک حرف کا محفوظ رہنا کتابوں کی دس باتوں سے بہتر ہے) [۴]

(۲) عرب کا مشہور شاعر کہتا ہے۔[۵]

لیس بعلم ما حوی القمطر		ما العلم الا ما حوی الصدرا
علم وہ نہیں جو کتابوں میں درج ہے		نہیں ہے علم لیکن صرف وہی جو سینے میں محفوظ ہو
استودع العلم قرطاساً فضیعه		وبئس مستودع العلم قراطیس
جس نے علم کو کاغذ کے سپرد کیا اس نے اسے ضائع کیا		علم کے بدترین مدفن کاغذ ہیں

[۱] پارہ ۲ سورۃ البقرہ آیت ۲۳۱ [۲] پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۱۱۳ [۳] کتاب الرسالہ بحوالہ انوار المصابیح ص ۳۳ [۴] تدوین حدیث ص ۴۸ [۵] تدوین حدیث ص ۴۸

علمي معي حيث ما يممت احمله	بطني وعاء له لابطن صندوق
میراعلم میرے ساتھ ہے جہاں جاتا ہوں اٹھائے لیے جاتا ہوں	میرا باطن اس علم کا محافظ ہے نہ کہ شکم صندوق
ان كنت في البيتؔ كان العلم فيه معي	اذا كنت في السوق كان العلم في السوق
اگر گھر میں رہتا ہوں تو علم میرے ساتھ رہتا ہے	جب بازار میں ہوتا ہوں تو میرا علم بھی بازار میں ہوتا ہے

الوجه الثاني:......اهتمامِ حفظ. دوسری وجہ حفظِ حدیث کا اہتمام ہے(۱) حضرت معاویہؓ سے روایت ہے نتذاکر کتاب الله وسنة نبیہ ﷺ [۱] (۲) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کنا نحفظ الحدیث [۲] (۳) حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں آتا ہے کان یقید عکرمة للحدیث [۳] حضرت عکرمہؒ اپنی تعلیمی سرگزشت بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کان ابن عباس یضع الکیل فی رجلی علی تعلیم القرآن والسنن''ابن عباسؓ میرے پاؤں میں قرآن اور حدیث کی تعلیم دینے کے لئے بیڑی ڈال دیتے تھے[۴] (۴) حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں تذاکروا الحدیث [۵] (۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں تذاکروا الحدیث فان حیاتہ مذاکرتہ ، باربار حدیث کو دہراتے رہو کیونکہ اس کو زندہ رکھنے کی یہی شکل ہے [۶] (۶) حضرت علیؓ فرماتے ہیں اکثروا ذکر الحدیث فانکم ان لم تفعلوا یدرس علمکم ''حدیث کو بار بار دہراتے رہو اگر ایسا نہ کرو تو تمہارا علم فرسودہ ہو کر مٹ جائے گا[۷] (۷) حضرت ابوسعیدؓ کے بارے میں آتا ہے کان ابو سعید یمنع عن الکتابة ویامر بالحفظ کما حفظ [۸] تدوین حدیث میں ہے ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں تذکروا لحدیث (۸) حضور ﷺ جب بیان فرماتے تو صحابہؓ کو یاد کرنے کا حکم فرماتے احفظوهن واخبروابهن من ورائکم [۹] حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے تین وصیتیں فرمائی تھیں ا۔ وتر پڑھ کر سویا کرو (یہ حکم اس لیے تھا کہ رات دیر تک احادیث یاد کرتے رہتے تھے) ۲۔ ایام بیض کے روزے نہ چھوڑنا ۳۔ چاشت کی نماز نہ چھوڑنا [۱۰]

الوجه الثالث:......قوة الحفظ. اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اور خاص طور پر عرب کو بہت حافظہ دیا۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں اعطی اللہ هذہ الامة من الحفظ ما لم یعط احداً من الامم خاصّة خصهم بها و کرامةً اکرمهم بها [۱۱]

(۱) خود قتادہؒ کا واقعہ ہے کہ انکا پیالہ گم ہو گیا دس سال کے بعد فقیر آیا اُسنے آواز لگائی تو آپؒ نے فرمایا اسکو پکڑلو پھر فرمایا دس سال پہلے پیالہ چوری ہوا تو یہی آواز تھی چنانچہ وہی فقیر پیالے کا چرانے والا نکلا [۱۲]

---

[۱] مستدرک حاکم ص ۹۴ [۲] مسلم شریف ص ۱۰ [۳] تذکرۃ الحفاظ ص ۹۰ [۴] تدوین حدیث ص ۵۸۸ [۵] تدوین حدیث ۸۹ [۶] مستدرک ص ۹۵ [۷] جامع تدوین ص ۱۰۱ ج ۱ [۸] دارمی ص ۹ بخاری ص ۱۳ [۱۰] مشکوۃ ج ۱ ص ۱۱۱ [۱۱] تدوین حدیث ص ۹۸ ، زرقانی ج ۵ ص ۳۹۵ [۱۲] نفحۃ العرب ص ۳۱

(۲) امام ابوزرعہ رازیؒ محدث گزرے ہیں کسی نے انکے بارے میں قسم کھالی کہ اگر انکو ایک لاکھ حدیثیں یاد نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق پھر کچھ گھبرا گیا اور امام ابوزرعہؒ کے پاس گیا اور پوچھا تو امام ابوزرعہؒ نے فرمایا **تمسک بامر أتک** [۱]

(۳) امام زہریؒ جو کہ اول مدون ہیں انکو یاد کرنے کیلئے تکرار کی ضرورت نہیں پڑتی تھی [۲] ابن شہاب زہریؒ خود فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سن لینے کے بعد آج تک دوبارہ پھر اُسی حدیث کے متعلق دریافت کرنے کی ضرورت مجھے کبھی پیش نہیں آئی انکا امتحان کرنے کے لیے بادشاہ وقت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا کہ میرے بیٹے کو کچھ احادیث لکھوادو آپ نے لکھوادیں سال گزرنے کے بعد بادشاہ نے کہا وہ مجموعہ آگے پیچھے ہوگیا ہے ذرا دوبارہ لکھوادو انھوں نے لکھوانا شروع کیا اور بادشاہ نے پس پردہ اسکو دیکھنا شروع کردیا جو مجموعہ پہلے لکھوایا تھا تو امام زہریؒ نے وہی چارسو احادیث اسی ترتیب سے لکھوادیں۔

(۴) امام بخاریؒ کی جب شہرت ہوئی بغداد تشریف لائے تو محدثینؒ نے انکا امتحان لینا چاہا، چنانچہ دس محدثینؒ نے دس دس حدیثیں منتخب کیں پھر سند و متن میں کچھ تغیر و تبدل کیا پھر انکے پاس آئے اور کہا کہ کچھ احادیث کا مذاکرہ کرنا چاہتے ہیں پہلے نے اپنی دس احادیث پڑھیں آپ نے فرمایا **لا اعرف** پھر دوسرے نے پڑھیں پھر تیسرے نے اسطرح دس کے دس نے اپنی اپنی احادیث سنادیں اور آپ **لا اعرف** کہتے رہے محدثین نے کہا اسکو تو کچھ نہیں آتا غلطی پکڑ ہی نہیں سکتا جب سب نے ختم کردیں تو فرمایا **الاول قرء ھکذا والصحیح ھکذا والثانی قرء ھکذا والصحیح ھکذا الخ** [۳]

(۵) امام بخاری کے رفیقِ درس حاشد بن اسماعیلؒ کا بیان ہے کہ امام بخاریؒ ہمارے ساتھ ایک حلقہ درس میں شریک تھے ہمارا طریقہ تو یہ تھا کہ استاد حدیثیں بیان کرتا جاتا اور ہم لوگ لکھتے جاتے لیکن بخاریؒ کو ہم نے دیکھا کہ چپ چاپ بیٹھے سنتے رہتے اور لکھتے نہیں تو ساتھیوں نے انکو کہنا شروع کیا کہ تم وقت ضائع کرتے ہو۔ امام بخاریؒ کچھ جواب نہ دیتے حاشدؒ کہتے ہیں کہ آخر ایک دن لوگوں نے جب انکو بہت تنگ کیا تو امام بخاریؒ کو غصہ آ گیا فرمایا لاؤ تم نے کیا لکھا ہے اسکو لیکر بیٹھ جاؤ میں سب کو زبانی سنادیتا ہوں۔ حاشدؒ کا بیان ہے کہ پندرہ ہزار سے زیادہ حدیثیں اس بندۂ خدا نے زبانی سناڈالیں [۴]

(۶) امام ترمذیؒ اپنے استاد کے پاس پڑھنے کے لیے گئے استاد نے کاغذ قلم لانے کو کہا انکو ملا نہیں تو ویسے ہی کاغذ پر انگلی پھیرنی شروع کردی محدث نے چالیس احادیث بیان کرنے کے بعد معلوم ہونے پر کہ ویسے ہی انگلی پھیر رہا ہے کہا کہ سناؤ اس لئے کہ انہوں نے استاد کے پوچھنے پر فرمایا تھا کہ مجھے یاد ہیں چنانچہ انہوں نے چالیس احادیث جس ترتیب سے استاد نے پڑھائی تھیں ویسے ہی سنادیں۔

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۲۴ تدوین حدیث ص ۹۷ [۲] تدوین حدیث ص ۹۵ [۳] الامام البخاری وصحیحہ ص ۱۲۷ [۴] تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۲۳، تدوین حدیث ص ۹۶

الوجه الرابع:......حصولِ اجرِ تبلیغ، اہتمامِ حفظ بھی اسی لیے تھا۔

۱۔ جب وفد عبد قیس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا **احفظوهن واخبروابهن من ورائكم** [۱]

۲۔ آپ ﷺ نے فرمایا **بلّغوا عني ولو آية** [۲]

۳۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا **فليبلغ الشاهد الغائب** [۳]

۴۔ پھر آپ ﷺ کی دعا بھی ہے **نضرالله عبدا سمع مقالتي فحفظها ووعاها واداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه** [۴]

الوجه الخامس:......ضرورتِ حفظ۔علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ضبطِ صدر کی اسوقت ضرورت تھی کیونکہ عام کاتب نہیں ملتے تھے اور ضبط بالکتابت کے اسباب بھی نہ تھے۔

الوجه السادس:......عدمِ کفایتِ کتابت. حفاظت حدیث کے لیے صرف کتابت کافی نہیں اگر کتابت کافی ہوتی تو حفظ کی ضرورت ہی نہ رہتی کیونکہ جو قومیں صرف کتابت پر انحصار کرتی ہیں انکی تیسری نسل تک عموماً وہ چیز باقی نہیں رہتی اور اس کے بعد کسی اشاعت میں ایک لفظ بھی اگر غلط چھپ گیا یا کسی کاتب سے غلطی ہوگئی تو کون صحیح کریگا مثلاً اگر کوئی خرَّ مُوسٰی صَعِقاً کی جگہ خرّ عِیسٰی صَعِقاً پڑھ دے کہ خر(گدھا) تو عیسیٰ کا تھا نہ کہ موسیٰ کا تو کون صحیح کریگا؟ [۵]

الوجه السابع:...... محبۃ النبی ﷺ. صحابہ وتابعین کو حضور ﷺ سے بے پناہ محبت تھی تو قاعدہ ہے کہ **كلام المحبوب محبوب الكلام، من احب شيئاً اكثر ذكره۔**

سوال:...... سوال ہوتا ہے کہ جب ضبطِ صدر سببِ حفاظت ہے تو ضبطِ کتابت کو کیوں اختیار کیا گیا؟

جواب:......دین میں کچھ مقاصد ہیں کچھ وسائل ہیں، وسائل زمانے کی تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہوجاتے ہیں بشرطیکہ کسی وسیلے کو اختیار کرنے پر شریعت میں پابندی نہ ہو اگر پابندی ہو تو پھر اسکو استعمال نہیں کرسکتے۔ مقصود حفاظتِ دین ہے ضبطِ کتابت سے ہو تو اسکو اختیار کرینگے اور اگر ضبطِ صدر سے ہو تو اسکو اختیار کرینگے جیسے مقاصد میں سے ایک مقصد حصولِ علم ہے پہلے درسوں کی شکل میں تھا اب مدرسوں کی شکل میں ہے۔درسوں کی شکل میں ایسے کہ ایک آدمی

---

[۱] بخاری شریف ج۱ ص۱۳ [۲] مشکوۃ شریف ج۱ ص۳۲

[۳] مستدرک حاکم ج۱ ص۸۶، الخیرالساری ص۳۷۷ ج۱ باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعیٰ من سامع

[۴] ابوداؤد ج۲ ص۱۵۹، سنن کبریٰ ج۱ ص۱۱۴، ابن ماجہ ص۲۱، الجامع الصغیر ج۲ ص۱۸۷، مشکوۃ شریف ج۱ ص۳۵

[۵] تدوین حدیث ۲۰۱

پڑھ کر آیا اپنا کام بھی کر رہا ہے ادھر پڑھا بھی رہا ہے جب دیکھا کہ قویٰ کمزور ہو گئے ہیں تو پھر مدرسوں کا سلسلہ شروع ہو گیا کہ اب طلباء ہر طرف سے یکسو ہو کر یہاں آ جائیں باقی مشاغل چھوڑ دیں، اور جیسے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے کافروں پر رعب ڈالنا اور کفر کو نکالنا لیکن ہر دور میں اسکے وسائل بدلتے رہتے ہیں اب کوئی کہے کہ توپ چلانی تو جائز نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کے زمانے میں نہ تھی تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں وسائل اور تھے اور اب اور ہیں اور جیسے مقصد یاد الٰہی ہے فرمایا ﴿ اُذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴾ [1] ہمارے دلوں پر سیاہیاں اور غفلتیں چھا گئی ہیں اس لئے کسی بزرگ نے تجویز کیا کہ گردن ہلا کر، جھٹکا لے کر دل پر بوجھ ڈال کر ذکر کرو تو اب یہ بدعت نہیں ہے کیونکہ پہلے محبت نبی ﷺ کافی تھی اب وہ حاصل نہیں ہے لہٰذا اب یہ علاج ہے۔ یہاں سے بریلویوں اور دیوبندیوں کے ذکر کے فرق کا پتہ چل گیا کیونکہ ہم نے کہا ایسا وسیلہ نہ ہو کہ جس پر پابندی ہو مثلاً کپڑے پہننے ہیں جسم کا چھپانا ہے لیکن ریشم نہیں پہننا کیونکہ تشبہ بالیہود والنصاریٰ تو جائز نہیں۔

﴿حفاظتِ حدیث بصورتِ کتابت﴾

حفاظتِ حدیث بصورتِ کتابت حضور ﷺ کے دور ہی سے شروع ہوگئی تھی لیکن زیادہ تر مدار ضبطِ صدر تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کتابت ہی نہیں ہوتی تھی۔ حفاظتِ حدیث بصورت کتابت کے مختلف ادوار ہیں۔ تقسیم اول میں دو دور ہیں ۱۔ بصورتِ صحف ورسائل ۲۔ بصورتِ کتب

﴿حفاظت بصورتِ صحف ورسائل﴾

یہ حضور ﷺ کے دور مبارک سے ہی شروع ہوگئی تھی چنانچہ امام بخاریؒ نے باب باندھا "کتابة العلم" اسمیں چار احادیث کتابتِ حدیث کے متعلق ہیں۔

الروایة الاولی:...... حضرت علیؓ سے ابوجحیفہ نے پوچھا هل عندكم كتاب قال لا الا كتاب الله او فهم اعطيه رجل مسلم او ما في هذه الصحيفة (الحديث) [2]

الروایة الثانیه:...... حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور ﷺ نے کچھ مسائل بیان کئے فجاء رجل من اهل اليمن فقال اكتب لي يا رسول الله فقال اكتبوا لابي فلان (اي لابي شاه) [3]

---

[1] پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۱

[2] بخاری شریف ج۱ ص۲۱ باب ۸۱ ملاحظہ فرمائیں (مرتب) [3] بخاری شریف ج۱ ص۲۲

الروایة الثالثة:...... یہ بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے **یقول ما من اصحا ب النبی ﷺ احد اکثر حدیثا عنه منی الا ما کان من عبد الله بن عمر و فانه کان یکتب ولا اکتب** [۱] یاد رکھئے کہ یہ شروع زمانے کی بات ہے بعد میں تو خود ابو ہریرہؓ بھی لکھتے تھے۔

الروایة الرابعة:...... اسی طرح مرض الوفات میں فرمایا ((**ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده**)) [۲]

الروایة الخامسة:...... نسائی شریف میں روایت ہے آپ ﷺ نے یمن کی طرف صحائف لکھوا کر بھیجے جس میں فرائض، صدقات اور دیات سے متعلق احکام تھے (**ان رسول الله ﷺ کتب الی اهل الیمن بکتاب فیه الفرائض والسنن والدیات**) (الحدیث) [۳]

الروایة السادسة:...... دارقطنی میں ہے کہ والئ بحرین کو بھی احکام لکھوا کر بھیجے۔

الروایة السابعة:...... طبقاتِ ابن سعد میں ہے جہاں بھی اسلام پھیلا وہاں احکام لکھوا کر بھیجے۔

الروایة الثامنة:...... ابوداؤد کی روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمروؓ حضور ﷺ کی احادیث لکھتے تھے صحابہؓ نے اعتراض کیا کہ ہر بات نہ لکھا کرو کہ کبھی آپ ﷺ غضب کی حالت میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں حضور ﷺ تک یہ بات پہنچی تو فرمایا **اکتب فوالذی نفسی بیده مایخرج منه الا الحق** [۴]

الروایة التاسعة:...... دارمی میں روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بیان فرماتے تو صحابہ کرامؓ لکھا کرتے تھے اسمیں الفاظ ہیں **بینما نحن حول رسول الله ﷺ نکتب اذ سئل رسول الله الخ** [۵]

الروایة العاشرة:...... عبد اللہ بن عمرو کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی شہادت ہے کہ وہ لکھا کرتے تھے [۶] انھوں نے جو احادیث لکھی تھیں اس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا تھا چنانچہ خود فرماتے تھے **امّا الصادقة فصحیفة کتبتها عن رسول الله ﷺ** [۷]

---

[۱] ایضا [۲] ایضا [۳] نسائی شریف ج ۲ ص ۲۵۱ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ تدوین حدیث ص ۲۷ پر ایک روایت ہے کہ عمرو بن حزمؓ کو جب آنحضرت ﷺ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ایک تحریر بھی لکھوا کر ان کے حوالے فرمائی جس میں فرائض، صدقات اور دیات کے متعلق بہت سی ہدایات تھیں۔

[۴] ابوداؤد شریف ص ۱۵۸ ج ۲ [۵] سنن دارمی ص ۶۸ [۶] بخاری شریف ج ۱ ص ۲۱، ۲۲ [۷] بخاری شریف ج ۱ ص ۲۱، ۲۲

الروایة الحادیة عشر: ...... مجمع الزوائد میں رافع بن خدیج کی روایت ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا **انا نسمع منک اشیاء افنکتبھا قال اُکتبوا ولاحرج**

الروایة الثانیةعشر: ...... حضرت انسؓ سے روایت ہے **قال قال رسول الله قیدوا العلم بالکتاب**[1]

معلوم ہوا کہ جس طرح حفاظت کا ذریعہ ضبطِ صدر ہے اسی طرح ضبطِ کتابت بھی ہے۔

الروایۃالثالثة عشر: ...... ابو ہریرہؓ اپنے شاگردوں کولکھوایا کرتے تھے اُنکے ایک شاگرد ہمام بن مُنبہ ہیں انکا ایک صحیفہ ہے جسکا نام صحیفہ ھمام بن مُنبہ ہے۔ وہ صحابہ کرامؓ جنکے ہاں قرآن پاک پڑھا جاتا تھا لکھا جاتا تھا وہ سب ہی قلم، دوات سے واقف تھے، اور پھر حضور ﷺ کی شریعت کی حفاظت اپنا فریضہ سمجھتے تھے انکے متعلق کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حفاظتِ حدیث کا انتظام نہ کیا ہو حضور ﷺ کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں تیرہ اور مدینہ منورہ میں سترہ کاتب تھے۔

﴿ضبط کتابت بصورت کتب﴾

پہلادور: ...... امام مالکؒ، علامہ سیوطیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابن شہاب زہریؒ کولکھا کہ حضور ﷺ کی احادیث مختلف اور منتشر افراد کے پاس ہیں۔ ابھی صحابہ کا دور باقی ہے۔ ثقہ لوگ موجود ہیں کوشش کر کے ان احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرلیں۔ تو خلیفہ عادل کے حکم پر ابن شہاب زہریؒ نے جمع کر کے ایک مجموعہ بنالیا[2]

اشکال: ...... مقدمہ موطا امام محمدؒ کے اندر ایک روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابوبکر بن حزمؒ کو حدیث رسول اللہ ﷺ لکھنے کا حکم فرمایا تھا تو اول مدون میں اختلاف ہوگیا[3]

جواب: ...... حضرت شیخ الحدیثؒ نے تطبیق اسطرح دی ہے کہ کسی ایک کونہیں کہا تھا بلکہ جو بھی اسکے اہل تھے سب کو کہا لیکن جنکی محنت کامیاب ہوئی وہ یہ دوحضرات ہیں اور جنکی زیادہ شہرت ہوئی وہ ابن شہاب زہری ہیں یہ پہلی صدی کے اخیر اور دوسری صدی کے شروع کی بات ہے یہ حفاظتِ حدیث بصورتِ کتب کا پہلا دور ہے۔ ابن شہاب زہری کی وفات ۱۲۵ھ میں ہے۔ ابوبکر بن حزم کی ۱۲۰ھ میں اور حکم دینے والے عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات ۱۰۱ھ میں ہے۔

---

[1] بخاری شریف ج۱ ص۲۲،۲۱ ، جامع بیان العلم وفضلہ ج۱ ص۶۹ [2] مقدمہ الدر المنضود علی سنن ابی داؤد ص۱۵
[3] مقدمہ موطا امام محمدؒ ص۱۲

دوسرا دور: ...... جب یہ احادیث بغیر کسی قید کے اور بغیر کسی قسم کی پابندی کے جمع ہوگئیں تو بنیاد پڑ گئی اور یہی مشکل تھا تو دور ثانی دوسری صدی کے نصف اخیر میں شروع ہوا اب دورِ ثانی میں مصنفین نے احکام کے لحاظ سے باب بندی کی۔ اس صدی میں تصنیف کرنے والے یہ حضرات ہیں۔

۱۔ ربیع بن صبیحؒ بصرہ میں، وفات ۱۶۰ھ ۲۔ حماد بن سلمہؒ بصرہ میں، وفات ۱۶۷ھ

۳۔ مالک بن انسؒ مدینہ منورہ میں، وفات ۱۷۹ھ ۴۔ سعید بن عروبہؒ مدینہ منورہ میں، وفات ۱۵۶ھ

۵۔ ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیز مکہ مکرمہ میں، وفات ۱۵۰ھ ۶۔ امام اوزاعیؒ شام میں، وفات ۱۵۷ھ

۷۔ سفیان ثوریؒ کوفہ میں وفات ۱۶۱ھ ۸۔ عبداللہ بن مبارکؒ خراسان میں، وفات ۱۸۱ھ [1]

یہ حفاظتِ حدیث بصورتِ کتب کا دوسرا دور ہے جو دوسری صدی کا نصف اخیر ہے نصف اول میں مجموعے تیار ہوئے اور نصف ثانی میں احکام وابواب کے لحاظ سے تدوین ہوئی۔ اعبداللہ بن مبارکؒ یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ امیر المومنین فی الحدیث انکا لقب ہے کہتے ہیں کہ انکی احادیث کو اگر ذخیرہ حدیث سے نکال دیا جائے تو احادیث بہت کم رہ جائیں۔

دور ثالث: ...... تیسرا دور تیسری صدی سے شروع ہوتا ہے اسکو مسانید کا دور کہتے ہیں کہ اسمیں مصنفینؒ نے ایک شیخ کی طرف نسبت کر کے پابندی سے احادیث لکھیں مسانید میں سے کچھ یہ ہیں۔

۱: مسندِ عبداللہ بن موسیٰ یہ **اول مَن صنف المسند** ہیں وفات ۲۱۳ھ ۲: مسندِ نعیم بن حمادؒ وفات ۲۲۸ھ

۳: مسندِ عثمان بن ابی شیبہؒ وفات ۲۳۹ھ ۴: مسندِ اسحٰق بن راہویہؒ وفات ۲۳۸ھ

۵: مسند امام احمد بن حنبلؒ وفات ۲۴۱ھ۔

یہ تیسری صدی کا نصف اول ہے اور تیسرا دور ہے۔

چوتھا دور: ...... یہ صحاح کا دور ہے یہ تیسری صدی کے آخر میں ہے **اول مَن صنف الصحیح المجرد الامام البخاریؒ** وفات ۲۵۶ھ، امام مسلمؒ کی وفات ۲۶۱ھ میں ہے، امام ابوداودؒ کی وفات ۲۷۵ھ میں ہے، امام ابن ماجہؒ کی وفات ۲۷۳ھ میں ہے۔ امام ترمذیؒ کی وفات ۲۷۹ھ میں ہے اور امام نسائیؒ کی وفات ۳۰۳ھ میں ہے تو یہ صحاح کا دور ہوا۔

خلاصہ: ...... ضبطِ کتابت کا خلاصہ یہ ہے کہ کتب حدیث میں حضور ﷺ کے زمانہ کی تاریخ درج ہے گویا کہ

---

[1] مقدمہ اوجز المسالک ص ۱۰، مقدمہ موطا امام محمد ص ۱۲

حدیث پاک میں حضور ﷺ کے احوال، مغازی، اقوال وافعال درج ہیں تعجب ہے ان لوگوں پر جو تاریخ کو حجت مانتے ہیں اور حدیث کو حجت نہیں مانتے حالانکہ حدیث پاک کا مجموعہ تاریخ سے بھی چند وجوہ سے افضل ہے نیز حدیث اور تاریخ میں چند وجوہ سے امتیازات ہیں اگر تاریخ کو حجت مانتے ہو تو حدیث کو بھی حجت مانو۔

﴿حدیث پاک اور تاریخ میں امتیاز﴾

حدیث پاک اور تاریخ میں متعدد وجوہ سے امتیاز ہے۔

الاول:......وحدۃِ ذات: حدیث لکھنے والے کا تعلق ایک ہی ذات سے ہے ایک ہی ذات کے اقوال وافعال واحوال اکٹھے کرنے ہیں جب کہ تاریخ لکھنے والوں کا تعلق مختلف ذاتوں سے ہوتا ہے ظاہر ہے کہ وہ بات زیادہ قابلِ وثوق ہوگی جسکا تعلق ایک ہی ذات سے ہو۔

الثانی :......حصولِ اجر: حدیث لکھنے والا جو حدیث لکھ رہا ہے وہ اس نیت سے لکھ رہا ہے کہ اس پر اجر حاصل کرے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص حصول اجر کیلئے کام کرتا ہے وہ اسمیں غلطی کرنے سے بچتا ہے بخلاف مؤرخ کے کہ اس کا مقصود تو شہرت ہے۔

الثالث:......تعلقِ مشاھدہ: حدیث پاک کے لکھنے والوں اور بیان کرنے والوں کا تعلق گویا مشاہدہ کا ہوتا ہے کیونکہ جس سے لے رہا ہے وہ آخر کار واسطہ در واسطہ صحابہ کرامؓ تک پہنچتا ہے۔

الرابع:......وعید علی الکذب: جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کیلئے وعید آئی ہے۔ حدیث پاک ہے **من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعاً من النار** اس کے پیش نظر محدث صحیح بات بیان کرے گا۔

الخامس:......ذمہ داریٔ تبلیغ: محدث جو بیان کرتا اور لکھتا ہے اسکی تبلیغ بھی محدث کی ذمہ داری ہے اس ذمہ داری کا تقاضا یہ ہے کہ جیسا سنا ہے ویسا ہی بیان کرے۔

السادس:......عہدِ اطاعت: حدیث نقل کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جنکا عہدِ اطاعت ہوتا ہے اس ذات کے ساتھ جسکی احادیث نقل کر رہے ہیں اسکا تقاضا بھی یہی ہے کہ صحیح حالات اور حدیث پیش کریں۔

السابع:......تعلقِ محبت: جس ذات کے اقوال وافعال محدث نقل کر رہا ہے اسکے ساتھ محبت کا تعلق ہے اسکا تقاضا بھی یہی ہے کہ نہ بھلائے اور نہ ہی کمی بیشی کرے۔

الثامن:......عظمت: جس ذات کی حدیث، قول وفعل نقل کر رہا ہے اسکے ساتھ عظمت کا تعلق ہے اسکا تقاضا بھی

یہ ہے کہ کمی بیشی نہ ہو [1]

التاسع: …… پھر محدث یہ کام اللہ تعالیٰ سے اجر لینے کے لئے کرتا ہے ﴿اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ﴾ [2]

اسکے بارے میں چند واقعات سن لیجئے

القصة الاولی: …… ایوب سختیانیؒ جنکا ذکر بکثرت حدیثوں کی سندوں میں آتا ہے اور حفاظِ حدیث کے مشاہیر میں سے ہیں ان کے متعلق علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ بنی امیہ کا خلیفہ یزید بن ولید جس زمانہ میں خلیفہ نہ تھا ایوبؒ میں اور اسمیں گہرے دوستانہ تعلقات تھے جس دن خلافت کے لئے اسکا انتخاب ہوا تو اب شہرت کا خطرہ ہوا تو لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر ایوبؒ یہ دعا کر رہے تھے **اللھم انسه ذکری** [3] (اے اللہ میری یاد خلیفہ کے دل سے بھلا دے)

القصة الثانیه: …… زکریاؒ نام کے ایک دوسرے محدث گزرے ہیں جو صحاح کے راویوں میں سے ہیں، ایک مرتبہ انکی آنکھوں میں تکلیف ہوئی ایک شخص سرمہ لیکر حاضر ہوا پوچھا کہ کیا تم بھی ان لوگوں میں سے ہو جو مجھ سے حدیث سنتے ہیں اسنے کہا جی ہاں زکریاؒ نے کہا تب میں تم سے سرمہ کیسے لے سکتا ہوں؟ کیونکہ یہ حدیث سنانے کا معاوضہ ہو جائیگا [4]

القصة الثالثة: …… مسعر بن کدامؒ ایک بزرگ گزرے ہیں کہا کرتے تھے **من صبر علی الخل و البقل لم یستعبد** جو سرکہ اور سالن پر صبر کرلے وہ غلام نہیں بنایا جاسکتا [5]

القصة الرابعة: …… نصر بن علیؒ ایک محدث گزرے ہیں یہ سفیان بن عیینہؒ کے شاگرد ہیں اور صحاح کے راویوں میں سے ہیں انکو حکومت کا عہدہ پیش کیا گیا فرمانے لگے استخارہ کر کے جواب دونگا گھر آئے دو رکعت نماز پڑھی سنا گیا کہ دعا کر رہے تھے **اللھم ان کان لی عندک خیر فاقبضنی الیک** پروردگار اگر میرے لیے خیر اور بھلائی تیرے پاس ہے تو مجھے اٹھالے۔ دعا کر کے سو گئے جگانے والا جب جگانے آیا تو دیکھا کہ واقعی اٹھالئے گئے ہیں یعنی وفات ہو چکی تھی۔ [6]

القصة الخامسة: …… ایک اور محدث ہیں جن کا نام حماد بن سلمہؒ ہے انکا ایک شاگرد بڑا تاجر بن گیا کچھ تحفے انکی خدمت میں لیکر حاضر ہوا اسکا خیال تھا کہ آئندہ توجہ زیادہ ہوا کریگی لیکن سنتے ہیں کہ وہ بیچارہ اپنے تحائف کو لئے کھڑا تھا اور سن رہا تھا کہ حمادؒ فرماتے ہیں' ان دو باتوں میں سے کسی ایک شق کو قبول کر لو چاہو تو تمہارے تحائف قبول

---

[1] تدوین حدیث ص ۱۸ تا ۲۶

[2] پارہ ۱۲ سورۃ ھود آیت ۲۹

[3] تدوین حدیث ص ۱۲۲

[4] تدوین حدیث ص ۱۲۰، تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۳۵۸

[5] تدوین حدیث ص ۱۲۳۔

[6] تدوین حدیث ص ۱۲۲ بحوالہ تذکرۃ الحفاظ ص ۹۲ ج ۲

کر لیتا ہوں لیکن پھر تمہیں حدیث نہیں پڑھاؤنگا اور اگر چاہتے ہو کہ تمہیں حدیث پڑھاؤں تو پھر تحفہ قبول نہیں کرونگا[۱]

القصة السادسة: ...... مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے حالاتِ محدثین میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک محدث حدیث پڑھانے کیلئے آرہے تھے تو راستہ میں گر گئے۔ طلباء نے سنبھالا وجہ دریافت کی پہلے تو ٹالتے رہے طلباء کے اصرار پر فرمایا کہ دو تین دن سے فاقہ ہے انکے ایک شاگرد سعد بن نصرؒ تھے وہ کھانا لائے تو انہوں نے فرمایا میں معذور ہوں وہ شاگرد سمجھدار تھے واپس چلے گئے تھوڑی دیر بعد پھر لیکر آ گئے پہلے اشراف تھا اب اشراف نہیں تھا اسکو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر کھالیا ظاہر ہے کہ محدث کی محنت جو بے مزدوری ہو وہ صحیح اور حجت ہوگی۔

عزیز طلباء! بحمد اللہ جنکی سند میں آپ شامل ہو رہے ہیں وہ بھی ایسے ہی تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی گھر والی ٹوپیاں بنتی تھیں اسی پر گزارا کرتے تھے تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ پڑھاتے تھے تو تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ جتنے ہمارے دیوبند کے بڑے بڑے علماء گزرے ہیں کسی کا اپنا مکان نہیں تھا۔

منکرینِ حدیث کے شبہات اور انکے جوابات

الشبهة الاولى: ...... حضور ﷺ نے تو حدیث لکھنے سے منع فرمایا تھا لاتکتبوا عنی غیر القرآن ومَن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه (الحدیث)[۲] تو پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ حدیث اس زمانے میں لکھی گئی تھی لہذا جب اس زمانے میں نہیں لکھی گئی تو حجت نہ ہوگی۔

جواب: ...... حدیث لکھنے اور منع کرنے کے بارے میں احادیث میں تعارض ہے۔ بعض میں منع اور بعض میں حکم ہے انمیں تطبیق مختلف وجوہ سے بیان کی جاتی ہے۔

التوجيه الاول: یہ نہی اس زمانے سے متعلق ہے جب قرآن پاک لکھا جارہا تھا اسوقت اسلئے منع کیا گیا تھا تاکہ قرآن کا امتیاز باقی رہے اور خلط لازم نہ آئے۔

التوجیهالثانی: ...... منع فرمانا لغیرہ تھا تاکہ ضبطِ صدر میں کمی نہ کریں تو ضبطِ صدر کی اہمیت دلانے کی غرض سے منع فرمایا کہ پہلے ضبط کرلو پھر لکھ بھی لینا نیز صحابہؓ کے زمانے میں ضبطِ صدر ہی تھا۔

التوجیهالثالث: ...... ٹھیک ہے شروع میں لکھنے سے منع فرمایا تھا اور صحابہ کرامؓ میں لکھنے کے متعلق اختلاف بھی رہا لیکن بعد میں کتابتِ حدیث کے جواز پر اجماع ہو گیا حتیٰ کہ تمام امت کے محدثینؒ نے لکھا، پڑھا، پڑھایا آگے پہنچایا ایک زمانہ لکھتے لکھاتے گزر گیا۔

---

[۱] تدوین حدیث ص ۱۲۰ بحوالہ کفایہ [۲] مسلم شریف ج ۲ ص ۴۱۴

التوجیه الرابع:...... یہ منع انکے لیے تھا جو صحیح طرح لکھنا نہیں جانتے تھے کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے اور جو لکھنا جانتے تھے انکے لئے اجازت تھی۔

التوجیه الخامس:...... لکھنے سے منع کرنا عدمِ حجیت کی دلیل نہیں۔ عدم حجیت کی دلیل تو تب بنتی جبکہ لکھنے، یاد کرنے اور آگے پہنچانے سے منع کیا ہوتا۔ حالانکہ یہ تینوں حکم ثابت ہیں۔

التوجیه السادس:...... آپ عدم حجیتِ حدیث کو حدیث سے ہی ثابت کر رہے ہیں گویا آپ نے حدیث کو خود ہی حجت مان لیا ورنہ آپ عدمِ کتابت والی حدیث بھی چھوڑ دیں۔

الشبهة الثانية:...... احادیث میں صحیح روایات بھی ہیں ضعیف بھی ہیں اور موضوع بھی ہیں لہٰذا مجموعہ احادیث قابل حجت نہیں؟

جواب ۱:...... یہ سوال تو صحاح ستہ کے دور سے پہلے ہوسکتا تھا جبکہ احادیث میں امتیاز نہ تھا اب تو امتیاز ہو چکا۔

جواب ۲:...... یہ الزام ہے کہ ضعاف خلط ہوگئی ہیں امتیاز نہیں ہوسکتا اس لیے کہ محدثینؒ نے احادیث کی روایت میں جو احتیاط برتی ہے انکی شرائط اور احتیاط کی بناء پر یہ سوال ہی وارد نہیں ہوسکتا کہ کوئی راوی شیعہ، کاذب، متہم بالکذب یا فاسق سند میں آ گیا ہو۔

جواب ۳:...... ضعاف کا شمول اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ تمام احادیث کو عدم حجت قرار دیا جائے کوئی بھی عاقل اسکا قائل نہیں ہوسکتا کیونکہ اسکی مثال تو اس سونا و چاندی کی سی ہے جسمیں کھوٹ ملا ہوا ہو اسے پھینک نہیں دیا جاتا بلکہ اسکو صاف کیا جاتا ہے۔

الشبهة الثالثة:...... آپ کے ذمہ تو صرف تبلیغِ قرآن تھی سمجھنا سمجھانا تو مخاطبین کا کام ہے (نعوذ باللہ) یہ لوگ مثال دیتے ہیں کہ جیسے ایک ڈاکیہ ہوتا ہے اسکا کام تو صرف خط پہنچانا ہوتا ہے خط کو سمجھانا اس کی ذمہ داری نہیں اسی طرح قرآن کو سمجھنا امت کا اپنا کام ہے پھر بطور دلیل یہ آیات پڑھتے ہیں ﴿اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلَاغ﴾[1] ﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلَاغ﴾[2]

جواب:...... حصر دو قسم پر ہے ۱۔ حصرِ اضافی ۲۔ حصرِ حقیقی۔ یہاں حصرِ اضافی ہے حقیقی نہیں۔

حصرِ اضافی:...... اسے کہتے ہیں کہ حصر بعض ماعدا کے لحاظ سے ہو۔

حصرِ حقیقی:...... وہ ہوتا ہے جو جمیع ماعدا کے لحاظ سے ہو۔

---

[1] پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ آیت ۴۸ [2] پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۲۰

اب اگر یہاں حصر حقیقی مان لیں تو آیات میں تعارض پیدا ہو جائیگا، اس لئے کہ پیچھے جو شانیں بیان کی تھیں جنکے ذریعے حدیث کی حجیت ثابت ہو رہی تھی وہ بھی تمام آیات قرآنیہ سے ثابت ہیں، اور اس حصر حقیقی کے اعتبار سے لازم آ رہا ہے کہ منوانا آپ ﷺ کے ذمہ نہیں۔

الشبهة الرابعة: ...... حضور ﷺ تو صرف اسکے مامور تھے کہ قرآن کی اتباع کریں اسلئے ہم بھی صرف قرآن ہی کے اتباع کے مامور ہیں اس لئے حدیث کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ﴾[1]

جواب: ...... حدیث بھی ﴿مَایُوْحٰی اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ﴾ میں شامل ہے اس لیے کہ وحی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جلی (۲) خفی ارشاد ربانی ہے ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾[2] ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ﴾[3] ﴿وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ﴾[4]

الشبهة الخامسة: ...... حضور ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت زینبؓ کے گھر شہد پی لیا دوسری ازواج مطہراتؓ کو ناپسندیدگی ہوئی کہ آپ ﷺ کا رجحان اس کی طرف ہو جائے گا چنانچہ ازواج مطہرات نے عرض کیا آپ نے مغافیر کھائی ہے؟ یہ ایک بُو دار قسم کا گوند ہے[5] چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ نہیں کھاؤنگا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس کو نہ بتلانا تا کہ اس کی دل شکنی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی ﴿یٰاَیُّھَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآاَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ﴾[6] یعنی آپ کو حرام حلال میں دخل نہیں۔ اسیطرح ایک دوسری جگہ تنبیہ ہوئی ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی﴾[7] اسی طرح بدر کے موقعہ پر حضرت عمرؓ کے علاوہ باقیوں کی رائے یہ تھی کہ فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تو آیت نازل ہوگئی ﴿مَاکَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ اَسْرٰی﴾[8] اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا قول و فعل حجت نہیں ورنہ آپ ﷺ کو تنبیہ نہ ہوتی۔

جواب ۱: ...... جس کو آپ دلیل عدمِ حجیت بنا رہے ہیں یہ تو دلیلِ حجیت ہے کیونکہ تین باتیں منشاء خداوندی کے خلاف ہوئیں ان پر تنبیہ وارد ہوگئی معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ جتنا بھی ذخیرہ ہے وہ حجت ہے منشاءِ خداوندی کے مطابق

---

[1] پارہ ۲۱ سورۃ احزاب آیت ۲
[2] پارہ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۴
[3] پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۱۱۳
[4] پارہ ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۵۱
[5] معارف القرآن ج ۸ ص ۴۹۸
[6] پارہ ۲۸ سورۃ التحریم آیت ۱
[7] پارہ ۳۰ سورۃ عبس آیت ۱،۲
[8] پارہ ۱۰ سورۃ الانفال آیت ۶۷

ہے ورنہ سارا قرآن تنبیہات سے بھرا ہوتا۔

جواب ۲:...... یہ دلیلِ عصمت ہے، اللہ تعالیٰ ان تنبیہات کے ذریعے اپنے نبی کو معصوم رکھنا چاہتے ہیں اور عصمت تو دلیلِ حجت ہے۔

الشبهة السادسة:...... اکثر روایات بالمعنیٰ ہیں اور معنی بیان کرنے میں غلطی بھی ہو جاتی ہے اب کیا اعتبار ہے کہ کسی نے صحیح معنی بیان کئے ہیں یا غلط کیونکہ جب الفاظ محفوظ نہیں تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انکا معنی مدلول محفوظ ہے۔

جواب:...... یہ غلط ہے کہ اکثر روایات بالمعنیٰ ہیں کیونکہ حدیث تو نام ہے حضور ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال اور تقاریر کا، اب افعال اور احوال میں تو روایت باللفظ ہو ہی نہیں سکتی تو لامحالہ روایت بالمعنیٰ ہی ہو گی اور یہی حال تقاریر کا ہے باقی جو احادیث قولی ہیں تو ان میں دعائیں مذکور ہیں اور اسی طرح احادیث قدسیہ اور احادیث جوامع الکلم یہ سب تو روایت باللفظ ہیں باقی ذخیرہ احادیث بہت کم رہ جاتا ہے اور **للاکثر حکم الکل** یہ عقلاء اور حکماء کا متفقہ اصول ہے اسکا تقاضا یہ ہے کہ حدیث حجت ہونی چاہئے نیز روایت بالمعنیٰ تو تب مضر ہو جب وہ حضرات عربی محاورات سے اور حالات سے بے خبر ہوں حالانکہ صحابہ کرامؓ تو عرب العرباء ہیں وہ سب محاورات کو سمجھتے ہیں ان سے غلطی کیسے ہو سکتی ہے؟

الشبهة السابعة:...... اکثر احادیث میں تعارض ہے اور قاعدہ ہے کہ **اذا تعارضا تساقطا**۔

جواب:...... یہ بات غلط ہے کہ اکثر احادیث میں تعارض ہے۔ احادیث صفات باری تعالیٰ میں تعارض نہیں۔ علیٰ ھٰذا احادیثِ اخلاق اور احادیثِ عقائد اور احادیثِ ادعیۃ اور احادیثِ احوال جنت وجہنم ان میں بھی کوئی تعارض نہیں صرف چند احادیثِ احکام میں تعارض ہے وہ بھی صرف صوری تعارض ہے حقیقی تعارض نہیں۔ کسی بھی محقق نے یہ نہیں کہا کہ تعارض کی وجہ سے یہ حدیثیں ساقط ہو گئیں سب کا تعارض مرفوع ہے اگر ظاہری تعارض سبب بن جائے سقوط اور عدم حجیت کا تو یہ صوری تعارض تو قرآن پاک میں بھی موجود ہے تو کیا قرآن پاک کو چھوڑ دیا جائیگا؟ مثلاً ایک آیت میں ہے ﴿كِتَابٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ﴾[1] دوسری میں ہے ﴿كِتَاباً مُّتَشَابِهًا﴾[2] اور تیسری جگہ ہے ﴿مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾[3] تو اب اگر تعارض صوری کیوجہ سے تساقط ہو جائے تو قرآن کا چھوڑنا لازم آئیگا اور یہ صحیح نہیں ہے معلوم ہوا کہ تعارض صوری تساقط کیوجہ نہیں بن سکتا بلکہ خارجی ادلّہ کے ذریعے ترجیح یا تطبیق ہو گی لہٰذا اس شبہ کی بناء پر عدمِ حجیتِ حدیث پر استدلال قائم نہیں کیا جا سکتا۔ اور مذکورہ بالا متعارض

[1] پارہ ۱۱ سورۃ ھود آیت ۱ [2] پارہ ۲۳ سورۃ الزمر آیت ۲۳ [3] پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۷

آیات کا حل یہ ہے کہ جس آیت میں سب کو محکم کہا ہے اس سے مراد محکم عن النقص والزوال ہے جس میں آتا ہے کہ متشابہات ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ مضامین ملتے جلتے ہیں اور یہ کہ ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے اور جس میں بعض کو محکم اور بعض کو متشابہ کہا اسکا مطلب یہ ہے کہ بعض کا حکم واضح ہے اور بعض کا واضح نہیں ہے۔

الشبهة الثامنة: ...... اکثر احادیث اخبارِ احاد ہیں اور خبر واحد دلیلِ ظنی ہے اور ظنی چیز کا دین وشریعت میں اعتبار نہیں نیز قرآن پاک میں آتا ہے کہ ظن کو چھوڑ دو ﴿اِجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ﴾ [1]

جواب اول: ...... اس شبہہ میں مغالطہ دینے کی کوشش کی گئی ہے کیونکہ جمہور نے خود جو خبرِ واحد کو ظن کہا ہے اس کا مطلب اور ہے اور قرآن نے جس ظن کی مذمت کی ہے اس سے مراد اور ہے۔ جمہور نے جو ظن کہا ہے یہ ظن قریب من الیقین ہوتا ہے اور جس ظن کو چھوڑنے کا حکم ہے اس سے مراد اٹکل ہے۔

جواب ثانی: ...... جن محدثینؒ نے اخبارِ آحاد کو ظن قرار دیا ہے انہوں نے حجت بھی تو قرار دیا ہے انکی ایک بات تو مان لی اور دوسری چھوڑ دی تو محدثینؒ کے اس مذہب سے معلوم ہوا کہ خبر واحد ہونا حجیت کے خلاف نہیں ہے۔

خبرِ واحد کی حجیت: ...... خبر واحد کی حجیت مسلمہ امر ہے قرآن سے بھی ثابت ہے، حدیث سے بھی ثابت ہے، عقل سے بھی ثابت ہے، عرف سے بھی ثابت ہے، اور انبیاء سابقین سے بھی ثابت ہے حتی کہ اس کی مشہور قسموں کی حجیت بھی قرآن سے ثابت ہے۔

خبرِ واحد کی تعریف: ...... خبرِ واحد متواتر کے مقابلے میں ہے یعنی جو حدِ تواتر کو نہ پہنچے وہ خبرِ واحد ہے اور خبر واحد کی بھی پھر چند اقسام ہیں۔

(۱) کسی درجہ میں رواۃ تین رہ جائیں تو اسے مشہور کہتے ہیں (۲) ایک رہ جائے تو غریب (۳) دو رہ جائیں تو عزیز کہلاتی ہے۔

اثبات الحجیت من القرآن: ......

(۱) سورۂ یٰس میں ہے ﴿اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ﴾ [2] اب اگر دو کی بات حجت نہیں تھی تو دو کو کیوں بھیجا؟

(۲) ﴿فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ﴾ [3] قوت دی ہم نے تیسرے کے ساتھ۔ جب ایک کی بات حجت نہیں تو قوت کیسے حاصل ہوگئی؟

(۳) مرد اور عورت کے تنازعے کو حل کرنے کیلئے قانون بتلایا ﴿فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ

---

[1] پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۱۲ [2] پارہ ۲۲ سورۃ یٰس آیت ۱۴ [3] ایضاً

اَهۡلِهَا﴾ اب اگر ایک کی بات حجت ہی نہ ہوگی تو دونوں میں فیصلہ کیسے ہو پائیگا اور اس فیصلہ کی خبر باقی کیسے مانیں گے؟

(۴) نیز ہر زمانہ میں ایک ہی نبی آیا اور ایک ہی فرشتہ خبر لایا۔

اثبات الحجیت من الحدیث:...... خبرِ واحد آپ ﷺ کے نزدیک بھی حجت ہے چنانچہ جب سلاطین کو خط لکھے تو کہیں ایک آدمی بھیجا اور کہیں دو آدمی بھیجے۔

اثبات الحجیت من الانبیاء السابقینؑ:......

(۱) ﴿وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنۡ اَقۡصَى الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡعٰى قَالَ يٰمُوۡسٰٓى اِنَّ الۡمَلَاَ يَاۡتَمِرُوۡنَ بِكَ لِيَقۡتُلُوۡكَ فَاخۡرُجۡ اِنِّىۡ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيۡنَ. فَخَرَجَ مِنۡهَا﴾(الآیة)[۲] اب موسیٰ علیہ السلام ایک آدمی کی بات مان کر وہاں سے نکل گئے۔

(۲) ﴿قَالَتۡ اِنَّ اَبِىۡ يَدۡعُوۡكَ﴾[۳] ایک عورت نے خبر دی اور موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو تبلیغ کے لیے بھیجا حالانکہ صرف دو آدمی ہیں۔

اثبات الحجیت من الصحابہ:......

(۱) صحابہ کرامؓ بیت المقدس کیطرف منہ کر کے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص نے آکر آواز لگائی ((الا ان القبلة قد حولت))[۴] اور سب نے منہ پھیر لیا حالانکہ صرف ایک آدمی نے خبر دی۔

(۲) شراب پی رہے تھے اور اعلان ہوا ((الا ان الخمر قد حرمت))[۵] صحابہ کرامؓ نے یہ سن کر مٹکے توڑ دیئے۔

اثبات الحجیت من العقل:...... عقلاً بھی خبرِ واحد کی حجیت ثابت ہے ایک سچا آدمی خبر دیتا ہے اور وہ خبر محال بھی نہیں تو آپکے نزدیک وجہ تکذیب کیا ہے؟ کیوں جھٹلاتے ہیں کوئی دلیل تو آپکے پاس نہیں ہے لہٰذا خبر واحد کو حجت ماننا چاہیے۔

اثبات الحجیت من العرف:...... عرفاً بھی ثابت ہے پورے عالم کا نظام خبرِ واحد پر چل رہا ہے عدالتوں میں دو گواہ شرط ہیں اسی پر فیصلے ہوتے ہیں حتیٰ کہ قتل تک کے فیصلے اسی پر ہوتے ہیں قرآن نے بھی کہا ﴿وَاَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ﴾[۶] کل فوج کا نظام خبر واحد پر ہے ایک آدمی کے اشارے پر تمام فوج نقل

---

[۱] پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۳۵
[۲] پارہ ۲۰ سورۃ القصص آیت ۲۰
[۳] پارہ ۲۰ سورۃ القصص آیت ۲۵
[۴] مسلم شریف ج۱ ص ۲۰۰
[۵] مسلم شریف ج۲ ص ۱۶۲، وفی النسائی بتغیر یسیر ج۲ ص ۳۲۱ وفی البخاری ایضاج ۲ ص ۸۳۶
[۶] پارہ ۲۸ سورۃ الطلاق آیت ۲

وحرکت میں آجاتی ہے اور محدثینؒ نے تو کچھ شرائط بھی لگائی ہیں اور تم تو کوئی شرط بھی نہیں لگاتے۔ ؎۱

الشبهة التاسعة:...... اکثر احادیث خلاف عقل ہیں مثلاً پیشاب کہاں سے کیا اور وضوء میں کن اعضاء کو دھونے کا حکم ہے، نماز میں قہقہہ لگایا کوئی نجاست سبیلین سے خارج نہیں ہوئی پھر بھی وضوء ٹوٹ گیا۔

جواب اول:...... خلاف عقل اسے کہتے ہیں کہ جسکے محال ہونے پر عقل دلیل قائم کر سکے اور جسکے محال ہونے پر عقل دلیل قائم نہ کر سکے اور عقل اس چیز کا ادراک نہ کر سکے اسکو خلاف عقل نہیں کہتے بلکہ مافوق العقل کہتے ہیں ظاہر ہے کہ وحی کے ذریعے جو علم دیا جائیگا وہ خلاف عقل نہیں ہوسکتا بلکہ مافوق العقل ہوگا نیز یہ کہ علم کے دو ذریعے ہیں ۱۔عقل ۲۔وحی عقل علم کا ناقص ذریعہ ہے اور وحی کامل ذریعہ ہے اس لیے کہ عقل کا مدار تو حواس پر ہے اور حواس تو غلطی بھی کر لیتے ہیں مثلاً ریل میں بیٹھے ہوں تو درخت بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں اور یرقان والے کو ہر چیز پیلی نظر آتی ہے او رصدائے بازگشت میں پتہ ہی نہیں چلتا کہ آواز کدھر سے آرہی ہے۔تو جب ذریعہ ناقص ہے تو اس سے حاصل شدہ علم بھی ناقص ہوگا بخلاف وحی کے کہ وہ کامل ذریعہ ہے تو ناقص کے ذریعے کامل پر اعتراض کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

جواب ثانی:...... تمام عقل والوں کا تسلیم شدہ امر ہے کہ عدمِ علم عدمِ وجود کو مستلزم نہیں، اگر آپ کو کسی بات کی حکمت معلوم نہیں تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسمیں حکمت ہی نہیں ہے۔

جواب ثالث:...... احادیث موافقِ عقل ہیں اور عقل ان کا ادراک کرتی ہے لیکن سوال یہ ہوتا ہے کہ کس کی عقل؟ زید کی، عمرو کی، غلام احمد پرویز کی یا آپکی عقل؟ آپنے اپنی عقل کو کیسے معیار کلی قرار دیدیا؟ آپ پہلے اپنی عقل کے معیارِ کلی ہونے پر دلائل قائم کریں۔ آپکی عقل کی مثال تو ایک گڑوی کی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی عقل ایک سمندر کی مانند ہے۔اب جتنا پانی آپکی گڑوی میں آجائے وہ تو پانی ہے باقی نہیں کیا آپ پورے سمندر میں پانی کے موجود ہونے کی نفی کر دینگے؟

الشبهة العاشرة:...... قرآن اپنے بارے میں کہتا ہے ﴿تِبيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ ؎۲ تو اب اگر آپ اس آیت کو مانتے ہیں تو حدیث کی ضرورت نہیں رہتی اور اگر حدیث کی ضرورت مانتے ہیں تو گویا آپنے ﴿تِبيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ کو نہیں مانا اور یہ کل بھی استغراقی ہے؟

جوابِ اول:...... یہ کُل استغراقِ حقیقی پر محمول نہیں کیونکہ اگر استغراقِ حقیقی پر محمول ہوتا تو کوئی بات بھی قرآن

؎۱ مقام حدیث ص۱۰۲تا۱۰۸ ؎۲ پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۸۹

سے خارج نہیں ہونی چاہئے تھی بلکہ یہ کل استغراقِ عُرفی پر محمول ہے جیسے قومِ عاد پر عذاب کے بارے میں آیا تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا [۱] ہر چیز کو توڑ پھوڑ رہی تھی تو گویا آسمان وزمین بھی ٹوٹ پھوٹ گئے [۲]

جواب ثانی: ...... آپ ﷺ نے بھی اس کو استغراقِ حقیقی پر محمول نہیں کیا چنانچہ حضرت معاذؓ کو عامل بنا کر بھیجا تو فرمایا ((**کیف تقضی اذاعرض لک قضاء ،قال اقضی بکتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله**)) [۳] اس سے ثابت ہوا کہ حدیث حجت ہے۔

جوابِ ثالث: ...... مان لیا کہ استغراق ہے اور حقیقی ہے لیکن جزئیات کو بیان کرنے کے لیے نہیں بلکہ کلیات کے لیے ایک کلیہ سن لیجئے ایک روایت میں((**عن عبدالله ابن مسعود قال لعن الله الواشمات والمستوشمات...... للحسن المغیرات خلق الله فجآء ته امرأة(ام یعقوب)فقالت انه بلغنی انک لعنت کیت وکیت فقال ما لی لا العن من لعن رسول الله ﷺ ومن هو فی کتاب الله فقالت لقد قرأت مابین اللوحین فما وجدته ......قال لئن کنت قرأتیه لقد وجدتیه اماقرأت ﴿مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾**)) [۴] لهٰذا اس آیت سے بھی حجیتِ حدیث ثابت ہوئی۔

جوابِ رابع: ...... ہم نے سب مان لیا کہ کلیات اور جزئیات سب اسکے اندر ہیں لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ بلا واسطہ ﴿**تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ**﴾ ہے یا رسول الله ﷺ کے بیان کے واسطہ سے کیونکہ خود قرآن نے کہا ہے ﴿**وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ**﴾ [۵] پھر بیان بھی خود سکھایا ﴿**ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ**﴾ [۶] امام اعظمؒ فرماتے ہیں **لولا السنة لما فهم احد منا القرآن** (امام ابوحنیفہؒ کو سب ہی امام اعظمؒ مانتے ہیں عوام کی بات نہیں عبداللہ بن مبارکؒ نے یہ لقب استعمال کیا تو مشہور ہوگیا اور خود عبداللہ بن مبارک کا لقب امیر المؤمنین فی الحدیث ہے) ایک اور قول ہے **جمیع ماتقول الائمة شرح السنة وجمیع السنة شرح القرآن** امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں **ان السنة تفسر القرآن** امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں **الکتاب احوج الی السنة من السنة الی الکتاب** علامہ ابن قیمؒ

---

[۱] پارہ ۲۶ سورۃ الاحقاف آیت ۲۵

[۲] مقام حدیث ص ۹۳

[۳] مشکوۃ شریف ص ۳۲۴ ،ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۹ ،ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۵۹ ،داری ج ۲ ص ۶۰ ،مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۰ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳

[۴] بخاری ومسلم ،مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۳۸۱ سطر ۲

[۵] پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۴۴

[۶] پارہ ۲۹ سورۃ القیامہ آیت ۱۹

نے اعلام الموقعین میں تقریبادوسو مواقع ایسے ذکر کیے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین عرب ہونے کے باوجود قرآن کو نہ سمجھ سکے اور بیانِ رسول ﷺ کے محتاج ہوئے تو اتنی بات طے ہوئی کہ حضور ﷺ کے بیان کی ضرورت ہے اب اگر آپ ﷺ بعینہ وہی حکم بیان کرتے ہیں تو بیانِ تائید کہلائیگا اور اگر کوئی قصہ مختصر طور پر قرآن میں بیان ہوا اور آپ ﷺ نے اسکو مکمل کردیا تو بیانِ الحاق کہلاتا ہے اور اگر قرآن میں کوئی حکم عام تھا حضور ﷺ نے تخصیص کردی تو بیانِ تخصیص ہے اور اگر کوئی حکم مجمل تھا حضور ﷺ نے تفسیر کردی تو بیانِ تفسیر ہے جیسے ﴿ وَامْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ ﴾[1] میں اگر لفظ رأس کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سارے رأس پر مسح فرض ہے اور اگر لفظ مسح کیطرف دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک یا دو انگلیوں کا مسح بھی کافی ہے پھر "باء" داخل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض رأس کا مسح فرض ہے، ہم سوچ میں پڑ گئے اب حضور ﷺ کے فعل سے اسکا بیان ہوا و مسح بناصیتہ[2] اور اگر قرآن میں کوئی جزئیہ بیان ہوا اور آپ ﷺ نے کلیہ مستنبط کردیا تو بیانِ استخراج کہلاتا ہے اور اگر قرآن میں کوئی حکم بیان ہوا اور آپ ﷺ نے اسکی علت بیان کردی تو یہ بیانِ تعلیل ہے اور اگر حضور ﷺ نے کسی حکم کی حکمت بیان کردی تو بیانِ توجیہ ہے اور اگر کسی حکم کی مثال بیان کردی تو بیانِ تمثیل ہے اور اگر قرآن میں حکم بیان ہوا اور آپ ﷺ نے اثر مرتب کردیا تو بیانِ تاثیر ہے اور اگر قرآن میں کوئی جزئیہ بیان ہوا اور آپ ﷺ نے اس سے ایک اور جزئیہ بیان کردیا تو بیانِ قیاس ہے۔

﴿حکم منکرین حدیث﴾

فتاوی ظہیریہ میں لکھا ہے کہ حدیث کی تین قسمیں ہیں ۱. متواتر ۲. مشهور ۳. خبر واحد متواتر کا منکر بالاجماع کافر ہے۔ مشہور کا منکر عندالجمہور کافر ہے۔ خبر واحد کا منکر فاسق ہے اور حدیث کا استہزاء کرنے والا بھی کافر ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ کسی کو حدیث سنائی گئی اس نے بطور استخفاف کے آگے سے کہا کہ بہت حدیثیں سنی ہیں تو وہ کافر ہو گیا۔

﴿بیانِ اصطلاحاتِ حدیث﴾

ابتداءً حدیث دو قسم پر ہے (۱) ضعیف اور (۲) صحیح.

پھر ضعیف دو قسم پر ہے (۱) متصل (۲) غیر متصل پھر غیر متصل کی چار قسمیں ہیں۔

۱. منقطع ۲. مُعلّق ۳. معضل ۴. مرسل

منقطع: ...... وہ روایت ہے جسکی سند متصل نہ ہو کہیں سے راوی گرا ہوا ہو۔

---

[1] پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۶ [2] نسائی شریف ج ۱ ص ۳۰

مُعلق: ...... جسکی سند کے شروع سے راوی گرے ہوئے ہوں۔

معضل: ...... جسکی سند کے درمیان سے راوی گرے ہوئے ہوں یا ایک سے زائد راوی پے درپے گرے ہوئے ہوں۔

مرسل: ...... جسکی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔

اور متصل کی پانچ قسمیں ہیں **۱.شاذ ۲.منکر ۳.مدلس ۴.مضطرب ۵.معلل**

شاذ: ...... وہ حدیث ہے جسکا راوی خود تو ثقہ ہو مگر ایسی جماعتِ کثیرہ کی مخالفت کرے جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں۔ اسکے مقابل کو محفوظ کہتے ہیں۔

منکر: ...... وہ حدیث ہے جسکا راوی باوجود ضعیف ہونے کے ثقات کے مخالف روایت کرے۔ اسکے مقابل کو معروف کہتے ہیں۔

مدلس: ...... وہ حدیث ہے جسکے راوی کو اپنے شیخ کا نام یا شیخ کے شیخ کا نام چھپانے کی عادت ہو۔

مضطرب: ...... وہ حدیث ہے جسکی سند یا متن میں ایسا اختلاف ہو کہ انمیں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

معلل: ...... وہ حدیث ہے جس میں ایسی کوئی علۃ خفیہ ہو جو صحتِ حدیث میں نقصان دیتی ہو اسکو معلوم کرنا ماہر فن کا کام ہے ہر شخص کا کام نہیں۔

دوسری قسم یعنی صحیح کی اقسام جو کہ پہلی تقسیم کے اعتبار سے دوسری قسم ہے اس کی صفات راوی کے لحاظ سے چار قسمیں ہیں۔

۱.صحیح لذاته ۲.حسن لذاته ۳.صحیح لغیره ۴.حسن لغیره

صحیح لذاته: ...... وہ حدیث ہے جسکے تمام راوی عادل، کامل الضبط ہوں اور اسکی سند متصل ہو اور وہ معلل وشاذ ہونے سے محفوظ ہو۔

حسن لذاته: ...... وہ حدیث ہے جسکے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو باقی تمام شرائط صحیح لذاتہ کی موجود ہوں۔

صحیح لغیره: ...... اس حدیثِ حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے جسکی سندیں متعدد ہوں۔

حسن لغیره: ...... اس حدیثِ ضعیف کو کہا جاتا ہے جسکے طرق متعدد ہوں۔

---

۱ مولانا خیر محمدؒ نے مرسل کو خیر الاصول ص۶ پر خبر واحد کی چوتھی قسم کے تحت ذکر کیا ہے کہ خبر واحد سقوط وعدم سقوط راوی کے اعتبار سے سات قسم پر ہے (۱) متصل (۲) مسند (۳) منقطع (۴) معلق (۵) معضل (۶) مرسل (۷) مدلس۔ ۲ وقال مالکؒ فی المشهور عنه وابو حنیفةؒ وطائفة من اصحابهما وغیر هم من ائمة العلماء کاحمد فی القول المشهور عنه انه صحیح متحج به بل حکی ابن جریر اجماع التابعین باسرهم علی قبوله وانه لم یأت عنهم انکار ولا عن واحد من الائمة بعد الی رأس المائتین الخ (نخبۃ الفکر حاشیہ ۵ ص ...... میں ہے) والمختار فی التفصیل قبول مرسل الصحابی اجماعاً ومرسل اهل القرن الثانی والثالث عندنا (ای الحنفیة وعند مالکؒ مطلقاً وعند الشافعیؒ باحد امور خمسة۔ حکم مرسل: عند الاحناف حدیث مرسل اگر کسی تابعی یا تبع تابعی کی ہو تو مطلقاً مقبول کرتے ہیں اور اگر تبع تابعین کے بعد کے لوگوں کی ہو تو ثقہ راوی کی مطلقاً اور دوسروں کی تحقیق واعتماد کے بعد ہی قبول کرتے ہیں (حسامی ص۶۶)

راویوں کی تعدادِ کے لحاظ سے صحیح کی دو قسمیں ہیں ١ .خبر واحد ٢ .خبر متواتر

خبر واحد: ......وہ حدیث ہے جسکے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں کہ انکے جھوٹ پر اتفاق کرنے کو عقل سلیم محال سمجھے اسکی پھر تین قسمیں ہیں ١ .مشہور ٢ .عزیز ٣ .غریب

١ .مشہور: ...... وہ حدیث ہے جسکے راوی کسی زمانے میں تین سے کم کہیں نہ ہوں۔

٢ . عزیز: ...... وہ حدیث ہے جسکے راوی کسی زمانے میں دو سے کم کہیں نہ ہوں۔

٣ . غریب: ...... وہ حدیث ہے جسکا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو۔

خبر متواتر: ......وہ حدیث ہے جسکے راوی ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال سمجھے۔ (خیرالاصول) فالمتواتر قد یفیدالعلم بمحض کثرۃرواۃ وناقلیہ وقد یکون لکل من الکثرۃ واوصاف الرواۃ اوالقرائن المتصلۃ مدخل فی افادۃ العلم [١]

اس خبر متواتر کی پھر چار قسمیں ہیں ١ .تواتر اسنادی ٢ .تواتر طبقاتی ٣ .تواتر تعاملی ٤ .تواتر معنوی

١ .تواتر اسنادی: ......جس کو ابتداء سے انتہاء تک ایسی جماعت روایت کرے جن کا اجتماع علی الکذب محال ہو۔

٢ .تواتر قرنی یا طبقاتی : ...... جو قرن بقرن چلی آ رہی ہو۔

٣ .تواتر تعاملی: ...... جسمیں اکثر عمل کرتے آئے ہوں اور بعض کا اختلاف ہو۔

٤ .تواتر معنوی : ...... الفاظ کے لحاظ سے تو خبرِ واحد ہو لیکن معنی کے لحاظ سے تواتر کو پہنچی ہوئی ہو تواتر معنوی کا دوسرا نام تواتر قدر مشترک ہے [٢] پہلی قسم کی مثال ایک یا دو حدیثیں ہیں ١ .((انما الاعمال بالنیات)) ٢ .((البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر)) دوسری قسم کی مثال جیسے صلوات الخمسہ ،عدد رکعات اور مقادیر زکوۃ اور قرآن مجید تیسری قسم کی مثال رکعات تراویح ،سواک فی الوضوء چوتھی قسم کی مثال جیسے معجزہ۔

آداب علم حدیث

تعریف ادب: ...... ١ .ما یحمد من القول والفعل ٢ .علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں الاخذ بمکارم الاخلاق ٣ .التعظیم لمن فوقک والرحم لمن تحتک یہ مستنبط ہے ایک حدیث سے ((لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا)) [٣]

ضرورتِ ادب: ...... کسبِ فیض اور کسبِ علم میں ادب بہت ضروری ہے اسلئے کہ ادب کی انواع میں ایک

[١] (مقدمہ فتح الملہم ص ٥) [٢] فیض الباری ص ٧٠ ج ١، مقدمہ فتح الملہم ص ٦ [٣] (ترمذی ص ١٤ ج ٢)

تعظیم بھی ہے جب کوئی شخص ادب اختیار کر کے تعظیم کرتا ہے تو یقیناً تواضع کریگا تو اس سے انفعالیت پیدا ہوگی جب انفعالیت پیدا ہوگی تو اثر کو قبول کریگا بغیر انفعالیت کے اثر نہیں ہوتا اور تعلم بھی ایک اثر ہے۔

تعریفِ تعلیم: ......**فعل یترتب علیه العلم غالبا** تو یہ فعل تب اثر کریگا جبکہ دوسری طرف سے بھی انفعالیت ہو چنانچہ مثل مشہور ہے **الحرمة خیر من الطاعة** آدمی ترکِ طاعت سے کافر نہیں ہوتا ترکِ حرمت سے کافر ہو جاتا ہے مثلاً ایک شخص روزہ نہیں رکھتا تو اسکے ذمہ قضاء میں ایک ہی روزہ ہوگا اور اگر بغیر عذر کے توڑتا ہے تو ساٹھ روزے رکھنے پڑیں گے اور ایسے ہی ایک شخص کلمہ نہیں پڑھتا تو کافر ہے اسکے قتل کا حکم نہیں اور اگر پڑھ کر چھوڑتا ہے تو اسکی سزا قتل ہے کیونکہ یہ توہین ہے **من ترک السنة تهاونا فقد کفر** علامہ عینیؒ سے نحوی غلطی ہوگئی یا قلمی لغزش ہوگئی کہ **سنة قدرة** لکھ دیا صفة بنا کر نہیں لکھنا چاہیے تھا **سنة متعلقة بالقدرة** لکھنا چاہیے تھا اسپر ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں **لو لا جلالة قدره لکفرناه** کہتے ہیں **ما وصل من وصل الا بالحرمة وما سقط من سقط الا بترک الحرمة.**

الادب الاول: ...... **تصحیح نیت** : اگر نیت صحیح نہ ہوئی تو حدیث کی توہین ہو جائیگی کیونکہ اگر کوئی شخص سونے کی ڈلی مینگنی کے بدلے بیچتا ہے تو یہ سونے کی توہین ہے اسی طرح حدیث کی قیمت تو رضائے الٰہی ہے اور اس نے چند ٹکے لے لئے چنانچہ مقدمہ اوجز المسالک ص ۸۹ پر ابوداؤد اور ابن ماجہ کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے مرفوعاً ((**من تعلم علماً مما یبتغی به وجه الله لا یتعلمه الا لیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة یعنی ریحها**)) [1]

الادب الثانی: ...... **ادب الاستاد**: اسکی مختلف صورتیں ہیں ۱. **طاعت** ۲. **خدمت** ۳. **عظمت** ۴. **عدمِ استنکاف علی التأدیب.**

۱. **طاعت:** ...... اسکا مفہوم تو واضح ہے۔

۲. **خدمت:** ...... یعنی استاذ کو راحت پہنچانے کا انتظام کرے صحابہ کرامؓ سے بھی خدمت ثابت ہے حضرت استاد صاحب مدظلہ نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں نے مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ کچھ خدمت نہیں ہو پا رہی تو فرمایا کہ میں تو یہ سمجھا تھا کہ تو عالم بن گیا ہے لیکن تو تو ابھی تک جاہل ہے پھر فرمایا کہ خدمت کام

---

[1] ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹، ابن ماجہ ص ۲۲ مطبوعہ وزارت تعلیم

کرنے کا نام نہیں بلکہ خدمت تو استاذ کی منشاء کے مطابق زندگی گزارنے کا نام ہے۔

۳۔ عظمت:...... اسکی مختلف انواع ہیں ۱۔ استاذ کی طرف پاؤں پھیلا کر نہ لیٹا جائے اور نہ پاؤں پھیلا کر بیٹھا جائے ۲۔ چارزانو ہو کر نہ بیٹھے ۳۔ ننگے سر نہ بیٹھے ۴۔ پشت کر کے نہ بیٹھے ۵۔ معارضہ کی صورت میں بات نہ کرے ۶۔ حاضری کا اہتمام کرے پھر حاضری بھی دونوں قسم کی یعنی جسمانی بھی اور روحانی بھی۔

۴۔ عدمِ استنکاف علی التأدیب:...... استاذ کی تأدیب پر ناگواری کا اظہار نہ کرے کیونکہ اسکا منشاء تکبر ہے اور متکبر شخص علم حاصل نہیں کرسکتا اور تأدیب قولی وفعلی دونوں آپ ﷺ سے ثابت ہیں۔

فعلی تأدیب کی مثال:...... ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک صحابیؓ کو سونے کی انگشتری پہنے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے اسکی انگوٹھی اتار کر پھینک دی صحابیؓ نے کوئی ناگواری کا اظہار نہیں کیا بعد میں لوگوں نے کہا کہ اٹھالو اس صحابی نے کہا کہ جب آپ ﷺ نے پھینکی ہے تو میں نہیں اٹھاؤں گا۔

قولی تأدیب کی مثال:...... اسی طرح ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک صحابیؓ کا قبہ دیکھا دوسرے وقت میں وہ صحابیؓ حاضر خدمت ہوئے اور سلام عرض کیا لیکن حضور ﷺ نے جواب نہ دیا ان صحابیؓ نے خیال کیا کہ شاید توجہ نہ ہوئی ہوگی دوبارہ سلام کیا آپ ﷺ نے پھر بھی اعراض کیا تو انہیں بتلایا گیا کہ تمہارا قبہ دیکھا تھا وہ صحابیؓ فوراً گئے اور وہ قبہ گرادیا یہ تأدیب قولی ہوگئی۔

حضرت استاذ مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ استاد شاگرد کو پیٹ رہا ہے اور اس طالب علم کے ذہن میں یہی بات ہے کہ میں اسی قابل تھا تو یہ بن رہا ہے اور اگر ذہن میں یہ بات آئی کہ ظلم ہو رہا ہے تو یہ ضائع ہو رہا ہے۔

عدم النوم فی اثناء الدرس:...... دوران سبق نہ سوئے ذوق شوق کیساتھ مستعد ہو کر سنے غفلت نہ کرے۔ الاصطفاف صف بندی ہونی چاہیے سبق میں انتشار کی ساتھ نہ بیٹھے۔

الادب الثالث:...... **ادبِ کتاب**۔ ٹیک نہ لگائے، لیٹ کر نہ پڑھے اسکی طرف پشت نہ کرے مختلف فنون کی کتب ہوں تو ترتیب کا لحاظ رکھے۔

الادب الرابع:...... **ادبِ مدرسہ**، کھانے کے بارے میں شکایت نہ ہو، روٹی پکانے والے اور پانی بھرنے والے کا ادب ہو۔

الادب الخامس:...... **عظمتِ استاد:** استاذ کو اپنے لیے باعث رحمت وبرکت سمجھے، افضل تو جس کو چاہے سمجھے لیکن استاد کے بارے میں اتنا ہو کہ میرے لیے حضور علیہ السلام کے علم کے حصول کا ذریعہ اور راستہ یہی ہیں۔

الادب السادس:...... **الادب بالائمۃ الفقھاء:** یعنی احادیث پڑھتے ہوئے اگر کوئی حدیث کسی امام کے خلاف پڑ جائے اور اسپر مطلع کردیا جائے تو اس امام کی سوءادبی نہ ہو انکی شان کے خلاف کوئی جملہ زبان سے نہ نکلے۔

الادب السابع:...... درود شریف کی کثرت رکھے صحابہ کرامؓ کے نام پر رضی اللہ تعالی عنہ اور تابعین وتبع تابعین کے نام پر رحمۃ اللہ تعالی علیہ کہے۔

الادب الثامن:...... **استعانت من اللہ** یعنی انسان اپنی قوت پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ سے ہی مدد مانگے۔

الادب التاسع:...... کتب حدیث کو باوضوء پڑھا جائے۔

الادب العاشر:...... استکبار نہ ہو، امام بخاریؒ نے فرمایا کہ مستحیی اور متکبر علم سے محروم رہتے ہیں۔

﴿ترجمۃ المؤلَّف﴾

ترجمۃ المولَّف:...... مولَّف سے مراد صحیح بخاری ہے اسکے تعارف سے پہلے کتبِ حدیث کا تعارف ضروری ہے جب کتبِ حدیث کا تعارف ہوگا تو اسکے مقام کا بھی پتہ چلے گا چنانچہ کتبِ حدیث کی متعدد اقسام ہیں چند مشہور یہ ہیں **۱ .جامع ۲ .سنن ۳ .مسند ۴ .معجم ۵ .جزء ۶ .مفرد ۷ .غریب ۸ .مستخرج ۹ . مستدرک ۱۰ .مسلسلات ۱۱ .مراسیل ۱۲ .اربعینیات ۱۳ .تعلیقات**

جامع:...... وہ کتاب ہے جس میں تفسیر، عقائد، آداب، احکام، مناقب، سیر، فتن، علاماتِ قیامت وغیرھا ہر قسم کے مسائل کی احادیث مندرج ہوں۔ کما قیل

سیر آداب وتفسیر وعقائد		فتن احکام واشراط ومناقب

جیسے بخاری اور ترمذی۔

سنن:...... وہ کتاب ہے جس میں احکام کی احادیث ابوابِ فقہ کی ترتیب کے موافق بیان ہوں، جیسے سننِ ابی داؤد، سننِ نسائی، سننِ ابن ماجہ۔

مسند:...... وہ کتاب ہے جسمیں صحابہ کرامؓ کی ترتیب رتبی یا ترتیب حروف ہجا یا تقدم وتأخرِ اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکور ہوں جیسے مسندِ احمد۔

معجم: ……وہ کتاب ہے جسکے اندر وضع احادیث میں ترتیبِ اساتذہ کا لحاظ رکھا گیا ہواور ترتیب کی وہی تین قسمیں اوپر والی ہیں جیسے معجمِ طبرانی۔

جزء: ……وہ کتاب ہے جسمیں صرف ایک ہی مسئلہ کی احادیث یک جا جمع کردی گئی ہوں جیسے **جزءُ القراۃ وجزءُ رفعِ الیدین للبخاری.**

مفرد: ……وہ کتاب ہے جسمیں صرف ایک شخص کی کل مرویات مذکور ہوں۔

غریب: ……وہ کتاب ہے جسمیں صرف ایک محدث کے متفردات جو کسی شیخ سے ہیں وہ مذکور ہوں۔

مستخرج: ……وہ کتاب ہے جسمیں دوسری کتاب کی حدیثوں کی زائد سندوں کا استخراج کیا گیا ہو جیسے مستخرج ابوعوانہؒ۔

مستدرک: ……وہ کتاب ہے جسمیں دوسری کتاب کی شرط کے موافق اسکی رہی ہوئی حدیثوں کو پورا کردیا گیا ہو جیسے مستدرک حاکمؒ۔

مسلسلات: ……وہ کتب ہیں جن میں صرف احادیثِ مسلسلہ کو جمع کیا گیا ہواور حدیث مسلسل اس حدیث کو کہتے ہیں جسکی سند کے تمام روات جو کسی وصف میں شریک ہوں یا متفق ہوں۔

مراسیل: …… وہ کتب جن میں صرف مرسل احادیث کو جمع کیا گیا ہو جسے مراسیل ابی داؤدؒ۔

اربعین: ……جن کتب میں چالیس احادیث کو جمع کیا گیا ہو جسے ہمارے ہاں چہل حدیث کہتے ہیں۔

تعلیقات: ……وہ کتب جن میں روایات کو بلا سند ذکر کیا جائے خواہ صحابی مذکور ہو یا نہ ہو جیسے مصابیح السنۃ اور مشکٰوۃ المصابیح۔

اب ہم کہتے ہیں کہ بخاری شریف اور ترمذی شریف جامع ہے البتہ مسلم شریف کے جامع ہونے میں اختلاف ہے لیکن راجح یہی ہے کہ یہ جامع نہیں ہے کیونکہ کتاب التفسیر بہت مختصر ہے پھر سب سے زیادہ مقبول صحاح ستہ ہیں جو زیر درس ہیں۔

﴿بخاری،مسلم،ابو داؤد،نسائی،ترمذی،ابن ماجۃ﴾

﴿مراتب صحاحِ ستہ﴾

اس سے پہلے اصحابِ صحاح ستہ کی شرائط معلوم ہونی چاہئیں۔راویوں کی اجمالی طور پر پانچ قسمیں ہیں۔

الاول:......کامل الضبط والاتقان وکثیر الملازمة لشیوخهم .

الثانی:......کامل الضبط وقلیل الملازمة .

الثالث:......ناقص الضبط وکثیر الملازمة .

الرابع:......ناقص الضبط وقلیل الملازمة .

الخامس:......ناقص الضبط وقلیل الملازمة مع الجرح.

اب ہم کہتے ہیں کہ !

۱ . **امام بخاریؒ:**...... پہلی قسم کے راویوں کی احادیث بالاستیعاب لیتے ہیں اور دوسری قسم سے انتخاب کرتے ہیں۔

۲ . **امام مسلمؒ:**...... پہلی دوقسموں سے بالاستیعاب لیتے ہیں اور تیسری قسم سے انتخاب کرتے ہیں۔

۳. **امام نسائیؒ:**...... پہلی تین قسموں سے بالاستیعاب لیتے ہیں اور چوتھی قسم سے انتخاب کرتے ہیں۔

۴. **امام ابوداؤدؒ:**...... پہلی چار قسموں سے بالاستیعاب لیتے ہیں اور پانچویں قسم سے انتخاب کرتے ہیں۔

۵. **امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ:**...... سب قسم کی روایتیں لیتے ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ امام ترمذیؒ درجۂ حدیث بیان کردیتے ہیں کہ یہ حدیث کس قسم کی ہے لیکن امام ابن ماجہؒ بیان نہیں کرتے۔

تو معلوم ہوا کہ پہلا مرتبہ بخاری شریف کا ہے دوسرا مسلم شریف کا ہے تیسرا نسائی شریف کا ہے اور چوتھا ابوداؤد کا اور پانچواں ترمذی شریف کا اور چھٹا ابن ماجہ کا ہے۔

﴿اقسام محدثین﴾

محدثینؒ پانچ قسم پر ہیں۔

(۱)**طالب:**...... طالب وہ ہے جو حدیث حاصل کرنے میں لگا ہو۔

(۲)**شیخ:**...... شیخ کو استاد اور محدث بھی بولتے ہیں اور بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ محدث یا شیخ الحدیث اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کو بیس ہزار احادیث مع سند ومتن یاد نہ ہوں۔

(۳) **حافظ**: ...... حافظ وہ ہے جس کو ایک لاکھ احادیث مع سند والفاظ متن یاد ہوں۔

(۴) **حجة**: ...... وہ محدث جس کا علم تین لاکھ احادیث پر محیط ہو۔

(۵) **حاکم**: ...... وہ ہے کہ جتنی احادیث میسر آسکتی ہیں اس کو مع سند و متن و مع حالاتِ رواۃ یاد ہوں۔

﴿مقاصدِ اصحابِ صحاح ستہ﴾

۱. **امامِ بخاریؒ**: ...... حدیثوں سے مسائل استنباط کرتے ہیں اور اجتہاد کی تعلیم دیتے ہیں چنانچہ ایک ایک حدیث سے کئی کئی مسائل مستنبط کرتے ہیں۔

۲. **امامِ مسلمؒ**: ...... احادیث کی تائید کے لیے کثرت سے اسناد ذکر کرتے ہیں تا کہ حدیثِ ضعیف حدیث حسن تک اور حدیثِ حسن، حدیث صحیح لغیرہ تک پہنچ جائے۔

۳. **امام ترمذیؒ**: ...... مذاہب بیان کرتے ہیں اور انواعِ حدیث بھی بیان کرتے ہیں۔

۴. **امام ابوداؤدؒ**: ...... ائمہ مجتہدین کے دلائل جمع کرتے ہیں۔

۵. **امام نسائیؒ**: ...... عللِ حدیث بیان کرتے ہیں۔

۶. **امام ابن ماجہؒ**: ...... سب کی احادیث لاتے ہیں حتیٰ کہ ضِعاف بھی لاتے ہیں تا کہ سب قسم کی احادیث معلوم ہو جائیں۔

تنبیہ: ...... حضرات اساتذہ کے ہاں راجح ترتیب یہی ہے کہ پہلے ترمذی شریف پڑھائی جائے تا کہ مذاہب معلوم ہو جائیں پھر ابوداؤد شریف پڑھائی جائے تا کہ دلائل کا علم ہو جائے پھر بخاری شریف تا کہ طرقِ استنباط کا پتہ چل جائے پھر مسلم شریف، تا کہ مزید احادیث سے تائید حاصل ہو جائے پھر نسائی شریف تا کہ احادیث کی علل سامنے آجائیں پھر ابن ماجہ شریف تا کہ نوادرات کا بھی علم ہو جائے پھر موطا امام مالک تا کہ آثار سے بھی تائید ہو جائے اور احناف کے لیے ان سے پہلے موطا امام محمدؒ اور طحاوی شریف کا پڑھنا بھی ضروری ہے بلکہ آثار السنن اور اعلاء السنن بھی مستحضر ہونی چاہیے[1]

❁❁❁❁❁❁

---

[1] مقدمہ اوجز المسالک ص ۸۱

﴿مذاهب اصحاب صحاح سته﴾

امام بخاریؒ مجتہد ہیں بعض نے کہا شافعی المسلک ہیں لیکن راجح یہی ہے کہ مجتہد ہیں البتہ ان کے بیان کردہ بہت سارے مسائل شافعیہ سے ملتے ہیں، امام مسلمؒ شافعی ہیں، امام نسائیؒ شافعی ہیں، امام ترمذیؒ شافعی ہیں، امام ابن ماجہؒ شافعی ہیں، امام ابوداؤدؒ کے متعلق راجح یہی ہے کہ حنبلی ہیں (خیرالاصول)

مراتبِ بخاری ومسلم:...... اس میں بحث ہوئی ہے کہ افضل کونسی کتاب ہے، جمہور ائمہ ومحدثینؒ تو بخاری شریف کو پہلا درجہ دیتے ہیں لیکن بعض حضراتؒ نے مسلم شریف کو افضل کہا ہے چنانچہ ابوعلی نیشاپوری کہتے ہیں **ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم** تو جمہور اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ سے زیادہ بخاری شریف کی تقدیم کی نفی ہوتی ہے مسلم شریف کی تقدیم ثابت نہیں ہوتی اسیطرح مسلم بن قاسم قرطبیؒ کا قول ہے **لم یضع احدمثلہ** اس سے بھی مسلم شریف کی فوقیت معلوم ہوتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ قول بھی جمہورؒ کے قول کے معارض نہیں ہے کیونکہ جمہور جو پہلا مرتبہ بیان کرتے ہیں وہ صحت کے لحاظ سے ہے اور مسلم بن قاسمؒ کا قول حسنِ صناعت کے لحاظ سے ہے فلا تعارض، چنانچہ حافظ عبدالرحمٰن بن علی ربیع یمنی شافعیؒ فرماتے ہیں۔

تنازع قوم فی البخاری ومسلم	لدیّ وقالوا ایّ ذین یقدم
فقلت لقد فاق البخاریُّ صحۃ	کما فاق فی حسن الصناعۃ مسلم

اسی طرح ایک اور مقولہ ہے **قال فالمسلم افضل قلت فالبخاری اعلیٰ قال التکرار فیہ قلت التکرار احلیٰ ۔ الحاصل: اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری .**

سوال:...... اندازہ ہوتا ہے کہ فقہ حنفی کا مدار صحیح احادیث پر نہیں ہے کیونکہ صحاح ستہ میں انکے دلائل بہت کم ہیں تو فقہ حنفی کا مدار ضِعاف پر ہوا؟

جوابِ اول:...... یہ بات تو صحیح ہے کہ صحاح ستہ میں اکثر احادیث صحیح ہیں لیکن یہ دعوٰی صحیح نہیں کہ صحاح انہی میں منحصر ہیں اگر دلائل انمیں نہ ہوں تو یہ دلائل کے عدمِ صحت کی علامت نہیں بن سکتی۔

جوابِ ثانی:...... علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بہت ساری ضعاف **مِحتف بالقرائن** ہونے کی وجہ سے صحاح سے راجح ہوجاتی ہیں تو ہوسکتا ہے کہ فقہ حنفی کا مدار ایسی احادیث پر ہو جو کہ **مِحتف بالقرائن** ہوں۔

جوابِ ثالث:...... یہ ضروری نہیں کہ ہر صحیح حدیث قابلِ استدلال بھی ہو کیونکہ منسوخ بھی تو ہوسکتی ہے اور امام

اعظمؒ کے بارے میں آتا ہے اعلم من الناس بالناسخ والمنسوخ لہٰذا احادیثِ صحاح سے استدلال نہ کرنا قابلِ اعتراض بات نہیں۔

جوابِ رابع:...... صحت اورضعف اجتہادی چیز ہے کسی حدیث کی صحت اورضعف کے بارے میں محدث کا اپنا اجتہاد ہوتا ہے اورایک محدث کا اجتہاد دوسرے کے لیے دلیل نہیں ہے خاص کر جبکہ امام صاحبؒ کا زمانہ حضور ﷺ کے زیادہ قریب بھی ہے اورانکے بارے میں تابعی ہونے کا قول بھی ہے لہٰذا صحاح ستہ میں دلائل کا کم ہونا مذہب حنفی کے ضعف کی دلیل نہیں ہے۔

جوابِ خامس:...... فقہ حنفی پر اعتراض کہ صحاح ستہ میں اسکے دلائل نہیں ہیں قرینِ قیاس ہی نہیں کیونکہ فقہ حنفی تو اصحاب صحاح کے دور سے پہلے ہی مدون ہوچکی تھی اور یہ بعد میں مدون ہوئیں۔

﴿ترجمۃ المؤلف﴾

آپکا نام محمد، والد کا نام اسماعیل، کنیت ابوعبداللہ ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے!

﴿محمدؒ بن اسماعیل بن ابراھیم بن مغیرۃ بن بردزبہ جعفی بخاری﴾

بردزبہ:...... **بردزبہ** یہ فارسی لغت کا لفظ ہے اسکا معنی ہوتا ہے کاشتکار۔ اسکے متعلق تصریح ہے کہ یہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مجوسی مذہب پر فوت ہوئے پھر مغیرہ، یمان جعفی (جوکہ بخارا شہر کے والی تھے) کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اس لیے امام بخاریؒ کو جعفی کہا جاتا ہے یعنی حضرت یمانؒ جعفی کے مولائے موالاۃ ہیں (جس کے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوجائے اوران دونوں میں عقد موالاۃ ہوجائے کہ زندگی میں ایک دوسرے کی مدد کرینگے اورمرنے کے بعد وارث بن جائیں گے تو ان دونوں کو ایک دوسرے کا مولائے موالاۃ کہتے ہیں) امام بخاریؒ کا اپنا قبیلہ جعفی نہیں ہے۔

امام بخاریؒ کے دادا حضرت ابراہیم کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانیؒ[۱] فرماتے ہیں **واماولدہ (ای ولد المغیرۃ) ابراھیم بن المغیرۃ فلم نقف علی شئی من اخبارہ** امام بخاریؒ کے والد اسماعیلؒ اچھے علماء میں تھے ابن حبانؒ نے کتاب الثقات میں انکا ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا **اسماعیلؒ بن ابراھیم والد البخاری یروی عن حماد بن زیدو مالک** اورامام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے **اسماعیل بن ابراھیم بن المغیرۃ سمع من مالک وحماد بن زید وصحب ابن المبارک** اورحضرت اسماعیلؒ کے تقویٰ کا یہ حال تھا کہ اپنی وفات کے وقت فرمایا **لااعلم فی جمیع مالی درھما من شبھۃ.**

﴿ولادت و وفات﴾

امام بخاریؒ کی ولادت جمعۃ المبارک کے دن ۱۳ شوال ۱۹۴ھ جمعہ کی نماز کے بعد بخارا میں ہوئی۔ اوروفات

[۱] (مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۹۳)

خرتنگ جو سمرقند کے مضافات میں ایک گاؤں ہے شنبہ کی رات جو کہ عید الفطر کی بھی شب تھی ۲۵۶ھ میں ہوئی۔ کل عمر ۶۲ سال ہے امام بخاریؒ کی ولادت اور وفات کی تاریخ اور کل عمر یاد کرنے کے لیے یہ دو شعر کافی ہیں۔

كان البخاری حافظا ومحدّثا	۞	جمع الصحيح مكمل التحرير
ميلاده صدق ومدة عمره	۞	فيها حميد وانقضى في نور

انکے والد ماجد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے انکا آبائی وطن بخارا ہے اور امام بخاریؒ کی بینائی بچپن میں جاتی رہی والدہ محترمہ بہت رو رو کر ان کے لیے دعا کرتی تھیں ایک مرتبہ خواب میں سیدنا ابراہیمؑ کی زیارت ہوئی فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیری دعا کی وجہ سے تیرے بچے کی آنکھیں واپس فرمادی ہیں صبح اٹھکر دیکھا تو آنکھیں درست تھیں بینائی واپس آچکی تھی۔

﴿طلبِ علم﴾

ابو جعفر وراقؒ نے امام بخاریؒ سے سوال کیا کیف کان بدء امرک جواب میں فرمایا کہ جب میں مکتب میں جاتا تھا اسی وقت مجھے حفظِ حدیث کا الہام کیا گیا اسوقت میری عمر دس سال تھی یا کچھ کم، سولہ سال کی عمر میں ابن مبارکؒ، وکیعؒ اور اصحاب الرائے کی کتابیں یاد کرلیں تھیں۔ ۲۱۰ھ جبکہ امام بخاریؒ کی عمر سولہ برس کی ہوئی تو اپنے والد ماجد کی پاک کمائی سے اپنے بھائی احمد اور اپنی والدہ کے ہمراہ حج کو تشریف لے گئے پھر اساتذۂ حجاز سے حدیث حاصل کرنے میں تاخیر واقع ہوئی اسی لیے آپکی والدہ محترمہ اور بھائی صاحب واپس آگئے اور آپ بغرض تعلیم وہیں ٹھہر گئے۔ جس جگہ آپ پڑھتے تھے وہاں کھانے کا انتظام نہیں تھا طلبہ باری باری مزدوری کرتے اور ملکر کھاتے ایک دن امام صاحبؒ نے فرمایا جس دن مزدوری کی باری ہوتی ہے اس دن تکرار کرنے میں مزا نہیں آتا لہذا میں باری نہیں کرونگا دوسرے طلباء نے کہا پھر کھانا بھی نہیں ملے گا، چنانچہ کئی دن بھوکے رہے اس وقت کے خلیفہ کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی کہ میرے مہمان بھوکے ہیں، وہ خلیفہ بہت پریشان ہوا کسی نے بتلایا کہ فلاں جگہ طالب علم پڑھتے ہیں وہاں پتہ کرلو، تفتیش کی تو پتہ چلا کہ محمد بن اسماعیل بھوکے ہیں چنانچہ خلیفۂ وقت نے سب طلباء کا وظیفہ مقرر کردیا۔

آپ نے ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) اساتذہ سے علم حاصل کیا ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو محدث نہ ہو۔

﴿تلامذہ﴾

علامہ ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے کہ آپکے تلامذہ کی تعداد تقریباً نوے ہزار (۹۰،۰۰۰) ہے۔

﴿تصانیف﴾

اٹھارہ سال کی عمر میں ایک کتاب (۱) قضایا الصحابةؓ والتابعینؒ تصنیف فرمائی (۲) اسکے بعد تاریخ کبیر

تصنیف فرمائی اور بھی کچھ تصانیف ہیں ۳. جزء رفع الیدین فی الصلاۃ ۴. جزء القراءۃ خلف الامام ۵. الادب المفرد ۶. کتاب الضعفاء وغیرہ اور سب سے اہم کتاب ۷. بخاری شریف ہے یہ کتاب سولہ سال میں مکمل ہوئی۔ ۲۱۷ھ میں شروع ہوئی اور ۲۳۳ھ میں ختم ہوئی۔ عام طور سے بخاری شریف کے متعلق دو قسم کی روایات ملتی ہیں اول یہ کہ ریاض الجنۃ میں غسل کر کے لکھی دوسری روایت یہ ہے کہ حطیم میں لکھی پھر دوسری طرف یہ آتا ہے کہ سولہ سال میں تصنیف مکمل ہوئی اور سولہ سال تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام ثابت نہیں ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ تراجم تو سارے کے سارے ایک ہی مرتبہ روضۂ مطہرہ علی صاحبھا الصلوۃ والتحیۃ میں بیٹھ کر لکھے اس کے بعد جتنی احادیث ملتی رہیں انکو چھانٹ چھانٹ کر لکھتے رہے۔ باقی رہا حطیم والا معاملہ تو خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بخاری شریف تین بار تصنیف کی دراصل مصنفین کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی تصنیف مہتم بالشان ہو تو بار بار اسمیں نظر ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ ایک مرتبہ نظر ثانی حطیم میں کی ہو بعض کہتے ہیں کہ ابواب پہلے لکھے اور احادیث بعد میں تلاش کیں اور بعض کہتے ہیں کہ احادیث پہلے ملتی تھیں پھر ابواب قائم کرتے تھے [1]

ابتلاء اول: ...... بخارا کے امیر خالد بن زہری نے امام بخاریؒ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے بچے آپکے پاس حدیث پڑھنا چاہتے ہیں کسی وقت آ کر انکو حدیث پڑھا دیا کریں۔ امام صاحب نے جواباً کہلا بھیجا کہ میں نے حدیث پاک کو ذلیل نہیں کرنا جس نے پڑھنا ہو میرے پاس آ کر پڑھ لے۔ امیر نے اس کو منظور کر لیا اور کہا کہ میں بچوں کے ہمراہ ضرور حاضر ہونگا لیکن شرط یہ ہے کہ اس وقت دوسرے لوگ وہاں تعلیم کے لیے موجود نہ ہوں صرف میرے لڑکے وہاں تعلیم حاصل کرینگے۔ امام صاحبؒ نے اسکو بھی منظور نہیں فرمایا اور کہا سب بچے پڑھنے میں برابر ہیں امیر کو اس بات پر غصہ آ گیا اور اس نے امام صاحب کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دیدیا، چنانچہ امام بخاریؒ نکل گئے اور نکلتے وقت دعا کی اے اللہ جس طرح اس امیر نے مجھ کو نکالا ہے تو بھی اس کو ذلیل کر کے اس شہر سے نکال دے چنانچہ ایک ماہ سے پہلے ہی اس امیر سے کوئی حاکم اعلیٰ کسی غلطی کی بناء پر ناراض ہو گیا اور اسکو معزول کر دیا اور حکم دیا کہ اس معزول امیر کو کالا منہ کر کے گدھے پر سوار کرا کر پورے شہر میں چکر لگواؤ پھر شہر بدر کر دو [2]

ابتلاء ثانی: ...... دوسرا ابتلاء یہ ہوا کہ مسئلہ خلقِ قرآن میں امام احمدؒ کے لیے ابتلاء پیش آیا تھا امام احمدؒ نے فرمایا تھا کلام اللہ غیر مخلوق تو انہیں کوڑے کھانے پڑے لیکن امام احمدؒ کے شاگردوں نے غلو کیا اور کہنے لگے کہ قرآن پاک کے یہ کاغذ اور گتے بھی قدیم ہیں ادھر امام بخاریؒ نے فتوی دیدیا لفظی بالقرآن مخلوق یعنی یہ جو ہم زبان سے قرآن پڑھتے ہیں یہ الفاظ مخلوق ہیں البتہ قدیم، صفت باری ہے اس لیے حنابلہ ان کے مخالف ہو گئے ان کو گالیاں دیتے تھے بہر حال قصہ یہ ہوا کہ جب بخارا سے نکلے تو سمرقند کا ارادہ کیا راستے میں خرتنگ مقام پر رمضان کی وجہ سے ٹھہر گئے وہاں آپ کو خبر پہنچی کہ سمرقند میں حالات آپ کے موافق نہیں ہیں اس وقت آپ نے دعا کی اللھم ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک یہ دعا آپ نے اخیری عشرہ میں فرمائی اور یہ قبول بھی ہو گئی اور عید الفطر کی رات میں وفات ہوئی اور کافی عرصہ تک قبر سے خوشبو آتی رہی [3]

---

[1] تقریر بخاری ج ۱ ص ۴۲ [2] مقدمہ فتح الباری ص ۵۸۲ [3] درس بخاری ص ۷ ج ۱

﴿امام بخاریؒ کی قوتِ یاداشت﴾

امام بخاریؒ بچپن میں محدث داخلی کی مجلس میں جایا کرتے تھے یہ بہت وسیع مجلس ہوتی تھی بڑے بڑے علماء اس میں شرکت کیا کرتے تھے امام صاحبؒ بھی ایک کونے میں جا کر بیٹھ جایا کرتے تھے امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار محدث داخلی نے سند بیان کرنا شروع کی **سفیان عن ابی الزبیر عن ابراهیم** تو میں نے ٹوکا کہ ابوزبیر ابراہیم سے روایت نہیں کرتے تو انہوں نے مجھے جھڑک دیا، میں نے پھر عرض کیا کہ آپ اپنی یاداشت دیکھ لیں پھر فرمائیں تو فرمایا **کیف هو یاغلام** میں نے عرض کیا کہ ابوزبیر کی بجائے زبیر بن عدی صحیح ہے۔ یہ سن کر استاد نے میرا ہی قلم لیکر اسے درست فرمالیا اور اس وقت میری عمر گیارہ سال کی تھی [1] اس طرح ایک اور واقعہ پیش آیا کہ امام بخاریؒ ایک دوسری مجلس میں بھی جایا کرتے تھے وہاں دوسرے علماء بھی احادیث قلم بند کیا کرتے تھے مگر امام صاحب نہیں لکھتے تھے لوگوں نے کہا تم خالی ہاتھ آ کر بیٹھ جاتے ہو اس بیکار بیٹھنے اور وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟ اول اول تو امام بخاریؒ خاموش رہے لیکن جب لوگوں نے خوب برا بھلا کہنا شروع کیا اور تنگ کرنے لگے تو حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اچھا تم اپنی احادیث لاؤ پھر امام بخاریؒ نے سنانا شروع کیا اور تمام احادیث زبانی سنادیں جنکی تعداد پندرہ ہزار تھی یہ سنکر سب منہ دیکھتے رہ گئے [2]

امام صاحب کے قوی الحافظہ ہونے کی خبر عام ہو چکی تھی جب وہ بغداد پہنچے تو وہاں کے محدثین نے امتحان کرنا چاہا حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا کہ محدثین نے سو حدیثیں چھانٹیں اور انہیں الٹ پلٹ کر اس طرح کر دیا کہ ایک حدیث کا متن لیا اور دوسری حدیث کی سند کو اسکے ساتھ جوڑ دیا دوسری حدیث کی سند لی تیسری حدیث کی سند کو اسکے ساتھ جوڑ دیا پھر دس آدمیوں کا انتخاب کیا اور ہر ایک کو دس دس حدیثیں دے دیں اور یہ سمجھا دیا کہ امام بخاریؒ کو اسی ترتیب کیساتھ سنانی ہیں پھر ان سے جواب طلب کرنا ہے پھر امام بخاریؒ سے مجلس منعقد کرنے کی درخواست کی گئی امام بخاریؒ نے اس کو قبول فرمالیا جب مجلس منعقد ہوگئی تو عوام وخواص کا بڑا مجمع ہوگیا جب مجلس جم گئی تو پہلے سے طے شدہ بات کے مطابق ان دس میں سے ایک کھڑا ہوا اور ایک حدیث بدلی ہوئی حدیثوں میں سے پڑھی امام صاحب نے فرمایا لااعرف پھر دوسری پڑھی پھر تیسری حتیٰ کہ دس کے دس آدمیوں نے اپنی تمام احادیث سنا ڈالیں اور امام صاحب ہر ایک کے جواب میں فرماتے رہے لااعرف اہل علم تو شروع ہی میں سمجھ گئے کہ یہ شخص واقعی اونچے درجے کا ہے کسی کے دھوکے میں نہ آئیگا مگر عوام سمجھے کہ یوں ہی شہرت تھی ایک ڈھونگ تھا حقیقت کچھ نہ تھی۔ اس کے بعد امام بخاریؒ نے سب سے پہلے شخص کو مخاطب کر کے فرمایا تم نے پہلی حدیث یوں پڑھی اور اسی طرح پڑھ کر سنا دیا جیسے اسنے پڑھی تھی پھر فرمایا یہ

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۱۹۳ [2] تقریر بخاری ص ۳۷

حدیث یوں نہیں بلکہ یوں ہے یہ کہہ کر اسے صحیح طرح حدیث پڑھ کر سنادی اور جو سند جس متن کے ساتھ تھی اسکو اسی کے ساتھ ذکر کیا اسی طرح دسوں حدیثیں اسی ترتیب کے ساتھ جس ترتیب سے اسنے سنائی تھی ایک ایک کر کے سنایا اور ہر ہر حدیث میں اسکی غلطی بتا کر ساری حدیثیں صحیح سند اور صحیح متن جوڑ کر سنادیں پھر دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا حتٰی کہ دسوں آدمیوں کے ساتھ اسی طرح معاملہ کیا اس پر سب علماء، محدثین اور مشائخ دنگ رہ گئے او رامام صاحبؒ کا فضل ماننے پر مجبور ہو گئے۔ علامہ ابن حجرؒ نے یہ واقعہ نقل کر کے فرمایا کہ امام صاحب کا بڑا کارنامہ صرف یہی نہیں کہ انہوں نے بدلی ہوئی حدیثوں کو صحیح کر دیا وہ حافظ حدیث تھے کر سکتے تھے بلکہ بڑا کارنامہ یہ ہے کہ سو حدیثیں ایک ہی مجلس میں صرف ایک بار سنکر ایسی محفوظ کرلیں کہ نہ سندوں اور نہ متنوں میں فرق آیا اور نہ ترتیب میں ﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾[1] اور یہ امام صاحب کی وہ عمر تھی جب آپکی داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہ تھا۔

﴿وجہِ تالیف﴾

امام بخاریؒ کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی خواب میں دیکھا کہ میں حضور ﷺ کے سامنے کھڑا ہوں اور پنکھے کے ذریعے آپ ﷺ کے بدن مبارک سے مکھیاں اڑا رہا ہوں اپنے استاد اسحٰق بن راہویہؒ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کسی وقت حضور ﷺ کی احادیث کے ذخیرہ سے ضعیف اور موضوع احادیث کو علیحدہ کروگے۔ چنانچہ اسکے بعد امام بخاریؒ نے اپنی یہ کتاب 'بخاری شریف' تالیف فرمائی[2] اسی خواب کی مناسبت سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ کا خواب بھی سن لیں فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے کلی کی اور میں اس سے کھانے کے ذرات چن رہا ہوں پھر چودہ سال بعد جب 'معارف السنن' لکھی تو تعبیر سمجھ میں آئی۔

﴿عددِ احادیث بخاری شریف﴾

امام بخاریؒ نے چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے بخاری شریف لکھی اب منتخب روایات کی تعداد میں اختلاف ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کل روایات، مکررات کو شمار کر کے سات ہزار دو سو پچھتر (۷۲۷۵) ہیں اور مکررات کو حذف کر کے ساڑھے تین ہزار ہیں اور علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کل احادیث نو ہزار بیاسی ہیں اور مکررات کو حذف کر کے صرف ڈھائی ہزار رہ جاتی ہیں، امام بخاریؒ نے ایک ایک حدیث پر پندرہ پندرہ، سولہ سولہ ابواب قائم کئے ہیں[3]

سوال: ...... تکرار تو عبث ہوتا ہے اس لیے تکرار نہیں ہونا چاہیے تھا؟

جواب: ...... ایک تکرار حقیقی ہوتا ہے اور ایک تکرار صوری ہوتا ہے تکرارِ حقیقی کہتے ہیں جو تکرار بلا فائدہ ہو اور جو تکرار تاکید یا تاسیس کے لیے ہو وہ تکرارِ صوری ہوتا ہے تکرارِ حقیقی تو ممنوع ہے تکرارِ صوری ممنوع نہیں ہوتا یہاں تکرارِ صوری ہے اور یہ ممنوع نہیں ہے۔

---

[1] پارہ ۲۷ سورۃ الحدید آیت ۲۱، درس بخاری ص ۳ [2] تقریر بخاری ج ۱ ص ۴۲، الامام البخاری وصحیحہ ص ۱۸۰ [3] تقریر بخاری ج ۱ ص ۴۳، الامام البخاری وصحیحہ ص ۱۸۶

﴿ثلاثیاتِ بخاریؒ﴾

ثلاثیات، بخاریؒ کی وہ روایات ہیں جن میں امام بخاریؒ اور حضور علیہ السلام کے درمیان صرف تین واسطے ہیں ایک تبع تابعی ایک تابعی اور ایک صحابیؓ۔ بخاری شریف میں یہ ثلاثیات کل بائیس ہیں۔

نمبر شمار	باب	راوی	صفحہ ثلاثیات بخاری
۱	اثم من کذب علی النبی علیہ السلام	مکی بن ابراہیمؒ	۲۱
۲	قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترة	مکی بن ابراہیمؒ	۷۱
۳	الصلوٰة الی الاسطوانة	مکی بن ابراہیمؒ	۷۲
۴	وقت المغرب	مکی بن ابراہیمؒ	۷۹
۵	اذا نوی بالنهار صوماً	ابوعاصم الضحاک بن مخلد	۲۵۷
۶	صوم عاشوراء	مکی بن ابراہیمؒ	۲۶۸
۷	اذااحال دین المیت علی رجل جاز	مکی بن ابراہیمؒ	۳۰۵
۸	من تکفل عن میت دینا فلس له ان یرجع	ابوعاصم الضحاک بن مخلدؒ	۳۰۶
۹	هل تکسر الدنان التی فیها الخمر وتخرق الزقاق	ابوعاصم الضحاک بن مخلدؒ	۳۳۶
۱۰	الصلح فی الدیة	محمد بن عبداللہ انصاریؒ	۳۷۲
۱۱	البیعة فی الحرب علی ان لایفروا	مکی بن ابراہیمؒ	۴۱۵
۱۲	من رأی العدو فنادیٰ بأعلیٰ صوته یاصباحاه	مکی بن ابراہیمؒ	۴۲۷
۱۳	صفة النبی علیہ السلام	عصام بن خالدؒ	۵۰۲
۱۴	غزوه خیبر	مکی بن ابراہیمؒ	۶۰۵
۱۵	بعث النبی علیہ السلام اسامة الخ	ابوعاصم الضحاک بن مخلدؒ	۶۱۲
۱۶	یَاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ الایة	محمد بن عبداللہ انصاریؒ	۶۴۶
۱۷	آنیة المجوس والمیتة	مکی بن ابراہیمؒ	۸۲۶
۱۸	مایؤکل من لحوم الاضاحی وما یتزودمنها	ابوعاصم الضحاک بن مخلدؒ	۸۳۵
۱۹	اذا قتل نفسه فلادیة له	مکی بن ابراہیمؒ	۱۰۱۷
۲۰	السن بالسن	محمد بن عبداللہ انصاریؒ	۱۰۱۸
۲۱	من بایع مرتین	ابوعاصم الضحاک بن مخلدؒ	۱۰۷۰
۲۲	وکان عرشه علی المآء	خلاد بن یحییٰؒ	۱۱۰۴

خلاصه: ...... بخاری شریف میں مذکور بائیس ثلاثیات میں سے امام بخاریؒ نے مکی بن ابراہیمؒ المتوفی ۲۱۵ھ سے گیارہ روایات لی ہیں جو کہ بالترتیب مذکور ہیں (۱) ص ۲۱، (۲) ص ۷۱، (۳) ص ۷۲، (۴) ص ۷۹، (۵) ص ۲۵۷، (۶) ص ۳۰۵، (۷) ص ۴۱۵، (۸) ص ۴۲۷، (۹) ص ۶۰۵، (۱۰) ص ۸۲۶، (۱۱) ص ۱۰۱۷، اور ابوعاصم الضحاک بن مخلدؒ (المتوفی ۲۱۲ھ) سے چھ روایات ذکر کی ہیں جو کہ بالترتیب مذکور

ہیں۔(۱)ص ۲۵۷،(۲)ص ۳۰۶،(۳)ص ۳۳۶،(۴)ص ۶۱۲،(۵)ص ۸۳۵،(۶)ص ۱۰۷۰،اور محمد بن عبداللہ انصاریؒ (التوفی ۲۱۵ھ) سے تین روایات لی ہیں جو کہ بالترتیب مذکور ہیں۔(۱)ص ۳۷۲،(۲)ص ۶۲۶،(۳)ص ۱۰۱۸۔مذکورہ بالا تینوں راوی حنفی ہیں پس احناف سے نقل کردہ ثلاثیات کی تعداد بیس ہوئی، جب کہ عصام بن خالدؒ سے صرف ایک روایت جو کہ ثلاثیات میں سے تیرہویں (ص ۵۰۲) روایت ہے اور خلاد بن یحییٰ (التوفی ۲۱۳ھ) سے بھی صرف ایک روایت جو کہ ثلاثیات میں سے آخری روایت (ص ۱۱۰۴) ہے نقل کی ہے۔

﴿بیس ثلاثیات میں حنفی اساتذہ﴾

امام بخاریؒ کی ثلاثیاتؒ میں سے بیس میں اساتذہ کرام حنفی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) الضحاک بن مخلدابو عاصم النبیلؒ (التوفی ۲۱۲ھ):……روی عنه البخاری ستہ روایات من الثلاثیات.

(۲) مکی بن ابراهیم البلخیؒ (التوفی ۲۱۵ھ):……اخرج عنه البخاریؒ احد عشرة روایات من الثلاثیات.

(۳) محمد بن عبداللّٰه بن المثنی الانصاریؒ (التوفی ۲۱۵ھ):……قلت اخرج عنه البخاریؒ ثلاث روایات من الثلاثیات.[۱]

بیس میں تو اساتذہ حنفی ہیں باقی دو کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا امید ہے وہ بھی حنفی ہونگے لیکن چونکہ حنفیہ نے درایت پر زیادہ توجہ دی ہے اس لیے محدث نہیں کہلائے۔

رواۃ ثلاثیات کے علاوہ بھی امام بخاریؒ کے بے شمار اساتذہ اور اساتذۃ الاساتذہ حنفی ہیں جن میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	راوی کا نام	وفات	باب	کیفیت
۱	عبداللہ بن مبارکؒ	التوفی ۱۸۱ھ	باب المسح علی الخفین	شیخ الشیخ
۲	معلیٰ بن منصورؒ	التوفی ۲۱۱ھ	باب بیع النخل قبل ان یبدو صلاحها	شیخ
۳	نعیم بن حمادؒ	التوفی ۲۲۸ھ	باب فی فضل استقبال القبلة	
۴	حسین بن ابراہیمؒ	التوفی ۲۱۶ھ	باب فی عمرة القضاء	شیخ الشیخ
۵	عمر بن حفص بن غیاثؒ	التوفی ۲۲۲ھ	باب المضمضمة والاستنشاق فی الجنابة	شیخ
۶	فضیل بن عیاضؒ	التوفی ۱۸۷ھ	السوال باسماء الله والاستعاذة بها	شیخ الشیخ
۷	یحییٰ بن معینؒ	التوفی ۲۳۳ھ	باب فی مناقب الحسن والحسین	شیخ
۸	حفص بن غیاثؒ	التوفی ۱۹۴ھ	باب المضمضمة والاستنشاق فی الجنابة	شیخ الشیخ
۹	زائدہ بن قدامہؒ	التوفی ۱۶۱ھ	باب قوله وَیَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ	شیخ الشیخ
۱۰	زہیر بن معاویہؒ	التوفی ۱۷۳ھ	باب قصة وفدطیّ	شیخ الشیخ
۱۱	محمد بن فضیلؒ	التوفی ۱۹۵ھ	باب الأذان بعد ذهاب الوقت	شیخ الشیخ
۱۲	یزید بن ہارونؒ	التوفی ۲۰۶ھ	باب التبرز فی البیوت	شیخ الشیخ

فائدہ:……ان ثلاثیات کو بخاری شریف میں بہت بڑا مقام حاصل ہے یہ بہت اعلیٰ نوع شمار کی جاتی ہے علماء نے

[۱] مقدمہ لامع الدراری ص ۳۰ مطبوعہ ایچ۔ایم سعید کمپنی

ثلاثیات پر مستقل کتابیں لکھیں اور مستقل شروحات (مثلا: انعام المنعم الباری بشرح ثلاثیات البخاری مطبوعہ انصار السنۃ المحمدیہ بمصر عابدین، مؤلفہ مولانا عبدالصبور رحمۃ اللہ علیہ) اور تراجم لکھے۔ جب ثلاثیات کا یہ حال ہے تو ثنائیات کا درجہ تو اس سے بھی بڑا ہوگا اور فقہ حنفی کا مدار ہی ثنائیات پر ہے تو فقہ حنفی کتنی مضبوط فقہ ہوئی؟ [1]

﴿قال بعض الناس﴾

اس سے اکثر امام بخاریؒ امام صاحبؒ کو مراد لیتے ہیں اور احناف پر اعتراضات کرتے ہیں ان اعتراضات کی وجہ سے بعض لوگ یہ تأثر دیتے ہیں کہ امام بخاریؒ امام اعظمؒ کے متعلق اچھا گمان نہیں رکھتے تھے اس لیے نام نہیں لیتے کیونکہ قال بعض الناس تو تنقیصِ شان کے لیے ہوتا ہے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ امام بخاریؒ غایتِ تقوٰی کی وجہ سے نام نہیں لیتے، تاکہ غلط نسبت لازم نہ آئے یا متعین نہ ہونے کی وجہ سے نام نہیں لیتے یا اس وجہ سے کہ امام اعظمؒ کے ساتھ تو چالیس آدمیوں کی جماعت تھی ہر ایک کا نام لینا مشکل تھا تو قال بعض الناس کہہ دیا۔

سوال: ...... امام ابوحنیفہؒ کی اتنی تردید کیوں کرتے ہیں؟

جواب: ...... یہ بھی غایتِ تقوٰی کی بناء پر ہے کہ جب کوئی بات پہنچی اور دین کے خلاف نظر آئی تو فوراً تردید کردی لیکن آگے چل کر پتہ چل جائیگا کہ یا تو صحیح مذہب نہیں پہنچا تھا اور اگر صحیح پہنچا تھا تو اسکو سمجھے نہیں۔

﴿نسخ بخاری﴾

امام بخاریؒ کے نوے (۹۰) ہزار تلامذہ ہیں جنہوں نے بخاری شریف کی سماعت کی۔ بخاری شریف کے نسخے انیس کے قریب ہیں جن میں سے مشہور نسخے مندرجہ ذیل احباب کے ہیں۔

(۱) محمدؒ بن یوسف فِربری (۲) ابراہیمؒ بن معقل نسفی (۳) حمادؒ بن شاکر (۴) بزدوی (۵) حافظ شرف الدینؒ یونینی (۶) الاصیلی (۷) کریمۃ بنت احمدؒ۔ زیادہ مشہور اور متداول پہلا نسخہ ہے انکا پورا نام محمدؒ بن یوسف بن مطر بن صالح فِربری ہے۔ فِربر کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے فِربری کہلاتے ہیں۔ فِربر بخارا سے ۲۰، ۲۵ میل دور ایک گاؤں کا نام ہے انکی ولادت ۲۳۱ھ کی ہے اور وفات ۳۲۰ھ کی ہے آخری عمر میں دو مرتبہ بخاری شریف سنی ایک مرتبہ ۲۴۸ھ میں پھر ۲۵۲ھ میں اور چونسٹھ سال خود بخاری شریف پڑھائی اس لیے یہی نسخہ مشہور اور متداول ہے [2]

﴿شروح بخاری﴾

بخاری شریف کی متعدد شروح لکھی گئی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ عمدۃ القاری المعروف بعینی از علامہ بدرالدین عینیؒ ۔

---

[1] تقریر بخاری ج ۱ ص ۴۴ [2] مقدمہ فیض الباری ص ۳۷، تقریر بخاری ج ۱ ص ۵۲، مقدمہ صحیح بخاری لمولانا احمد علیؒ سہارنپوری ص ۶

۲۔ ''فتح الباری'' از علامہ ابن حجر عسقلانیؒ

۳۔ ''شرح قسطلانی'' از علامہ شہاب الدین احمد بن محمدؒ

۴۔ ''فیض الباری'' از علامہ انور شاہ کشمیریؒ ۔

۵۔ ''مقدمہ تیسیر القاری'' از مولانا نورالحقؒ صاحب یہ شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی کے صاحبزادے ہیں یہ تقریر فارسی زبان میں ہے۔

۶۔ ''لامع الدراری علی جامع البخاری'' از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ یہ حاشیہ ہے اسکو حضرت مولانا یحییٰ صاحب نے جمع کیا اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے اسکی تصحیح اور تشریح کی ہے۔

﴿حکم البخاری الشرعی علماً وعملاً﴾

اگر کسی جگہ صرف 'بخاری' ہو تو اسکا پڑھنا واجبِ عین ہے اور اگر دوسری کتب بھی موجود ہوں تو اسکا پڑھنا واجبِ کفایہ ہے۔ اسپر عمل کرنا واجب ہے جبکہ اسکے معارض کوئی روایت یا آیت نہ ہو جب کہ ہم اسکی بعض روایات پر جو عمل نہیں کرتے انکے معارض روایات موجود ہونے کی وجہ سے[1]

﴿اسم البخاری﴾

﴿الجامع المسندالصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ[2]﴾

﴿اشاعة الحدیث فی البلاد الاسلامیة﴾

دوصدیوں تک تو حدیث کی نشرواشاعت کے تذکرے حجاز مقدس میں ہوتے رہے اسکے بعد تیسری اور چوتھی صدی تک کوفہ اور عراق علمِ حدیث کا مرکز بنے رہے اسکے بعد خراسان، سمرقند، اور بخارا وغیرہ کا علاقہ علمِ حدیث کا مرکز بنا رہا اور چھٹی صدی تک یہی علاقہ مرکز رہا پھر فتنۂ تاتار کے بعد مسلمانوں کو زوال آ گیا کتب خانے جلادئے گئے کچھ علماء ہجرت کر کے شام چلے گئے پھر نویں صدی تک شام میں علمِ حدیث کا چرچا رہا لیکن ہندوستان میں اس دوران حدیث کی نشرواشاعت کا کوئی عام معمول نہیں تھا علماء زیادہ تر منطق، فلسفہ اور فقہ حنفی پڑھتے پڑھاتے تھے دسویں صدی میں ہندوستان کے کچھ علماء نے بلادِ اسلامیہ میں جا کر علم حدیث حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن عام سلسلہ شائع نہ ہوسکا

---

[1] تقریر البخاری ج۱ ص۵۱ [2] مقدمہ صحیح البخاری ص۴

اس زمانے کے بڑے بڑے علماء یہ ہیں شیخ علی المتقیؒ (متوفی ۹۷۹ھ) صاحب کنز العمال، شیخ عبد الاولؒ جونپوری، شیخ محمد طاہرؒ صاحب (متوفی ۹۷۶ھ) مجمع البحار اسی طریقے سے ان بڑے علماء میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) بھی ہیں انکے زمانے میں چونکہ حدیث کی کتابوں میں مشکوٰۃ شریف کہیں کہیں پڑھائی جاتی تھی اس لیے انہوں نے اسکی دو شرحیں تصنیف فرمائیں ایک عربی میں یعنی لمعات التنقیح اور ایک فارسی میں یعنی اشعۃ اللمعات انکے علاوہ اور علماء بھی ہیں جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے صاحبزادے نور الحقؒ صاحب (متوفی ۱۰۷۳ھ) اسی طرح انکے بیٹے شیخ الاسلام عبد السلامؒ صاحب لیکن ان علماء حضرات کا تعلیم وتعلم کا سلسلہ کوئی باضابطہ طور پر نہیں تھا جسکی بناء پر یہ سلسلہ چل نہ سکا ۔ دسویں صدی ایسی ہے کہ دوسرے بلاد میں یہ سلسلہ کم ہوگیا کیونکہ اس دور میں انگریز کا تسلط ہو رہا تھا اسلامی حکومتیں ٹوٹ رہی تھیں بارہویں صدی میں شاہ عبد الرحیمؒ صاحب کے گھر میں ایک بیٹا پیدا ہوا جسکا نام احمد اور لقب ولی اللہ تھا (متوفی ۱۱۷۶ھ) اللہ تعالی نے انکو اس کام کے لیے منتخب فرمایا۔ سولہ سال کی عمر میں حجازِ مقدس کا سفر کیا شیخ ابو الطاہرؒ کردی شافعی سے حدیث پڑھی شیخ شافعی المسلک تھے اور شاہ ولی اللہؒ حنفی المسلک تھے ان کا ارادہ شافعی ہونے کا ہوا تو چونکہ شیخ معتدل اور منصف مزاج تھے انہوں نے شاہ صاحب کو شافعی ہونے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ اگر تمہیں شبہ ہو تو مجھے بتاؤ میں تمہیں اسکا جواب دونگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی باوجود حنفی ہونے کے محققانہ شان تھی بعض جگہ فقہ حنفی کیخلاف بھی لکھ دیتے ہیں۔ یہی شان انکے پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ہے حضرت شاہ صاحبؒ نے شیخ ابو الطاہرؒ سے اجازت لیکر صحاح ستہ پڑھانی شروع کیں اور موطا امام مالک کو بھی درس وتدریس میں شامل کیا اور اسکا حاشیہ بھی لکھا حضرت شاہ صاحب کے مشہور تلامذہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی جنہوں نے تفسیر مظہری لکھی ہے۔

۲۔ شیخ محمد امین کشمیریؒ۔

۳۔ شیخ ہاشمؒ۔

۴۔ سید مرتضی صاحب بلگرامیؒ۔

۵۔ حضرت کے صاحبزادے شاہ عبد العزیز صاحبؒ (متوفی ۱۲۳۹ھ)

۶۔ شیخ محمد عاشق صاحبؒ جو حضرت کے خاص شاگرد ہیں انہی کے اصرار پر حضرت نے اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ لکھی۔

ان کے بعد حدیث کی خدمت شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلویؒ (متوفی ۱۲۶۲ھ) کرتے رہے اور انکے بعد شاہ عبد الغنی مجددیؒ (متوفی ۱۲۹۶ھ)

کے دو ممتاز شاگرد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (متوفی ۱۳۲۳ھ) اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) نے درسِ حدیث کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت گنگوہیؒ نے گنگوہ میں اور حضرت نانوتویؒ نے دیوبند میں، پھر ان دونوں حضرات نے مشورے سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی انگریز کا تسلط ہو چکا تھا دینی مدرسے بند ہو چکے تھے مدرسہ قائم کرنا ایک انتہائی مشکل کام تھا تو دین کی حفاظت کیلیے ایک گمنام جگہ کا انتخاب کیا اور وہاں مدرسہ قائم کیا جو بعد میں دارالعلوم دیوبند کے نام سے مشہور ہوا [1]

دارالعلوم دیوبند کے اول صدر مدرس مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ ہوئے [2] پھر انکے شاگرد شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ صاحب صدر مدرس بنے جو ۱۳۳۳ھ تک صدر مدرس رہے۔ انکے بعد حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ صدر مدرس بنے جو ۱۳۳۳ھ سے ۱۳۴۶ھ تک صدر مدرس رہے۔ پھر مولانا حسین احمد مدنیؒ صدر مدرس بنے تقریباً ۱۳۷۷ھ تک صدر مدرس رہے، سب سے طویل زمانہ انہیں کا ہے جو تقریباً تیس سال ہے، جب پاکستان بنا تو اسوقت بھی یہی صدر مدرس تھے [3] انکے بعد مولانا فخر الدین صاحب صدر مدرس بنے جو ۱۳۹۲ھ تک صدر مدرس رہے ان کے بعد مولانا شریف الحسن دیوبندیؒ اور مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور مولانا نصیر احمد خان برنیؒ اور مولانا سعید احمد پالنپوریؒ اور مولانا عبدالحق اعظمیؒ یکے بعد دیگر صدر مدرس بنے (دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس کی ترتیب مذکورہ بالا العناقید الغالیہ از ص ۷۳ تا ص ۸۶ فصل ثانی میں مذکور ہے)۔ اب حدیث کی خدمت کرنے والوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کا سلسلہ حدیث شاہ ولی اللہؒ سے نہ ملتا ہو اور حضرت گنگوہیؒ کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ بہت سے ایسے ہوئے جنہوں نے حدیث کی خدمت کی مثلاً مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، مولانا احمد علی سہارنپوریؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ اور پاکستان بن جانے کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ، مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ، مولانا خیر محمد صاحبؒ جالندھری، مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوریؒ، مولانا محمد ادریس صاحبؒ کاندھلوی، مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم مولانا شبیر احمد صاحبؒ عثمانی اور مولانا ظفر احمد صاحبؒ عثمانی ان حضرات نے حدیث کی بہت خدمت کی۔

دیوبند کی قیادت سے انگریز بہت خائف تھا کہ کسی وقت بھی انکی وجہ سے انقلاب آسکتا ہے اس لئے دیوبندیوں کیخلاف تکفیر کی مہم شروع کرائی تا کہ انکا اثر ختم ہو چنانچہ احمد رضا خان بریلوی نے دیوبندیوں کیخلاف کفر کا فتوی دیا اور اسمیں مختلف مسائل کا سہارا لیا لیکن یہ فتوی مؤثر نہ ہوسکا، کیونکہ علماء دیوبند کی خدمات اور تدریس حدیث کی خدمت بہت زیادہ تھی جب یہ فتوی مؤثر نہ ہوا تو انہوں نے اپنا فتوی عربی میں لکھا تا کہ حرمین والوں سے فتوی لیا جائے۔ چنانچہ حرمین

---

[1] مقدمہ فیض الباری ص ۱۵، الدر المنضود ص ۶۸، العناقید الغالیہ فصل اول [2] انوار الباری ج ۲ ص ۲۲۲ [3] انوار الباری ج ۲ ص ۲۷۱

والوں سے فتوی لیا اور اسکا نام حسام الحرمین رکھا اور انگریز کے سہارے سے یہ فتوی ہندوستان میں خوب مشہور ہوا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے عربی میں علماء دیوبند کے عقائد لکھے تا کہ معلوم ہو کہ علماء دیوبند کے صحیح عقائد یہ ہیں اور اسکا نام 'المہند علی المفند' رکھا پھر علماء حرمین سے فتوی لیا اور انھوں نے فتوی دیا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں تو اب دیوبندیوں اور بریلویوں کا سلسلہ چل پڑا اب کشاکش شروع ہوئی تو یہ دو مسلک بن گئے پھر اس نے طول پکڑا تو مسائل میں بھی اختلاف ہو گیا اور انگریز اپنی مہم میں کامیاب ہو گیا۔

﴿طریقۂ تدریسِ حدیث﴾

ابتداء میں طریقِ تدریس بہت مختصر تھا لمبی چوڑی تقاریر نہیں ہوا کرتی تھیں مختصر تقریر ہوا کرتی تھی لیکن نہایت جامع اور پر مغز ہوتی تھی، چونکہ ہندوستان میں غیر مقلدوں نے فقہ حنفی کے خلاف ایک بہت بڑی سازش کی اور پروپیگنڈا کیا کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف ہے اس لیے ضرورت پیش آئی کہ علماء مجتہدین کے دلائل پیش کر کے فقہ حنفی کو ترجیح دی جائے اصل میں یہ طریق مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کا ہے کہ ہر مسئلہ میں آئمہ اربعہ کے مذاہب، دلائل اور جواباتِ فریقِ مخالف ذکر کیے جائیں تو فقہ حنفی کی ترجیح کا طریق اکابر دیوبند کا ہوا [1]

﴿ضرورۃ اجتہاد و تقلید﴾

اس پر فتن دور میں اجتہاد و فقہ کی ضرورت ہے۔ غیر مقلدین اجتہاد کے منکر ہیں حقیقت میں تو وہ بھی اجتہاد کرتے ہیں اپنے اجتہاد کو حدیث پر عمل کہتے ہیں کسی غیر مقلد سے پوچھئے کہ نانی کہاں سے حرام ہوئی تو کہے گا کہ قرآن میں توامھتکم آیا ہے تو یہاں ام الام کو ام پر قیاس کیا گیا ہے۔

﴿تعریف اجتہاد﴾

لغتاً: ...... اجتہاد، جہد سے لیا گیا ہے **ای صرف الھمة وبذل الجھد.**

اصطلاحا:...... **صرف الھمة فی الکتاب والسنة لاستنباط المسائل،** اجتہاد کا ثبوت قرآن سے بھی ہے اور حدیث سے بھی اور اجماع سے بھی۔

[1] تقریر بخاری ج ا ص ۲۲، مقدمہ فیض الباری ص ۲۲

ثبوت الاجتهاد من القرآن والحدیث

(۱)......قرآن پاک کی آیت ہے ﴿فَاعْتَبِرُوْا يَآ أُولِي الْأَبْصَارِ﴾[۱]
عبرت کہتے ہیں ایک نظیر کو دوسری نظیر پر قیاس کرنا اور حکم لگانا۔

(۲)......﴿لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ﴾[۲] البتہ جان لیتے اس کو وہ لوگ جو ان میں سے اس کی تحقیق کرلیا کرتے۔ معلوم ہوا کہ کچھ لوگ اجتہاد کے قابل ہیں اور کچھ نہیں ہیں۔

ثبوت الاجتهاد من الحدیث: ......

(۱)......جہینہ قبیلہ کی ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میری والدہ نے حج کرنے کی نذر مانی تھی پس حج نہیں کیا تھا کہ مرگئی کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسکی طرف سے حج کر، تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تیری والدہ پر قرضہ ہوتا تو اسکی ادائیگی کرتی اللہ کا قرضہ ادا کر پس اللہ تعالی تو ادائیگی کے زیادہ قابل ہے، تو اب بندے کے قرضے پر اللہ کے قرضے کو قیاس کر کے مسئلہ سمجھایا[۳]

(۲)......طلق بن علیؓ کی روایت ہے کہ کسی نے آپ ﷺ سے مسِ ذکر سے انتقاضِ وضوء کے بارے میں پوچھا تو فرمایا **هل هو الا بضعة منه**[۴] یہاں بھی ایک عضو کو باقی اعضاء پر قیاس کیا

(۳)......حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ نے انکو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا ((**كيف تقضى اذا عرض لک قضاء قال اقضى بكتاب الله قال فان لم تجد فى كتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد فى سنة رسول الله قال اجتهد رائى ولا آلو**)) اس پر حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا ((**الحمد لله الذى وفق رسول رسول الله لما يرضى به رسول الله**))[۵] معلوم ہوا کہ صحابی بھی اجتہاد کرسکتا ہے

(۴)......حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت کا بغیر مہر مقرر کئے نکاح ہوا، اور خاوند جماع سے پہلے ہی فوت ہوگیا اب کیا حکم ہے ایک ماہ بعد تقریباً آپنے جواب دیا اور فرمایا میں اپنی رائے سے فیصلہ کر رہا ہوں اگر درست ہو تو اللہ کی طرف سے ہے ورنہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے۔ وہ یہ کہ اس کے ذمہ مہر مثل ہوگا نہ اس سے کم اور نہ زیادہ اور اس کے بعد میراث ہوگی اور عدت لازم ہوگی پھر معقل بن سنانؓ نے گواہی دی کہ بے شک

---

[۱] پارہ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۲ [۲] پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۸۳ [۳] بخاری ج۱ص ۲۵۰ [۴] ترمذی ج۱ص ۲۵ [۵] ترمذی، ابوداؤد، دارمی، مشکوۃ ص ۳۲۴

رسول اللہ ﷺ نے بروع بنت واشق کے بارے فیصلہ کیا جیسا کہ آپ نے فیصلہ کیا ہے [1]

﴿ثبوت الاجتہاد من الاجماع﴾

فقہاء امت نے اجتہاد کیا اور کسی محدث و عالم نے اس پر نکیر نہیں کی۔

الحاصل:...... اجتہاد کا ثبوت قرآن سے بھی ہے اور حدیث سے بھی اور اجماع سے بھی۔

﴿اشکالات علی الاجتہاد﴾

اشکال نمبر ۱:...... قرآن پاک میں آتا ہے ﴿تِبیَانًا لِّکُلِّ شَیئٍ﴾ [2] تو پھر اجتہاد کی کیا ضرورت ہے؟

جواب نمبر ۱:...... تبیان اصول کا ہے نہ کہ جزئیات کا۔

جواب نمبر ۲:...... تسلیم ہے کہ قرآن ﴿تِبیَانًا لِّکُلِّ شَیئٍ﴾ ہے لیکن یہ تبیان کبھی دلالۃً ہوتا ہے کبھی عبارۃً کبھی اقتضاءً اور کبھی اشارۃً جو تبیان دلالۃً اور اشارۃً ہو اسکو بتلانے کا نام اجتہاد ہے کیونکہ ہر کوئی تو اشارۃً نہیں سمجھ سکتا۔

اشکال نمبر ۲:...... قرآن پاک میں آتا ہے ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ﴾ [3]
اس سے تو معلوم ہوا کہ حجت صرف حدیث ہے نہ کہ اجتہاد؟

جواب:...... یہ آیت تو دلیلِ اجتہاد ہے نہ کہ اجتہاد کے مخالف کیونکہ جو چیز کتاب وسنت میں صراحتاً مذکور ہے اسمیں تو تنازع نہیں ہوسکتا تنازع تو ایسی چیز میں ہوگا جو کتاب وسنت میں نہیں ہے تو اب اجتہاد کر کے اسکو قرآن وحدیث کے اصولوں پر منطبق کیا جائیگا اور کتاب وسنت کی طرف راجع کیا جائیگا۔

اِشکال نمبر ۳:...... قیاس کرنا سنتِ ابلیس ہے تو جو قیاس کرتا ہے وہ طریقِ ابلیس کو اختیار کرتا ہے چنانچہ غیر مقلد کہتے ہیں کہ سب سے اول قیاس کرنے والا ابلیس ہے اور وہ قیاس یہ ہے کہ جب ابلیس کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اسنے کہا کہ میں آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں تو میں کیوں سجدہ کروں کیونکہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور آدم مٹی سے، اور آگ مٹی سے افضل ہے لہٰذا آگ سے پیدا ہونے والا بھی مٹی سے پیدا ہونے والے سے افضل ہوگا لہٰذا میں افضل ہوا پھر یہ غیر مقلد ہمیں الزام دیتے ہیں کہ تم بھی اسی طرح اپنے قیاس کو حدیث کے مقابلے میں لاتے ہو اس ابلیس کے قیاس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس بات کو ہی تسلیم نہیں کرتے کہ آگ مٹی سے افضل ہے، بلکہ مٹی آگ سے افضل ہے، چنانچہ مقابلہ کرلیا جائے کہ مٹی کے کتنے منافع ہیں اور آگ کے کتنے منافع ہیں چنانچہ مٹی کے

---

[1] نسائی شریف ج ۲ ص ۸۸، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۵ [2] پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۸۹ [3] پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۵۹

منافع آگ کے منافع سے زیادہ ہیں اسیطرح مٹی کے نقصانات آگ کے نقصانات سے کم ہیں تو مٹی افضل ہوئی نہ کہ آگ۔ اب ہم اصل اشکال کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

جواب ۱:...... قیاس دو قسم پر ہے ایک وہ قیاس ہوتا ہے جو معارضِ نص ہو۔ دوم وہ قیاس ہے جو مبنی بر نص ہو یعنی منصوص پر غیر منصوص کو قیاس کرنا تمام آئمہ مجتہدین کا اتفاق ہے کہ قیاس معارض نص جائز نہیں ہے اور مبنی بر نص جائز ہے تمام فقہاء کا قیاس مبنی برنص ہے اور ابلیس کا قیاس معارضِ نص ہے۔

جواب ۲:...... آپ تو قیاس کے قائل نہیں پھر آپ قیاس کیوں کررہے ہیں؟ آپ فقہاء مجتہدین کے قیاس کو ابلیس کے قیاس پر قیاس کر کے مردود قرار دیتے ہیں جب ہر قیاس مردود ہے تو آپکا قیاس بھی مردود ہوا۔

اشکال نمبر ۴:...... جب آپ اجتہاد کے قائل ہیں تو پھر آپکو آج بھی اجتہاد کرنا چاہیے تو پھر آپ تقلید کیوں کرتے ہیں؟

جواب:...... ہر شخص مجتہد نہیں ہوسکتا اس لیے کہ اجتہاد کی کچھ شرائط ہیں اور صفات ہیں ملاجیونؒ نے انکا تذکرہ کیا ہے۔

(۱)...... آیاتِ احکام واحادیثِ احکام تمام کی تمام ایک ہی وقت میں مستحضر ہوں آیات تقریبا پانچ سو ہیں اور احادیث تین ہزار ہیں[۱]

(۲)...... دوسرا یہ کہ لغت عربیہ، صرف، نحو وغیرہ میں ماہر ہو۔

(۳)...... قیاس کی تمام انواع کا جاننے والا ہو۔

(۴)...... اقوالِ صحابہؓ وفاقاً وخلافاً کا واقف ہو۔

(۵)...... ناسخ ومنسوخ سے واقف ہو۔

(۶)...... مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ متقی بھی ہو۔

کیونکہ اگر اس میں تقوٰی نہ ہو تو خواہشاتِ نفسانی داخل ہو جائینگی اور وہ ایسا اجتہاد کریگا جو خواہش میں مضر نہ ہو اور نفسانی خواہش پر زد نہ پڑے اور ایسی شرائط کا پایا جانا عرفاً محال ہے تو یہ وہ شرائط ہیں جنکی وجہ سے ہم تقلید کرتے ہیں نہ کہ اجتہاد کیونکہ ہم میں یہ شرائط نہیں ہیں۔

سوال:...... سلف صالحین میں بہت سارے مجتہد تھے تو پھر آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو کیوں ضروری قرار دیتے ہیں؟

جواب:...... تقلید کے لیے کچھ شرائط ہیں جس میں وہ پائی جائینگی اسکی تقلید کی جائیگی۔

(۱)...... جس کی تقلید کی جائے اسکا مذہب مدون ہونا چاہیے، اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے قبولیت ہے جسکا مذہب

[۱] انورالانوار ص ۲۴۶

مدون ہو جائے۔ ائمہ اربعہ کے شاگردوں نے انکا مذہب مدون کردیا جب کہ دیگر ائمہ کا مذہب مدون نہیں ہوا لہٰذا ان کی اتباع بھی نہیں کی جائے گی۔

(۲)......جس امام کی تقلید کی جائے اسکی تمام شرائط کو ملحوظ رکھا جائے۔

(۳)......تقلید سے نقضِ قضاءِ قاضی لازم نہ آئے مثلاً قاضی شافعی المسلک ہے۔تو کسی اختلافی مسئلہ میں قضاءِ قاضی کے مطابق کام کرنا ہے نہ کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مطابق۔

(۴)......چونکہ مذاہب میں اختلاف ہوتا ہے تو ایک ہی کی تقلید کی جائے تلفیق نہ کی جائے تلفیق بالاجماع حرام ہے کیونکہ اس طرح یہ پانچواں مذہب بن جائیگا۔

تلفیق:...... کہتے ہیں کہ دو مذہب ملا کر عمل کیا جائے یعنی کبھی ایک مذہب پر عمل کرے اور کبھی دوسرے مذہب پر عمل کرے، اس سے آدمی اتباع ہویٰ کا شکار ہو جاتا ہے مثلاً ذکر کو ہاتھ لگے تو کہے گا کہ فقہ حنفی میں وضوء نہیں ٹوٹتا اور اگر نکسیر پھوٹ گئی تو کہے گا کہ مذہب شافعی میں وضوء نہیں ٹوٹتا لہٰذا دونوں صورتوں میں وضوء نہیں کرے گا۔

﴿اثبات تقلید من القرآن﴾

(۱)......﴿فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[۱] ذکر سے مراد افراد مسائلِ جزئیہ شرعیہ ہیں اور اہل کی اضافت اختصاص کے لیے ہے، معنی یہ ہوئے کہ جو لوگ تمام مسائل جزئیہ شرعیہ کو قرآن وحدیث سے اخذ کر سکتے ہیں ان سے دریافت کر کے عمل کیا کرو اور وہ آئمہ مجتہدین ہیں۔ الذکر میں علم بھی داخل ہے۔ آج کل اصطلاحات کا بھی خون ہونے لگا ہے جیسا کہ علم کو ذکر سے ہی نکال دیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ مشکل کام کر نہیں سکتے تو علم کو ذکر سے ہی نکال دیا تا کہ ماننے والوں کو شبہ نہ گزرے اس کو قرآن وحدیث تو آتا نہیں یہ کیسے بزرگ ہو گیا؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے بارے میں آتا ہے کہ یومیہ تین، تین، چار، چار چادریں حدیث کے مطالعہ کی مشغولی کی وجہ سے پسینے میں بھیگ جاتی تھیں ایک گیلی ہوتی اسکو سوکھنے کے لیے ڈال دیتے دوسری پہن لیتے۔

(۲)......﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾[۲] جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے اس کی اتباع کرو، اس سے مطلق تقلید ثابت ہوئی اور مطلق من حیث الفرد ہی پایا جاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقلید کن افراد کی کرنی ہے؟ تو دوسری تیسری صدی کے علماء نے جنکی تقلید کو صحیح

[۱] پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۷ [۲] پارہ ۲۱ سورۃ لقمان آیت ۱۵

قرار دیا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ بن حنبل ہیں جنکو جسکا تلمذ میسر ہوا انکی تقلید کریں ہم کسی کی تقلید کو باطل قرار نہیں دیتے لیکن اپنے لئے راجح امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کو سمجھتے ہیں۔ (اسکا نام تقلید شخصی ہے)

﴿وجوہِ ترجیح فقہ حنفی﴾

الاول:...... امام صاحبؒ کا طریقۂ اجتہاد راجح ہے، اس لیے کہ امام شافعیؒ اصح مافی الباب کو ترجیح دیتے ہیں اور باقی روایتوں کی توجیہ یا تطبیق کی صورت اختیار کرتے ہیں اسی لیے شافعیہ نے صحت حدیث پر زیادہ محنت کی ہے یہی وجہ ہے کہ زیادہ محدثین شافعی المسلک نظر آتے ہیں امام مالکؒ تعاملِ اہلِ مدینہ کو مدار بناتے ہیں باقیوں کی توجیہ اور تطبیق کرتے ہیں اپنی اپنی شانیں ہیں امام احمدؒ ظاہرِ حدیث پر عمل کرتے ہیں اس لیے زیادہ تر اصحابِ ظواہر کی موافقت میں آجاتے ہیں اس لیے انکی فقہ میں تعارض بھی ہوگا کہ جہاں جیسی حدیث ملی ویسا عمل کرلیا اور ایک اصحابِ ظواہر ہیں وہ سرے سے اجتہاد ہی نہیں کرتے حدیث پاک میں جیسے الفاظ آگئے ویسے عمل کرنا ہے چنانچہ یہ **لایبولن احد کم فی الماء الدائم** [1] کے بارے میں کہتے ہیں کہ ماءِ دائم یا ماءِ راکد میں تو پیشاب نہ کرو لیکن اگر کنارے پر کیا اور بہہ کر پانی میں چلا گیا تو کوئی حرج نہیں، اور امام اعظم ابوحنیفہؒ ابتداءً حدیث پاک کو قرآن کے مطابق کر کے عمل کرنیکی کوشش کرتے ہیں یعنی ایسا محمل تلاش کرتے ہیں کہ دونوں پر عمل ہو جائے ورنہ قرآن پاک کو ترجیح دیتے ہیں پھر حدیث کو لیتے ہیں پھر اجماع کو پھر قولِ صحابی کی باری آتی ہے اور تابعین کے قول کے مقابلے میں اجتہاد کرتے ہیں تو فقہ حنفی ایسی فقہ ہے جسمیں قرآن اور حدیث، دونوں معمول بہ ہو جاتے ہیں۔

الثانی، قیامِ شوریٰ:...... تدوینِ فقہ حنفی کے لیے امام صاحبؒ نے ایک شوریٰ قائم کی تھی جس میں انہوں نے اپنے اصحاب و تلامذہ میں سے چالیس اصحاب کا انتخاب کیا تھا وہ سب کے سب اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے جن میں بڑے بڑے محدث، مفسر، لغوی، عالم تاریخ اور عالم مغازی تھے ایک ایک مسئلہ پر گھنٹوں اور بعض مرتبہ ہفتوں بحثیں ہوتیں، جس مسئلہ پر بحث پوری ہو جاتی اسکو لکھ لیا جاتا [2]

اور یہ بھی ایک حدیث ہے طبرانی میں حضرت علیؓ سے ((**قال قلت یا رسول اللہ ان ینزل بنا امر لیس فیہ بیان**

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۳۷

[2] انوار الباری ج ۱ ص ۱۵۵

امر ولانهی فماتامرنی ؟قال تشاوروا الفقهاء والعابدین ولاتمضوا فیه رأی خاصة)) [۱]

الثالث، تدوین میں تقدیم:...... سب سے پہلے جس فقہ کی تدوین ہوئی وہ فقہ حنفی ہے ظاہر ہے کہ اول کو اور بنیاد رکھنے والے کو ترجیح ہوتی ہے اور بعد میں آنے والے اسکو دیکھ کر چلتے ہیں امام شافعیؒ نے فرمایا **الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه** [۲]

الرابع، جلالۃِ شانہ:...... امام اعظمؒ کی جلالۃ شان خود متقاضی ہے کہ فقہ حنفی کی تقلید کی جائے امام ابوحنیفہؒ نے چار ہزار اساتذہ سے علم حاصل کیا [۳] اور آپکے تلامذہ میں سے بے شمار محدثین پیدا ہوئے [۴] جن میں عبداللہ بن مبارکؒ بھی ہیں جن کو امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا ہے ذخیرہ احادیث میں انکی بیس ہزار احادیث ہیں [۵] صحاح ستہ والوں کے اکثر اساتذہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں لکھا ہے کہ اگر صحاح ستہ سے آپکے تلامذہ کی احادیث نکال دیجائیں تو صحاح ستہ کا بہت کم حصہ باقی رہ جائے اور امام صاحبؒ کی تعریف میں مستقل طور پر تقریباً ستائیس کتابیں لکھی گئیں جن میں شافعی، مالکی اور حنبلی مصنفین بھی ہیں اور ۶۷ سے زائد کتابوں میں ضمنی تذکرہ ہے سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے امام صاحبؒ کو جلالت شان کی بنا پر امام اعظم کہا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ **نحن عیال ابی حنیفة فی الفقه**.

الخامس، تقدمِ ذاتی:...... حضرت امام اعظمؒ کو باقی ائمہ مجتہدین سے تقدمِ ذاتی حاصل ہے اور امام صاحب کی سند میں واسطے بہت کم آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس میں واسطے کم ہوں وہ بہت قوی حدیث ہوگی اور اس حدیث پر جو فقہ مرتب ہوگی وہ بھی زیادہ قوی ہوگی۔

امام اعظمؒ کے بارے میں بہت ساروں کا تابعی ہونے کا قول ہے خصوصاً علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ ابن حجر مکیؒ ہر دونوں شافعی حضراتؒ نے ان کو تابعی تسلیم کیا ہے۔

السادس، فقاہتِ ذاتی:...... حضرت امام اعظمؒ ذاتی طور پر فقیہ تھے چناچہ انکی فقاہت کی شہادت بڑے بڑے آئمہ مجتہدین نے دی ہے۔ حضرت ابن مبارکؒ کہتے ہیں **کان افقه الناس**. حضرت ابن راہویہؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے امام صاحب جیسا کوئی فقیہ پیدا نہیں کیا۔

امام ابو حنیفہؒ کی فقاہت کے چند قصے

القصة الاولی:...... ایک شخص آ کر کہنے لگا بواوٍ او بواوَین حضرت امام صاحب نے فرمایا بواوَینِ اس نے

---

[۱] انوار الباری ج۱ ص۱۵۵ بحوالہ طبرانی اوسط [۲] انوار الباری ج۱ ص ۱۵۶ تبییض الصحیفہ ص۳۹۱ [۳] انوار الباری ج۱ ص ۱۵۵، تبییض الصحیفہ ص ۲۱
[۴] انوار الباری ج۱ ص۹۷ [۵] انوار الباری ج۱ ص ۱۷۲

دعا دی، کہا بارک اللہ فیک کما بارک فی لا ولا، اسکے جانیکے بعد حاضرین نے حیران ہوکر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے التحیات کے بارے میں سوال کیا تھا کہ تشہد ابن عباسؓ راجح ہے یا تشہد ابن مسعودؓ تو میں نے جواب دیا کہ بواوین یعنی تشہد ابن مسعودؓ، راجح ہے۔ اس پر اس شخص نے دعا دی کہ اللہ پاک آپ کا فیض مشرق ومغرب میں پہنچائے جیسا کہ قرآن پاک کی آیت مبارکہ ہے ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ [1] کس قدر امام صاحب کی فقاہت معلوم ہوئی کہ دوسرے حاضرین نہ سمجھ سکے۔

القصة الثانية: ...... ایک شخص آ کر کہنے لگا اقول ما قالت النصاریٰ واقول ما قالت الیهود حضرت امام صاحبؒ نے شاگردوں سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ یہ شخص کافر ہے حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا پہلے اس سے پوچھو کہ اس کی مراد کیا ہے؟ پوچھے بغیر فتوی مت لگاؤ اس کو بلایا گیا پوچھا تو اس نے کہا قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ واقول کما قالوا چنانچہ اس کی مراد جان کر سب نے امام صاحبؒ کی فقاہت کی داد دی۔

فائده: ...... اس قصہ سے معلوم ہوا کہ جتنا نقصان دین کو دین والوں نے دیا ہے اتنا دوسروں نے دین کو نہیں دیا، جیسا کہ مذکورہ قصہ میں ایک جماعت کہتی ہے وہ جماعت کچھ نہیں، دوسری جماعت کہتی ہے وہ کچھ نہیں، اسی طرح بے دین آ کر کہے گا دونوں جماعتیں کچھ نہیں۔

ایک شخص حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحبؒ کو گالی دیا کرتا تھا۔ وہ مولوی تھا وہ تو کسی کبیرہ میں مبتلا ہو گیا کسی نے آ کر شاہ جی سے کہا۔ حضرت شاہ جیؒ نے فرمایا خاموش خاموش۔ برادری بدنام ہو گی کیونکہ لوگ تو دیکھیں گے کہ فلاں مولوی صاحب یا فلاں دین دار نے ایسے کیا جو کہ سبب بنے گا دین داروں کے بدنام ہونے کا۔

القصة الثالثة: ...... حضرت امام صاحبؒ کے زمانہ کی بات ہے کہ دو بہنوں اور دو بھائیوں کا نکاح بیک وقت ہوا رخصتی کے وقت معاملہ برعکس ہو گیا یعنی ایک بھائی کی منکوحہ دوسرے بھائی کے ہاں چلی گئی تو اس مسئلہ کے حل کے لیے تمام فقہاء قوم اکٹھے ہو گئے اور کہا کہ دونوں حرام ہو گئیں۔ حلال ہونیکی صورت پوچھی گئی تو انکار کر دیا کہ کسی صورت میں بھی حلال نہیں ہوں گی لیکن حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک صورت ہے حلال ہونیکی اور وہ یہ کہ اگر ہر شخص

---

[1] پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۳۵

اپنی منکوحہ کو طلاق دیدے اور موطوءَ کو نکاح میں لے لے تو ابھی مسئلہ حل ہوجائیگا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لکھا ہے کہ اعجوبہ امام صاحبؒ نے فقہاء کو تعجب میں ڈالدیا اور انکو امام صاحب کی فقاہت پر تعجب ہوا[1]

القصة الرابعة: ...... اسیطرح ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک عورت آکر کہنے لگی میرے خاوند نے قسم کھالی ہے کہ ساری رات تجھ سے نہیں بولوں گا اور یہ بھی قسم کھالی ہے کہ اگر ساری رات تجھ سے نہ بولوں تو تجھے طلاق ہے آپ نے فرمایا جاؤ گھر جاکر آرام کرو مسئلہ حل ہوجائیگا صبح صبح اذان ہوئی تو خاوند نے کہا کہ جا چلی جا تجھے طلاق ہوچکی ہے وہ عورت گھبرائی ہوئی امام صاحب کے پاس آئی کہنے لگی آپ نے کوئی حل نہیں فرمایا اس نے تو مجھے گھر سے نکال دیا ہے، تو امام صاحب نے اسکے خاوند کو بلایا اور فرمایا طلاق نہیں ہوئی اس لیے کہ وقت سے پہلے اذان میں نے دی تھی اور تو نے رات کے اندر ہی کلام کرلی اس لیے طلاق نہ ہوئی[2]

القصة الخامسة: ...... اسیطرح ایک قصہ یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ ایک گھر میں چور آگئے چوروں نے بھی فقہ پڑھی ہوئی تھی چوروں نے گھر والوں کو پکڑلیا اور قسم لیکر کہا کہ تم کسی کو نہیں بتلاؤ گے وگرنہ تمہاری عورتوں کو تین تین طلاقیں۔ صبح ہوئی تو بہت پریشان ہوئے کہ اگر نہیں بتلاتے تو مال گیا اگر بتلاتے ہیں تو بیویاں گئیں۔ تو وہ لوگ امام صاحبؒ کے پاس گئے امام صاحبؒ نے فرمایا گھبراؤ نہیں عدالت میں جاکر یہ انتظام کرواؤ کہ مسجد میں قاضی اور امام صاحب کو بٹھلادیا جائے دروازے پر گھر والوں کو محلے والوں کو بلاکر مسجد میں داخل کرتے جاؤ جس نے چوری نہ کی ہو کہہ دینا کہ یہ نہیں ہے اور جنہوں نے چوری کی ہو انکے بارے میں خاموش رہنا ہم خود ہی پہچان لیں گے یہ ہے وہ تدبیر جو امام صاحب نے اپنی فقاہت کی بنا پر انکو بتلائی اور کامیاب ثابت ہوئی۔

القصة السادسة: ...... ایک عورت پیالہ میں کچھ پانی لیکر آئی خاوند نے اسے کہا اگر یہ پانی میں پیوں تو تجھے طلاق اگر تو پئے تو بھی تجھے طلاق اگر نیچے گرادیگی تو بھی تجھے طلاق، امام صاحب نے طلاق سے بچنے کی تدبیر یہ بتلائی کہ کسی بڑے برتن میں منتقل کرکے کوئی کھیس وغیرہ اس سے تر کرلو اور پھر اسکو دھوپ میں ڈال دینا اسکی بات بھی پوری ہوجائیگی تجھے طلاق بھی نہیں پڑے گی۔

القصة السابعة: ...... اسی طرح ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں ایسی عبادت کرونگا کہ اسوقت کوئی بھی عبادت نہ کررہا ہو۔ تو حضرت امام صاحبؒ نے تدبیر یہ بتلائی کہ قاضی سے جاکر عرض کرو کہ کچھ وقت کے لئے مطاف خالی کروادے اور تم جاکر طواف کرلو کیونکہ اس طواف کرنے کے وقت کوئی بھی طواف نہیں کررہا۔

السابع، موافقتِ حدیث: ...... ان کی فقہ اوفق بالحدیث ہے اس لیے کہ امام صاحب اپنے اصول میں

---

[1] عقود الجمان ص ۵۵ [2] عقود الجمان ص ۲۶۹

کوشش کرتے ہیں کہ کوئی حدیث عمل سے نہ رہ جائے یہاں تک کہ حدیث سے قرآن کے نسخ کو بھی جائز کہتے ہیں حدیثِ مرسل کو حجت قرار دیتے ہیں حدیثِ ضعیف وقولِ صحابی کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔رفع یدین کے طریقہ میں اختلاف، پھراسمیں تطبیق، اسی طرح وضع یدین کے طریقہ میں اختلاف، اور پھراسمیں تطبیق سے صاف پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب کی فقہ اوفق بالحدیث ہے۔حضرت انور شاہ صاحبؒ کا قول ہے کہ بیس سال تک محنت کی فقہ حنفی کو حدیث پر منطبق کرنے کے لیے لیکن کوئی قول فقہ حنفی کا حدیث کے خلاف نہیں پایا۔

رفع یدین کی روایات اور انمیں تطبیق:......اس سلسلہ میں روایات تین قسم کی ہیں ا۔ایک روایت کے مطابق کندھوں کے برابر ہاتھوں کا اٹھانا ہے۔((**عن الزهری عن سالم عن ابیه قال رأیت رسول الله ﷺ اذا استفتح الصلوة رفع یدیه حتی یحاذی منکبیه** [۱] دوسری حدیث کے مطابق کانوں کی لوتک ہاتھوں کو اٹھانا ہے۔**عن عبدالجبار بن وائل عن ابیه قال رأیت رسول الله ﷺ یرفع ابهامیه فی الصلوة الی شحمة اذنیه**)) [۲] تیسری حدیث کے مطابق کانوں سے بھی اوپر ہاتھوں کو اٹھانا ثابت ہے۔((**عن مالک بن الحویرث عن رسول الله ﷺ مثله الا انه قال حتی یحاذی بهما فوق اذنیه**)) [۳] اب دیکھیں روایات تین قسم کی ہیں لیکن ایسا طریقہ اختیار فرمایا جس میں تینوں روایات پر عمل ہوجاتا ہے۔فرمایا کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں کندھوں کے برابر، ابہامین کانوں کی لوتک، انگلیوں کو کانوں سے اوپر رکھا جائے، تو اس طریقہ پر تینوں قسم کی روایات پر عمل ہوجاتا ہے۔اس تطبیق سے صاف پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب کی فقہ اوفق بالحدیث ہے۔

وضع یدین کی روایات اور ان میں تطبیق:......جس طرح رفع یدین کی روایات مختلف تھیں اسی طرح وضع یدین کی روایات بھی مختلف ہیں۔

(۱)......ایک روایت میں مطلقاً فرمایا کہ یدیمنیٰ کو یدیسریٰ پر رکھنا ہے۔**عن وائل بن حجر انه رای النبی ﷺ رفع یدیه ....ثم وضع یده الیمنیٰ علی الیسریٰ** [۴]

(۲)......لیکن ساتھ ہی دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھنا ہے **عن سهل بن سعدؓ قال کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل الید الیمنیٰ علی زراعه الیسریٰ فی الصلوة** [۵]

(۳)......تیسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کف کو کف پر رکھنا ہے جیسا کہ فرمایا **وعن علیؓ ومن السنة فی الصلوٰة وضع الاکف علی الاکف تحت السرة** [۶]

اب بظاہر ان روایات میں اختلاف ہے لیکن حضرت امام صاحب نے ایسا طریقہ اختیار فرمایا کہ تینوں

[۱] ابوداؤد ج۱ ص ۱۱۱ [۲] ابوداؤد ج۱ ص۱۱۵ [۳] طحاوی شریف ج۱ ص ۱۴۴ [۴] مشکوۃ شریف ج۱ص۷۵ [۵] ایضا
[۶] ابوداؤد شریف نسخہ ابن الاعرابی وابن داسہ، مسند احمد وابن ابی شیبہ، دار قطنی، بیہقی

روایات پر عمل ہو جاتا ہے وہ یہ کہ **ان یضع الکف الیمنی علی الکف الیسریٰ ویحلق الابہام والخنصر علی الرسغ ویبسط الاصابع الثلث** اب روایات میں تطبیق اس طرح فرمائی کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر ابہام اور خنصر سے حلقہ بنالے اور باقی تین انگلیاں بائیں ہاتھ پر رکھ لے تو اس طرح تینوں روایات پر عمل ہو جائیگا۔ آپ اندازہ لگائیں کہ کس طرح دقیق تطبیق فرمائی، معلوم ہوا کہ امام صاحب کی فقہ اوفق بالحدیث ہے۔ اس لیے بھی امام صاحب کی فقہ راجح معلوم ہوتی ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا قول: ...... فرماتے ہیں کہ فقہ حنفی کو حدیث سے منطبق کرنے کے لیے بیس سال محنت کی لیکن کوئی قول فقہ حنفی کا حدیث کے خلاف نہیں پایا [۱]۔ غیر مقلدین کا فقہ حنفی پر اعتراض کرنا چار اندھوں کا ہاتھی دیکھنے کی مثال ہے۔ چار اندھے ہاتھی دیکھنے کے لیے ایک جگہ گئے۔ ایک اندھے کا ہاتھ سونڈ پر پڑ گیا، دوسرے کا ہاتھ پیٹ پر پڑ گیا، تیسرے کا ہاتھ ٹانگ پر پڑ گیا، اسکے بعد چوتھے کا ہاتھ اسی طرح کسی اور چیز پر پڑ گیا۔ اسکے بعد تبصرہ کرنے لگے جسکا ہاتھ سونڈ پر پڑا تھا اسنے سمجھا اور کہا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے سانپ، جس کا ہاتھ پیٹ پر لگا اسنے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے ڈھول، جسکا ہاتھ ٹانگ پر پڑا تھا اسنے کہا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے ستون، اسی طرح چوتھے نے بھی اپنی سمجھ کے مطابق کہا بہر کیف جسکے اندر جتنی سمجھ تھی اسنے ویسے ہی کہا، ایسے ہی غیر مقلدین کا حال ہے جیسے چاہتے ہیں فقہ حنفی پر اعتراض کر دیتے ہیں۔

الثامن: قوتِ ماخذ یامضبوط بنیاد: ...... حضرت امام صاحبؒ نے علم حاصل کیا حضرت حمادؒ سے انہوں نے حاصل کیا حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اور انکا علم حضرت ابن مسعودؓ وحضرت علیؓ وحضرت عمرؓ سے ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ مصنفہ عبد الرزاق، کتاب الآثار لامام محمد اور مصنفہ ابن ابی شیبہ میں جو صحابہؓ کے اقوال ہیں انکو اکٹھا کر لیا جائے تو فقہ حنفی بن جاتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **ماحدثکم ابن مسعود فصدّقوہ** [۲]۔ نیز حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ایسے تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں آنے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں بلکہ تنحنح (کھانسنا) ہی کافی ہے۔

التاسع: مقبولیتِ عامہ: ...... فقہ حنفی کو من جانب اللہ قبولیت ملی ہے۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ہر دور میں دو ثلث مسلمان حنفی رہے ہیں۔

خلیفہ واثق باللہ خلیفہ عباسی نے چاہا کہ سدِ سکندری کا حال معلوم کرے۔ چنانچہ اس نے اسکے تفحص (تلاش)

---

[۱] انوار الباری ج ۲ ص ۲۴۷ [۲] مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۵۷۸

کے لیے ۲۲۸ھ میں سلام نامی شخص کو جو چند زبانوں کا واقف تھا پچاس آدمیوں کے ساتھ سامانِ وفد دیکر روانہ کیا۔ بالآخر تلاش کرتے کرتے وہاں پہنچے۔ جہاں سدِ سکندری تھی اگرچہ اسکے قریب بستیاں کم تھیں مگر صحراء اور متفرق مکانات بہت تھے سدِ مذکور کے محافظ جو اس جگہ تھے وہ سب مسلمان تھے اور انکا مذہب حنفی تھا زبان عربی و فارسی بولتے تھے۔ تو جہاں بادشاہوں کی بادشاہت نہیں پہنچی تھی وہاں فقہ حنفی پہنچ چکی تھی [۱]

العاشر، وسعتِ عامه:...... حضرت امام صاحبؒ کے تلامذہ نے بہت محنت کی ہے اسکے بعد ہر زمانہ میں فقہاءِ حنفیہ نے فقہ حنفی کی تدوین وتشریح میں بہت محنت کی حتیٰ کہ کوئی جزئیہ ایسا نہیں ہوگا جو فقہ حنفی میں نہ ملے اس لیے کہ جو مسائل پیش آتے صرف انہیں کا حکم نہیں لکھا بلکہ جو واقعات بطور فرض اور تقدیر کے تھے انکا حکم بھی لکھ دیا تو گویا اسکو اگر قانونی طور پر نافذ کیا جائے تو اسکے اندر استعداد ہے۔

الحادی عشر، قانون بننے کی صلاحیت:......

اکثر زمانوں میں فقہ حنفی نافذ رہی ہے۔ امام صاحبؒ کے شاگرد، امام ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ تھے جتنا علاقہ اسلامی قلمرو میں تھا وہاں فقہ حنفی نافذ تھی اور یہ خلیفہ ہارون الرشید کا زمانہ تھا جسکی حکومت برما سے لیکر افغانستان تک تھی ہندوستان میں جن بادشاہوں نے اسلامی قانون نافذ کیا انہوں نے فقہ حنفی نافذ کی۔ عالمگیرؒ نے فتاوی عالمگیری علماء سے مرتب کروایا اس کو فتاوی ہندیہ بھی کہتے ہیں اور عالمگیرؒ نے پچاس سال تک حکومت کی تو یہ اوفق بالنفوذ بھی ہے۔

الثانی عشر، بشارتِ نبوی:...... حضرت علامہ سیوطیؒ نے امام صاحبؒ کے مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام ہے تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہؒ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ روایت **لو کان العلم بالثریا لتناوله رجال من ابناء فارس** اس سے مراد امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ مستقل طور پر ۲۶ کتابیں امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھی گئیں اور تقریباً ۶۷ کتابوں کے اندر ویسے امام صاحبؒ کا تذکرہ مبارک ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ علومِ مکاشفات جو روضۂ اطہر کے قریب حاصل کئے گئے ان میں یہ بھی ہے کہ **فی الحنفیة طریقة انیقة.** ان وجوہ کی بناء پر ہم فقہ حنفی کو ترجیح دیتے ہیں۔

الثالث عشر، علاقائی ترجیح:...... پھر چونکہ یہاں حنفی ہیں فقہ حنفی ہمارے ملک میں مدون ہے فتاوی اسکے مطابق ہیں تو اس لیے بھی ہم اسکو ترجیح دیتے ہیں۔

تدوین فقه کا طرزِ خاص:...... امام صاحبؒ نے جس طرز پر تدوینِ فقہ کا کام کیا درحقیقت وہ رسول

---

[۱] انوار الباری ج ۱ ص ۱۵۷

اللہ ﷺ کے فرمان کی تعمیل تھی جو کہ طبرانی نے اوسط میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔**قال قلت یارسول الله ان ینزل بنا امر لیس فیه بیان امر ولا نهی فما تامرنی ؟قال تشاوروا الفقهاء والعابدین ولاتمضوا فیه رأی خاصة** ۱؎ اس لیے یہ مذہب حنفی جو دراصل ایک جماعت، شوریٰ کا مذہب تھا اور حضور ﷺ کے ارشاد **یدالله علی الجماعة** ۲؎ سے مؤید تھا نیز ہر زمانہ میں مقبول خاص وعام رہا اور اسی لئے امام مالکؒ جیسے امام ومجتہد انکی جماعت کے تدوین کردہ مذہب سے مستفید ہوئے تھے۔

﴿الامور المتعلقه بسندالحدیث﴾

سندالحدیث بیان کرنے سے قبل اسکے متعلق چند اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے۔

الاسناد:......**فهو الحکایة عن طریق المتن** ۳؎ یعنی سند بیان کرنا۔

السند:......**الطریق الموصل الی متن الحدیث** ۴؎ یعنی ان رواۃ کا نام ہے جنکو محدث حدیث بیان کرنے سے پہلے ذکر کرتا ہے۔

المتن:......**هو الفاظ الحدیث التی یتقدم منها السند** ۵؎ جو حدیث بیان کی جاتی ہے اسکو متن حدیث کہتے ہیں

ح:......سندِ حدیث بیان کرتے ہوئے کبھی ح آجاتی ہے اس سے مقصود محدث کا تحویل ہوتا ہے کہ اب سند بدلنے لگی ہے ح کی شرح میں چار قول ہیں ۶؎

(۱)......یہ ح صحّ سے مخفف ہے کہ اس طریقہ سے بھی صحیح ہے

(۲)......**انه ماخوذ من التحویل** کہ ح تحویل سے ماخوذ ومخفف ہے۔

(۳)......الحائل سے مخفف ہے۔

(۴)......الحدیث سے مخفف ہے کہ اب حدیث دوسرے طریقہ سے شروع کرتے ہیں۔

الابن:...... کبھی ابن کا لفظ ذکر کر کے باپ کا نام ذکر کردیتے ہیں۔

قاعدہ:......اگر یہ لفظ ابن دو علمین متناسلین کے درمیان ہو تو اسکا ہمزہ نہ لکھنے میں آتا ہے نہ پڑھنے میں۔یعنی اگر واقعۃً بھی ایسا ہے کہ ماقبل بیٹا اور مابعد باپ ہو تو اس صورت میں پہلے کی صفت ہوتا ہے اور بعد والے کی طرف مضاف ہوتا ہے اگر شروع سطر میں آجائے اور ہو بھی علمین متناسلین کے درمیان تو لفظِ ابن کا الف لکھنے میں آئیگا پڑھنے میں نہ

۱؎ انوار الباری ج ا ص ۱۵۵ بحوالہ طبرانی ۲؎ ترمذی ص ۳۹ ج ۲ ۳؎ مقدمہ اوجز المسالک ج ا ص ۶۸ ۴؎ مقدمہ اوجز المسالک ج ا ص ۶۷ ۵؎ ایضاً ۶؎ مقدمہ اوجز المسالک ج ا ص ۷۱

آئیگا۔ اگر غیر متناسلین کے درمیان ہو تو لکھنے میں آئے گا اور پڑھنے میں بھی آئے گا۔ اس وقت یہ صفت نہیں بنے گا بلکہ ماقبل کے لیے بدل بنے گا جیسے ا۔ محمد بن یزید ابن ماجہؒ ۲۔ عبداللہ بن عمرو ابن ام مکتوم ۳۔ اسحاق بن ابراھیم ابن راھویہ ۴۔ اسماعیل بن ابراھیم ابن علیہ ۵۔ مقداد بن عمرو ابن الاسود ۶۔ عبداللہ بن مالک ابن بحینہ ۷۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول (ان مذکورہ اعلام میں دوسرے ابن کا الف لکھنے میں بھی آئیگا اور پڑھنے میں بھی)

بیانِ سند میں محدث کبھی علم ذکر کرتا ہے کبھی لقب اور کبھی کنیت اور کبھی نسبت ذکر کرتا ہے۔ اس لیے سند ذکر کرنے سے قبل ان چیزوں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔

العَلم: ...... جو ذات معین پر دلالت کرے۔

لقب: ...... وہ اسم ہے جو ذات معین پر دلالت کرے مع صفتِ مادحہ یا ذامہ کے جیسے اعمش بمعنی اندھا اخفش بمعنی چُندھا۔ فرزدق بمعنی گول گپا۔

کنیت: ...... جو ابن اور اب کی صفت کے ساتھ ذکر کی جائے کبھی یہ اضافت حقیقت پر مبنی ہوتی ہے اور کبھی مجاز پر مبنی ہوتی ہے جیسے ابنِ عمرؓ صفتِ حقیقی ہے اور صفتِ مجازی ابو ہریرہؓ اور ابو تراب ؓ ہے۔ قم یا ابا تراب! حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا اور کبھی یہ اضافت برکت کے لیے ہوتی ہے جیسے ابو الفتح اور ابو البرکات۔

نسبت: ...... یائے نسبت لگادی جاتی ہے علاقہ یا قبیلہ کی طرف نسبت کر کے جیسے مدینۃ النبی ﷺ کی طرف نسبت ہو تو مدنی بولا جاتا ہے اور اگر کسی شہر کی طرف نسبت ہو تو مدینی کہا جاتا ہے۔

العرف: ...... جو نام کسی کی تعیین کے لیے مشہور ہو جاتا ہے۔

التخلص: ...... اس مختصر نام کو کہتے ہیں جو شاعر اپنی کلام کو ختم کرتے وقت استعمال کرتا ہے تخلص بمعنی جان چھڑانا۔

فائدہ: ...... نسبت پہلے علم کی صفت بنے گی جیسے یحیٰی بن وقاص اللیثی۔ اللیثی، یحیٰی کی صفت ہے نہ کہ وقاص کی۔ یہ تو سند کی بات ہے ویسے اگر نسب کو ذکر کیا جائے سند بیان نہ ہو رہی ہو تو جسکے ساتھ ذکر کیا جائے وہ نسبت اس کی صفت ہوگی۔

حدثنا و اخبرنا: ...... حدثنا کا مخفف ثنا ہے اور اخبرنا کا مخفف انا ہے

الفرق بین التحدیث والاخبار: ...... حضرات متقدمینؒ جیسے امام زہریؒ اور اکثر اہلِ حجاز اور امام ابو حنیفہؒ کا یہی قول ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ متأخرین کے نزدیک فرق ہے اگر شاگرد پڑھے اور استاد صاحب سنیں تو اکیلے ہونیکی صورت میں اخبرنی اور زیادہ ہونے کی صورت میں اخبرنا استعمال کیا جاتا ہے اگر استاد پڑھے اور شاگرد سنے تو حدثنی وحدثنا. جو حضراتؒ اسمیں فرق کرتے ہیں ان کو اسمیں بحث کرنا پڑتی ہے کہ کونسا افضل ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اخبار افضل ہے کیونکہ اس صورت میں تلمیذ تیقظ سے بیٹھتا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ تحدیث افضل ہے اس لیے کہ سلف صالحینؒ اور صحابہؓ و تابعینؒ کا طریقہ ہے۔

قرأةً علیه: ...... یہ یا تو مصدر مبنی للفاعل ہے یا مبنی للمفعول ہے۔ قارياً علیه یا مقروً اعلیه: یا مفعول مطلق ہے یُقرأقراءةً علیه یا قرِءَ قراءةً علیه یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب جماعت میں ایک پڑھنے والا ہو باقی سننے والے ہوں۔

وبه قال: ...... پھر جب سند پڑھی جاتی ہے تو شروع میں وبہ قال کے کلمات کہے جاتے ہیں یہ مخفف ہے وبالسند المتصل من القاری الی المصنف قال . قال کا فاعل مصنف ہے یعنی سند متصل کے ساتھ ہم کہتے ہیں کہ مصنفؒ نے کہا۔

﴿سلسلۂ اسناد﴾

سند کے تین حصے ہیں۔

(۱)...... حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تک۔

(۲)...... حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے مصنف کتاب تک۔

(۳)...... مصنف کتاب سے حضور ﷺ تک۔ آخری حصہ مذکور ہوتا ہے اور دوسرا حصہ شاہ ولی اللہ سے مصنف کتاب تک بعض کتابوں میں مطبوعہ ہوتا ہے اور بعض کتابوں میں نہیں۔ ویسے مستقل مطبوعہ مل جاتا ہے۔ اس مقام میں پہلے اور دوسرے حصے کی تفصیل ذکر کی جارہی ہے۔

فائدہ: ...... اوّلاً سند الحدیث واجازۃ کا عکس دیا جارہا ہے جو حضرت مولانا خیر محمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ اپنے شاگردوں کو عنایت فرمایا کرتے تھے اور ثانیاً اس سند الحدیث واجازۃ کا عکس دیا جارہا ہے جو استاذِ محترم تدریس میں مصروف تلامذہ وعلماء کو عطا فرماتے ہیں۔

سَنَدُ الحَدِيثِ وَ إِجَازَتُهُ

بسم الله الرحمن الرحيم حمداً لمن تواترت الائه على الانسان - ورفع درجته بمزيد الاحسان - واقر عينه بمسانيد الفضل والامتنان. والصلوة والسلام على سيدنا وحبيبنا محمد الذى امتازت امته بحفظ السند مدى الازمان وعلى اله واصحابه ومن تبعهم من ائمة الدين فى الرواية والروية وعلى المجتهدين منهم سيما من نال الدين القويم من الثريا الدرية :-

اما بعد فيقول العبد الراجى الى رحمة ربه الاحد خير محمد بن الٰهى بخش غفرلهما ذو العرش ان الاخ فى الدين المولوى محمد صديق بن نبى بخش الاتكوى رزقه الله سداد العلم والعمل قد قرأ على وعلى سائر المدرسين صحيحى الامامين الهمامين البخارى ومسلم وسنن ابى داود والنسائى وابن ماجه وجامع الترمذى - والموطين للامامين القدوتين مالك ومحمد وشرح معانى الاثار للطحاوى والشمائل للترمذى فى المدرسة العربية خير المدارس الواقعة ببلدة ملتان فلما فرغ من قراءتها فاستجازنى بحسن ظنه عنى لهذه الكتب الحديثية المذكورة - فاجزته متوكلا على الله بما يجوز لى الرواية عن الاسانيد الثلثة احدها ما اقرأنى واجازنى استاذ الاساتذة الشيخ المعظم مولنا محمد يسين السرهندى صاحب الاهتمام وشيخ الحديث فى المدرسة العربية الموسومة باشاعة العلوم ببلدة بريلى وحصل له القراءة والاجازة عن شيخ شيوخ الزمن الحافظ للصحيح والحسن العارف بالله مولنا محمود الحسن الديوبندى رح عن شمس الاسلام قاسم العلوم والحكم مولنا محمد قاسم النانوتوى رح عن المحدث العارف بالله الغنى مولنا الشاه عبد الغنى المجددى الدهلوى رح وعن مظهر الخفى والجلى الشيخ احمد على السهارنفورى رح عن الشيخ المشتهر فى الافاق الشيخ محمد اسحاق الدهلوى رح وحصل له الاجازة عن قطب الاقطاب مخزن فيوض الرحمن حضرة مولنا فضل الرحمن الگنج مراد ابادى رح كلاهما عن قدوة الانام حجة الاسلام الفائق بالفضل والتمييز مولنا شاه عبد العزيز الدهلوى عن ابيه العارف بالله حجة الله مولنا الشاه ولى الله الدهلوى رحمهم الله رحمة واسعة وثانيها ما اجازنى الامام الحجة العارف بالله مجدد الملة حكيم الامة حضرت مولنا الشاه اشرف على التهانوى رح عن جامع الشريعة والطريقة شيخ المشائخ حضرة مولنا محمد يعقوب النانوتوى عن الامام النحرير والمحدث الكبير مولنا الشيخ عبد الغنى المجددى الدهلوى عن الشيخ المشتهر فى الافاق مولنا محمد اسحاق الدهلوى رح وثالثها ما اجازنى امام الائمة فى المنقول والمعقول مركز دوائر الفروع والاصول عديم النظير فى الاعصار شيخ الاخيار والابرار مولنا السيد محمد انور شاه الكشميرى ثم الديوبندى رح عن امام اهل المعرفة واليقين العارف بالله حضرة مولنا محمود الحسن الديوبندى رح واوصى الاخ فى الدين المولوى محمد صديق الموصى اليه ونفسى بتقوى الله تعالى فى السر والعلن وترك الفواحش ما ظهر منها وما بطن عاضا بالنواجذ على ما كان عليه السلف الصلحون وائمة السنة والجماعة المتفقون من الاعتصام بالكتاب والسنة والتحرز عن طرق الضلالة والبدعة والاقتناء من الفقه على مذهب الامام الهمام ابى حنيفة رح وان يجعل تقوى الله تعالى نصب عينيه خائفا عن القيام يوم المحشر بين يديه - وان يعرض عن الدنيا الدنية ولذاتها - صارفا انفاس عمره العزيز فى طاعة الله تعالى وذكره فى غدواتها وروحاتها - وان لا ينسانى ومشائخى الكرام عن الدعوات الصالحة فى جلواتها وخلواتها - وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولنا محمد وعلى اله وصحبه وسلم -

قاله بلسانه ورقمه ببنانه العبد الكئيب [illegible] غفرله ولوالديه ولمشائخه الرؤف الاحد : خادم الطلبة بالمدرسة العربية خير المدارس بملتان فى ١٣ جمادى الاخرى سنه ١٣٦٩ هجرى المقدس :-

بسم الله الرحمٰن الرحيم
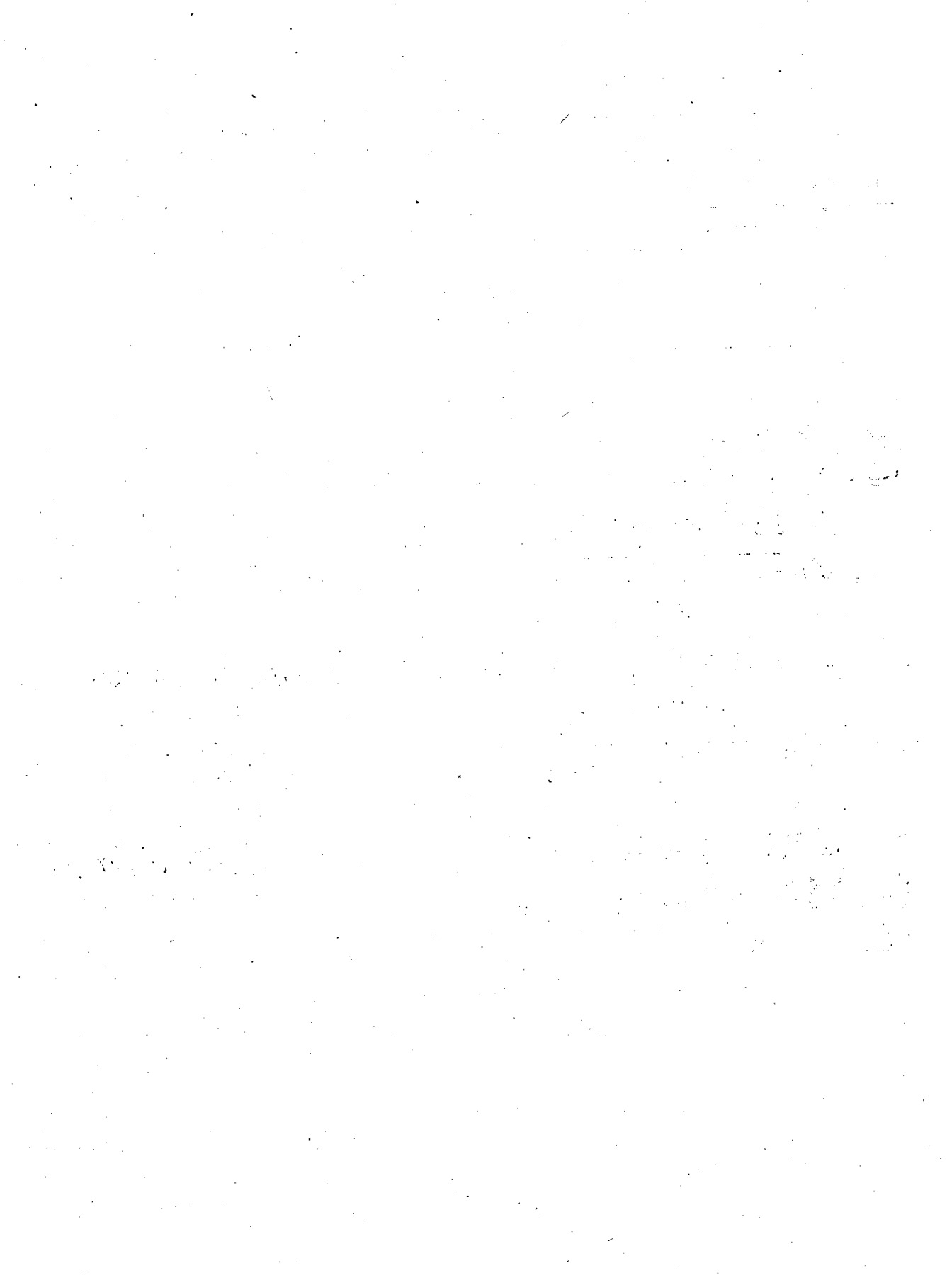
سَنَدُالحَدِيثِ وَاِجَازَتُهُ

من

الشيخ محمد صديق بن حاجى

شيخ الحديث بجامعة خيرالمدارس ملتان باكستان

حمدًا لمن تواترت آلائه على الإنسان، ورفع درجته بمزيد الاحسان واقرّ عينهٗ بمسانيد الفضل والامتنان، والصلاة والسلام علٰى سيدنا وحبيبنا محمد الّذى امتازت اُمّتهٗ بحفظ الاسانيد مدى الأزمان وعلٰى آلهٖ وأصحابهٖ ومن تبعهم من أئمة الدين فى الرواية والروية وعلى المجتهدين منهم لا سيّما من نال الدين القويم من الثريا الدّرّية.

قال النبى ﷺ: "نضّرالله عبداً سمع مقالتى فحفظها ووعاها وأدّاها كما سمع فربّ حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه إلٰى من هو أفقه منه."

أمابعد، فيقول العبد الراجى الٰى رحمة ربه الرحيم محمد صديق بن حاجى غفرله ولوالديه ولمشائخه أن الأخ فى الدين الشيخ

....

رزقه اللّٰه تعالٰى سدادالعلم والعمل استجازنى بحسن ظنّهٖ سندى من المشائخ لرواية الحديث الشريف فأجزتهٗ متوكّلاً على اللّٰه ثقةً باللّٰه.

السندالأول: ما أقرأنى وأجازنى الشيخ خيرمحمدؒ مؤسس جامعة خيرالمدارس بملتان و رئيس المدرسين وشيخ الحديث سابقًا قال حدثنى الشيخ المعظم الشيخ محمد يٰسينؒ السّرهندى صاحب الاهتمام وشيخ الحديث سابقًا فى المدرسة الدّينيّة الموسومة باشاعة العلوم ببلدة بريلى، قال حدثنا شيخ شيوخ الزمن الحافظ للصحيح والحسن العارف باللّٰه الشيخ محمودالحسنؒ الديوبندى عن شمس الاسلام قاسم العلوم والحكم الشيخ محمد قاسمؒ النانوتوى وصاحب الرشد والهداية مولانا رشيد أحمدؒ جنجوهى كلاهما عن المحدّث العارف باللّٰه الغنيّ الشاه عبدالغنيؒ المجدّدى الدهلوى وعن مظهر الخفيّ والجليّ

الشيخ أحمد علىؒ السهارنبورى كلاهما عن الشيخ المشتهر فى الآفاق الشيخ محمد اسحٰقؒ الدهلوى ح وحصل له الاجازة عن قطب الأقطاب مخزن فيوض الرحمٰن الشيخ فضل الرحمٰن الجنج مراداٰبادى كلاهما عن قدوة الأنام حجة الإسلام الفائق بالفضل والتميز الشيخ الشاه عبدالعزيزؒ الدهلوى عن أبيه العارف باللّٰه محب أهل اللّٰه الشيخ الشاه ولى اللّٰه الدهلوى رحمهم اللّٰه تعالىٰ.

السند الثانى : ما أقرأنى وأجازنى الشيخ خيرمحمدؒ الموصوف اولاً عن العارف باللّٰه مجددالملة حكيم الامة حضرة الشيخ الشاه أشرف علىؒ التهانوى عن جامع الشريعة والطريقة شيخ المشائخ فضيلة الشيخ محمد يعقوبؒ النانوتوى عن الامام النحرير المحدث الكبير الشيخ الشاه عبدالغنىؒ المذكور الىٰ آخره.

السند الثالث : ما أجازنى الشيخ خيرمحمد غفرلهٗ عن إمام الأئمة في المنقول والمعقول مركز دوائر الفروع والأصول عديم النظير فى الأعصار شيخ الأخيار والأبرار الشيخ السيد محمد أنور الشاهؒ الكشميرى ثم الديوبندى عن إمام أهل المعرفة واليقين الشيخ محمودالحسن الديوبندى الخ.

السندالرابع : ما أقرأنى وأجازنى رئيس المدرسين بمظاهرالعلوم سهارنفور ثم بجامعة خيرالمدارس فى ملتان الشيخ عبدالرحمٰنؒ الكاملبورى عن الشيخ خليل أحمدؒ السهارنبورى صاحب بذل المجهود شارح أبى داؤد عن الشيخ محمد مظهرؒ النانوتوى والشاه عبدالغنىؒ كلاهما عن الشيخ الشاه محمد اسحٰق.

السندالخامس : ما أقرأنى وأجازنى الشيخ عبدالشكور الكاملبورى مدرس بجامعة خيرالمدارس بسند الشيخ عبدالرحمٰن الكاملبورى المذكور الخ.

السند السادس : ما أقرأنى وأجازنى المفتى محمد عبداللّٰهؒ الديروى رئيس المدرسين بجامعة خيرالمدارس عن شيخ الإسلام الشيخ السيد حسين أحمد المدنى رئيس المدرسين سابقا بدارالعلوم ديوبند فى الهند عن شيخ الهند محمودالحسنؒ.

السندالسابع ، ما أجازنى الشيخ محمد شريفؒ الكشميرى عن شمس العلماء الشيخ السيد شمس الحقؒ الافغانى عن الشيخ السيد محمد أنور شاهؒ الكشميرى عن شيخ الهند محمودالحسنؒ.

السند الثامن : ما أجازنی المفتی محمد عبدالله الدیروی عن الشیخ محمد یوسف البنوری صاحب معارف السنن فی شرح جامع الترمذی بجمیع أسانیده، کما حصل له الإجازة عن الشیخ المحدث المفسر الشیخ عبدالرحمٰنؒ الامروهي وحصل له الاجازة عن الحسن بن المحسنؒ وحصل له الاجازة عن الشیخ فضل الرحمٰنؒ الجنج مرادآبادی أنه قرأ علی الشیخ الشاه عبدالعزیزؒ عن الشاه ولی اللهؒ الدهلوی مسندالهند.

السند التاسع : ما أجازنی الشیخ القاری محمد طیب مدیردارالعلوم دیوبند سابقا عن السید محمد أنور الشاهؒ عن الشیخ محمودالحسنؒ.

أما أسانید شاه ولی الله مسند الهند فمذکورة فی القول الجمیل وکذٰلک أسانیدهٗ الیٰ أصحاب السنن ومصنفی کتب الحدیث فی ثبته وکذا فی اوائل الصحاح الستة والیانع الجنیّ فی أسانید الشیخ عبدالغنی ونذکر هٰهنا سندًا واحدًا الذی اتصل به الطریق بواسطة المحدثین المذکورین إلی الجامع الصحیح للبخاریؒ ثم إلیٰ رسول الله ﷺ الذی سمّی قولهٗ وفعلهٗ وتقریرهٗ حدیثا.

قال الشیخ **ولی الله**ؒ أخبرنی الشیخ أبوطاهر محمد بن إبراهیمؒ الکردی المدنی قال أخبرنا والدی الشیخ ابراهیمؒ الکردی المدنی قال قرأت علی الشیخ أحمد القشاشی قال أخبرنا أحمد بن عبدالقدوس أبوالمواهبؒ الشناوی قال أخبرنا الشیخ شمس الدین محمد بن أحمدؒ بن محمد الرملی عن الشیخ أحمد زکریا بن محمد أبی یحییٰؒ الأنصاری قال قرأت علی الشیخ الحافظ أبی الفضل شهاب الدین أحمد بن علیؒ بن حجرؒ العسقلانی عن ابراهیم بن أحمدؒ التنوخی عن أبی العباس أحمد بن أبی طالب الحجار عن السراج الحسین بن المبارکؒ الزبیدی عن الشیخ أبی الوقت عبدالأول بن عیسیٰ بن شعیب السّنجری الهروی عن الشیخ أبی الحسن عبدالرحمٰن بن مظفرالداوٗدی عن أبی محمد عبدالله بن أحمد السرخسیؒ عن ابی عبدالله محمد بن یوسف بن مَطَر بن الصالح بِشْر الفربریؒ عن مؤلفه أمیرالمؤمنین فی الحدیث الشیخ أبی عبدالله محمد بن إسمٰعیل بن ابراهیم البخاریؒ.

السندالعاشر : ما أجازنی محمد یٰسین بن محمد عیسیٰ الفادانیؒ المکی شیخ الحدیث والاسناد بدارالعلوم الدینیّة مکة زادها الله شرفًا وکرامةً سائر أسانیده المذکورة فی الرسالة المسماة

بالعقد الفريد من جواهر الأسانيد، ونذكر منها سندًا واحدًا عاليًا بالرجال المعمرين إلى أمير المؤمنين في الحديث الإمام الشيخ أبى عبدالله محمد بن اسمٰعيل البخاريؒ.

قال أرويه عاليًا عن المعمر الداعى إلى الله السيد على بن عبدالرحمٰنؒ الحبشى الكويتانى الجاكرتاوى عن المعمر فوق المائة الشيخ الحاج عبدالحميد زكريا بن عبدالجليل بن عمرؒ الصّيني الأصل الكويتانى الجاكرتاوى عن الامام القطب السيد شيخ بن أحمد بن عبداللهؒ بن شيخ بن عبدالله بن على بافقيه محدث سرابايا عن المعمر السيد على بن عبدالبرؒ الونائى المصرى نزيل مكة عن المعمر مائة وثلاثين سنة السيد عبدالقادر بن محمد بن أحمدؒ الأندلسى عن المعمر مائتين وخمسًا وسبعين سنة يوسفؒ الطولونى عن القاضى زكريا بن محمد الأنصارى عن الحافظ ابن حجرؒ العسقلانى وهو عن البرهان ابراهيم بن صديقؒ الدمشقى الشهير بالرسام عن المعمر مائة وأربعين سنة عبدالرحيم بن عبدالأول الأوالى عن المعمر ثلاثمائة سنة محمد بن عبدالرحمٰنؒ بن شاذ بخت الفرغانى عن المعمر مائة وثلاثًا وأربعين سنة يحيٰى بن عمارؒ بن شاهان الختلانى عن محمد بن يوسف الفربرىؒ عن الإمام البخارى. فيكون بين الونائى والبخارى تسعة شيوخ وأعلىٰ ما رواه البخارى ثلاثة فتقع للونائى ثلاثياته بثلاثة عشر، وهٰذا سند عالٍ جدًا.

وأوصى نفسى والأخ فى الدين المؤمىٰ إليه بتقوى الله فى السّرّ والعلن وترك الفواحش ما ظهر منها وما بطن عاضًا بالنواجذ علىٰ ما كان عليه الاسلاف الصالحون وائمة السنة والجماعة المعتصمون بالكتاب والسنة المجتنبون عن طرق البدعة والضلالة، وأن يجعل أنفاس عمره فى نشر العلم لا سيّما فى علم الحديث الشريف، وأن لا ينخلع من تقليد أحد من الأئمة الأربعة المتبوعين لا سيّما للحنفى أن يقتنى من الفقه علىٰ مذهب الامام الهمام ابى حنيفةؒ، لأن ترك التقليد اتباع غير سبيل المؤمنين، وأن لا يجعل الدنيا أكبر همّه أو مبلغ علمه، وأن يصرف عمرهٗ فى طاعة الله وذكره فى غداوته وروحاته، وأن لا ينسانى ومشائخى من الدعوات الصالحة فى جلواته وخلواته.

وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وعلىٰ آله وصحبه وسلم.

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم
شَجَرَةٌ طَیِّبَةٌ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِیْ السَّمَآءِ
رسول اللہ
محمد
صلی اللہ علیہ وسلم
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
علقمہ بن وقاص اللیثیؒ
محمد بن ابراھیم التیمی
یحییٰ بن سعید الانصاری
سفیان
الحُمیدی
الشیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم البخاری
ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن الصالح بشر الفربری
ابو محمد عبداللہ بن احمد السرخسی
الشیخ ابوالحسن عبدالرحمٰن بن مظفر الداؤدی
الشیخ ابوالوقت عبدالاوّل بن عیسی بن شعیب السنجری الھروی
السراج الحسین بن المبارک الزبیدی
ابو العباس احمد بن ابی طالب الحجّار
ابراھیم بن احمد التنوخی (رحمۃ اللہ علیہ)
الشیخ الحافظ ابوالفضل شھاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی
الشیخ احمد زکریا بن محمد ابو یحییٰ الانصاری
الشیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد الرملی
احمد بن عبدالقدوس ابوالمواھب الشناوی
الشیخ احمد القشاشی
الشیخ ابراھیم الکردی المدنی
ابوطاھر محمد بن ابراھیم الکردی المدنی
مرکز الاسانید الشاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم العمری الدھلوی
مرجع الاسانید الشاہ عبدالعزیز بن الشاہ ولی اللہ احمد العمری الدھلوی
الشاہ ابوسعید الدھلوی
مجمع الاسانید الشاہ محمد اسحٰق
ابن بنت الشاہ عبدالعزیز الدھلوی
مولانا رشید الدین خان الدھلوی
استاذ الاساتذہ مولانا مملوک علی النانوتوی
الشاہ عبدالغنی المجددی
الدھلوی المھاجر المدنی
الشیخ مولانا احمد علی
المحدث السھارنپوری
الشیخ مولانا القاری
عبدالرحمٰن الفانی فتی
مولانا محمد مظھر النانوتوی
الشیخ خلیل احمد السھارنپوری
قطب العالم مولانا
رشیداحمد الکنکوھی
حجۃ الاسلام مولانا
محمد قاسم النانوتوی
شیخ الھند مولانا محمود الحسن الدیوبندی
الشیخ مولانا حسین احمد المدنی
الشیخ المفتی محمد عبداللہ الدیروی
محمد صدیق
الشیخ مولانا محمد یٰسین رحمہ اللہ
الشیخ مولانا خیر محمد الجالندھری
محمد صدیق
مولانا عبدالرحمٰن الکاملپوری
محمد صدیق

اللّٰھم
صل علی محمد و علی آل محمد
کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم
انک حمید مجید
اللّٰھم
بارک علی محمد و علی آل محمد
کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم
انک حمید مجید

حضرت امام بخاریؒ نے اپنی عظیم کتاب کو بسم اللہ سے شروع فرمایا کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے ((کل امر ذی بال لا یبدأفیه بذکر الله وببسم الله الرحمن الرحیم فهو اقطع)) [1]

سوال:...... حضرت مصنفؒ نے تسمیہ والی حدیث کی بناء پر اپنی کتاب کو بسم اللہ سے شروع فرمایا حالانکہ حدیث پاک یہ بھی ہے ((کل امر ذی بال لا یبدأفیه بالحمداقطع)) [2] ایک اور حدیث میں اس طرح ہے ((کل کلام لایبداء فیه بحمدالله فهو اجذم)) [3] لہٰذا اس حدیث کے تحت ان کو حمد باری تعالیٰ ذکر کرنی چاہیے تھی یعنی تسمیہ والی حدیث پر عمل کیا اور الحمدللہ والی حدیثِ مبارکہ پر عمل کیوں نہیں کیا؟

فائدہ:...... سوال: بسم اللہ سے شروع کرنے پر نہیں بلکہ اس پر ہے کہ حمدِ باری سے کتاب کا آغاز کیوں نہیں فرمایا؟

اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔

الجواب الاول:...... **ضعفِ حدیث:** حضرت امام بخاریؒ نے تحمید والی حدیث کو ضعیف سمجھا [4] اس لیے اس پر عمل نہیں کیا۔ یہ جواب کمزور ہے کہ ضعیف سمجھ کر عمل نہ کرنا خود کمزور ہے کیونکہ اگر یہ کہیں کہ ضعیف ہونے کی وجہ سے کتاب میں درج نہیں کی تو ٹھیک ہے لیکن یہ انکی شان عظیم کے خلاف ہے کہ حدیث کے ضعیف ہونیکی وجہ سے عمل چھوڑ دیں، عمل کی لائن میں ضعیف پر بھی عمل کیا جاتا ہے اور پھر وہ امام بخاریؒ جو ہر باب کے شروع میں غسل کرتے ہیں دو رکعت نفل پڑھتے ہیں۔ [5]

الجواب الثانی:...... **عدم الامر بالکتابة:** تحمید اس لیے نہیں لکھی کہ حدیث میں لم یکتب کے الفاظ نہیں بلکہ لم یبدأ کے الفاظ ہیں ہوسکتا ہے کہ شروع کرنے سے قبل پڑھ لی ہو۔ [6]

---

[1] معارف السنن ج ۱ ص ۳، عمدة القاری ج ۱ ص ۱۱
[2] ابن ماجہ ص ۱۳۷ مطبع مجتبائی لاہور،
[3] ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۷۔ امدادیہ ملتان
[4] عمدة القاری ج ۱ ص ۱۲
[5] مقدمہ لامع الدراری ص ۳۶
[6] عمدة القاری ج ۱ ص ۱۲

الجواب الثالث: ...... حدیث پاک دوطرح سے مروی ہے **بسم اللہ** سے اور **بالحمد** سے اور جو کتاب لکھی جاتی ہے اسکی دو حیثیتیں ہوتی ہیں ا۔خط اور رسالے کی حیثیت ۲۔خطبے کی حیثیت ۔بسم اللہ کی حدیث خطوط کے بارے میں ہے جبکہ تحمید والی حدیث خطبات کے لئے ہے۔گویا امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کو ایک خط کی حیثیت دی ہے کہ امت کی طرف ایک خط ہے اس لیے الحمد للہ سے کتاب کا آغاز نہیں فرمایا [۱]

الجواب الرابع: ...... قرآن پاک کی ترتیب نزولی پر قیاس کیا ہے کیونکہ جب قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا تو بسم اللہ بھی ہر سورت کے شروع میں فاصلے کے لیے نازل ہوتی تھی تو قرآن پاک کی ترتیبِ نزولی کا اعتبار کیا یعنی تأسی بالقرآن ہے، اس لیے کہ سب سے پہلی آیت ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ﴾ اور سب سے پہلی سورت، سورت مدثر ہے جو بسم اللہ سے شروع ہوئی ہے ان دونوں کے شروع میں الحمد للہ نہیں ہے [۲]

الجواب الخامس: ......**ھضماًلنفسه:** حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کو ذی بال ہی نہیں سمجھا اس لیے خطبہ نہیں لکھا لیکن یہ جواب بھی صحیح نہیں کیونکہ حضور ﷺ کی طرف منسوب ہونے والی **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** کیوں ذی بال نہیں ہے؟ [۳]

جواب الجواب: ...... محدثین حضراتؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے تو **ذی بال** ہے لیکن اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے کہ میں نے اس میں تحقیق کی ہے اس کو **ذی بال** نہیں سمجھا [۴]

الجواب السادس: ......**تعارضَ الحدیثین:** روایتیں متعارض تھیں کسی جگہ بسم اللہ سے شروع کرنے کا حکم تھا کسی جگہ الحمد للہ سے شروع کرنے کا حکم ہے تو تعارض کیوجہ سے نا قابل عمل تھیں اس لیے عمل نہیں کیا لیکن یہ جواب کمزور ہے [۵] اس لیے کہ تعارض دور ہوسکتا ہے کہ ایک کو ابتداء حقیقی پر محمول کرلو جو کہ تمام ماعدا سے مقدم ہوتا ہے اور دوسرے کو ابتداء اضافی پر محمول کرلو جو کہ بعض ماعداء سے مقدم ہوتا ہے یا عرفی پر جو کہ مقصد سے مقدم ہوتا ہے [۶]

الجواب السابع: ...... مقصود تو ذکر اللہ ہے اور تحمید و تسمیہ دونوں کا مصداق ذکر اللہ ہے لہٰذا ایک دوسرے پر کفایت کرنے والا ہے۔**فلااشکال فیه** [۷]

الجواب الثامن: ...... مقصود تو **حمد علی صفات کماله** ہے۔بسم اللہ میں بھی یہی چیز ہے جیسے الحمد للہ میں اس لیے مستقل حمد کی ضرورت نہ رہی۔

---

۱ ایضاح البخاری ج ۱ ص ۳۹ ،عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲
۲ تقریر بخاری ج ۱ ص ۶۴ ،عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲، ۶۳ ،فتح الباری ج ۱ ص ۵
۳ تقریر بخاری ج ۱ ص ۶۴
فیض الباری ج ۱ ص ۱
۴ ایضا
۵ فیض الباری ج ۱ ص ۱
۶ فتح الباری ج ۱ ص ۵
۷ طبقات علامہ سبکیؒ ج ۱ ص ۹، مرقات ج ۱ ص ۳

الجواب التاسع: ...... ایک جواب حضرت شیخؒ نے لکھا ہے حضرت مولانا محمد یوسفؒ صاحب کے سخت اصرار پر یہ ناکارہ ۱۳۸۴ھ میں حج وزیارت کے لیے گیا تھا وہاں مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا کہ یہ ناکارہ مسجد نبوی میں بخاری شریف پڑھانے پر مامور ہوا مجھے بہت ہی فکر سہم لاحق ہوئی اور اپنی ناقابلیت کا استحضار ہوا۔ بار بار عذر معذرت پر میں نے کہا کہ میں کتابیں وغیرہ ساتھ نہیں لایا کہ بوقت ضرورت مراجعت کرسکوں، حضرت امام بخاریؒ نے فرمایا کہ میں پاس بیٹھا رہونگا اور مدد دیتا رہونگا۔ سبق شروع ہوگیا میں نے شروع میں خطبہ نہ ہونے کے متعلق توجیہات جو ہم کیا کرتے ہیں، شروع کیں امام بخاریؒ ساتھ تھے انہوں نے فرمایا کہ جتنی توجیہات تم نے کی ہیں انمیں سے ایک وجہ بھی نہیں ہے دراصل بات یہ ہے کہ اسکی تالیف کتابی صورت سے نہیں ہوئی بلکہ میں نے ابھی جزء جزء لکھا تھا ابھی تک ترتیب نہیں دی تھی کہ میری وفات ہوگئی اس لیے شروع میں خطبہ وغیرہ کی جو ترتیب ہوتی ہے اسے میں اختیار نہ کرسکا[1]

الجواب العاشر: ...... ایک جواب علامہ عینیؒ نے دیا ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنے مسودے میں تو بعد التسمیہ تحمید لکھی تھی لیکن کاتبین سے ساقط ہوگئی۔ لیکن اس جواب کو علماء نے پسند نہیں فرمایا اس لیے کہ اس جواب سے بخاری کے نسخے پر اعتماد اٹھ جائے گا کہ حمد ساقط ہوسکتی ہے تو اور بھی بہت کچھ ساقط ہوگیا ہوگا۔[2]

الجواب الحادی عشر: ...... یہ تأسی بالحدیث الشریف ہے اس لیے کہ حضور علیہ السلام کے جتنے خطوط ہیں وہ بسملہ کے بعد بدوں حمد لہ کے من محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شروع ہوئے ہیں[3]

اعتراضِ عقلی: ...... حدیث ((کل امر ذی بال لم یبدأفیه بذکر الله وببسم الله الرحمن الرحیم فهو اقطع)) اس پر عمل نہیں ہوسکتا کیونکہ اس پر عمل کرنا مستلزمِ محال ہے اور مستلزمِ محال خود محال ہوتا ہے لہٰذا اس حدیث پر عمل کرنا محال ہے۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر ذی بال امر کو بسم اللہ سے شروع کرنا چاہیے۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ بسم اللہ خود امرِ ذی بال ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ امر ذی بال ہی ہے تو اس بسم اللہ سے قبل بھی بسم اللہ ہونی چاہئے اور وہ خود امرِ ذی بال ہوگی تو اس سے قبل اور بسم اللہ ہونی چاہیے هلمّ جرّاً پس تسلسل لازم آئیگا اور تسلسل محال ہے لہٰذا اس حدیث پر عمل محال ہے؟

جواب: ...... بعض کلیے ایسے ہوتے ہیں جن میں استثناء عقلی ہوتا ہے یعنی اس کلیے سے بعض جزئیات مستثنیٰ ہوتی

---

[1] تقریر بخاری ج۱ ص۶۴

[2] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۳

[3] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۲

[4] پارہ۱ سورۃ البقرۃ آیت۲۰

ہیں جیسے ﴿اِنَّ اللهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ "بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے" تو اللہ پاک اپنا شریک پیدا کرنے پر بھی قادر ہوا لیکن پیدا نہیں کریں گے؟ ماننا پڑے گا کہ یہ محالات عقلاً مستثنیٰ ہوتے ہیں کیونکہ تحت القدرۃ ممکن ہوتا ہے نہ کہ محال اسی طرح چونکہ مبدأ اور مبدأ منہ میں تغایر ہوتا ہے تو جب مبدأ منہ بسم اللہ ہے تو یہ عقلی طور پر اس حکم سے مستثنیٰ ہوگی۔

ترکیب: ...... بسم اللہ جار مجرور ہے اسکا متعلق یا تو اسم ہوگا (علی مذہب بصریین) یا فعل (علی مذہب کوفیین)، پھر متعلق مقدم ہوگا یا مؤخر۔

رائے اول: ...... بعض حضراتؒ فرماتے ہیں اسم مقدم محذوف ہوگا، مَبدأ بمعنی شروع کرنا۔ یا اَبْتَدِأُ فعل محذوف ہوگا پھر یہ خاص فعل ہوگا یا عام۔ خاص فعل سے مراد ہر کام کے وقت مناسب فعل نکالا جائے، یا عام فعل ہو جیسے اَبْتَدِأُ یا اَشْرَعُ۔ اس میں دو رائیں ہیں ۱۔ خاص فعل نکالا جائے ۲۔ عام فعل نکالا جائے۔

رائے ثانی: ...... دوسری رائے یہ ہے کہ مؤخر ہو۔ راجح یہ ہے کہ مؤخر مانا جائے معنی یوں کیے جائیں گے اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وجہ ترجیح: ...... یہ اس لیے راجح ہے کہ بسم اللہ مشرکین کے رد میں نازل ہوئی اور انکی بسم اللہ یوں تھی **بسم الله والات والعزیٰ**، رد تب ہی ہوسکتا ہے جبکہ ایسی ترکیب ہو جسمیں حصر پیدا ہو اور حصر تب ہی ہوسکتا ہے جب مؤخر مانا جائے کیونکہ قاعدہ ہے **التقديم ما حقه التاخير يفيد الحصر**. اور اگر مقدم مانیں تو ترجمہ یوں ہوگا اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ بڑا مہربان ہے نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس تقریر سے یہ اشکال بھی رفع ہوگیا کہ بسم اللہ میں اللہ کی دو صفتیں کیوں لائی گئی ہیں؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ مشرکین لفظ اللہ کے بعد دو بتوں کا ذکر کیا کرتے تھے۔

اشکال: ...... لفظ اللہ کے ساتھ انہی دو صفتوں (الرحمٰن الرحیم) کو کیوں لائے؟

الجواب: ...... انسان کے تین ادوار ہیں ۱۔ ابتدا ۲۔ ابقا ۳۔ انتہا۔ ابتداء میں صفت ربوبیت چاہیئے اور لفظ اللہ سے اسی طرف اشارہ ہے اور لفظ رحمٰن بقاء والی صفت پر دلالت کرتا ہے اور لفظ رحیم انتہا والی صفت پر دال ہے۔ معلوم ہوا کہ رحمٰن والی رحمت دنیا کے لحاظ سے ہے اور رحیم والی رحمت آخرت کے لحاظ سے ہے۔

الفرق بین الرّحمٰن و الرّحیم: ...... رحمٰن میں الفاظ زیادہ ہیں بہ نسبت رحیم کے اور قاعدہ ہے: **زيادة المباني تدل على زيادة المعاني:** تو معانی بھی رحمٰن میں زیادہ ہونگے معلوم ہوا کہ رحمٰن کی رحمت سے مرحوم ہونے والے زیادہ ہیں اور رحیم کی رحمت سے مرحوم ہونے والے کم ہیں کیونکہ رحمٰن کی رحمت سے مرحوم کافر بھی ہیں

مسلمان بھی، لیکن صفت رحیم سے مرحوم صرف مسلمان ہیں شیخ سعدیؒ نے فرمایا۔

ادیم زمین سفرۂ عام او ست		چہ دشمن بریں خوان یغماچہ دوست [1]

یہ جب ہے جبکہ مبالغہ فی الکم ہو اگر مبالغہ فی الکیف لیا جائے تو مفہوم برعکس ہو جائیگا رحمٰن میں مبالغہ ہے یہ آخرت کی صفت بن جائیگی اور رحیم دنیا کی صفت ہوگی یعنی رحمٰن الآخرۃ ورحیم الدنیا ۔بعض نے لکھا ہے کہ مبالغہ فی الکم کے لحاظ سے بھی رحمٰن الآخرۃ ورحیم الدنیا ہے کیونکہ آخرت میں رحمتیں زیادہ ہیں اور ایسی رحمتیں کہ نہ آج تک کسی انسان نے دیکھیں نہ سنیں نہ ہی کسی انسان کے دل پر انکا کھٹکا گزرا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ((ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر)) [2] جب فرشتہ جنتی کے سامنے پھل لائیگا جنتی کہے گا ابھی کھایا ہے فرشتہ کہے گا ((اللون لون واحد والطعم طعم آخر))

اعتراض :...... رحمٰن اور رحیم رحمت سے مشتق ہیں رحمت کہتے ہیں رقتِ قلب کو تو اللہ تعالیٰ کے لیے یہ صفات نہیں ذکر ہونی چاہییں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے تو دل ہی نہیں اللہ تعالیٰ جوارح سے پاک ہیں نیز یہ انفعالیت ہے جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہیں؟

جواب ۱ :...... یہ ایک عام جواب ہے کہ رحمت کا ایک مبدأ ہوتا ہے اور ایک انتہا وغایت ہوتی ہے۔مبدأ رقتِ قلب ہے اور غایت احسان وجود ہے تو اللہ تعالیٰ پر رحمٰن ورحیم کا اطلاق انتہا وغایت کے اعتبار سے ہے۔

فائدہ :...... اللہ تعالیٰ پر رحمت کا اطلاق مجازاً ہے اور مخلوق پر حقیقتاً۔افسوس ہے ایسے محققین پر کہ اپنی شان کے لیے جو منہ میں آئے کہہ ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سو حصے رحمت میں سے ایک حصہ مخلوق کو دیا اسکو تو حقیقی کہہ دیا اور ننانوے حصے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اسکی رحمت کو مجازاً کہہ دیا۔

جواب ۲ ...... صحیح جواب یہ ہے کہ رحمت کی دو قسمیں ہیں (۱) صفتِ مخلوق (۲) صفتِ خالق۔

یہ تعریف اُس رحمت کی ہے جو صفتِ مخلوق ہے اور نفی اُس رحمت کی ہے جو صفتِ خالق ہے اور خالق کی جو صفتِ رحمت ہے اسکی تعریف ہے ''الاحسان والجود'' تو اللہ تعالیٰ پر رحمت کا اطلاق حقیقتاً ہے نہ کہ مجازاً۔

الاسم :...... لفظ اسم کے بارے میں کوفیوں اور بصریوں کا اختلاف ہو گیا ہے یعنی اصل میں وسم تھا یا سمو یعنی فاکلمہ محذوف ہے یا لام کلمہ، تو کوفیوں کا خیال یہ ہے کہ فاکلمہ محذوف ہے عند البصرین لام کلمہ محذوف ہے یعنی اصل سمو تھا۔

---

[1] بوستان ص ۶

[2] بخاری ص ۴۶۰ ج ۱

ان اسماء کو **محذوفة الاعجاز** کہتے ہیں۔

وجه تسمية: ...... اسم کو اسم اس لیے کہتے ہیں کہ اسکا معنی ہوتا ہے بلندی اور اسم مسمی کے لیے بلندی اور شہرت کا باعث بنتا ہے اور اسم بھی اپنے قسیمین (حرف، فعل) پر مقدم ہوتا ہے۔

تعليل: ...... سمْوٌ سے اسم کیسے بنا تو کثرتِ استعمال چونکہ تخفیف کا تقاضا کرتی ہے تو اس لیے آخر سے واو کو حذف کر دیا تو دو حرف باقی رہ گئے جن میں سے پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہے جب ساکن کو حرکت دی گئی تو پہلا حرف جو متحرک ہے اس کو ساکن کر دیا اور ابتداء بالسکون محال ہے اس لیے ہمزہ وصلی مکسور شروع میں لائے تو سمْوٌ سے اسم ہو گیا[1]

راجح: ...... فرمایا کہ وسم اور سموٌ میں راجح **سمو** ہے نہ کہ **وسم**۔

لغت آخر: ...... دوسری لغت سمیٰ بھی آتی ہے جیسا کہ شعر میں مذکور ہے۔

آثرک الله بہ ایثارکا[2]	والله اسماک سمی مبارکا

ترجمه: ...... ”اللہ تعالیٰ نے تیرا بابرکت نام رکھا اللہ تعالیٰ نے تیرے نام کو ترجیح دی تجھے اس نام کے ذریعے جس طرح تو ترجیح دیتا ہے یا تیرے مثل ترجیح دینے کے“۔

اس شعر سے مقصود یہ ہے کہ اسم کی ایک لغت سمی بھی آتی ہے اور ”**ایثار کا**“ کا مطلب یہ ہے کہ جیسے تو اپنے اچھے اخلاق کو ترجیح دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی ناموں میں سے تیرے نام کو ترجیح دی۔

اللّٰـه: ...... لفظ اللہ عربی زبان کا لفظ ہے یا عجمی، راجح یہ ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے پھر اختلاف ہے کہ **علم برأسه** ہے یا مشتق ہے، راجح یہ ہے کہ یہ **علم برأسه** ہے اور جنھوں نے مشتق کہا ہے ان میں اختلاف ہوا ہے کہ اِلٰہ سے مشتق ہے یا وَلَہَ سے[3]

تعليل: ...... لفظ اللّٰہ دراصل الالٰہ تھا ہمزہ وصلی کو حذف کر کے لام تعریف کو لام اصل میں مدغم کر دیا تو اللہ ہو گیا۔

الرّحمٰن الرّحيم: ...... **اسمان بنيا للمبالغة**[4]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

---

[1] بیضاوی شریف ص۴

[2] ایضا

[3] بیضاوی شریف ص۵، کتب خانہ رشیدیہ دہلی

[4] ایضا

(۱)

﴿باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم﴾

سرورکائنات ﷺ پرنزولِ وحی کی ابتداء کیوں کر ہوئی۔

وقول اللہ عز وجل ﴿اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ [۱]

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان، ہم نے آپؐ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوحؑ کے پاس، ہم نے وحی بھیجی تھی اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس

(۱) حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا یحیی بن سعید الانصاری

ہم سے بیان کیا حمیدی نے کہا ہم سے بیان کیا سفیان نے کہا ہم سے بیان کیا یحییٰ بن سعید انصاری نے

قال اخبرنی محمد بن ابراهیم التیمی انه سمع علقمة بن وقاص اللیثی

کہا مجھ کو خبر دی محمد بن ابراہیم تیمی نے انہوں نے سنا علقمہ بن وقاص لیثی سے

یقول سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ علی المنبر یقول سمعت رسول اللہ ﷺ

وہ کہتے تھے میں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے منبر پر سنا۔ وہ کہتے تھے میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا

یقول انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی

فرماتے تھے جتنے (ثواب کے) کام ہیں وہ نیت سے ٹھیک ہوتے ہیں اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے۔

فمن کانت هجرته الی دنیا یصیبها او الی امرأة ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیه [۲]

پھر جس نے دنیا کمانے یا کوئی عورت بیاہنے کے لیے ہجرت کی (دیس چھوڑا) اس کی ہجرت اسی کام کے لیے ہوگی۔

راویِ حدیث حضرت عمرؓ کے مختصر حالات: ...... صفحہ ۱۳۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں جو ابواب قائم کئے ہیں ان کے بعد اپنی طرف سے کوئی عبارت پیش کرتے ہیں یا کوئی مسئلہ بیان کرتے ہیں تو باب کا لفظ لکھ کر جو عبارت لاتے ہیں اس کو ترجمۃ الباب کہتے ہیں اور امام بخاریؒ نے جو تراجم قائم کئے ہیں ان کی مختلف قسمیں ہیں۔

---

[۱] پارہ ۶ سورۃ النساء آیت ۱۶۳ [۲] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۶، انظر ۱، ۵۴، ۲۵۲۹، ۳۸۹۸، ۵۰۷۰، ۶۶۸۹، ۶۹۵۳

بخاری شریف کے تراجم کا اجمالی تعارف: ...... تراجم کی ابتدائی طور پر دو قسمیں ہیں
۱۔تراجمِ مجردہ ۲۔تراجم غیر مجردہ

تراجمِ غیر مجردہ: ...... ان تراجم کو کہتے ہیں جن کے ذیل میں دلیل حدیثِ مسند مرفوع لاتے ہیں اور اکثر و بیشتر ایسے ہی ہے۔ پھر تراجمِ غیر مجردہ میں ابواب قائم کرنے میں کبھی باب مع ترجمہ لاتے ہیں اور کبھی باب بلاترجمہ لاتے ہیں[۱]

سوال: ...... باب بلاترجمہ کیوں لاتے ہیں؟

جواب: ...... اس کی متعدد وجوہ ہیں۔

الوجه الاول: ...... یہ پہلے باب کی فصل اور تتمہ ہوتا ہے کہ آنے والی حدیث کا تعلق سابقہ باب کے ساتھ ہے۔

الوجه الثاني: ...... کبھی امام بخاریؒ کا مقصد تشحیذ اذہان طلبہ ہوتا ہے۔

الوجه الثالث: ...... کبھی امام بخاریؒ کا مقصد تکثیر فوائد ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے ذہن کے مطابق ترجمہ قائم کر سکے۔

فائدہ: ...... باب مع ترجمہ میں حضرت امام بخاریؒ حدیث مسند لاتے ہیں۔ تو ترجمہ دعویٰ ہوتا ہے اور حدیثِ مسند دلیل ہوتی ہے حدیث ترجمہ پر دلالت کرتی ہے خواہ صراحتاً ہو یا تضمناً ہو یا التزاماً ہو یا اشارۃً ہو۔ اور کبھی حدیث مطلق ہوتی ہے اور ترجمہ میں قید لگا کر اشارہ کرتے ہیں کہ حدیث مقید ہے اور کبھی حدیث مجمل ہوتی ہے ترجمہ میں اسکی تشریح کر دیتے ہیں اور کبھی حدیث خاص ہوتی ہے ترجمہ میں تعمیم کر دیتے ہیں۔ یہ تفصیل تراجمِ غیر مجردہ کے بارے میں ہے۔

تراجمِ مجردہ: ...... باب کے ساتھ ترجمہ مذکور ہو مگر حدیثِ مسند مذکور نہ ہو تو ایسے تراجم کو تراجمِ مجردہ کہتے ہیں[۱] ان کی آگے پھر دو قسمیں ہیں ۱۔تراجمِ مجردہ محضہ ۲۔تراجمِ مجردہ غیر محضہ

تراجمِ مجردہ غیر محضة: ...... وہ تراجم ہیں کہ حدیث مسند تو بطور دلیل نہیں لاتے لیکن کوئی قرآنی آیت یا حدیث یا کوئی قولِ سلف دلیل کے طور پر ذکر فرما دیتے ہیں۔

تراجمِ مجردہ محضة: ...... التراجم التی لم یذکر فی ذیلها شئی "محض ترجمہ منعقد کیا اس کے بعد اور کچھ مذکور نہیں یعنی جیسے ترجمہ کے لئے حدیثِ مسند مذکور نہیں ایسے ہی ترجمہ کے ذیل میں بھی کوئی آیت یا حدیث یا اثر داخل نہیں[۲] مجردہ محضہ کی پھر دو قسمیں ہیں ۱۔صوریہ ۲۔حقیقیہ

مجردہ محضہ صوریة: ...... کہ ترجمۃ الباب کی کوئی دلیل ذکر نہیں کرتے یعنی آیتِ قرآنی یا قولِ سلف وغیرہ بلکہ ترجمۃ الباب ہی قرآن پاک کے الفاظ ہوتے ہیں **(التی جعلت فیها الآیات القرآنیة ترجمة)**[۳]

---

[۱] (مصنفہ شیخ الہند ص۱۴) [۲] (الابواب والتراجم شیخ الہند ص۱۵) [۳] (الابواب والتراجم ص۱۹ ایچ ایم سعید کراچی)

مجردہ محضہ حقیقیۃ: ...... وہ تراجم ہیں کہ ترجمہ حضرت امام بخاریؒ کی اپنی عبارت ہوتی ہے یہ تمام بخاری میں صرف آٹھ، نو جگہ ہیں[۱]

سوال: ...... تراجم مجردہ لانیکی کیا وجہ ہے؟

جواب: ...... اس کی متعدد وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔

الوجہ الاوّل: ...... امام بخاریؒ باب قائم کردیتے ہیں کہ اس کی دلیل حدیثِ مسند کہیں گزر چکی ہوتی ہے گویا طلبہ کے علم پر اعتماد کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔

الحاصل: ...... **اعتماداً علی فهم الطلبة** ترک کردیتے ہیں۔

الوجہ الثانی: ...... تکرار سے بچنے کے لیے۔

الوجہ الثالث: ...... طلبہ کے امتحان اور تیقظ کے لیے کہ کچھ تم بھی اپنے حافظہ پر زور دیکر دلیل لاؤ۔

الوجہ الرابع: ...... حضرت امام بخاریؒ نے ابواب پہلے لکھ دیئے تھے پھر امام بخاریؒ کو اپنی شرطوں کے موافق اس باب کے تحت کوئی حدیث نہ ملی تو وہ باب مجردہ رہ گیا لیکن یہ وجہ ہر جگہ منطبق نہیں ہوتی۔

باب فی الباب: ...... امام بخاریؒ کی ایک اصطلاح یہ بھی ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ کبھی کسی باب کی دلیل ذکر کرتے ہیں تو جو حدیث ذکر فرماتے ہیں اس سے ترجمۃ الباب بھی ثابت ہوتا ہے اور وہ حدیث کسی اہم مسئلہ پر بھی دال ہوتی ہے تو امام بخاریؒ اس اہم مسئلہ پر متنبہ کرنے کے لیے ایک اور باب قائم کردیتے ہیں اور اس کے بعد پھر سابقہ باب کی دلیل لاتے ہیں اسکو **باب فی الباب** کہتے ہیں۔ ایسی صورت کو نہ سمجھنے سے دو مشکلیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۱: ...... اس باب کا ماقبل سے ربط سمجھ نہیں آتا۔ ۲: ...... **باب فی الباب** کی ایک حدیث سے تو ترجمہ خود بخود ثابت ہوگا لیکن اسکے بعد اگر کوئی دوسری حدیث ہو جو اصل باب کی دلیل ہوتی ہے تو اسکا ربط **باب فی الباب** والے ترجمہ سے جوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے اور وہ جڑتا نہیں۔

بَاب: ...... تین طرح سے پڑھا گیا ہے ۱۔ **مرفوع مع التنوین**، تقدیری عبارت ہے **هذا بابٌ** ۲۔ **باب بغیر تنوین** اور بغیر اعراب کے جیسے اسمائے معدودہ میں ہوتا ہے کہ وقف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے ۳۔ اضافت کے ساتھ پڑھا جائے جیسے **بابُ کیف کان**[۲]

اعتراض: ...... یہ اضافت صحیح نہیں ہے کیونکہ باب کی جملہ کی طرف اضافت ہے اور باب ان الفاظ میں سے نہیں ہے جن کی جملہ کی طرف اضافت کو جائز قرار دیا جائے؟

---

[۱] (الابواب والتراجم ص۱۹) [۲] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۵، تقریر بخاری ج۱ ص۶۴، کرمانی ج۱ ص۱۳

جواب: ...... اس اعتراض کے دوجواب دیے گئے ہیں (۱) اضافت اس وقت ناجائز ہوتی ہے جب اضافت من حیث المعنی ہو اگر لفظ محض مرادلیا جائے تو جائز ہوتی ہے۔[۱] (۲) اصل اضافت **کیف کان بدء الوحی** کی طرف نہیں ہے بلکہ مضاف الیہ محذوف ہے باب **فی جواب قول القائل کیف کان بدأالوحی**.

تعلیل: ...... بابٌ اصل میں بوبٌ تھا قال والے قاعدے (واومتحرک ماقبل مفتوح ہوتو واوکوالف سے بدل دیتے ہیں) کی وجہ سے باب ہوگیا۔[۲]

سوال: ...... حضرت امام بخاریؒ نے دیگر مصنفینؒ کی طرح اپنی کتاب کوکتاب کے عنوان سے شروع کیوں نہیں کیا؟ باب کے عنوان سے کیوں شروع کیا؟[۳]

جواب: ......اس کے تین جواب ہیں۔

(جواب۱)......محدثینؒ کے نزدیک کتاب سے مراد وہ مجموعہ ہوتا ہے جو مختلفۃ الانواع مسائل پر مشتمل ہو اور باب وہاں قائم کرتے ہیں جہاں مسائل متفقۃ الانواع اور مختلفۃ الاصناف ہوں ضابطہ ہے کہ نوع پر جب قیدیں زیادہ لگ جائیں تو فصل بن جاتی ہے تو چونکہ اس باب کے تحت مختلف انواع نہیں تھیں ایک ہی نوع کے مسائل تھے اس لیے باب کا نام دیا۔

(جواب۲)......بعض حضراتؒ نے یہ جواب دیا کہ اصل میں کتاب شروع ہی نہیں ہوئی وہ تو کتاب الایمان سے شروع ہوگی یہ تو مقدمے اور دیباچے کے طور پر ہے۔اس لحاظ سے باب سے تعبیر کردیا۔

(جواب۳)......اصل میں حضرت امام بخاریؒ کا مقصود مقسم کو بیان کرنا ہے اسکو بطور مقسم کے ذکر کیا ہے اور آگے کتاب الایمان سے اسکی قسمیں ہیں اگر اسکو بھی کتاب کے عنوان سے شروع کرتے تو آگے قسمیں بنانا صحیح نہ ہوتا۔

السوال علی الامام البخاریؒ: ...... تمام مصنفینؒ اپنی کتاب کوشروع کرتے ہیں کتاب الایمان یا کتاب الطہارت سے،لیکن امام بخاریؒ نے سب سے الگ ترتیب اختیار فرمائی ہے اسکی کیا وجہ ہے؟

الجواب: ...... قارئین کو بتلانا چاہتے ہیں کہ دین وہ معتبر ہے جو مستندالی الوحی ہو کیونکہ مدار دین وحی ہے[۴] چاہے وحی جلی ہو چاہے خفی تو یہ باب قائم کر کے اشارہ کر گئے کہ میں نے جو احادیث جمع کی ہیں سب مستندالی الوحی ہیں۔

فائدہ: ...... اس سے معلوم ہوا کہ کوئی مکاشفہ اور واردات قلبی معتبر نہیں ہے جب تک کہ وہ مستندالی الوحی نہ ہو۔حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کو استاد کہا کرتے تھے اس کی دو وجہیں تھیں

---

۱ درس بخاری ص۲۲
۲ عمدۃ القاری ج۱ ص۱۳ ، تقریر بخاری ص۶۴
۳ عمدۃ القاری ج۱ ص۱۳ مطبوعہ دارالفکر
۴ ایضاح البخاری ج۱ ص۴۰

ایک تو اس لیے کہ انکے لڑکے کے استاد تھے دوسرے اس لیے کہ جب کوئی نئی چیز وارد ہوتی تھی جب تک حضرتؒ سے پوچھ نہیں لیتے تھے اس وقت تک بیان نہیں کرتے تھے ایک مرتبہ کہا کہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جس صورت میں آئے وہ آپ ﷺ کی صورت ہوسکتی ہے کیونکہ قرآن نے مطلق بشر کی صورت نہیں فرمائی بلکہ فرمایا ﴿بَشَراً سَوِیًّا﴾ [1] تو حضرتؒ نے فرمایا انکار پر کوئی وجہ نہیں اثبات کی کوئی دلیل نہیں ہے کسی نے اسکو ذکر نہیں کیا۔

کیف: ...... امام بخاریؒ نے کیف سے تیس باب مشروع فرمائے ہیں بیس جلد اوّل میں اور دس جلد ثانی میں [2] یہ پہلا ہے۔

سوال: ...... مصنفؒ نے ترجمۃ الباب میں کیف استعمال فرمایا ہے اس استفہام کا منشاء کیا ہے؟

جواب: ...... محدثین شراحؒ نے متعدد توجیہات کی ہیں کہ کس موقع پر باب میں کیف لاتے ہیں۔

(۱)...... کبھی مصداق میں اختلاف ہوتا ہے اس لیے کیف سے ترجمۃ الباب شروع کرتے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ اختلافی چیز ہے۔

(۲)...... اور کبھی اس وجہ سے کہ مصداق میں تردد ہوتا ہے تو فیصلہ قاری پر چھوڑ دیتے ہیں۔

(۳)...... کبھی استفہام سے مقصود تعظیم اور تفخیم ہوتی ہے جیسے اس مقام پر معنی ہوگا کہ کیسی شان والی تھی ابتداء وحی۔

(۴)...... کبھی تردد وغیرہ تو نہیں ہوتا بلکہ تاریخ سے سوال ہوتا ہے جیسے اس مقام پر معنیٰ ہوگا کہ ابتداء وحی کی کیفیات کیا تھیں؟

ترکیب: ...... اگر کیف جملہ پر داخل ہو تو حال ہوتا ہے ورنہ خبرِ مقدم۔ جیسے کیف جاء زید مقصود حالت ہے اور اگر کیف زید ہو تو خبر مقدم۔ کیف استفہامیہ صدارت کلام کو چاہتا ہے۔

سوال: ...... آپ نے تو کیف کو مضاف الیہ بنایا ہے باب کا تو کیف کو مضاف الیہ بنانے سے کیف کی صدارت تو ٹوٹ گئی؟ واضح رہے کہ اعتراض صرف ایک ترکیب پر ہے نہ کہ باقی دو ترکیبوں پر۔

جواب: ...... صحیح یہ ہے کہ کیف صدارت کلام کو چاہتا ہے مگر اس کلام کی کہ جس کا جزء ہو۔ اصل کلام تو کیف کان بدؤ الوحی ہے اور اس میں مقدم ہے [3]

ترکیب کان: ...... اگر کان کو ناقصہ بنایا جائے تو بدؤ الوحی اسم ہوگا اور کیف اسکی خبر مقدم ہوگی۔ اگر کان تامہ ہو تو کیف بمنزلہ حال کے ہوگا اور بدؤ الوحی فاعل۔

بدؤٌ: ...... بدء کا لفظ مہموز ہے یا ناقص، بعض نے بدء بالہمزہ پڑھا ہے بمعنی ابتداء اور بعض نے بُدُوٌّ پڑھا ہے یہ بَدْوٌ سے لیا گیا ہے بمعنی ظہور، لہٰذا دو معنی ہوگئے ۱۔ کیسے تھی ابتداء وحی کی ۲۔ اور کیسے تھا ظہور وحی کا، راجح بدء بالہمزہ

[1] پارہ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۱۷ [2] تقریر بخاری کتاب العلم ص ۳۴۳ [3] تقریر بخاری ۶۵

ہے کیونکہ حضرت امام بخاریؒ کے دوسرے نسخوں میں بھی یہی ملتا ہے اور روایتوں سے بھی یہی پتہ چلتا ہے [۱]

الوحی اللغوی: ...... وحی کے لغوی معنی بہت سارے ہیں۔

(۱)...... الاعلام فی خفاء۔ (۲)...... کتابت: اَوحیٰ بیدہٖ ای کتب (۳)...... اشارہ [۲] (۴)...... رسالہ کو بھی وحی کہتے ہیں بمعنی پیغام۔ (۵)...... الھام کو بھی وحی کہتے ہیں یعنی القاء فی الروع۔ (۶)...... خفیہ کلام کو بھی وحی کہتے ہیں۔

(۷)...... کُلُّ ما القیتہ الی غیرک اس لحاظ سے شیطان کے وسوسے کو بھی وحی کہا جاسکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَاتَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَآءِ هِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ [۳]

(۸)...... کتاب [۴]

الوحی الاصطلاحی: ...... کلام اللہ المنزل علی نبی من الانبیاء خفیاً کان او جلیاً متلواً کان او غیر متلوٍّ

اقسامِ وحی: ...... مشہور سات قسمیں ہیں عند البعض آٹھ ہیں وعند البعض چھیالیس قسمیں ہیں تفصیل خدا ہی جانے۔ استدلال ان کا اس حدیث سے ہے ((رؤیا المؤمن جزء من ستة واربعین عن النبوة)) [۵] اسکی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ نبوت ۲۳ سال رہی اور نبوت سے قبل چھ مہینے سچے خواب آتے رہے اور چھ مہینے ۲۳ سال کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

علامہ سہیلیؒ نے سات قسمیں لکھی ہیں گو محققین علماءؒ نے اسکا بھی اختصار کر کے چار قسمیں بنادی ہیں۔

الاول: ...... وحی منامی کہ اللہ تعالیٰ خواب میں کوئی بات دکھلائے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے آپ ﷺ کو سچے خواب آئے [۶]

الثانی: ...... مثلُ صلصلةِ الجرس، گھنٹی کی آواز [۷] جیسے آج کل ٹیلی گرام۔

الثالث: ...... اللہ تعالیٰ پردہ کے پیچھے سے کلام کریں نبی کو علم حضوری سے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ خدا کی آواز ہے جیسے لیلۃ المعراج میں باتیں ہوتی رہیں یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر سنا۔

---

[۱] فیض الباری ج۱ ص۲ سطر۱ [۲] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۴ سطر۷ [۳] پارہ ۸ سورۃ الانعام آیت ۱۲۲
[۴] بخاری شریف ج۱ ص۲ حاشیہ۳، عمدۃ القاری ج۱ ص۱۴ [۵] تقریر بخاری ج۱ ص۶۷ [۶] بخاری شریف حدیث۳
[۷] بخاری شریف ج۱ ص۲ حاشیہ۳

الرابع:……**القاء فی الروع** :جیسا کہ حدیث شریف میں ہے((**ان روح القدس نفث فی روعی**))[۱] یہ اگر نبی کے لیے ہوتو وحی ہے اور اگر ولی کے لیے ہوتو الھام ہے۔

الخامس :…… حضرت جبریلؑ اپنی اصل شکل میں نظر آئیں اور نبی علیہ السلام سے کلام کریں۔

السادس :……فرشتہ انسانی شکل میں آ کر باتیں کرنے لگے، جیسے حدیث جبریل علیہ السلام۔

السابع :……وحی اسرافیلی یعنی فرشتہ جبریل علیہ السلام نہ ہوں بلکہ فرشتہ اسرافیل علیہ السلام ہوں، لیکن محققین آخری چار قسموں کو ایک ہی قسم مانتے ہیں[۲] یعنی وحی بواسطۂ ملک۔

الثامن :…… یعنی وحی سکوتی کہ نبی کوئی کام کریں اور اللہ تعالی اسکی اصلاح نہ فرمائیں اور اس سے نہ روکیں تو وحی سکوتی ہوگی۔

وحی کا مجازی معنی تسخیر ہے جیسے ﴿واوحی ربک الی النحل﴾[۳] میں یہی معنی مراد ہے۔کبھی وحی کا اطلاق موحیٰ (الفاظ) پر بھی ہوتا ہے گویا تسمیۃ المفعول باسم المصدر ہے۔انبیاء علیھم السلام والی وحی جو کہ اصطلاحی وحی ہے وہ بند ہوگئی ہے۔

نوٹ :……مرزے لعین نے وحی کے لغوی معنیٰ لے کر مغالطے دیئے ہیں۔

﴿ضرورتِ وحی﴾

اجمالی دلیل :……جو دلائل ضرورتِ حدیث کے تحت بیان کیئے ہیں وہ ضرورت وحی کے بھی ہیں یہ ایک اجمالی دلیل ہے۔

تفصیلی دلائل

دلیلِ اول :…… انسان کو خلافت، علم کی بنیاد پر ملی ہے۔معلوم ہوا کہ خلافت انسانی کا مدار علم ہے۔وسائلِ علم انسان کے پاس چار ہیں ۱۔وحی ۲۔کشف ۳۔عقل وحواس ۴۔الہام۔ وحی کے علاوہ باقی وسائلِ علم ناقص ہیں اس لیے ان سے حاصل کردہ علم مدارِ خلافت نہیں بن سکتا۔

نقصان عقل کے دلائل

(۱) :……وحی کے علاوہ باقی سب وسائل علم کے ناقص ہونے کی ایک مشترک دلیل یہ ہے کہ ان مین تعارض ہے یعنی الہام، الہام سے متعارض ہے، کشف، کشف سے متعارض ہے اور عقل کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پاتی کیونکہ عقل والوں کی عقلیں متعارض ہیں یونانیوں کی عقلیں اور آج کل کے سائنس دانوں کی عقلیں متعارض ہیں مثلاً فلاسفہ پہلے کہتے تھے کہ آسمان ہے اب کہتے ہیں کہ آسمان نہیں ہے۔

(۲) :…… عقل اس لیے بھی ناقص ہے کہ عقل علم حاصل کرتی ہے حواس سے اور حواس محدود ہیں مثلاً آنکھ کہ اس کا ادراک ایک میل کے فاصلہ تک ہے زائد نہیں ہے کیونکہ میل کی مسافت اس طرح متعین کی گئی کہ وہاں پہنچ کر انسانی نگاہ

۱۔ تقریر بخاری ج ۱ ص ۶۷ ۲۔ تقریر بخاری ج ۱ ص ۶۷ ۳۔ پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۶۸

مائل ہو جاتی ہے۔

(۳): ...... حواس جس طریقے سے محدود ہیں اسی طریقے سے بسا اوقات غلطی بھی کر لیتے ہیں اس لیے عقل کا علم صحیح نہیں ہو سکتا جیسے کہ گاڑی میں سوار ہونے والے باہر دیکھیں تو درخت بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یرقان والے کو ہر چیز پیلی پیلی نظر آتی ہے۔ سڑک پر چلیں تو آگے تھوڑے فاصلے پر سڑک بند نظر آتی ہے۔ اسی طرح تھوڑی دور سے آسمان زمین سے ملا ہوا نظر آتا ہے۔

(۴): ...... مبدأ اور معاد کے بارے میں عقل نے آج تک انسان کی کوئی رہنمائی نہیں کی کہ انسان کی ابتداء کہاں سے تھی اور انتہاء کہاں ہے۔ کوئی ہیولی اور صورت میں الجھا ہوا ہے اور کوئی نظریۂ ارتقاء میں الجھا ہوا ہے جیسے سائنس دان ڈارون وغیرہ کا نظریہ یعنی نباتات نے ترقی کر کے حیوانات کی صورت اختیار کر لی انمیں سب سے زیادہ ترقی کرنے والا بندر ہے اس نے زیادہ ترقی کی تو انسان بن گیا۔

فلسفی کو بحث میں خدا ملتا نہیں		ڈور کو سلجھا رہا ہے مگر سرا ملتا نہیں

الحاصل: ...... وحی کے علاوہ علم کے تمام وسائل ناقص ہوئے اور انسان اللہ تعالی کا خلیفہ ہے اور اس خلافت کا مدار علم ہے اور خلافتِ انسان کے لیے ضروری تھا کہ جس کا خلیفہ بنا ہے اسکی طرف سے علوم نازل کیے جائیں۔

دلیلِ ثانی: ...... انسان مرکب ہے جسم اور روح سے اسکی بقاء کے لیے غذاء کی ضرورت ہے جسم چونکہ خاکی ہے اس لیے اسکی بقاء کا انتظام زمین سے کیا گیا اور روح چونکہ لطیف ہے اس لئے اس کی غذا وہ وحی ہے جو آسمانوں سے نازل ہوتی ہے۔

دلیلِ ثالث: ...... یہ جسم بیمار ہو جاتا ہے جیسے اسکے علاج کے لئے دوا کی ضرورت ہے اور ایسے ہی روح بھی بیمار ہو جاتی ہے اسکے علاج کے لیے بھی دوا کی ضرورت ہے اور اسکی دوائی اور علاج وحی ہے انسان کو اللہ تعالی نے جسمانی لحاظ سے بہت محتاج بنایا ہے تاکہ خدائی کا دعویٰ نہ کر بیٹھے۔ کپڑا بنانا ریشم کے کیڑے سے سیکھا کہ شہتوت سے کپڑا بناتا ہے۔ ایسا کپڑا پوری انسانیت نہیں بنا سکتی اور دوائیاں بنانا شہد کی مکھی سے سیکھا کہ مختلف پھولوں کو جمع کر کے شہد بناتی ہے۔

دلیلِ رابع: ...... انسان انس سے لیا گیا ہے نیز انسان مدنی الطبع ہے ظاہر ہے کہ میل جول والی طبعیت کے لیے لین دین بھی ہوتا ہے اور لین دین جن چیزوں میں ہوگا وہ سب اللہ تعالی کی پیدا کردہ ہیں تو اللہ تعالی اپنی اشیاء کے لین دین کے طریقے وحی کے ذریعے بتاتے ہیں کہ گندم برابر سرابر ہو وغیرہ وغیرہ اسی طرح ہبہ کے طور پر لینے کی اجازت ہے نہ کہ غصب کے طور پر، اسی طرح لین دین کا قانون جب تک اسلام کے مطابق نہیں ہوگا دنیا کے اندر چین سکون نصیب نہیں ہوگا۔

﴿صداقتِ وحی﴾

وحی کا صدق وکذب مبنی ہے مخبر کے صدق وکذب پر، یعنی اگر اسکے حالات میں صدق وامانت نہیں تو وحی میں جھوٹ ہوگا مخبر جب خبر دیتا ہے تو دونوں کا احتمال ہوتا ہے جب خصوصیت حاشیتین ملحوظ ہو تو کذب کا احتمال منقطع ہو جاتا ہے۔ وحی کا انکار کرنے والوں نے بھی آپ ﷺ کے صدق کا انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ وحی صادق ہے خصوصیت حاشیتین سے مراد متکلم اور واقعہ ہے جسکا بھی صدق آپکو معلوم ہو جائیگا تو آپ کذب کا احتمال ختم کردیں گے آپ ﷺ نے اپنے صدق کی دلیل یہ بیان فرمائی ''کہ میں تمہارے اندر ایک زمانہ تک ٹھہرا ہوں تم نے مجھے جھوٹا نہیں پایا پہلے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے تو تصدیق کروگے سب نے بیک زبان ہوکر کہا مانیں گے اگرچہ ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ کوئی لشکر نہیں ہے''[۱]

☆**القصة:**...... حضرت مولانا لال حسین صاحب سندھ میں قادیانیوں سے مناظرے کے لیے تشریف لے گئے مولانا موصوف نے مناظرے کا موضوع یہ رکھا کہ مرزا کے صدق وکذب پر بحث ہوگی اس پر قادیانی مناظر نے کہا کہ پھر محمد ﷺ کے صدق وکذب پر بھی بحث ہوگی اس پر ایک شخص حاجی مانک صاحبؒ کو جوش آیا اس نے یہ کہنے والے قادیانی کو قتل کردیا۔ پھر جس انگلی سے اشارہ کر کے کہا تھا وہ انگلی کاٹی پھر جس زبان سے یہ لفظ بولے تھے وہ زبان کاٹی۔ حکومت نے قتل کا مقدمہ چلایا وکیل نے کہا کہ کوئی گواہ تو ہے نہیں ایک مرتبہ انکار کردو پھانسی نہیں لگے گی اس شخص نے کہا شفاعت حاصل کرنے کے لیے یہ سارا کام کیا تھا انکار کیسے کردوں۔ چنانچہ مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مقدمہ کی پیروی کی اور مؤقف یہ اختیار کیا کہ نبی کا امتی نبی پر فریفتہ ہوتا ہے اگر کوئی اس کی توہین کرے تو امتی ہرگز برداشت نہیں کرسکتا پس نتیجہ کے طور پر صرف چار سال کی قید ہوئی۔

﴿حفاظتِ وحی﴾

اس پر اشکال ہوسکتا ہے کہ مانا کہ وحی سچی ہے کیا معلوم کہ محفوظ بھی رہی ہے یا نہیں؟ اس لیے دلائل حفاظت ضروری ہیں۔

دلیلِ اول:...... اللہ تعالی نے خود ارشاد فرمایا ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾[۲] ذات باری خود ہی محافظ ہے اس لیے کوئی اشکال نہیں ہوسکتا۔

---

[۱] بخاری شریف ص ۷۴۳ ج ۲ [۲] پارہ ۱۴ سورۃ الحجر آیت ۹

دلیلِ ثانی: ...... وحی روحِ کائنات ہے اور کائنات کی حفاظت کرنے والی وہی ذات ہے جو وحی کی حفاظت کرنے والی ہے اور وحی ہی حفاظت کائنات کا ذریعہ ہے لہٰذا کائنات کی حفاظت کے لیے بھی ضروری ہے کہ جب تک اسکو باقی رکھنا ہے وحی کی حفاظت کی جائے۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا یہاں پر اکثر مفسرینؒ کے نزدیک روح سے مراد قرآن مجید ہے۔

دلیلِ ثالث: ...... ہر دور اور ہر علاقہ میں تسلسل کے ساتھ کثرتِ حفظ دلیل حفاظت ہے۔

دلیلِ رابع: ...... آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں آپکی نبوت قیامت تک رہے گی لہٰذا حفاظتِ وحی بھی قیامت تک ضروری ہے۔

الحاصل: ...... ختمِ نبوت بھی دلیلِ حفاظت ہے۔ پھر الفاظ بھی محفوظ ہیں کیفیات بھی محفوظ ہیں اور لہجے بھی محفوظ ہیں۔ مدینہ منورہ میں کسی استاد کے سامنے کسی عجمی نے قرآن پڑھا عجمی لہجے کا اثر تھا استاد صاحب نے کہا کہ واللہ ما انزل ھکذا القرآن.

حفاظتِ وحی پر چند قصے

القصة الاولیٰ: ...... ایک قصہ ہے کہ قرآن پاک چھاپنے سے پہلے تصحیح کرانے کسی حافظ کے پاس گئے اور حافظ قرآن کو کہا کہ آپ ذرا قرآن پاک پڑھیں ہم تصحیح کرلیں گے تو حافظ صاحب نے کہا قرآن پڑھنے کی کیا ضرورت ہے میں صرف حرکات وسکنات سناتا جاتا ہوں آپ دیکھتے جائیں۔ ایسے بھی پیدا ہوئے جنہوں نے تین دن میں قرآن پاک یاد کرلیا اور ایسے بھی پیدا ہوئے کہ پیدا ہوئے تو قرآن پاک کے حافظ تھے۔

القصة الثانیه: ...... ایک شیعہ لیڈر یہاں آیا ایک طالب علم نے اس سے کہا جب تم مسلمانوں کے قرآن کو نہیں مانتے بلکہ تحریف کے قائل ہو تو پھر مسلمان کیوں کہلاتے ہو؟ اس نے کہا کہ ایران میں جاکر دیکھو ہمارے ہاں بھی ایسے قرآن چھپتے ہیں تو قرآن کی حفاظت کا خدا نے خود ذمہ لیا اور کیسے کیسے انتظام فرمائے کہ لوگ اپنے آپکو مسلمان کہلوانے کے لیے صحیح قرآن پاک چھاپتے ہیں۔

القصة الثالثه: ...... ایک صوفی صاحب نے ایک بچہ سے کہا کہ سورۃ تبّت سناؤ، بچے نے تَبَّت یدا بالفتح الثا پڑھا صوفی صاحب نے کہا کہ تِبّت یدا بالکسر پڑھ، بچے نے پھر بالفتح پڑھا اصرار ہوا تو صوفی صاحب نے کہا کہ میں تجھے دکھاتا ہوں۔ اس نے تصرف کیا تو بچے کو قرآن میں بالکسر نظر آیا لیکن بچے نے کہا قرآن میں غلط لکھا ہے میرے استاد نے مجھے ایسے نہیں پڑھایا صوفی صاحب نے کہا کہ لوحِ محفوظ میں دکھلا دوں تصرف کیا تو بچے کو بالکسر نظر

آیا تو بچے نے کہا کہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ غلطی وہیں سے چلی ہے۔

﴿عظمتِ وحی﴾

کسی چیز کی عظمت اسکی نسبت سے معلوم ہوتی ہے وحی کی عظمت بھی اسکے وسائط کے لحاظ سے ہوگی۔ بھیجنے والے اللہ تعالی، لانے والے حضرت جبریلؑ ہیں جو کہ افضل الملائکہ ہیں۔ منزل علیہ محمد ﷺ افضل البشر ہیں تو معلوم ہوا کہ وحی سب سے زیادہ عظمت والی چیز ہے۔

﴿اعجازِ وحی﴾

وحی معجزہ ہے اسکا اعجاز یہ ہے کہ پوری دنیا اسکا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے اللہ تعالی نے قرآن کا اعجاز ثابت کرنے کے لیے تین مرتبہ تَحَدِّیْ فرمائی یعنی مقابلے کی دعوت دی [۱]۔ سب سے پہلے فرمایا اس قرآن جیسا قرآن لاؤ پھر فرمایا چلو دس سورتیں ہی لے آؤ پھر فرمایا ﴿فَأتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِه﴾ [۱] چھوٹی سے چھوٹی سورت لے آؤ ساتھ یہ بھی فرمایا ﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا﴾ [۲] یہ پیشین گوئی بھی ایک اعجاز ہے باطل لوگ آج تک ایسا نہیں کر سکے اور نہ ہی قیامت تک ایسا کر سکیں گے۔

بعض معجزے تو وقتی تھے دل کا نکالنا وغیرہ اب یہ معجزے نہیں رہے لیکن قرآن پاک کا یہ اعجاز تا قیامت رہیگا۔

سوال:...... اگر کوئی کہے کہ ہوسکتا ہے مقابلے میں کوئی سورۃ بنی ہو لیکن ہمیں معلوم نہ ہوا ہو؟

جواب:...... آپ غور کریں کہ ہر زمانہ میں قرآن پاک کے ماننے والے تھوڑے رہے ہیں پھر پڑھنے والے اور حفظ کرنے والے کتنے ہیں اتنی قلیل مقدار نے قرآن کو ہر جگہ پہنچادیا مخفی نہیں ہوا تو جو زیادہ مقدار میں ہیں اور ہر گھڑی اسکے درپے ہیں کہ کوئی ایسی سورۃ مقابلے میں ملے تو کیسے چھپی رہ سکتی ہے۔ ایک فصیح بلیغ عرب نے کہا کہ مجھے فرصت نہیں وگرنہ میں بنا کر لاؤں کسی نے پوچھا کہ فرصت کیوں نہیں کہا کہ کسب معاش کی وجہ سے فرصت نہیں تو لوگوں نے پوچھا کہ کتنی مدت میں بنالوگے اس نے کہا کہ ایک سال میں لوگوں نے کہا ایک سال کا خرچہ ہمارے ذمہ ہے تو ایک سال لگا کر بنالے ایک سال کے بعد لوگوں نے پوچھا تو اس نے بنایا والنساء ذات الفروج تو لوگوں نے کہا تُفٌّ لک اِخسَأ ایک اور نے کہا یہ ناکام ہوگیا مجھے خرچہ دو میں یہ کام کرتا ہوں اس نے سورۃ فیل کے مقابلے میں سورۃ بنائی۔ الفیل ما الفیل وما ادراک ما الفیل له ذنب صغیر وخرطوم طویل لوگوں نے کہا اخسأ اینا لا یعرف له ذنب صغیر وخرطوم طویل.

---

[۱] پارہ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۲۳ [۲] پارہ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۲۴

رسول:...... انسان بعثہ اللہ لتبلیغ الاحکام مع کتاب و شریعۃ اور نبی عام ہے چاہے نئی کتاب نئی شریعت ہو چاہے پہلی کتاب و شریعت کے تابع ہو۔ نبی عام ہے رسول خاص ہے رسولوں کی تعداد ۳۱۳ ہے انبیاء کی تعداد بہت زیادہ ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۲ پر رسول کی تعریف اس طرح درج ہے الرسول ھو النبی الذی معہ کتاب: مرتب)

تحقیق لفظِ نبی:...... نبی نبوٌ سے ہے یا نبأٌ سے۔ اگر نبأٌ سے ہے تو اصل میں نبیٌ تھا بمعنیٰ خبر دینے والا ، فعیل کے وزن پر، اس لئے اس کو نبی کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام کی خبر دیتا ہے۔ اگر نبوٌ سے ہے تو بمعنی بلندی کے ہے چونکہ نبی اپنی قوم میں بلند مرتبہ ہوتا ہے اس لیے اسکو نبی کہتے ہیں اس وقت نبی کی اصل نَبِیْوٌ ہوگی یا نبی بمعنی راستہ سے مأخوذ ہے بولا جاتا ہے لاتصلوا علی النبی معنی ہوگا کہ راستہ پر نماز نہ پڑھو چونکہ نبی اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھاتا ہے اس لئے اس کو نبی کہتے ہیں، بعض الفاظ غیر معروف معنی میں استعمال ہوتے ہیں جس سے سامع کو مغالطہ ہوتا ہے جیسا کہ محاورہ بھی ہے جیسے النار فی الشتاء خیر من اللہ و رسولہ. من قسمیہ ہے معنیٰ ہوگا اللہ اور اس کے رسول کی قسم۔

فرق:...... بہر حال نبی اور رسول میں فرق یہ ہے کہ نبی کے لیے صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہونا ضروری نہیں۔ رسول صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ یہ عام لفظ ہے اللہ کے ہر رسول کو شامل ہے مگر اضافت کبھی کبھی عہدِ خارجی کی بھی ہوا کرتی ہے جیسا کہ نحو کے اندر پڑھ چکے ہو۔ یہاں بھی اضافت عہدِ خارجی ہے لہٰذا اس سے ہمارے رسول ﷺ مراد ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم:...... علماء نے لکھا ہے کہ جہاں کسی صحابیؓ کا ذکر آئے وہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا چاہیے خواہ کسی کتاب میں لکھا ہو یا نہ اسی طرح جہاں حضور پاک ﷺ کا نام نامی آئے وہاں درود پڑھنا چاہیے خواہ کتاب میں نہ ہو۔ درود شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت اور سلامتی بھیجے۔ صلوٰۃ کے معنی یہاں پر رحمت کے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف صلوٰۃ کی نسبت ہو تو معنی رحمت کے ہوتے ہیں فرشتوں کی طرف نسبت ہو تو معنی استغفار، اگر بندوں کی طرف نسبت ہو تو دعاءِ رحمت، صلہ کے بدلنے اور قائل اور فاعل کے بدلنے سے معنی بدل جاتے ہیں۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ﴾[1] کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اللّٰھم صلِّ علی پڑھتے ہیں یا الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے ہیں؟ نہیں، بلکہ رحمت و استغفار مراد ہے۔

حکم صلوٰۃ علی النبی ﷺ:...... حضرت علامہ کرخیؒ کی رائے یہ ہے کہ ایک بار عمر میں پڑھنا واجب ہے پھر مستحب، علامہ طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ جتنی بار حضور پاک ﷺ کا نامِ نامی آئے اُتنی مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔ در

---

[1] پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۶

اصل یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾[1] میں صلّوا امر کا صیغہ ہے اس آیت کریمہ میں مطلقاً صلوٰۃ وسلام کا امر فرمایا اور اصول فقہ کا قاعدہ ہے الامر المطلق لایقتضی التکرار و لا یحتمله اس قاعدہ کی بنیاد پر امام کرخیؒ کے نزدیک ایک بار پڑھنا واجب ہے پھر مستحب۔ علامہ طحاویؒ فرماتے ہیں کہ درود شریف کا حکم ایک سبب کی بناء پر ہے اور وہ ہے آپ ﷺ کا نام نامی اور قاعدہ یہ ہے کہ تکرارِ سبب تکرارِ مسبب کا تقاضا کرتا ہے لہٰذا جب بھی حضور پاک کا اسمِ مبارک آئیگا تو درود کا حکم متوجہ ہوگا اور اسکا پڑھنا واجب ہوگا۔ اسکی مثال جیسے ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾[2] میں نماز کا حکم ہے۔

پھر جس مجلس میں نام آئے اس مجلس میں ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جس شخص کے سامنے میرا نام آئے اور وہ درود نہ پڑھے تو اس کے لیے ہلاکت ہے۔ صلوا علیه فرضیت پر دال ہے زندگی میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے۔ ایک ہی مجلس میں بار بار ذکر آئے تو ہر بار پڑھنا مستحب ہے جب محبت کامل ہوگی تو مستحب بھی نہیں چھوٹے گا اسی محبت کے کامل ہونے کی وجہ سے۔ محدثینؒ نے کبھی بھی درود نہیں چھوڑا، کاغذ اور وقت کی بچت نہیں کی

اشکال: ...... صلّی اور دعا ہم معنی ہیں اور صلی علیہ کا معنی رحمت کی دعا کے ہیں تو دعا علیه کا بھی یہی معنی ہونے چاہئیں اس لیے کہ آپ ان دونوں کے ہم معنی ہونے کے قائل ہیں حالانکہ دعا علیه کے معنی بددعا کے آتے ہیں۔

جواب: ...... مترادفین کا ہر چیز میں برابر ہونا ضروری نہیں ہوتا کہ جو دعا کا معنی ہے وہی صلّی کا بھی ہو۔

وقول اللہ عز وجل: ...... جر کے ساتھ پڑھا جائیگا یا رفع کے ساتھ[3]، جر کے ساتھ پڑھا جائے تو ترجمۃ الباب کا جزء ہوگا اور لفظِ باب اسکی طرف مضاف ہوگا۔ اگر مرفوع پڑھا جائے تو ترجمۃ الباب کی دلیل ہوگی، اگر جزءِ ترجمۃ الباب ہوگا تو اس وقت مثبت ہوگا دلیل دوسری تلاش کرنی ہوگی۔ اگر جزءِ ترجمۃ الباب نہ ہو تو یہ خود دلیل ہوگا یا بعض اوقات بطور تبرک ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے ذکر کردیتے ہیں۔

فائدہ: ...... حضرت امام بخاریؒ کی عادت مبارکہ ہے کہ ترجمۃ الباب میں آیت، قولِ صحابی یا تعلیقات کو ذکر کرتے ہیں۔

اشکال اول: ...... ترجمۃ الباب ہو یا دلیل ہو ہر دونوں صورتوں میں اشکال ہے۔ جزءِ ترجمۃ الباب ہو تو اشکال یہ ہے کہ دونوں جزؤں میں مناسبت ہونی چاہئے جبکہ یہاں پر عدم مناسبت معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ جزءِ اول میں بدء کا ذکر ہے اور جزءِ ثانی میں مطلق وحی کا، اور اگر دلیل ہے تو بھی مطابقت ضروری ہے کہ دعویٰ تو بدؤ الوحی ہے اور دلیل میں اسکا ذکر نہیں؟

[1] پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۶ [2] پارہ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۴۳ [3] عمدۃ القاری المعروف بالعینی ج ۱ ص ۱۵

جواب:...... دونوں اشکالوں کا جواب یہ ہے کہ بدؤالوحی سے غرض کیا ہے؟ غرضِ باب میں مختلف تقریریں کی گئیں ہیں۔

تقریرِ اول:...... حضرت علامہ سندھیؒ کا جواب یہ ہے کہ بدءِ الوحی کی اضافت، اضافتِ بیانیہ ہے بدؤالوحی کا معنی وحی کا بیان ہوا تو آیت کے اندر بھی وحی کا بیان ہے۔ **فلا اشکال فیه.**

تقریرِ ثانی:...... غرضِ معنوی، عظمتِ وحی کا بیان ہے اس آیت میں بھی عظمتِ وحی کا بیان ہے وہ اس طرح کہ جملہ اسمیہ لائے پھر اللہ تعالی نے نسبت اپنی طرف کی ﴿اِنَّا اَوْحَيْنَا﴾ پھر جمع تفخیم کے لیے لائے اِنّیْ بھی تو کہہ سکتے تھے۔ پھر تشبیہ حضرت نوح علیہ السلام کی وحی کے ساتھ دی پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام کی وحی کا بھی ذکر کیا اس کے بعد آیت میں شہادت کا ذکر ہے پھر منکرین کے لیے جہنمی ہونیکا ذکر ہے ان سارے قرآئن نے عظمتِ وحی پر دلالت کی۔

تقریرِ ثالث:...... غرض معنوی صداقتِ وحی ہے دلیل یہ بیان کی کہ آپ ﷺ کی وحی کو نوح علیہ السلام کی وحی سے لیکر اخیر تک تمام انبیاء علیہم السلام کی وحی سے تشبیہ دی اور یہ دلیل صداقت ہے کیونکہ وحی بھیجنے والا تمام کی طرف ایک ہی ہے۔

اشکال ثانی:...... ترجمۃ الباب ہے **کیف کان بدؤ الوحی** اور باب کے تحت جو احادیث لائے ہیں ان میں سوائے صلصلۃ الجرس والی روایت کے کوئی بھی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی؟

جوابِ اول:...... باب کی غرض، بیانِ وحی ہے، عام ہے کہ متلو ہو یا غیر متلو ہو بہر حال اس باب میں وحی کا ذکر ہے یہ جواب علامہ سندھیؒ کے جواب کے مطابق ہے۔

جوابِ ثانی:...... حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ سے منقول ہے کہ بدءُ کبھی انتہاء کے مقابلے میں آتا ہے اور کبھی عدم کے مقابلے میں جیسے **یبدأ الخلق** یہاں بدء عدم کے مقابلے میں ہے تو بدؤالوحی کا مطلب وجود وحی ہو گیا اور آگے روایات میں کہیں نہ کہیں وحی کا ذکر ہے لہٰذا مناسبت ہو گئی۔

جوابِ ثالث:...... حضرت اقدس شیخ الحدیث قدس سرہ سے منقول ہے کہ بدء بمقابلہ انتہا کے ہے اور انتہا سے مراد مرض الوفات والی وحی ہے اس سے پہلے والی وحی ساری بدؤالوحی میں داخل ہے خواہ متلو ہو یا غیر متلو۔

جوابِ رابع:...... حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مقصود وسائلِ وحی ہیں کہ بھیجنے والا کون ہے؟ لانے والا کون ہے؟ کس پر آئی ہے؟ تو ان تین میں سے جسکا ذکر بھی ہو جائے ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت ثابت ہو جائے گی۔

جوابِ خامس:...... یہ جواب حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ سے منقول ہے کہ ایک غرض ظاہری ہوتی ہے ایک غرضِ باطنی ہوتی ہے جیسے عظمتِ وحی، عصمتِ وحی، صداقتِ وحی آیت یا حدیث کسی نہ کسی کے مطابق ہو جائیگی۔

جوابِ سادس:...... بعض محدثینؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ بدءِ عام ہے زمانے کے لحاظ سے ہو یا مکان کے لحاظ سے۔ لانے والے کے لحاظ سے ہو یا ماننے والے کے لحاظ سے، عمل کے لحاظ سے ہو یا تبلیغ کے لحاظ سے تو آیت اور روایت کسی نہ کسی کے مطابق ہو جائیگی۔

کَمَا اَوۡحَیۡنَا اِلٰی نُوۡحٍ:...... آیت میں حضور پاک ﷺ کی وحی کو، حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء علی نبینا وعلیہم السلام کی وحی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ مذکورہ کلام پر کئی اشکالات کیے گئے ہیں۔

اشکالِ اول:...... ابتداءِ وحی کو حضرت نوح علیہ السلام کی وحی کے ساتھ تشبیہ دی، کیا اس سے قبل وحی نہیں اترتی تھی؟ تو حضرت نوح علیہ السلام کی وحی کے ساتھ تشبیہ دینے کی کیا وجہ ہے؟

جوابِ اول:...... وحی دو قسم پر ہے ۱۔ وحی تکوینی ۲۔ وحی تشریعی۔ وحی تکوینی اس وحی کو کہتے ہیں جسمیں ایسے احکامات بتائے جائیں جنکا قرب ورضا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک غالب وحی تکوینی تھی کچھ اخلاقی احکامات بھی آئے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام سے حضور ﷺ تک غالب وحی تشریعی تھی اس لیے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی۔[۱]

جواب ثانی:...... وحی دو قسم پر ہے ۱۔ جس کے منکر پر عذاب آئے خواہ عذاب دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ ۲۔ جس کے منکر پر عذاب نہ آئے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے وحی ایسی تھی کہ اس کے منکر پر عذاب نہ آتا تھا۔ تو یہ منکر کے معذّب ہونیکے اعتبار سے تشبیہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کی وحی نوح علیہ السلام کی وحی کی طرح ہے کہ اس کا انکار دنیا و آخرت کے عذاب کا سبب ہے [۲] ۲(بیاض صدیقی ص ۳۸ ج ۱)

جوابِ ثالث:...... یہ تشبیہ صبر کے اعتبار سے ہے کہ جیسے رسولوں میں حضرت نوح علیہ السلام نے وحی میں تکالیف برداشت کیں ایسے ہی آپ علیہ السلام نے بھی بہت سی تکالیف برداشت کیں۔

جوابِ رابع:...... اولوالعزم ہونے کے اعتبار سے تشبیہ ہے کہ رسولوں میں جیسے حضرت نوح علیہ السلام بھی اولوالعزم تھے ایسے ہی آپ علیہ السلام بھی اولوالعزم ہیں۔

جواب خامس:...... حضرت نوح علیہ السلام سے قبل جو انسانیت چلی آرہی تھی وہ عذاب کی وجہ سے ختم ہوگئی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام سے پھر سلسلۂ انسانیت شروع ہوا جو کہ آٹھ سے اسّی (۸۰) تک کی روایات ہیں کہ اتنے بچے اسی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہا جاتا ہے [۳]

---

۱ فیض الباری ج ۱ ص ۳، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۶ ۲ بیاض صدیقی ص ۳۸ ج ۱ ۳ ایضاح البخاری ج ۱ ص ۵۰ بحوالہ عمدۃ القاری المعروف بالعینی

جوابِ سادس:...... حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں بھی شیوعِ کفر تھا اسی طرح آپ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی کفر کا شیوع تھا۔ تو یہ بھی وجہ تشبیہ ہوئی۔

اشکالِ ثانی:...... اس تشبیہ پر دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ تشبیہ تو مساوات کو چاہتی ہے جبکہ آپ ﷺ کی وحی میں ختمِ نبوت ہے اور تکمیلِ دین ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ﴾[1] اور حضرت نوح علیہ السلام کی وحی میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔

جواب:...... مشبہ اور مشبہ بہ میں تمام چیزوں میں مساوات ضروری نہیں بلکہ منکر کے معذَّب ہونے کے اعتبار سے مساوات تشبیہ کے لیے کافی ہے۔

اشکالِ ثالث:...... حضرت نوح علیہ السلام کی وحی کو مشبہ بہ بنانا دلیل عظمتِ وحیٔ نوحؑ ہے کیونکہ مشبہ بہ اصل ہوتا ہے۔

جوابِ اول:...... مشبہ بہ کے لیے اشہر اور اعرف ہونا شرط ہے افضل ہونا شرط نہیں تو حضرت نوح علیہ السلام کی وحی اشہر اور اعرف ہے۔

جوابِ ثانی:...... تشبیہ میں تمام امور میں مشابہت ضروری نہیں بلکہ وجہ شبہ جو بھی متعین کر لی جائے۔ تو یہاں چونکہ مقصود بیانِ کیفیتِ وحی تھا کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال رہے اور وحی آتی رہی تو کیفیاتِ وحی اس میں زیادہ ہیں بنسبت حضور علیہ السلام کے، تو یہ جزوی فضیلت ہوئی اس سے کلی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

اشکال:...... حضرت امام بخاریؒ نے فضائلِ قرآن میں بھی باب باندھا اول ما نزل اس باب میں اور فضائل قرآن والے باب میں تکرار معلوم ہوتا ہے؟

جوابِ اول:...... یہاں مقصود وحی سے ابتدائی حالت بیان کرنا نہیں بلکہ مطلق احوال بیان کرنا مقصود ہے جبکہ فضائلِ قرآن میں ابتدائی احوال کو بیان کرنا ہے۔

جوابِ ثانی:...... وہ باب فضائلِ وحی کے لیے نہیں بلکہ فضائلِ قرآن کے لیے ہے۔

جوابِ ثالث:...... یہاں موحیٰ الیہ سے تعرض ہے وہاں نہیں۔

جوابِ رابع:...... یہاں پر وحی عام ہے حضور ﷺ کی طرف کا ذکر ہو یا اور انبیاء علیہم السلام کی طرف۔ جبکہ فضائلِ قرآن میں خاص اس وحی کا ذکر ہے جو حضور ﷺ کی طرف ہو۔

---

[1] پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۳

وَالنَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهٖ: ...... ان الفاظ سے اشارہ کردیا کہ آپ کی وحی اتنی عظمت والی ہے کہ تمام انبیاء کی وحی کے لیے جامع ہے تو گویا جامعیت کی طرف اشارہ ہے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری		حسن یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری

جیسے شاعر نے ظاہری صفات میں جامع قرار دیا ہے ایسے ہی آپ کی وحی بھی تمام خصوصیات کو شامل اور جامع ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی جملہ انواعِ وحی حضور پاک ﷺ کی طرف نازل کیں گئیں ہیں۔

تعارف رواة

حدثنا الحمیدیؒ: ...... حمیدی حضرت امام بخاریؒ کے استاد محترم ہیں۔حمیدی دادا کی طرف نسبت ہے انکا نام نامی عبداللہ بن زبیرؒ ہے ۲۱۹ھ میں وفات ہوئی ہے۔سعید حمیدیؒ بھی معروف ہیں اور یہ مکی ہیں۔

سفیانؒ: ...... سندوں میں عام طور پر دو سفیان ہوتے ہیں ۱۔سفیان ثوری ۲۔سفیان بن عیینہؒ،جب مطلق سفیان ذکر کریں تو مراد سفیان بن عیینہؒ ہوتے ہیں چونکہ دونوں ثقہ ہیں اس لیے ابہام مضر نہیں ہے یہ مکی تابعی ہیں،متوفی ۱۹۸ھ۔

یحی بن سعید الانصاری المدنیؒ: ...... مشہور تابعی ہیں۔آئمہ مسلمین میں سے ہیں مدینہ منورہ کے قاضی رہے۔متوفی (۱۴۳ھ)

محمد بن ابراهیم التیمیؒ: ...... تیم قریش کا قبیلہ ہے اس کی طرف نسبت ہے وفات ۱۲۰ھ میں ہے۔

علقمه بن وقاص اللیثیؒ: ...... تابعی ہیں بعض نے صحابیت کا قول بھی کیا ہے۔**توفی بالمدینة ایام عبدالملک بن مروان**[۱]

عمر بن الخطابؓ: ...... نام عمر،لقب فاروق ہے۔صحابہ میں عمر نام کے واحد صحابی ہیں[۲]۔سب سے پہلے آپ امیر المؤمنین کے لقب سے مشہور ہوئے۔آپ کی موافقات ۱۹ ہیں۔۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو نماز پڑھا رہے تھے ایک مجوسی غلام ابولولوٗ نے خنجر سے وار کیا جس سے شہید ہو گئے[۳]۔

فائدہ : ...... بعض سندوں میں کچھ لطائف قدرتی طور پر پیدا ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ محدث خود پیدا کرتا ہے[۴]۔ حدیث مذکور کی سند میں بھی متعدد لطائف ہیں جو درج ذیل ہیں۔

الاولی: ...... شروع سند مکی ہے جس میں حمیدی اور سفیان ہیں جو کہ مکی ہیں اور دوسری حدیث امام مالکؒ کی ذکر فرمائی جو مدنی ہیں تو اس سے اشارہ کیا کہ وحی کی ابتداء مکہ مکرمہ سے ہوئی اور اس کا پھیلاؤ مدینہ منورہ میں ہوا۔

---

[۱] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۸ [۲] الاصابہ ج۲ ص۵۱۸، ۵۱۹ (تفصیلی حالات مشکوۃ المصابیح کے آخر میں ص۶۰۶ پر دیکھے جاسکتے ہیں) [۳] ایضاً [۴] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۸

الثــــانية: ...... محدث سند بیان کرنے میں جو الفاظ ذکر کرتا ہے وہ سارے ہی اس سند میں جمع کر دیے۔ تحدیث، سماع، اخبار، گویا کہ امام بخاریؒ نے سندِ اول کے اندر تحدیث کے جو اکثر صیغے ہیں انکو جمع فرما دیا ہے۔

الثالثة: ...... جب ایک ہی صفت کے کئی راوی سند کے اندر آ جائیں تو یہ بھی لطائف سند میں شمار ہوتا ہے اور باعثِ حسن ہوتا ہے یہاں پر حمیدی کے سواء چار تابعی **رحمهم الله تعالى** ہیں۔

على المنبر: ...... یہ حدیث حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی کے منبر پر سنائی۔ محدثینؒ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ حدیث منبر پر سنائی لیکن نقل کرنے والے صرف ایک حضرت علقمہ بن وقاصؓ ہیں اور ان سے نقل کرنے والے بھی ایک ہیں محمد بن ابراہیم تیمیؒ، آگے یحییٰ بن سعید انصاریؒ بھی اکیلے ہیں ان کے بعد پھر مشہور کہلائی۔ محدثینؒ کی اصطلاح میں یحییٰ تک غریب ہے۔ فقہاءؒ کی اصطلاح میں مشہور وہ ہے جو کسی طبقے میں بھی مشہور ہو جائے۔

الــرابعــه: ...... کہ پہلی حدیث غریب لائے تا کہ معلوم ہو جائے کہ غریب حدیث بھی صحیح اور قابلِ استدلال ہے۔ غیر مقلد کہہ دیا کرتے ہیں کہ جی ارے یہ تو غریبڑی (غریب سی) حدیث ہے۔

انما الاعمال بالنيات: ...... یہ حدیث شریف مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہے ۱۔ **انما الاعمال بالنيات** ۲۔ **الاعمال بالنيات** ۳۔ **العمل بالنية** ۴۔ **انما الاعمال بالنية** ۵۔ **الاعمال بالنية**[1] انما کلمہ حصر ہے اس میں علماءِ نحاۃ کا اختلاف ہوا کہ مرکبہ ہے یا بسیطہ دونوں قول ہیں جو کہتے ہیں کہ مرکبہ ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور ''ما'' نافیہ یا زائدہ ہے البتہ اس پر اجماع ہے کہ یہ کلمہ حصر ہے۔

دليلِ اول: ...... انــمـا ان مواقع میں استعمال ہوتا ہے جہاں ''مَا'' اور ''اِلَّا'' استعمال ہوتے ہیں مثلاً ماقام الازید تو یہاں انما قام زید بھی کہہ سکتے ہیں جیسے قرآن پاک میں ہے ﴿**مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ**﴾[2] اسی طرح دوسری جگہ پر ہے ﴿**فَاِنَّمَا عَلَيْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْن**﴾[3]

دليلِ ثاني: ...... انما کے کلمۂ حصر ہونے پر اجماع ہے جیسے ((**انما الماء من الماء**))[4] اس حدیث مبارکہ سے بعض صحابہ کرام ﷺ نے استدلال کیا ہے کہ اِکسال سے غسل واجب نہیں ہوگا۔ اِکسال کہتے ہیں کہ دخول ہو پھر کسل ہو جائے اور یعنی سستی ہو جائے اور بغیر انزال کے جدا ہو جائیں۔ جو حضرات بغیر انزال کے غسل کے قائل نہیں انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے پھر جن صحابہ ﷺ نے اسکا جواب دیا ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ انما کلمۂ حصر نہیں ہے تو صحابہ کرام ﷺ کا اس کے کلمۂ حصر ہونے پر اجماع ہو گیا۔

---

[1] فیض الباری ج۱ ص۵ [2] پارہ ۷ سورۃ المائدہ آیت ۹۹ [3] پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۸۲ [4] ترمذی شریف ج۱ ص۳۱

الاعمال: ...... عمل کی جمع ہے اس کے مقابلے میں فعل ہے۔

اشکال: ...... افعال کیوں نہیں فرمایا، اعمال کا لفظ کیوں استعمال کیا؟

جواب: ...... یہاں عمل کا لفظ ہی مناسب ہے کیونکہ عمل اور فعل میں متعدد وجوہ سے فرق ہے[1]

الفرق الاول: ...... عمل خاص اور فعل عام ہے ہر عمل فعل ہوگا لیکن ہر فعل کو عمل نہیں کہہ سکتے عمل میں نیت شرط ہے فعل میں نہیں۔

الفرق الثانی: ...... ہر فعل اختیاری نہیں ہوتا ہر عمل اختیاری ہوتا ہے۔

الفرق الثالث: ...... عمل کے لیے دوام شرط ہے نہ کہ فعل کے لیے۔

الفرق الرابع: ...... عمل کے لیے صحت بھی ملحوظ ہوتی ہے نہ کہ فعل کے لیے مثلاً ایک شخص بے وضوء نماز پڑھتا ہے یہ فعل تو ہوگا لیکن عمل نہیں ہوا۔

بالنِّیَّات: ...... نیات نیت کی جمع ہے، لغوی معنی **توجہ القلب نحو الفعل** یعنی قصد کرنا، اصطلاحِ شرع میں **قصد العمل لوجہ اللہ تعالی.**

نیت اور ارادہ میں فرق: ...... یہ ہے کہ ارادہ میں اپنی غرض داخل نہیں ہوتی خواہ غرض ہو یا نہ ہو اور نیت میں نیت کنندہ کی اپنی غرض ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالی کے لئے نیت کا لفظ استعمال نہیں ہوتا ارادہ کا اطلاق آتا ہے۔

نیت کی اقسام: ...... نیت تین قسموں پر ہے۔

الاول: ...... **تمییز العبادۃ عن العبادۃ:** ایک آدمی فرض بھی پڑھتا ہے نفل بھی۔ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ یہ فرض ہے یہ نفل یعنی نیت سے فرق ہوگا اسی طرح حج اور عمرہ کہ لبیک تو دونوں کے لیے ایک ہے لیکن نیت سے فرق ہوگا۔

الثانی: ...... **تمییز العبادۃ عن العادۃ:** یعنی کھانے، پینے وغیرہ میں سنت اور عبادت کی نیت کر لینا۔

الثالث: ...... **تمییز المعمول لھا عن المعمول لھا:** ایک شخص کہتا ہے کہ میں اللہ تعالی کے لیے نماز پڑھتا ہوں دوسرا کہتا ہے کہ میں لات وعزیٰ کے لیے پڑھتا ہوں، اسی طرح شہرت وغیرہ کے لیے ایسے ہی ایک شخص ہجرت کرتا ہے اللہ تعالی کی رضا کے حصول کی غرض سے اسکے دین کو پہنچانے کے لیے دوسرا آدمی ہجرت کرتا ہے عورت کو حاصل کرنے کے لیے۔

انما لکل امرءٍ ما نوی: ...... بے شک ہر انسان کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی۔

---

[1] فیض الباری ص ۵ سطر ۶ مطبوعہ حجازی

امرءً: ...... مرد کو کہتے ہیں عورت تبعاً داخل ہو جائیگی۔امرء کے لفظ میں ایک لطیفہ ہے کہ اسکی را کی حرکت ہمزہ کے اعراب کے تابع ہوتی ہے ہمزہ پر کسرہ ہےتو راء پر بھی کسرہ ہوگا ہمزہ پر ضمہ ہے تو راء پر بھی ضمہ، ہمزہ پر فتحہ ہے تو راء پر بھی فتحہ ہوگا۔کسرہ کی مثال ﴿لِكُلِّ امْرِءٍ مِنهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾ [۱] ضمہ کی مثال ﴿اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ﴾ [۲] فتح کی مثال ﴿مَاكَانَ اَبُوْكِ امْرَاَسَوْءٍ﴾ [۳]

سوال: ...... انما الاعمال پہلے کہہ دیا اسکے بعد یہ جملہ لائے یہ تو تکرار ہے اس لیے کہ دونوں کا مطلب ایک ہے؟

جواب: ...... محدثین رحمهم الله تعالى کا اختلاف ہوا ہے کہ یہ جملہ پہلے کی تاکید ہے یا تاسیس ہے بعض کے نزدیک تاکید ہے۔جمہور حضرات رحمهم الله تعالى کہتے ہیں کہ یہ تاسیس ہے محدثینؒ نے اسکے اور پہلے والے جملہ کے درمیان متعدد وجوہِ فرق بیان کی ہیں۔

الفرق الاول: ...... کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک جملہ عرفی بول دیا جاتا ہے اسکے بعد شرعی بیان ہوتا ہے پہلا جملہ عرفی دوسرا جملہ شرعی ہوتا ہے جیسے آپ ﷺ کا پاک ارشاد ہے ((لكل امة امين وامين هذه الامة ابو عبيدة بن الجراح.وقال لكل شئى زينة وزينة القرآن سورة يٰسين)) [۴]

الفرق الثاني: ...... پہلے جملہ میں عمل کا ذکر ہے دوسرے جملہ میں عاملین کا ذکر ہے۔

الفرق الثالث: ...... ہر شئی کے لیے متعدد علل ہوا کرتی ہیں۔علل اربعہ مشہور ہیں ا۔مادّی جیسے مٹی ۲۔صوری جیسے گھڑے کی صورت ۳۔فاعلی خود گھڑے بنانے والا کمہار ۴۔غائی جیسے وہ پانی جو گھڑے سے استعمال کیا جائے۔پس پہلے جملہ مین علت غائی کا ذکر ہے دوسرے جملہ میں علت فاعلی کا ذکر ہے عللِ اربعہ کو سمجھنے کے لیے وجہ حصر بیان کی جاتی ہے۔

وجہ حصر عللِ اربع: ...... علت شئی میں داخل ہوگی یا خارج، پھر شئی سے مقدم ہوگی یا مؤخر ا۔داخل ہو کر مقدم ہے تو علت مادّی ہے ۲۔اور اگر داخل ہو کر مؤخر ہے تو علت صوری ہے ۳۔خارج ہو کر مقدم ہے تو علت فاعلی ہے ۴۔خارج ہو کر مؤخر ہے تو علت غائی ہوگی۔

انما الاعمال بالنیات: ...... اس سے دو اہم بحثیں متعلق ہیں۔

البحث الاول: ...... حدیث پاک کا یہ جملہ عموم پر مبنی ہے یا خصوص پر بظاہر عموم پر معلوم ہوتا ہے اور الف لام استغراقی ہے یعنی تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے یعنی اسکا ثواب نیت پر موقوف ہے لیکن محققینؒ کہتے ہیں کہ الف لام عہدی ماننا پڑیگا

---

[۱] پارہ ۳۰ سورۃ عبس آیت ۳۷ [۲] پارہ ۶ سورۃ النساء آیت ۱۷۶ [۳] پارہ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۲۸ [۴] مسلم شریف ج ۲ ص ۲۸۲

کیونکہ اعمال تین قسم پر ہیں ۱۔فرائض وواجبات،یعنی عبادات، ۲ مباحات،۳ معاصی،پہلی دونوں قسموں میں ثواب نیت پر موقوف ہے تیسری قسم میں نیت پر موقوف نہیں ہے دوسری قسم مباحات میں اگر آپنے سنت کی نیت کرلی تو ثواب ہے مثلاً کپڑے میں ستر ڈھانکنے کی نیت کرلی تو ثواب ہے وگرنہ نہیں۔اورنیت ثواب کی وہاں ہوسکتی ہے جہاں خیر کا پہلو ہو اور معاصی میں خیر نہیں ہے اس لیے کہ اگر معاصی میں خیر ہوتی تو معاصی نہ قرار دیئے جاتے۔جسمیں اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی ہو وہاں آپ خیر کی نیت کیسے کرسکتے ہیں ایک شخص چوری کرتا ہے کہ امیروں سے لیکر غریبوں کو دونگا۔ایسے ہی ایک شخص کہتا ہے کہ ایک عورت کے دل کی تسکین کے لیے زنا کرتا ہوں تو یہاں نیت درست نہیں ہوسکتی۔

البحث الثانی:...... فقہاءؒ کے نزدیک یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے کیونکہ ظاہر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر نیت کے عملوں کا وجود ہی نہیں ہے اور یہ ظاہر البطلان ہے اس لیے تاویل کرنی پڑے گی۔تاویل کرنے میں فقہاءؒ کے دوگروہ ہوگئے ہیں۔

(۱)......آئمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ یہاں صحت کا لفظ محذوف ہے۔ **ای صحة الاعمال بالنیات ۔**

(۲)......فقہاء حنفیہؒ کہتے ہیں کہ لفظِ ثواب محذوف ہے کہ عملوں کا ثواب نیتوں پر موقوف ہے۔

(۳)......بعض حضراتؒ کہتے ہیں کہ **حکم الاعمال بالنیات ۔**

حکم عام ہے صحت کو بھی محتمل ہے ثواب کو بھی۔حکم صحت اور حکم ثواب۔لہٰذا مقابلہ تو پہلے دو کے درمیان ہی ہوا۔تو جمہور صحت کا لفظ نکال کر کہتے ہیں کہ ہر عمل کے صحیح ہونے کے لیے نیت شرط ہے چاہے مقاصد ہوں چاہے وسائل لہٰذا جس طرح نماز کے صحیح ہونے کے لیے نیت شرط ہے اسی طرح وضو کے صحیح ہونے کے لیے بھی نیت شرط ہے۔لیکن حضرات فقہاء حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کے لئے نیت شرط ہے عمل کے صحیح ہونے کے لیے نیت شرط نہیں ہے۔

وثمرة الاختلاف تظهر فی الوضوء:...... کہ اگر بغیر نیت کے وضو کرلیا تو عندالاحنافؒ وضو ہوجائیگا اور عندالجمہورؒ وضو نہیں ہوگا۔

مبنی الاختلاف:...... یہ اختلاف اصل میں ایک اور اختلاف پر مبنی ہے کہ وضوء عبادت ہے یا نظافت۔جمہور حضراتؒ فرماتے ہیں کہ عبادت ہے لیکن حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ نظافت ہے اور نماز کے لیے وسیلہ ہے اگر یہ عبادت ہونا ثابت ہوجائے تو حنفیہؒ بھی نیت کی ضرورت کے قائل ہوجائینگے اور دوسری صورت میں شافعیہؒ عدمِ نیت کے قائل ہوجائیں گے۔

دلیلِ جمہور: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب متوضی وضو کرتا ہے تو گناہ ساقط ہوجاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وضو عبادت ہے کیونکہ گناہوں کا ساقط ہونا عبادت سے ہوتا ہے جیسے جمعہ اگلے جمعہ تک کے گناہوں کو معاف کراتا ہے۔

دلیل حنفیة: ...... مفتاح الصلوة الطهور [1] اور وسیلے کے لیے نیت ضروری نہیں ہے جیسے چٹائی و کپڑے وغیرہ کو دھوتے وقت نیت شرط نہیں۔

سوال: ...... آپ کہتے ہیں کہ نیت شرط نہیں ہے اور صحت کا لفظ محذوف نہیں مانتے تو پھر نماز میں نیت کو ضروری قرار کیوں دیتے ہو؟ معلوم ہوا کہ وضوء کے بارے میں ثواب کا لفظ اور نماز کے بارے میں صحت کا لفظ محذوف مانتے ہو۔ تو جب نماز کے بارے میں قائل ہو گئے ہو وضوء کے بارے میں بھی قائل ہو جاؤ؟

جوابِ اول: ...... اس حدیث کیوجہ سے نماز میں نیت کو ضروری قرار نہیں دیتے بلکہ قرآنی آیت ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ [2] کی وجہ سے ضروری قرار دیتے ہیں اور نماز عبادت ہے۔

جوابِ ثانی: ...... نماز کے بارے میں بھی اس حدیث سے استدلال ہے اور ثواب کا لفظ ہی محذوف مانتے ہیں اس طرح کہ نماز سے مقصود ہی ثواب ہے جب نماز میں نیت نہیں کریگا تو ثواب نہیں ملے گا جب کوئی شئی اپنے مقصد سے خالی ہو تو وہ باطل ہوتی ہے جیسا کہ انتفاءِ لازم سے انتفاءِ ملزوم ہو جاتا ہے ایسے ہی انتفاءِ مقصد سے انتفاءِ شئی ہو جاتا ہے۔

فائدہ: ...... یہ ساری بحث فقہاءؒ کی طرز پر چلائی گئی ہے ورنہ حضرت العلامہ محدّثِ وقت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ تو یہاں بیان مقصود ہی نہیں کہ لفظِ ثواب محذوف ہے یا لفظِ صحت بلکہ مقصود حدیثِ پاک سے اعمال منویہ کا حکم بیان کرنا ہے یعنی الاعمال بالنیات ان خیرا فخیر وان شرا فشر جیسے نیت ہوگی ویسے ہی مراد۔ تو حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے تو اسکو فقہاءؒ کی بحث سے ہی نکال دیا۔ نیت کی جو تین قسمیں ہیں انکا فائدہ ابھی معلوم ہوگا کہ فقہاء نے اس کو تمییز العبادة عن العادة سے بنادیا اور حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے تمییز المعمول لها عن المعمول لها والی اصطلاح میں داخل کردیا ہے۔

فمن كانت هجرته الى الله ورسوله: ...... ہجرت دو قسم پر ہے ۱۔ ظاہری ۲۔ باطنی۔

هجرت ظاهری: ...... دارالفساد سے دارالامن کی طرف یا دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا۔

هجرت باطنی: ...... یہ ہے کہ المهاجر من هجر ما نهى الله عنه اور ایک روایت میں ہے ((والمهاجر من هجر الخطايا والذنوب)) [3] تو جس نے سب مناہی کو ترک کیا وہ کامل مہاجر اور جس نے بعض کو چھوڑا تو وہ ناقص مہاجر ہے۔

---

[1] ترمذی شریف ج۱ ص۶ [2] پارہ ۳۰ سورۃ البینہ آیت ۵ [3] مشکوۃ شریف ص۱۵ بحوالہ شعب الایمان

الی دنیا:...... ''دنیا'' دُنُوٌّ سے ماخوذ ہے یادَنَاءَ ۃ سے۔(۱)دُنُوٌّ سے مشتق ہوتو اصل میں دُنُوی تھا بمعنیٰ نزدیکی والی، چونکہ دنیا آخرت کے مقابلے میں نزدیک ہے اس لئے اُسے دنیا کہا جاتا ہے۔(۲)اگر دناءۃ سے مشتق ہوتو اس صورت میں اصل کے اندر دُنْـئٰ تھا کیونکہ مہموز اللام میں قاعدہ ہے کہ کبھی ہمزہ یا سے بدل جاتا ہے، چونکہ دنیا آخرت کے مقابلے میں کمینی ہے اس لیے اسکو دنیا کہا جاتا ہے پس طالبِ دنیا کمینی شئی کا طالب ہوا۔ دنیا بروزن فُعلیٰ اسم تفضیل ہے اور لزومِ تانیث کی بناء پر غیر منصرف ہے۔

امرأۃ ینکحھا:......**سوال:** جبکہ دنیا میں عورت بھی داخل ہے پھر اِمرأۃ کہہ کر تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

جوابِ اول: ...... یہ تخصیص **بعد التعمیم** ہے کیونکہ دنیا میں زیادہ تر فساد عورت کیوجہ سے ہوتا ہے اور زیادہ میلان عورت کی طرف ہوتا ہے کیونکہ یہ مرد کی جنس سے ہے اور میلانِ طبعی ہم جنس ہی کی طرف ہوتا ہے۔

جوابِ ثانی:...... جواب سے پہلے ایک ضابطہ بطور فائدہ کے سمجھ لیں۔ جیسے آیات مبارکہ کا شانِ نزول ہوتا ہے ایسے ہی احادیث مبارکہ کا شانِ ورود ہوتا ہے اگر کسی واقعہ کے بعد آیت نازل ہوتو وہ واقعہ اس آیت کا شانِ نزول ہوتا ہے اسی طرح اگر کسی واقعہ کے بعد یا کسی واقعہ پر آپ ﷺ کوئی ارشاد فرمادیں تو وہ واقعہ اس حدیث کا شانِ ورود کہلاتا ہے۔

حدیث مبارکہ کا شانِ ورود:...... اس حدیثِ مبارکہ کا شانِ ورود یہ ہے کہ ایک آدمی نے ام قیس نامی عورت کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا انہوں نے کہلا بھیجا کہ اس شرط پر نکاح کرسکتی ہوں کہ تم ہجرت کرلو چنانچہ اس شخص نے اس عورت کے کہنے کی وجہ سے ہجرت کرلی اس وجہ سے اسکو مہاجرام قیس کہنے لگے، تو اسپر آپ ﷺ نے فرمایا **و من کانت هجرته الی دنیا یصیبها او الی امرأة ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیه.** خلاصہ یہ کہ تخصیص شانِ ورود کے اعتبار سے ہے۔

ماھاجر الیه:......

سوال...... دوسرے جملے میں **فهجرته الی الله ورسوله** صراحتاً بولا ہے جبکہ یہاں پر **فهجرته الی ما هاجر الیه** فرما کر ابہام کردیا اس ابہام کی کیا وجہ ہے؟

جوابِ اول:...... بیان حقارت کے لیے کہ دنیا وعورت اس قابل نہیں کہ انکو بار بار ذکر کیا جائے۔

جوابِ ثانی: ...... یہ دونوں **مستھجن** ہیں اور **مستھجن** چیزوں میں ابہام اچھا ہوتا ہے، **مستھجن** ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جنکا ذکر اچھا نہیں ہوتا۔

اشــکــال:...... واقعی اگر یہی بات ہے جو آپ نے بیان فرمائی تو پھر قرآن پاک میں بار بار عیسیٰ بن مریم کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟ صرف عیسیٰ علی نبینا وعلیه السلام کا نام ہی ذکر فرمادیتے؟

جواب:...... یہ طرزِ کلام اس بات پر متنبہ کرنے کے لیے ہے کہ آپ یعنی عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

سوال:...... حضرت امام بخاریؒ نے حدیث میں اختصار کیوں کیا؟ اور پہلا جملہ **فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ**......الخ کیوں ترک کردیا؟

جواب ۱:...... یہ ان کے اساتذہ کرامؒ کا اختصار ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے بھی ایسا ہی کردیا۔

جواب ۲:...... حضرت امام بخاریؒ نے تواضعاً ایسے کیا تاکہ دعویٰ نہ پایا جائے کہ یہ میرا عمل بہت زیادہ اخلاص پر مبنی ہے۔
یہ دونوں جواب کمزور ہیں اس لیے کہ یہ حدیث چھ موقعوں پر ذکر کی گئی ہے اور پوری بھی ذکر کی ہے اگر تواضعاً اختصار کیا ہے تو ہر جگہ اختصار ہونا چاہیے۔

جواب ۳:...... ایک ہے جلب منفعت اور ایک ہے دفعِ مضرت۔ دفعِ مضرت، جلبِ منفعت سے مقدم ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک ہے حسن نیت اور ایک ہے بدنیتی سے بچنا، تو امام بخاریؒ نے پہلا جملہ حذف کردیا اس بات پر متوجہ کرنے کے لیے کہ حسنِ نیت اگر مستحضر نہ ہو تو بدنیتی سے ضرور بچنا چاہیے۔

جواب ۴:...... اعمال تین قسم پر ہیں ۱۔طاعات ۲۔عبادات ۳۔قربات ان میں طاعات کے لیے تصحیح نیت شرط نہیں اور نہ ہی معرفت کیونکہ طاعات جیسے تصحیح عقیدہ وغیرہ اس میں ابھی تو وہ معرفت کی کوشش کر رہا ہے۔ معرفت ہوگی تو نیت ہوگی۔ الحاصل طاعات بغیر حسن نیت کے بھی ہوسکتی ہیں۔ لیکن قربات میں معرفت شرط ہے نیت شرط نہیں جیسے قرآن وتلاوتِ حدیث میں کوئی نیت نہ ہو تو بھی ثواب ملے گا اگر نیت غلط ہوگی تو ثواب نہیں ملے گا۔ تیسری قسم عبادات ہیں ان کے لیے نیت بھی شرط ہے اور معرفت بھی۔ حضرت امام بخاریؒ اختصار کرکے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حسنِ نیت ہو نہ ہو بدنیتی سے بہر حال بچنا چاہیے۔

سوال:......اس حدیث پاک کا باب کے ساتھ کیا ربط ہے؟

جواب:...... محدثین نے اس کے کئی جوابات دیے ہیں[۱]

صورت اول:...... یہ حدیث دراصل امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب کی دلیل میں ذکر ہی نہیں کی کہ اسکی باب کے ساتھ مناسبت تلاش کی جائے اس کو تو بطور خطبہ کے ذکر کیا ہے چند وجوہ کی بنا پر۔

الوجہ الاول:...... طالب علم کو چاہئے کہ حسنِ نیت نہ ہو تو بھی کم از کم بدنیتی سے تو بچے۔

---

[۱] ایضاح البخاری ج ۱ ص ۵۴

الوجه الثانی:...... تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ کسی اور غرض سے شروع نہیں کر رہا۔

الوجه الثالث:...... ہجرت کا ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ نوع من الھجرۃ طلب علم کے لیے کرنی پڑیگی۔

الوجه الرابع:...... یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ طالبِ آخرت ہونا چاہیئے نہ کہ طالبِ دنیا۔

صورت ثانی:...... یہ ہے کہ مناسبت ہو پھر مناسبت مختلف وجوہ سے محدثینؒ بیان کرتے ہیں۔

الوجه الاول:...... وحی سے مقصود احکام و اعمال ہیں تو وحی مبدأ احکام ہے اور نیت مبدأ اعمال تو ترجمۃ الباب میں مبدأ علوم کا ذکر ہے اور حدیث میں مبدأ اعمال کا تو مبدأ مبدأ میں مناسبت ہوگئی۔

الوجه الثانی:...... مکہ مکرمہ میں وحی کی ابتداء ہوئی اور جب آپ ﷺ مدینہ میں آئے تو سب سے پہلے یہ حدیث بیان فرمائی تو ہجرت کے بعد پہلی حدیث یہ ہے اس لحاظ سے ابتداء وحی سے مناسبت ہوگئی۔

الوجه الثالث:...... ایک ہے ابتداءِ وحی ایک ہے ظہورِ وحی، تو مدینہ میں ظہورِ وحی ہوا۔ یہاں ظہورِ وحی کی طرف اشارہ ہے اس صورت میں ترجمۃ الباب سے مقصود ظہورِ وحی ہے۔

الوجه الرابع:...... غرض احوالِ وحی ہیں یہ بھی وحی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے خواہ وحی جلی ہو یا وحی خفی۔

الوجه الخامس:...... یہاں عظمتِ وحی کا بیان ہے کہ اتنی عظمت والی وحی ہے کہ اس سے غرض دنیا یا عورت نہیں ہوسکتی یہ کیوں نہ عظمت والی ہو کہ کتنی اخلاص والی شخصیت پر نازل ہوئی۔ اور کتنی عظمت والی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی۔

الوجه السادس:...... بدئو الوحی بمقابلہ انتھاء الوحی ہے اور انتہا سے مراد مرض الوفات کی وحی ہے تو اس حدیث میں اس سے پہلے کی وحی ہے تو مناسبت پائی گئی۔

(۲) حدثنا عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ
عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ امام مالکؒ نے ہشام بن عروہ سے ہمیں روایت بیان کی انھوں نے اپنے باپ سے
عن عائشۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنھا انّ الحارث بن ھشام سأل رسول اللہ ﷺ
انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ یہ بیان کیا کہ حارث بن ہشامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا
فقال یا رسول اللہ کیف یأتیک الوحیُ فقال رسول اللہ ﷺ اَحیانا یأتینی مثل صلصلۃ الجرس
عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کبھی تو میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے

وهو اشده علیّ فیفصم عنی وقد وعیت عنه ما قال
اور یہ انداز وحی میرے اوپر سب سے زیادہ شاق ہے اور جب یہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے تو میں اسے محفوظ کر چکا ہوتا ہوں
واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی مایقول .
اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ انسان کی شکل میں مجھ سے گفتگو کرتا ہے تو میں اس کے کلمات محفوظ کر لیتا ہوں،
قالت عائشةؓ ولقد رأیته ینزل علیه الوحی فی الیوم الشدید البرد
حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کو سخت سردی کے دن اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی
فیفصم عنه وان جبینه لیتفصد عرقا[1]
اور جب یہ کیفیت ختم ہوتی تھی تو آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پسینہ بہا رہی ہوتی

﴿تحقیق و تشریح﴾

حدثنا عبداللّٰه بن یوسف (التینسی): ...... نسبة الی تینس بکسر التاء والنون المکسورة المشددة بلدة بمصر ساحل البحر والیوم خراب ان کی وفات ۲۱۸ھ کی ہے اور آخری آرام گاہ مصر میں ہے امام بخاریؒ کے اساتذہ میں سے ہیں [2]

اخبرنا مالک: ...... مشہور امام مالکؒ مراد ہیں انکی وفات ۱۷۹ھ کی ہے اور آخری آرام گاہ جنت البقیع میں ہے۔

هشام بن عروة : ...... ہشام حضرت عائشہؓ کی بہن حضرت اسماءؓ کے پوتے ہیں۔ ان کی وفات ۱۴۵ھ کی ہے۔

عن ابیه : ...... مراد عروہ بن زبیرؒ ہیں، فقہائے مدینہ میں سے ایک ہیں، ان کی وفات ۹۴ھ میں ہے۔

فائده: ...... حضرت عبداللہ بن یوسفؒ کے علاوہ باقی سب راوی مدنی ہیں یہ محسنات سند میں سے ہے۔

عن عائشهؓ: ...... حضرت عائشہؓ حضور ﷺ کی بیوی، رفیقہ حیات ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں۔ حضور ﷺ کی بیوی ہونے کی وجہ سے ام المؤمنین کہلاتی ہیں، تعظیما وادبا نہ کہ نسباً، بعض احکام میں ماں ہیں بعض میں نہیں۔

حضرت عائشهؓ کے مختصر حالات : ...... مرویات حضرت عائشہ صدیقہؓ ۲۲۰۰ ہیں۔ انکی نماز جنازہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، جنت البقیع میں مدفون ہوئیں، صحابیات میں عائشہ نام کی ۱۰ عورتیں گزری ہیں [3]

---

[1] امام بخاریؒ اس حدیث کو بخاری شریف میں دوبارہ لائے رقوم الاحادیث: ۲، ۳۲۱۵، عمدة القاری ج ۱ ص ۳۶ [2] عمدة القاری ج ۱ ص ۳۶ [3] عمدة القاری ج ۱ ص ۳۸

سوال: ...... جب تعظیمی وادبی ماں ہیں تو نکاح کیوں جائز نہیں ہے؟

جواب: ...... بڑی وجہ تو صریح نص ہے قولہ تعالیٰ: ﴿وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا﴾ [ا] دوسری وجہ تعظیم ہے کہ عظمت کی وجہ سے امت کے لیے نکاح کو ناجائز قرار دیا گیا منشاء عظمت نبی ﷺ ہے یا عظمت امہات المؤمنین۔ چھ سال کی عمر میں ان کا نکاح ہوا۔ ۱۸ سال عمر تھی کہ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا۔

حارث بن هشام: ...... حارث ابوجہل کے بھائی ہیں فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے۔

سوال: ...... یہ سند متصل ہے یا مرسلِ صحابی ہے؟

جواب: ...... حارث بن ہشامؓ حضور ﷺ سے جس وقت یہ سوال کر رہے ہیں حضرت عائشہؓ پاس موجود ہیں یا نہیں ، اگر پاس ہیں تو یہ حدیث متصل ہے اگر حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو سنائی تو بھی متصل ہوگی، اگر دونوں باتیں نہیں تو مرسل صحابی ہوگی کہ کسی صحابی سے سنی ہے۔ مرسل صحابی بالاجماع حجت ہے اور مرسل تابعی میں اختلاف ہے عندالجمہور حجت ہے بخلاف امام شافعیؒ کے کہ وہ اسمیں اختلاف فرماتے ہیں۔

قال یا رسول الله: ...... حضور ﷺ سامنے ہوں تو یارسول اللہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر حضور ﷺ سامنے نہ ہوں تو اس وقت کہنا کیسا ہے؟ اس میں تفصیل یہ ہے کہ کہنے والے کی تین حالتیں ہیں دو حالتوں میں جائز ہے ایک حالت میں ناجائز۔

۱: یہ کہ کہنے والے کے دل میں یہ ہو کہ جب یہ میرا کلام پہنچے تو اس وقت میں خطاب کرتا ہوں جیسے خط میں **السلام علیکم** بصیغہ خطاب لکھتے ہیں۔

۲: دوسری حالت یہ ہے کہ اپنے آپکو حضور ﷺ کے سامنے یا حضور ﷺ کو اپنے سامنے تصور کر کے کہے **الصلوۃ والسلام علیک یا رسول الله**۔ ان دونوں صورتوں میں جائز ہے۔

۳: تیسری صورت یہ ہے کہ حاضر وناضر کا عقیدہ رکھتے ہوئے کہ جہاں درود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں آپ ﷺ موجود ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ناجائز ہے چونکہ کثرت سے ناجائز کا التزام شروع ہوگیا ہے تو اس تشبہ سے بچنے کے لیے ترک ضروری ہے البتہ تنہائی میں پڑھ سکتے ہیں۔

مثل صلصلة الجرس:

(۱)...... زنجیر کو کسی چٹان پر مارا جائے تو اس سے جو مسلسل آواز پیدا ہوتی ہے اس کو صلصلۃ الجرس کہتے ہیں (۲) صلصلۃ اس آواز کو کہتے ہیں جو دو لوہوں کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے لیکن بعد میں ہر جھنکار کو صلصلہ کہنے لگے۔

[ا] پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۳ (ایضاح البخاری ص ۶۴)

(۲)……جانور کے گلے میں گھنٹی کی آواز کو صلصلہ کہہ سکتے ہیں[۱]

(۳)……اسی طرح گاڑی کی آواز کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ الجرس جانور کے گلے میں گھنٹی کو کہتے ہیں۔ بعض روایات میں کانہ سلسلۃعلی صفوان ہے[۲]

(۴)……الصوت المتدارک الذی لایفھم اول وھلۃ۔[۳]

ھوا شدہ علی:……زیادہ شدید ہونیکی دو وجہ ہیں۔

۱: اول یہ کہ حواسِ بشریہ کے تعطل کی وجہ سے آپکو تکلیف ہوتی تھی۔

۲: دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر جبریل علیہ السلام اپنی اصلی شکل میں آ کر کلام فرمائیں تو اس آواز سے قرآن پاک کا اخذ کرنا بڑا مشکل ہے بہ نسبت اس کے کہ حضرت جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں آ کر کلام فرمائیں، ان دو وجہ سے حضور ﷺ کو بہت زیادہ شدت معلوم ہوتی تھی[۴]۔ اس کا تحمل نبی ہی کر سکتا ہے اسی کے بارے میں قرآن پاک میں ہے ﴿اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلاً ثَقِیْلا﴾[۵] وقال تعالٰی ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَأَیْتَہٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ﴾[۶] یہ تو آپ نے محض سمجھانے کے لیے صلصلۃ الجرس سے تشبیہ دی ہے۔

سوال:…… آخر یہ کس چیز کی آواز ہے؟

جواب:…… اس میں متعدد اقوال ہیں۔

(۱)……صوت کلام نفسی ہے کلام نفسی کی صوت بلا کیف ہے، جیسے شیخ عطارؒ نے فرمایا

ہیچ کس در ملک او انباز نے		قول او را لحن نے آواز نے[۱]

(۲)……تیزی سے فرشتہ سفر کر کے آتا ہے تو آواز پیدا ہوتی ہے یعنی سرعتِ سیرِ مَلَک کی آواز ہے۔

(۳)……حضرت جبریلؑ کے پروں کی آواز ہے۔

(۴)……جب اللہ تعالی وحی نازل فرماتے ہیں تو فرشتے عظمت کی وجہ سے پَر مارتے ہیں۔ یہ فرشتوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی آواز ہے۔

(۵)……حضرت شاہ ولی اللہؒ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کو اس وحی میں شانِ بشری سے نکال کر عالمِ قدس سے ملا دیا

---

[۱] عمدۃ القاری ج۱ ص ۴۱ [۲] ایضا [۳] عمدۃ القاری ج۱ ص۴۰ [۴] (بخاری ج۱ ص۲ پر مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے حاشیہ۵ پر لکھا ہے ماياتی مثل صلصلۃ الجرس اشد من النوع الثانی لان الفھم من کلام مثل صلصلۃ الجرس اشکل من الفھم من کلام الرجل کذافی الکرمانی، علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری ج۱ ص۱۱ پر لکھتے ہیں لان الفھم من کلام مثل الصلصلۃ اشکل من الفھم من کلام الرجل بالتخاطب المعھود: مرتب) [۵] پارہ ۲۹ سورۃ المزمل آیت۵ [۶] پارہ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۲۱

جاتا تھا اور جب شانِ بشری سے نکال کر عالمِ قدس کی طرف ملاتے ہیں تو حواسِ بشریہ معطل ہو جاتے ہیں گویا یہ حواسِ بشریہ کے تعطل کی آواز ہے جیسے کانوں میں انگلیاں ڈالیں تو ایک آواز سی پیدا ہو جاتی ہے۔

سوال: ...... وحی کی یہ قسم آپ ﷺ پر مشکل کیوں تھی؟

جواب: ...... کیونکہ فرشتہ اگر انسانی شکل میں آجائے تو بات کرنا آسان ہے اور آواز سے کلام سمجھنی پڑے تو یہ مشکل ہے۔

یتمثل لی الملک رجلاً: ...... رجلاً کے منصوب ہونے کی چار وجہیں ہوسکتی ہیں۔

۱...... مفعول مطلق ہونیکی وجہ سے منصوب ہے ای **یتمثل لی الملک تمثل رجلٍ** : مضاف کو حذف کر کے اعراب مضاف الیہ کو دیدیئے گئے۔

۲...... **منصوب بنزع الخافض** یعنی باء محذوف ہے ای **یتمثل لی الملک برجل** [۱]

۳...... حال ہونیکی بناء پر منصوب ہے ای **حال کونہ رجلاً**.

۴...... **نصبه علی انه تمیز** ، اکثر شراح نے یہی فرمایا ہے [۲]

سوال: ...... مذکورہ بالا تقریر سے وحی کی متعدد اقسام معلوم ہوئیں جب کہ روایت میں صرف دو اقسام کا ذکر ہے اور قرآن پاک میں صرف تین اقسام کا ذکر ہے دو مذکورہ فی الروایت اور تیسری قسم من وراء الحجاب، تو تعارض ہوا اس تعارض کے حل کی کیا صورت ہے؟

جوابِ اول: ...... سائل کے سوال کا مقصود وحی کی کثیر الوقوع قسموں کے متعلق سوال کرنا ہے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے جواب میں صرف دو ہی قسمیں بیان فرمائیں اور بقیہ نادر الوقوع تھیں اس لیے ان کو بیان نہیں فرمایا۔

جوابِ ثانی: ...... اس وحی کا بیان ہے جو نبوت کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اولیاءؒ کو بھی وحی ہوتی ہے لیکن وحی ولایت اور وحی نبوت میں دو فرق ہیں۔

الفرق الاول: ...... وحیِ نبوت میں رؤیتِ مَلَک ضروری ہے بخلاف وحی ولایت کے۔

الفرق الثانی: ...... وحیِ ولایت میں امر و نہی نہیں ہوتا بخلاف وحی نبوت کے۔ امر و نہی کا خطاب صرف نبی کو ہوتا ہے۔

احیاناً یاتینی مثل صلصلة الجرس: ...... حدیث میں یاتینی کا فاعل حاملِ وحی فرشتہ ہے۔

قالت عائشہؓ: ...... اس میں دو احتمال ہیں۔

۱: بسند سابق ہو تو یہ حدیث مرسل بن جائیگی۔ ۲: اگر سند سابق کے ساتھ نہ ہو تو تعلیق ہوگی۔

حکمِ تعلیقاتِ بخاری: ...... اگر صیغہ معروف کے ساتھ ذکر کریں تو حکماً متصل ہوگی اگر صیغہ مجہول کے

---

[۱] پندنامہ ص۴ [۲] الیضاح البخاری ج۱ ص۶۴ [۳] عمدۃ القاری ج۱ ص۴۲ [۴] پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۳

ساتھ ذکر کریں تو اتصال میں احتمال کی وجہ سے متصل کے حکم میں تو نہیں ہوگی البتہ قابل احتجاج ہوگی دوسرے دلائل کے مقابلے میں مرجوح ہوگی۔

ربطِ حدیث:......

۱......اس حدیث میں عظمتِ وحی کا بیان ہے۔لیتفصد عرقاً سے عظمت وحی معلوم ہوتی ہے۔

۲......اس حدیث کے اندر احوالِ وحی بھی ہیں۔

۳......ترجمۃ الباب میں قرآن پاک کی جو آیت ہے اس میں وحی کا ذکر ہے تو وحی وحی میں مناسبت ہوگئی۔

۴......وسائلِ وحی کا ذکر ہے۔

۵......اس حدیث میں وحی سے مراد وفات سے پہلے کی وحی ہے۔

(۳)حدثنا یحییٰ بن بکیر قال اخبرنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب
ہم سے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی کہا ہمیں لیث نے خبر دی عقیلؒ (ابن خالد) سے اور انھوں نے ابن شہاب زہریؒ سے
عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا انہا قالت اول
انہوں نے عروہ بن زبیرؓ سے انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے یہ روایت نقل کی کہ انھوں نے یہ فرمایا کہ پہلی چیز
مابدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم
جس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء ہوئی، رؤیاءِ صالحہ تھے، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں دیکھتے تھے۔
فکان لایری رؤیا الا جاء ت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء و کان یخلو بغار حراء
چنانچہ جو خواب بھی دیکھتے وہ صبح کی سفیدی کی طرح سامنے آجاتا پھر خلوت گزینی آپ کے نزدیک محبوب کردی گئی اور غار حراء میں خلوت گزینی فرماتے
فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اھلہ
اور اس میں عبادت کرتے اور تحنث بمعنی تعبد ہے (یعنی) اپنے اہل کی طرف اشتیاق سے پہلے کئی رات تک اس میں عبادت فرماتے تھے
ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجۃ فیتزود لمثلھا
اور اس کے لیے سامان خورد و نوش ساتھ لے جاتے، پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس تشریف لاتے اور اتنی ہی راتوں کے لیے پھر سامان لے جاتے
حتی جاءہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فقال اقرأ فقال
یہاں تک کہ حق آگیا جب آپؐ غار حراء میں تھے چنانچہ فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا اقراء (پڑھیے) آپؐ نے فرمایا کہ

فقلت ما انا بقاریٔ فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجهد

میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں (آپؐ نے فرمایا کہ) فرشتہ نے مجھے پکڑا اور دبایا یہاں تک کہ میری طاقت انتہاء کو پہنچ گئی

ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقاریٔ فاخذنی فغطنی الثانیة

پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا اقراء (پڑھیے) پھر میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر اس نے مجھے پکڑا اور دوسری مرتبہ دبوچا

حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقاریٔ

یہاں تک کہ میری طاقت انتہاء کو پہنچ گئی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا اقراء (پڑھیے) میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں

فاخذنی فغطنی الثالثة ثم ارسلنی فقال ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ

پھر اس نے مجھے پکڑا اور تیسری مرتبہ دبوچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا

اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ﴾ فرجع بها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یرجف فؤاده، فدخل علی خدیجة

پڑھیے آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے یہ آیات لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے اور آپ کا دل کانپ رہا تھا، چنانچہ آپؐ حضرت خدیجہؓ

بنت خویلد فقال زمّلونی زمّلونی، فزملوه حتی ذهب عنه الروع

بنت خویلد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھے کمبل اڑھادو، مجھے کمبل اڑھادو لوگوں نے آپؐ کو کمبل اڑھلیا، یہاں تک کہ آپؐ کا خوف ختم ہوگیا،

فقال لخدیجة واخبرها الخبر لقد خشیت علی نفسی

پھر آپؐ نے اس کیفیت کو حضرت خدیجہؓ سے بیان فرمایا اور پورے واقعہ کی اطلاع دی (اور فرمایا) مجھے اپنی جان کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا

فقالت خدیجة کلا واللّٰہ ما یخزیک اللّٰہ ابداً، انک لتصل الرحم

حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا خدا کی قسم خداوند قدوس کبھی آپ کو رسوا نہیں کرے گا، بلاشبہ آپؐ صلہ رحمی فرماتے ہیں

وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق

اور ناتواں کا بوجھ اٹھاتے ہیں آپؐ ناداروں کے لیے کماتے ہیں آپؐ مہمان نوازی کرتے ہیں اور آپؐ لوگوں کی ان حوادث پر مدد کرتے ہیں جو حق ہوتے ہیں

فانطلقت به خدیجة حتی اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزیؓ

پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آپؐ کو ساتھ لیکر چلیں اور ورقہ بن نوفل کے پاس پہونچیں جو اسد بن عبد العزیٰ کے بیٹے

ابن عم خدیجة وکان امرأ تنصّر فی الجاهلیة وکان یکتب الکتاب العبرانی

اور خدیجۃ الکبریٰؓ کے چچازاد بھائی تھے اور یہ ورقہ ایسے آدمی تھے جو جاہلیت کے زمانہ میں دین نصرانیت اختیار کر چکے تھے اور وہ عبرانی خط کے کاتب تھے

فیکتب من الانجیل بالعبرانیة ماشآء اللہ ان یکتب و کان شیخاً کبیراً قد عَمِیَ

وہ انجیل میں سے عبرانی زبان میں سے جو خدا کو منظور تھا لکھا کرتے تھے، وہ بہت عمر رسیدہ آدمی تھے جن کی بصارت بھی جاتی رہی تھی

فقالت له خدیجة یاابن عم اسمع من ابن اخیک فقال له ورقة یاابن اخی ماذاتریٰ؟

ان سے حضرت خدیجہؓ نے فرمایا اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کی بات سنو چنانچہ ورقہ نے آپ سے کہا اے میرے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟

فاخبره رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر مارأی، فقال له ورقة هذا الناموس الذی

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ تمام واقعات سنائے جن کا مشاہدہ فرمایا تھا ورقہ نے کہا یہ تو وہی راز دان ہیں جن کو

نزل اللہ علیٰ موسیٰ، یالیتنی فیها جذعاً

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کی طرف بھیجا کاش میں تمہاری نبوت کے زمانے میں نوجوان ہوتا

یالیتنی اکون حیاً اذیخرجک قومک، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اومخرجی هم

کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپکی قوم آپ کو نکالے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ (میری قوم کے) لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟

قال نعم لم یأت رجل قط بمثل ماجئت به الا عودی

ورقہ نے کہا ہاں! کبھی کوئی شخص اس قسم کی دعوت لے کر نہیں آیا جس طرح تم لائے ہو مگر یہ کہ لوگوں نے اس کے ساتھ دشمنی کا برتاؤ کیا

وان یدرکنی یومک انصرک نصراً مؤزراً ثم لم ینشب ورقة ان توفی وفتر الوحی.

اور اگر میں ان دنوں تک زندہ رہا تو آپ کی مضبوط مدد کروں گا، پھر تھوڑے ہی زمانہ کے بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی بھی موقوف ہوگئی

قال ابن شهاب واخبرنی ابو سلمة بن عبد الرحمن ان جابر بن عبداللہ الانصاری

ابن شہابؒ نے کہا کہ اور مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمنؒ نے خبر دی کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ انصاری

قال وهو یحدث عن فترة الوحی فقال فی حدیثه بینا انا امشی

وحی کے موقوف ہو جانے کے ایام کی حدیث بیان فرمارہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ جارہا تھا

اذسمعت صوتا من السمآء فرفعت بصری فاذا الملک الذی جاء نی بحراءٍ

کہ اچانک میں نے آسمان میں ایک آواز سنی، میں نے اپنی نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اچانک وہی فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا

جالس علی کرسی بین السمآء والارض فرعبت منه فرجعت فقلت زملونی

آسمان اور زمین کے درمیان کرسی بچھائے بیٹھا ہے، میں اس سے خوف زدہ ہو کر واپس ہوا اور میں نے کہا مجھے کمبل اڑھا دو

زملونی فانزل اللہ تعالی ﴿یا ایھا المدثر قم فانذر
مجھے کمبل اڑھادو پھر باری تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے کملی والے! کھڑے ہوجائیے اور لوگوں کو خوف دلائیے
وربک فکبر وثیابک فطھر والرجز فاھجر﴾
اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیئے اور بتوں سے علیحدہ رہیئے (جیسا کہ اب تک علیحدہ رہے ہو)
فحمی الوحی وتتابع،[۱]
اس کے بعد وحی گرم ہوگئی اور پے در پے آنے لگی
تابعہ عبداللہ بن یوسف وابو صالح وتابعہ ھلال بن رداد
امام بخاریؒ نے فرمایا کہ عبداللہ بن یوسفؒ وابوصالحؒ نے یحییٰ بن بکیرؒ کی متابعت کی ہے اور عقیلؒ کی متابعت ہلال بن ردادؒ نے
عن الزھری وقال یونس ومعمر بوادرہ
زہریؒ سے کی ہے اور یونسؒ ومعمرؒ کی روایت میں (یرجف فؤادہ کی جگہ یرجف) بوادرہ آیا ہے۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

حدثنا یحیٰی بن بکیرؒ: ...... بکیر دادا ہیں والد کا نام عبداللہ ہے کنیت ابوزکریا ہے امام بخاریؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ وفات: ۲۳۱ھ کی ہے۔

لیث بن سعدؒ: ...... تابعی ہیں [۲]

عُقَیل بن خالدؒ: ...... وفات ۱۴۱ھ کی ہے۔

ابن شھاب زھریؒ: ...... یہ مدونِ اول ہیں ان کا نام محمد بن مسلم ہے شہاب ان کے والد نہیں بلکہ ان کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ کنیت: ابوبکر ہے زہرہ قبیلہ کی طرف منسوب ہیں۔ ان کا نسب یوں ہے ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری۔

سوال: ...... جس وقت کی حضرت عائشہؓ بات فرما رہی ہیں اس وقت تو آپؓ پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں۔

جواب: ...... محدثینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ جب حضور ﷺ کے ازدواج میں آگئیں تو ممکن ہے کہ حضور ﷺ سے سارا واقعہ سنا ہو تو یہ متصل ہے لیکن سننے کا ذکر نہیں کیا۔ یا کسی صحابیؓ سے سن کر بتا رہی ہونگی تو یہ روایت مرسلِ صحابیہ کے قبیل سے ہوگی تو گویا یہ سند متصل یا مرسل ہے۔

---

[۱] عمدۃ القاری ج۱ ص۴۶ مطبوعہ دار الفکر، ایضاح البخاری ج۱ ص۶۹ فحمی بفتح الحاء وکسر المیم معناہ کثر نزولہ من قولھم حمیت النار والشمس ای کثرت حرارتھا۔ یہ حدیث امام بخاریؒ بخاری شریف میں 7 بار لائے ہیں رقوم الاحادیث: ۳، ۳۳۹۲، ۴۹۵۳، ۴۹۵۵، ۴۹۵۶، ۴۹۵۷، ۶۹۸۲ [۲] عمدۃ القاری ج۱ ص۴۷

اول ما بدئ به رسول اللہ ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحۃ: ...... پہلے جو وحی شروع ہوئی وہ رؤیاء صالحہ من النوم ہے [1] نبی کا خواب بھی چونکہ وحی ہوتا ہے اس لیے وحی کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت نبی تو آپ ﷺ بنے ہی نہیں تھے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ وحی کا لغوی معنیٰ ہے القاء فی الروع اور اس معنی کے اعتبار سے وحی نبی کو بھی ہو سکتی ہے ولی کو بھی۔

رؤیا صالحہ و صادقہ میں فرق: ...... یہ ہے کہ خواب میں سچائی بھی ہو بھلائی بھی ہو تو یہ رویاء صالحہ ہے اور صادقہ میں سچائی کا ہونا ضروری ہے نہ کہ بھلائی کا ہونا۔ مثلاً حضور ﷺ نے خواب دیکھا کہ گائے ذبح کی جارہی ہے اسکی تعبیر احد میں شکست ہے تو صادقہ ہے نہ کہ صالحہ۔ پھر جلدی ظہور بھی ضروری نہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب کہ انہیں چاند، سورج اور ستاروں نے سجدہ کیا اس کی تعبیر نبوت کے بعد ظاہر ہوئی۔ پھر تعبیر میں فرق بھی ہو سکتا ہے جیسے آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ احرام باندھ کر عمرہ کرر ہے ہیں۔ اسکی تعبیر آپ ﷺ نے اسی سال سمجھی حالانکہ تھا اگلا سال۔ نبوت ملنے سے قبل چھ مہینے آپ ﷺ کو خواب آتے رہے یہ مقدمۂ وحی تھے۔

مثل فلق الصبح: ...... یہ تشبیہ سچا ہونے میں ہے کہ جیسے صبح کے روشن ہونے میں شک نہیں ہوتا ایسے ہی ان خوابوں کے سچا ہونے میں بھی کوئی شک نہیں ہوتا تھا۔

ثم حبب الیہ الخلاء و کان یخلو ابغار حراء: ...... حراء بقعہ کی تاویل میں ہو کر مؤنث بن جاتی ہے تو غیر منصرف پڑھتے ہیں۔ خلوت اس لیے اختیار فرماتے کہ جلوت میں یکسوئی نہیں ہوتی خلوت میں توجہ ایک طرف کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالی کی محبت دل میں ڈالدی گئی تھی اس لیے خلوت کی محبت بھی ہوگئی اور خلوت کی محبت لغیرہ ہوئی، معلوم ہوا کہ یکسوئی پیدا کرنے کے لیے چند دن کی خلوت اختیار کرنا جائز ہے۔ تو مشائخ کا خلوت اختیار کرنا رہبانیت نہیں جو کہ ممنوع ہے بلکہ یکسوئی حاصل کرنے کے لیے ہے جو کہ مطلوب ہے۔

سوال: ...... آپ ﷺ نے خلوت کے لیے غار حراء کا انتخاب کیوں کیا؟

جواب: ...... اس کی چند وجوہ ہیں۔

الوجہ الاول: ...... جیسے آپ ﷺ کو تنہائی کی محبت تھی ایسے ہی آپ ﷺ کو بیت اللہ کی زیارت کی بھی چاہت تھی تو اس لیے آپ ﷺ نے ایسی جگہ تلاش کی جہاں سے بیت اللہ پر بھی نظر پڑتی رہے۔

الوجہ الثانی: ...... آپ ﷺ کے جد امجد بھی یہاں پر خلوت اختیار کرتے تھے اس لیے بھی آپ ﷺ کو یہ جگہ پسند تھی۔

الوجہ الثالث: ...... موزونیت کی وجہ سے، کیونکہ اس میں کھڑے ہو کر بغیر تکلیف کے عبادت ہو سکتی تھی جبکہ غار ثور میں کھڑے ہو کر عبادت نہیں ہو سکتی تھی۔

---

[1] ایضاح البخاری ج ۱ ص ۴۷

فیتحنّث فیه وهو التعبد:...... تحنث بمعنی تعبد ہے راوی تفسیر کررہا ہے اصل میں حنث گناہ کو کہتے ہیں یہاں سلبِ ماخذ ہے یعنی ترکِ گناہ کیونکہ تحنث بابِ تفعیل ہے اور سلب ماخذ باب تفعل کا خاصہ ہے [۱]

اللیالی ذوات العدد:......ذوات العدد، اللیالی کی تاکید ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ایک ایک ماہ تک غار میں رہتے [۲]

سوال:...... جب وحی نازل نہیں ہوئی تھی تو عبادت کس طریقے پر کرتے تھے؟

جواب ۱:......ملتِ ابراہیمی کے کچھ صحیح متوارث طریقے ابھی تک باقی تھے ان کے مطابق عبادت کرتے تھے [۳]

جواب ۲:...... بعض نے کہا کہ موسیٰؑ کے طریقے پر عبادت کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ عیسیٰؑ کے طریقے پر [۴]

جواب ۳:...... بعض نے کہا کہ نبی نبوت ملنے سے پہلے ولی ہوتا ہے تو جو طریقہ الہام ہوتا ہے اسی طریقے پر عبادت کرتا ہے [۵]

فیتزود لمثلها: اشکال:...... بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ پہنچاتی تھیں لہٰذا روایات میں تعارض ہوا۔

جواب:...... کوئی تعارض نہیں کبھی آپ ﷺ لے جاتے تھے اور کبھی حضرت خدیجہؓ دے آیا کرتی تھیں۔

شانِ بیتِ خدیجه:...... کہتے ہیں کہ حرم پاک میں سب سے افضل گھر اماں خدیجہؓ کا ہے کیونکہ آپ ﷺ وہاں زیادہ ٹھہرے ہیں، غار حرآء اور مکہ مکرمہ کے فاصلے کا پتہ چلے تو معلوم ہو کہ کتنی بڑی قربانی ہے۔

جآء الحق:...... اس سے مراد وحی ہے [۶]

فقال اقرأ:......**سوال (۱):** فرشتہ کہہ رہا ہے اقرأ اور حضور ﷺ فرمارہے ہیں **ما انا بقارئ** تو کیا حضور ﷺ عربی نہیں جانتے تھے یہ کیوں فرمایا **ما انا بقارئ** بلکہ یوں فرمانا چاہیے تھا **ما اقرأ** کیا پڑھوں جبکہ آپ ﷺ تو پڑھنے سے انکار فرمارہے ہیں؟

سوال (۲):...... جب آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ میں نہیں پڑھ سکتا تو جبریلؑ کیوں اصرار کررہے ہیں؟ یہ تو **تکلیف مالایطاق** ہے اور پھر دبا بھی رہے ہیں؟

جواب (۱):...... بعض روایتوں میں آتا ہے کہ تختی مکتوب دکھلائی گئی تھی اور اسی کے بارے میں کہا گیا **اقرأ** تو جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا **ماانابقاری** یہ پہلے سوال کا جواب ہے [۷]

جواب (۲):...... اس کہنے کی مثال ایسے ہی ہے جیسے استاذ بچے کو کہتا ہے کہ پڑھ الف، با، تا تو حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں یہ صحیح ہے اور جبریلؑ کا یہ کہنا کہ پڑھ، یہ بھی صحیح ہے کیونکہ یہ کہنا سکھلانے کے لیے ہے [۸]

---

۱ تقریر بخاری ج۱ ص۸۱ ۲ تقریر بخاری ج۱ ص۸۲، عمدۃ القاری ص۴۹ ج۱ ۳ عمدۃ القاری ج۱ ص۶۱ ۴ ایضاً ۵ تقریر بخاری ج۱ ص۸۲ ۶ فتح الباری ج۱ ص۱۲ شرح کرمانی ج۱ ص۳۳ ۷ فتح الباری بحوالہ سیرت المصطفیٰ ج۱ ص۱۲۷ ۸ فیض الباری ج۱ ص ۲۴ تقریر بخاری ج۱ ص۸۳

جواب (۳): ...... بعض شراحؒ نے یہ بحث ہی ختم کردی اور وہ اس طرح کہ حضور ﷺ کو فرشتے کا تعارف تو ہو ہی چکا تھا کیونکہ نبی کو پہلے ہی یقین ہوجاتا ہے کہ فرشتہ ہے جب ہی تو وحی پر یقین ہوگا اور یہ خوابوں کے ذریعے ہوتا ہے تو اقــــرأ کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ پر ذمہ داری ڈالی جارہی ہے اور آپ ﷺ یہ فرمارہے ہیں کہ میں یہ ذمہ داری نہیں اٹھا سکتا تو یہ دبانا اصل میں توجہ ڈالنا ہے تاکہ آپ ﷺ میں اس ذمہ داری کے تحمل کی قوت پیدا ہوجائے تو ماانا بقاری کا مطلب ہے کہ مجھ میں اس ذمہ داری کے برداشت کی طاقت نہیں ہے [۱]

حتی بلغ منی الجهد: ...... **الجهد** دال کے رفع اور نصب دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے لیکن مطلب الگ الگ ہوگا رفع کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مشقت میرے لئے اپنی انتہا کو پہنچ گئی یعنی مجھ کو انتہائی تکلیف ہوئی کیونکہ دبانے والا فرشتہ تھا اور حضور ﷺ بشر تھے اور نصب کی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ جبرئیلؑ میرے طرف سے مشقت کو پہنچ گئے یعنی انہوں نے مجھے اس زور سے بھینچا کہ خود پسینہ پسینہ ہوگئے۔

ســـوال: ...... فرشتے کے ایک مرتبہ دبانے سے ساری دنیا ختم ہوجائے اور یہاں تو فرشتے نے پوری قوت سے دبایا ہے آپ ﷺ کیسے بچ گئے؟

جواب: ...... فرشتہ جب انسانی شکل میں آتا ہے تو اسکی طاقت بھی انسان کی طاقت کی طرح ہوجاتی ہے جیسے جن ،اس لیے فرشتے کے دبانے سے آپکو نقصان نہیں ہوا [۲]

فائده: متن حدیث میں اختلاف: ...... تیسیر القاری میں فقال کے کے بعد فقلت نہیں ہے اور عمدۃ القاری میں فقال نہیں ہے بلکہ قلت کے الفاظ ہیں جب کہ بخاری شریف کے موجودہ نسخہ میں فقال فقلت کے الفاظ ہیں۔

ضمنی بحث: ...... صوفیاء کرام جو ملکات پیدا کرنے کے لیے بھینچ دیتے ہیں اسکا ماخذ بھی یہی ہے اور یہی ضغطۂ جبریلؑ ہے۔

شیخ مرید پر جو توجہ ڈالتا ہے اسکی چار قسمیں ہیں (۱) توجہ انعکاسی (۲) توجہ القائی (۳) توجہ اصلاحی (۴) توجہ اتحادی [۳]

توجہ انعکاسی: ...... مرید اپنا دل شیشے کی طرح صاف کرلیتا ہے شیخ کے اقوال واعمال ظاہر ہونے لگتے ہیں جیسے شیخ پہنتا ہے چلتا پھرتا ہے ویسے ہی مرید کرنے لگتا ہے لیکن یہ بڑی کمزور توجہ ہے کیونکہ جب تک شیشہ سورج کے سامنے رہتا ہے روشنی رہتی ہے اور جب دور ہوجاتا ہے تو روشنی ختم ہوجاتی ہے ایسے ہی جب تک مرید شیخ کے سامنے رہتا ہے تو ملکات باقی رہتے ہیں اور جب شیخ سے دور ہوجاتا ہے تو وہ ملکات زائل ہوجاتے ہیں۔

توجہ القائی: ...... شیخ اپنے مرید کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اس کے دل کو قوی کرتا رہتا ہے جسکی وجہ سے اسکے دل میں نیکی کا داعیہ پیدا ہوتا رہتا ہے اسکی مثال چراغ کی طرح ہے کہ چراغ جل رہا ہے اور کوئی اس میں تیل ڈال رہا ہے جتنا تیل زیادہ ہوگا اتنی ہی روشنی زیادہ ہوگی لیکن اسکے بھی ختم ہونے کا خطرہ ہوتا ہے کہ جب توجہ ہٹے گی تو آہستہ آہستہ نیکی کا داعیہ بھی ختم ہوجائیگا جیسے چراغ یہ اس وقت تک جلتا ہے جب تک اس میں تیل ڈالا جاتا رہے ورنہ بجھ جاتا ہے۔

---

[۱] عمدۃ القاری ج۱ ص۶۲ [۲] شرح کرمانی ج۱ ص۳۴ ،تقریر بخاری ج۱ ص ۸۳ [۳] ایضاح البخاری ج۱ ص۷۹

توجۂ اصلاحی: ...... مرید کسبِ فیض کے لیے اپنے دل اور دماغ کو گناہوں سے بچانے اور نیکی سے روشن کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس بات کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ شیخ میری طرف متوجہ رہے اور اپنے دل کو شیخ کی طرف متوجہ کئے رہتا ہے تو جب شیخ متوجہ ہوتا ہے تو معصیت کا اثر کمزور پڑ جاتا ہے اسکی مثال ایسے ہے کہ نہر کے پاس کھال کھود دیا جائے اب صرف اتنی بات رہ جاتی ہے کہ بند توڑ کر سلسلہ جوڑ دیا جائے، تو اسی طرح توجۂ اصلاحی میں حسبِ ضرورت کامل شیخ کے ذریعے آپ ﷺ کے انوار و برکات حاصل ہوتے رہتے ہیں تو یہ کامل، اصل اور مفید طریقہ ہے اس کا نام ہے جوڑ چونکہ جوڑ اصل ہے لہٰذا جوڑ رہنا چاہیے۔

فائدہ: ...... ایک طالب علم دین پڑھ کر سکول ٹیچر ہو گیا اسکا ہم سے جوڑ نہیں رہا لیکن اگر کوئی طالب علم کسی مدرسے میں دین پڑھانے بیٹھ گیا تو اس کا ہم سے جوڑ ہے۔

توجۂ اتحادی: ...... شیخ مرید پر اتنی توجہ دیتا ہے کہ اعمال کیساتھ ساتھ علم و فہم میں بھی اتحاد پیدا ہو جاتا ہے حتی کہ بسا اوقات صورت و شکل پر بھی اثر انداز ہوتا ہے کہ مرید کی شکل بھی شیخ کی شکل کی طرح ہو جاتی ہے اسکو نسبتِ اتحادی کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حضور ﷺ سے نسبت اتحادی حاصل تھی کہ جو آپ ﷺ بیان کرتے وہی حضرت ابو بکرؓ بیان کرتے مثلاً ''اساری بدر'' کے بارے میں جو رائے آپ ﷺ کی تھی وہی رائے حضرت ابو بکرؓ کی تھی۔ اسی لیے خلافت کا حق نسبت اتحادی کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کا تھا اگر اس میں خللِ ہو جاتا تو بڑا فساد برپا ہو جاتا

سوال: ...... حضور ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور صحابہ کرام بھی وہیں بیٹھے ہوئے ہوتے اور ایسے بیٹھے ہوتے **کانما علی رؤسهم الطیر** تو جب کوئی باہر سے آنے والا آتا تو اسکو پتہ نہ چلتا کہ حضور ﷺ کونسے ہیں تو وہ سوال کرتا کہ **ایکم محمد**؟ (تم میں محمد ﷺ کون ہیں؟) تو جواب دیا جاتا کہ یہ جو ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ پتہ کیوں نہیں چلتا تھا حالانکہ نبی کے چہرے پر ممتاز نور رہا کرتا ہے اور حضور ﷺ تو سب سے زیادہ حسین تھے؟

جواب ۱: ...... صحابہ کرامؓ کو حضور ﷺ سے نسبتِ اتحادی حاصل ہو چکی تھی اس وجہ سے لباس و صورت میں سب ایک جیسے نظر آتے تھے۔

جواب ۲: ...... حضور ﷺ جب صحابہ کرامؓ پر توجہ فرماتے تو صحابہ کرامؓ پر بھی حضور ﷺ کے انوار مترشح ہوتے جسکی وجہ سے صحابہ کرامؓ کی آپ ﷺ سے مشابہت ہو جاتی جس کی وجہ سے آنے والا امتیاز نہ کر پاتا۔

جواب ۳: ...... اندھیرے سے آنے والا جب روشنی میں پہنچتا ہے تو اسکی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اسے کچھ نظر نہیں آتا تو حضور ﷺ کی مجلس میں انوار و برکات کی روشنی اور باہر ساری ظلمت ہی ظلمت تو وہ آدمی جب ظلمت سے حضور ﷺ

کی مجلس میں پہنچتا تو انوار و برکات کی روشنی سے اسکی آنکھیں چندھیا جاتیں اور اسے کچھ نظر نہ آتا تو اس وجہ سے وہ صحابہ کرامؓ اور حضور ﷺ میں امتیاز نہ کرسکتا اور پوچھتا **ایکم محمد؟**

سوال: ...... اس حدیث کی رو سے تو حضرت جبریلؑ کا حضور ﷺ کا استاد ہونا ثابت ہو گیا اور اسی طریقے سے حدیث جبریلؑ میں آپ ﷺ کا قول حضرت جبریلؑ کے بارے ((**اتاکم لیعلمکم دینکم**))[1] اس سے بھی حضرت جبریلؑ کا معلم ہونا ثابت ہوا اور معلم متعلم سے افضل ہوا کرتا ہے تو حضرت جبریلؑ کا حضور ﷺ سے افضل ہونا ثابت ہوا اور یہ تو باطل ہے؟

جواب: ...... حضرت جبریلؑ کی مثال تو واسطے کی ہے معلم تو خود باری تعالیٰ ہیں جیسے قلم، کاغذ اور تختی واسطہ ہیں، اور واسطہ ذی واسطہ سے افضل نہیں ہوا کرتا۔

اقرأ باسم: ...... یہ جو آیات مبارکہ آپ ﷺ کو پڑھائی گئی ہیں ان میں دلائلِ تحمل ہیں کہ آپ قاری ہو سکتے ہیں یعنی اس نبوت والے بوجھ کو برداشت کر سکتے ہیں۔

ربک: ...... رب جو آہستہ آہستہ تربیت کرتا ہے اور کمال تک پہنچاتا ہے تو کیا وہ قرآن شریف پڑھنا نہیں سکھا سکتا؟

خلق: ...... جس نے تمہیں پیدا کیا وہ تمہیں سکھا نہیں سکتا یعنی کیا وہ اس امانت کے برداشت کرنے کی قوت پیدا نہیں کرسکتا۔

فائدہ: ...... اصطلاح میں ان جیسے قضایا کو **قضایا قیاساتھا معھا** کہتے ہیں۔

اولِ وحی وتطبیق: ...... اولِ وحی میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسی کو اولِ وحی قرار دیا ہے بعض نے ﴿**یآ أیھا المدثر**﴾[2] اور بعض نے سورۃ فاتحہ کو۔ بہرکیف ان تینوں کے درمیان علماء نے یہ تطبیق دی ہے کہ اولیتِ حقیقیہ تو سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیات کو حاصل ہے کیونکہ اس حدیث سے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ یہی سب سے پہلے نازل ہوئی۔ اور پوری سورۃ جو سب سے پہلے نازل ہوئی وہ سورہ فاتحہ ہے تو گویا اس کی اولیت اس حیثیت سے ہے کہ یہ سب سے پہلے کامل سورۃ نازل ہوئی۔ اور چونکہ اقراء کی ان آیات کے نزول کے بعد فترۃ الوحی واقع ہوگئی تھی یعنی وحی بند ہوگئی تھی بعض روایات کے مطابق تین سال مدۃِ فترۃِ وحی ہے اس کے بعد سورۃ مدثر نازل ہوئی تو اس حیثیت سے سورۃ مدثر کو اولیت حاصل ہے[3]

یرجف فؤادہ: ...... یعنی دل کانپ رہا تھا۔

فواد اور قلب میں فرق: ...... فواد، وہ گوشت کا لوتھڑا ہے جو لرزتا ہے اور اس میں ایک محل ادراک ہے اسکو قلب کہتے ہیں ان کا ایک دوسرے پر اطلاق ہوتا رہتا ہے۔

قال یونس ومعمر بوادرہ: ...... اور بعض روایات میں فؤدہ کی بجائے بوادرہ کا لفظ ہے[4] اس کا معنی ہے گردن اور کندھے کا درمیانی حصہ۔

---

[1] مشکوۃ شریف ج۱ ص۱۱ [2] پارہ ۲۹ سورۃ المدثر آیت ۱ [3] عمدۃ القاری ج۱ ص۶۲ [4] بخاری شریف ج۱ ص۳ سطر۱۶

زملونی: ...... تزمیل اور تدثیر کا معنی ایک ہی ہے یعنی کپڑا اوڑھانا۔

سوال: ...... پہلی بات یہ ہے کہ لیتفصد عرقا پر زملونی زملونی سے اشکال ہوتا ہے اس لیے کہ تفصد عرق کا تقاضا یہ ہے کہ حضور ﷺ کو گرمی محسوس ہوتی تھی اور زملونی کا تقاضا یہ ہے کہ سردی محسوس ہوتی تھی اس لیے کہ جب کسی کو سردی لگتی ہے تو لحاف اُوڑھاتے ہیں؟

جواب: ...... حضور ﷺ کو گرمی عین نزول کے وقت معلوم ہوتی تھی جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہوتی تھی تو پسینہ پیشانی مبارک سے ٹپک رہا ہوتا تھا اس کے بعد جب آثار ختم ہو جاتے تو آپ ﷺ پسینہ صاف کر لیتے، اس کے بعد سردی لگتی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ پسینہ آنے کے بعد جب ہوا لگتی ہے تو سردی محسوس ہوتی ہے۔

اشکال: ...... دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضور ﷺ نے زملونی کیوں فرمایا، زملینی فرمانا چاہیئے تھا؟

جواب: ...... ایسے موقع پر محاورات میں تذکیر و تانیث کا فرق نہیں کیا جاتا چنانچہ گھر جا کر عام طور پر بیوی سے کہا جاتا ہے کہ کھانا لاؤ۔ یہی جواب راجح ہے [۱]۔

فزملوہ: ...... ضمیر حضرت خدیجہؓ کی طرف لوٹتی ہے اور جمع اعزازاً و تفخیماً لائے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکایت نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اِذۡ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا اِنِّىۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا﴾ [۲]

لقد خشیت علی نفسی: ...... حضور ﷺ کو کیا خوف تھا اسکی کئی تشریحات ذکر کی گئی ہیں۔

الاول: ...... حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں آپ ﷺ کو خوف اس وجہ سے ہوا کہ عباءِ نبوت کا تحمل ہو سکے گا یا نہیں [۳]

الثانی: ...... چونکہ حضرت جبریلؑ نے دبوچا تھا اس لیے آپ ﷺ کو یہ خوف ہونے لگا کہ کہیں دوبارہ دبوچا تو موت واقع نہ ہو جائے ان دونوں صورتوں میں ماضی کو مستقبل کے معنی میں کیا گیا ہے [۴]۔

الثالث: ...... خشیت کو ماضی پر محمول کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ "ماضی کا خوف ابھی تک محسوس کر رہا ہوں"

الرابع: ...... ملحدوں نے ایک غلط معنی بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کو خوف تردد کی وجہ سے تھا کہ آنے والا جن یا شیطان تو نہیں؟ یا یہ کہ میں رسول ہو گیا ہوں یا نہیں؟ حالانکہ جیسے انسان کو اپنے انسان ہونے کا علم حضوری ہوتا ہے ایسے ہی نبی کو اپنے نبی ہونے کا علم حضوری ہوتا ہے۔ اور ہر نبی کو اپنی نبوت پر ایمان لانا ایسے ضروری ہے جیسے کہ اس کی امت کو اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

تحمل الکل: ...... ترجمہ ناداروں کو بوجھ اٹھواتے ہیں۔ یعنی جو لوگ عاجز کمزور ہیں کمائی نہیں کر سکتے ان کی مدد کرتے ہیں۔

---

[۱] تقریر بخاری ص ۸۸ ج ۱ [۲] پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۰ [۳] تقریر بخاری ص ۸۸ ج ۱ [۴] تقریر بخاری ص ۸۹ ج ۱

تکسب المعدوم: ...... یہ باب افعال سے ہے اور ضرب یضرب سے بھی۔ افعال سے ہونے کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ آپ معدوم کو کمواتے ہیں یعنی جو کام کاج نہیں کر سکتے انہیں آپ ﷺ کام پر لگواتے ہیں یا جو دوسرے نہیں کر سکتے آپ وہ کام کرواتے ہیں (مدد کرتے ہیں)۔ ضرب یضرب سے ہونیکی صورت میں ترجمہ ہوگا کہ آپ معدوم کو کماتے ہیں یعنی جو مال والا نہیں ہوتا اس کو کماتے ہیں [۱] یعنی مال دیتے ہیں (۲) مکارمِ اخلاق اور نفائس عطا کرتے ہیں۔

نوائب الحق: ...... نوائب، نائبة کی جمع ہے وھی الحادثة و النازلة خیرا او شرا [۲] یہ پہلے سب کلموں کا اجمال ہے الحق کی قید لگا کر اشارہ کر دیا کہ جو "حوادثاتِ واقعی" نازل ہونے والے ہیں اس سے مراد آفاتِ سماویہ ہیں جیسے کثرتِ باراں کے سبب مکانات کا منہدم ہو جانا وغیرہ۔ بعض علماءؒ نے لکھا ہے کہ حق کی قید لگا کر باطل سے احتراز کر لیا گیا [۳] ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حوادثات جو حق پر قائم رہنے سے انسان کو درپیش ہوتے ہیں ان میں آنحضرت ﷺ مدد فرماتے۔

العبرانیہ: ...... بعض جگہ عربی کا لفظ ہے حاصل یہ ہے کہ بعض کو عربی بعض کو عبرانی میں لکھ کر دیتا تھا کیونکہ انجیل سریانی زبان میں تھی۔

فائدہ: ...... حضرت آدم علیہ السلام سریانی، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام عبرانی اور حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ السلام عربی بولتے تھے [۴]

ابن عم خدیجة: ...... حقیقت پر محمول ہے۔

ابن اخي: ...... عرب کے محاورے میں چھوٹے کو بھتیجا کہتے ہیں یہ مجاز ہے جو میانوالی اور بھکر کے علاقے میں بھی چلتا ہے۔

الناموس: ...... اس کا لغوی معنی ہے صاحبِ سر (بھیدی)۔ جاسوس بھی راز دان کو کہتے ہیں لیکن اچھائی معلوم کر کے پہنچانے والے کو ناموس کہتے ہیں۔ اور اس کے برعکس کو جاسوس۔ یہاں مراد فرشتہ یعنی حضرت جبریل علیہ السلام یا حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔

نزل الله علی موسیٰؑ: سوال: ...... ورقہ بن نوفل خود عیسائی تھے تو انکو علیٰ موسیٰ کی بجائے علیٰ عیسیٰ کہنا چاہیے تھا جبکہ بعض روایات میں تو عیسیٰ ہی آ رہا ہے اس پر کوئی اشکال نہیں، اشکال تو اس روایت پر ہے؟ النکتة للفار لا للقار

جواب ۱: ...... چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر دونوں یعنی یہودی و عیسائی متفق تھے اس لیے انکا نام لیا [۵]

جواب ۲: ...... شہرت کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا۔

جواب ۳: ...... یہ تخصیص بالذکر شدائد کی بناء پر کی گئی ہے چونکہ ان پر بہت سختیاں آئیں۔

جواب ۴: ...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وحی میں قصص اور امثال زیادہ تھے جبکہ اوامر و منہیات کم، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی میں اوامر و نواہی زیادہ تھے بہ نسبت قصص اور امثال کے اور چونکہ حضور ﷺ کی وحی میں بھی ایسے

---

[۱] تقریر بخاری ج۱ ص۸۹ [۲] عینی ج۱ ص۵۱ [۳] تقریر بخاری ج۱ ص۸۹ [۴] عمدۃ القاری ج۱ ص۵۲ [۵] تقریر بخاری ج۱ ص۹۱

ہی ہے اس لئے تشبیہ دی۔

جواب ۵: ......تشبیہ دراصل وحی کی جامعیت میں ہے۔

جواب ۶: ......بعض جگہ علیٰ عیسیٰ کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ تخصیص نہیں بلکہ تشبیہ کا ذکر ہے۔

اَوَمخرجیَّ هم: ......توراۃ وانجیل میں جیسے آپ ﷺ کی بعثت کا ذکر تھا ایسے ہی آپ ﷺ کے حالات بھی مذکور تھے حتی کہ خلفاء کا بھی ذکر تھا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ﴿ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰاةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ﴾[۱]

سوال: ......او مخرجی سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو تعجب ہو رہا ہے لیکن یہ تعجب ہوا کیوں؟

جواب ۱: ......آپ ﷺ کو تعجب ہوا اس لیے کہ آپ ﷺ نے خیال فرمایا مذکورہ اوصاف جس میں ہوں کیا اس کو بھی نکالدیں گے؟

جواب ۲: ......یا اس وجہ سے کہ اب تک اتنی محبوبیت والی زندگی گزاری ہے تو کیا جسے آج صادق الامین کہتے ہیں اُسے کل کو نکال دیں گے؟

وفتر الوحی: ......تین سال تک[۲] ایسے ہوتا رہا پختگی ہوتی رہی کہ واقعی آپ ﷺ سچے رسول ہیں وحی نہ آئی۔

حدیث الباب کا ترجمه سے ربط: ......(۱) عظمت وحی کا ذکر ہے۔ (۲) احوالِ وحی کا ذکر ہے اور فترت ایک حال ہے۔ رؤیائے صالحہ وحی کی ایک قسم ہے۔ آپ ﷺ کی مذکورہ اوصاف سے ہمیں بہت سے فوائد و مسائل حاصل ہوئے۔

مسائل مستنبطه: ......

(۱)......اللہ تعالی کے لیے خلوت اختیار کرنا جائز ہے (۲)......رؤیا صالحہ نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

(۳)......سفر میں زادراہ رکھنا توکل کے خلاف نہیں (۴)......آدمی کی اصلاح کے لیے توجہ باطنی بھی ثابت ہے۔

(۵)......غیر مانوس چیز کو دیکھ کر ڈر جانا شانِ نبوت کے منافی نہیں۔ یہ تقاضائے بشریت ہے۔

(۶)......کوئی نامناسب واقعہ پیش آجائے تو گھر والوں کو بتلانا جائز ہے

(۷)......گھبراہٹ بڑھانے کی بجائے تسلی دینا چاہیے (۸)......مذکورہ کلام سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ باقی انبیاء تو دعوت کے بعد مصدق یا مکذب ہوئے لیکن آپ ﷺ دعوت سے قبل ہی مصدق ہو گئے۔

(۹)......مکارم اخلاق والے کو اللہ تعالی ضائع نہیں کرتے (اس پر حضرت الاستاذ شیخ الحدیث صاحب مدظلہم نے فرمایا) آپ کبھی بھی یہ دل میں مت لانا کہ ہم پورے دین پر چل رہے ہیں ورنہ دیکھ لیں یہ جتنے مکارم اخلاق بیان کئے

[۱] پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۲۹ [۲] تقریر بخاری ج ۱ ص ۹۲

ہیں کیا یہ سب آپ میں ہیں؟ **تحمل الکل وتکسب المعدوم** وغیرہ۔ یہی سیاست ہے جو کہ تمام انبیاء فرمایا کرتے تھے۔ اور علماء انبیاء کے وارث ہیں جو سیاسی نہیں وہ وارث انبیاء نہیں، حدیث شریف میں آتا ہے ((**کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء**))[۱] لیکن افرنگ کی سیاست نہیں کرنی کیونکہ یہ جھوٹ، دھوکہ پر مبنی ہے، غداری کا نام سیاست نہیں ہے۔ جب کہ فرنگی سیاست کا منشا لڑاؤ اور حکومت کرو ہے۔

اصلِ سیاست: ......سیاست کا لفظ لیا گیا ہے ساس الفرس سے یعنی گھوڑے کے دانے پانی کا خیال کرنا اس لیے گھوڑے کے نگران کو سائیس کہتے ہیں۔ پھر لوگوں کے انتظام کرنے والے کو سیاسی کہتے ہیں۔ انبیاء کی سیاست **النظام الصالح لاداء حقوق الخالق والمخلوق**. یعنی خالق و مخلوق کے حقوق اداء کرنے کے لیے نظام نافذ و قائم کرنا۔ غرضیکہ ایسا سیاسی ہر ایک کو بننا ہے جو شخص ایسا سیاسی نہیں وہ وارث انبیاء نہیں۔

اشکال: ......ورقہ بن نوفل نے کہا کہ اگر زندہ رہوں گا تو مدد کرونگا، اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے لیکن مشہور یہ ہے کہ مردوں میں اول المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، ورقہ کا کوئی نام ہی نہیں لیتا۔ اختلاف ہوا ہے کہ ورقہ مسلمان ہوئے کہ نہیں؟ (۱) بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہوئے کیونکہ وہ بیان کر رہے ہیں درجۂ معرفت اور اس سے انسان مسلمان نہیں ہوجاتا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا ﴿يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَآءَهُمْ﴾[۲] کہ باوجود معرفت کے مسلمان نہیں ہوئے (تھے) (۲) بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے[۳] تو اس مذہب پر اشکال ہوگا کہ پھر یہ اول المسلمین کیوں نہیں کہلائے؟

جواب ۱: ...... یہ فترت وحی کا زمانہ ہے ابھی آپ ﷺ کو نبوت ملی ہے دعوت دینے کا حکم نہیں ملا، دعوت کا حکم تو آپ ﷺ کو ﴿يَآ أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ کے نازل ہونے پر ملا ہے، نہ ماننے والا کافر اور ماننے والا مسلمان دعوت کے بعد ہوتا ہے[۴] اور وہ دعوت سے قبل ہی فوت ہو گئے تھے اس سے انکا اسلام لانا ثابت نہیں ہوتا۔

جواب ۲: ......حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ان کے مؤمن ہونے پر تو اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں مؤمن تھے لیکن انھیں صحابہ میں شمار کرنا محلِ تردد ہے اس لیے کہ ظہورِ دعوت سے قبل ہی انتقال کر گئے تھے[۵] حاصل یہ ہوا کہ ورقہ بن نوفل کا اسلام لانا مختلف فیہ ہے اس لیے انکو اول المسلمین سے شمار کرنے میں مشکل ہے کیونکہ بعض نے ان کا اسلام تسلیم نہیں کیا اس لیے کہ اسلام لانے کے لیے دوسرے مذہب سے تبری بھی ضروری ہے۔

---

[۱] بخاری شریف ج۲ ص ۴۹۱ [۲] پارہ ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۴۶ [۳] عمدۃ القاری ج۱ ص ۶۳
[۴] کذا یفہم من درس بخاری ص ۶۸ لعلامہ شبیر احمد عثمانی [۵] فیض الباری ج۱ ص ۳۲

جواب ۳: ......ایک ہے ایمان لانا صراحتاً اور ایک ہے ایمان لانا کنایۃً و اشارۃً۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صراحتاً اسلام قبول فرمایا تھا لیکن ورقہ بن نوفل صراحتاً نہیں بلکہ اشارۃً و کنایۃً اسلام لائے۔

حکمتِ فترتِ وحی: ......چونکہ اس کے بعد دعوت والی وحی آپ ﷺ پر نازل کرنی تھی تو پختگی پیدا کرنے کے لیے کچھ عرصہ وحی کو روکے رکھا گھبراہٹ کو زائل کرنے کے لیے یا مانوس کرنے کے لیے یا دعوت کی استعداد پیدا کرنے کے لیے۔

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ: ......(نکتہ) یا محمد نہیں کہا بلکہ جو حالت تھی اس حالت کو بیان کر کے مخاطب کیا اس میں اشارہ کیا کہ مبلغ کو آرام کا طالب نہیں ہونا چاہیے، کپڑا اوڑھ کر لیٹ جانا مبلغ اور داعی کا کام نہیں [1]

قم: ......قم فرمایا بلّغ نہیں فرمایا اور نہ ہی ارسل کہا، قیام سے اس میں ہمت باندھنے اور چست ہونیکی طرف اشارہ ہے۔

فَاَنْذِرْ: ......انذار اس ڈرانے کو کہتے ہیں جس میں دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ آنیوالے خطرات سے ڈرایا جائے، چونکہ انذار، تبشیر سے زیادہ مفید ہوتا ہے اس لیے ابتداءِ وحی میں انذار کو لائے۔ تبشیر کی نفی نہیں۔

وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ: ......ای فعظم، اپنے رب کی عظمت بیان کیجئے [2]، اپنے دل میں اور لوگوں کے دل میں اپنے رب کی عظمت ڈالئے [3]۔ گویا داعی کو ترغیب ہے کہ اس راہ میں بڑی بڑی رکاوٹیں آئیں گی اگر غیر اللہ کا رعب اور اس کی بڑائی دل میں آ گئی تو دعوت نہیں چل سکے گی اس لیے کسی کو بار خاطر میں نہ لائیے۔

☆ **حضرت حذیفہ ؓ کا واقعہ:** ......ہے کہ جب کسریٰ کے ساتھ مذاکرات کے لیے گئے تو کھانے کے دوران لقمہ گر گیا تو دوسرے ساتھی نے آہستہ سے کہا "نوالہ نہ اٹھائیں یہ لوگ برا جانیں گے" انہوں نے زور سے فرمایا کیا ان بیوقوفوں کی وجہ سے اپنے حبیب ﷺ کی سنت چھوڑ دوں۔

وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ: ......اپنے کپڑے پاک رکھیئے۔ کیجئے نہ کہنا کہ سوءِ ادب ہے۔ بعض نے یہ ترجمہ کیا کہ اپنے آپ کو گناہوں سے پاک رکھیئے [4]۔ تو داعی کا ظاہر باطن پاک ہونا چاہئیے۔ معلوم ہوا کہ علومِ نبوت کو سینے میں لینے اور سمجھنے کے لیے تقویٰ و طہارت شرط ہے اور نیت بھی پاک ہونی چاہیے۔

---

[1] درس بخاری ص ۷۰ [2] ہدایہ ج ا ص ۱۰۱، صفوۃ التفاسیر ج ۱۹ ص ۶۴ [3] صفوۃ التفاسیر ج ۱۹ ص ۶۴، ۶۵ [4] معارف القرآن بحوالہ تفسیر مظہری ج ۸ ص ۶۱۱

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ: ...... یہ امر بھی دوام کے لیے ہی ہے کہ بتوں کو چھوڑے رکھئے [۱]، رجز کا معنی گناہ بھی آتا ہے کہ گناہوں کو چھوڑے رکھئے [۲]

قال ابن شہابؒ [۳]**:** ...... یہ سندِ سابق کے ساتھ ہے یا نئی سند کے ساتھ؟ اگر سند سابق کے ساتھ ہو تو سند متصل ہوگی اور اگر سندِ سابق کے ساتھ نہیں تو پھر یہ تحویل ہے تعلیق نہیں ہے۔ تحویل کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) کثیر الوقوع (۲) نادر الوقوع .... کثیر الوقوع یہ ہے کہ شروع میں دو طریق ہوں آخر میں ایک ہو جائے اور نادر الوقوع یہ ہے کہ شروع میں تو ایک ہی طریق ہو اور آخر میں دو ہو جائیں یہاں یہی نادر الوقوع والی صورت ہے [۴]۔ چنانچہ پہلی سند میں ابن شہاب کے بعد عروہ بن زبیر عن عائشہ ہے جبکہ اس سند میں ابن شہاب کے بعد ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بواسطہ جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ ہے۔ تسہیل کے لیے سند نادر الوقوع کا نقشہ درج ذیل ہے۔

☆ امام بخاریؒ .... یحیٰی بن بکیرؒ .... لیث .... عقیل .... ابن شہاب

پھر ابن شہاب سے آگے دو طریق اس طرح ہیں۔

(۱) ☆ ابن شہاب .... عروہ بن زبیرؒ .... عائشہؓ .... رسول اللہ ﷺ

(۲) ☆ ابن شہابؒ .... ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؒ .... جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ .... رسول اللہ ﷺ

تابعہ عبد اللہ بن یوسفؒ: ...... ضمیر منصوب کا مرجع یحیٰی بن بکیرؒ ہیں [۵]

وتابعہ ہلال بن ردادؒ: ...... اس میں ضمیر کا مرجع عقیل ہیں [۶] مرجع کا علم راویوں کے طبقات کے ذریعہ ہوتا ہے مثلاً عبد اللہ بن یوسف اور ابو صالح یہ دونوں یحیٰی بن بکیر کے ہم عصر و ہم طبقہ ہیں اس لیے متابعت اولیٰ میں مرجع یحیٰی بن بکیر ہونگے۔ اسی طرح متابعت ثانیہ میں ہلال بن رداد، عقیل کے ہم طبقہ ہیں تو عقیل مرجع ہونگے۔

متابعت: ...... ایک راوی جس سند سے جو متن بیان کرے دوسرا راوی اسکی موافقت کرے اسے متابعت کہتے ہیں۔ متابعت کی تقسیم سے قبل اس سے متعلقہ اصطلاحات کی توضیح کی جاتی ہے۔

---

[۱] معارف القرآن بحوالہ تھانویؒ ج ۸ ص ۶۴۶ [۲] معارف القرآن روایۃً عن ابن عباسؓ ج ۸ ص ۶۱۱ [۳] راویوں کے حالات عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۸ پر ملاحظہ فرمائیں امام بخاریؒ اس حدیث کو بخاری شریف میں 9 بار لائے ہیں رقوم الاحادیث: ۴ ، ۳۲۳۸ ، ۴۹۲۲ ، ۴۹۲۳ ، ۴۹۲۴ ، ۴۹۲۵ ، ۴۹۲۶ ، ۴۹۵۴ ، ۶۲۱۴ [۴] فیض الباری ج ۱ ص ۳۲ [۵] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۷ [۶] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۸

متابعت میں چار چیزیں ہوتی ہیں۔(۱)متابِع (بکسر الباء) وہ راوی جو دوسرے کے موافق روایت کرے۔ (۲)متابَع (بفتح الباء) جو متابعت میں مفعول بنے (جسکے موافق روایت بیان کی گئی)۔(۳)متابَع عنہ جو متابِع اور متابَع دونوں کا استاد ہے۔(۴)متابَع علیہ وہ روایت ہے جس پر متابعت ہو رہی ہے جو متابِع اور متابَع روایت کر رہے ہیں۔

اب ہم کہتے ہیں کہ متابعت کی دو قسمیں ہیں (۱) متابعتِ تامہ (۲) متابعتِ ناقصہ۔اگر متابِع تمام سند میں متابعت کرے تو متابعتِ تامہ ہے اور اگر تمام راویوں میں متابعت نہیں تو متابعتِ ناقصہ ہے۔پھر تامہ اور ناقصہ میں سے ہر ایک دو قسم پر ہے اگر متابع عنہ مذکور ہو تو یہ قسمِ اول ہے اور اگر متابع عنہ مذکور نہ ہو تو یہ قسمِ ثانی ہے تو چار قسمیں ہوگئیں۔متابعتِ تامہ ہو، متابع عنہ مذکور ہو یا غیر مذکور متابعتِ ناقصہ ہو متابع عنہ مذکور یا غیر مذکور پھر متابعت دو حال سے خالی نہیں۔الفاظ میں موافقت ہوگی یا نہ ہوگی۔اول متابعتِ لفظی ہے اور ثانی متابعتِ معنوی ہے

امام بخاریؒ اس مقام پر جملہ اقسام کے جواز کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔چنانچہ **تابعہ عبداللہ بن یوسف** یہ مثال ہے متابعتِ تامہ کی کہ جس میں متابع عنہ مذکور نہ ہو اور **تابعہ ھلال بن رداد عن الزھری** یہ مثال متابعتِ ناقصہ کی ہے کیونکہ موافقت وسط والے راوی سے ہے۔اور اس میں متابع عنہ مذکور ہے اور وہ زہری ہے۔**وقال یونس ومعمر** یہ متابعتِ ناقصہ ہے اور معنوی ہے کیونکہ لفظوں میں اختلاف ہے بعض لوگ **متابعت فی المعنی** کو جائز نہیں قرار دیتے اس لیے امام بخاریؒ نے اشارۃً بتادیا کہ **متابعت فی المعنی** بھی جائز ہے۔

سوال: ...... ہوتا ہے کہ اسکو بھی تابعہ کی صف میں داخل کر دیتے قال سے کیوں تعبیر فرمایا؟

جواب: ......اختلافِ نوع کی طرف اشارہ ہے[1]

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

[1] ایضاح صدیقی ص ۱۰۵ غیر مطبوعہ

(۴)حدثناموسی بن اسماعیل قال اخبرناابوعوانةقال حدثنا موسی بن ابی عائشة قال

ہم سے بیان کیا موسیٰ بن اسماعیل نے کہا ہمیں ابوعوانہ نے خبر دی کہا ہم سے بیان کیا موسی بن ابو عائشہ نے کہا

حدثنا سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنهما فی قوله تعالیٰ ﴿لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ

ہم سے بیان کیا سعید بن جبیر نے انھوں نے سنا ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں (اے پیغمبر) جلدی سے وحی کو

لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ قال کان رسول اللہ ﷺ یعالج من التنزیل شدة و کان مما

یاد کر لینے کے لیے اپنی زبان کو نہ ہلایا کرو، ابن عباسؓ نے کہا آنحضرت ﷺ پر قرآن اترنے سے (بہت) سختی ہوتی تھی اور آپ اکثر

یحرک شفتیه فقال ابن عباس رضی اللہ عنهما فانا احرکهما لک کما

اپنے ہونٹ ہلاتے تھے (یاد کرنے کے لیے) ابن عباسؓ نے (سعید سے) کہا میں تجھ کو بتاتا ہوں ہونٹ ہلا کر جیسے

کان رسول اللہ ﷺ یحرکهما وقال سعید انا احرکهما کما رأیت ابن عباس رضی اللہ عنهما

آنحضرت ﷺ ان کو ہلاتے تھے، اور سعید نے (موسیٰ سے) کہا میں تجھ کو بتاتا ہوں ہونٹ ہلا کر جیسے میں نے ابن عباسؓ

یحرکهما فحرک شفتیه فانزل اللہ تعالی

کو ہلاتے دیکھا، پھر سعید نے اپنے دونوں ہونٹ ہلائے، ابن عباسؓ نے کہا تب اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری

﴿لَاتُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾

وحی کو یاد کرنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلایا کرو، قرآن کا تجھ کو یاد کرا دینا اور پڑھا دینا ہمارا کام ہے

قال جمعه لک فی صدرک وتقرأه، ﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾

ابن عباسؓ نے کہا یعنی تیرے دل میں جما دینا اور پڑھا دینا (پھر یہ جو اللہ نے فرمایا) جب ہم پڑھ چکیں اس وقت تو ہمارے پڑھنے کی پیروی کر

قال فاستمع له وانصت ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ﴾ ثم ان علینا ان تقرأه

ابن عباسؓ نے کہا سننے کے لئے کان دھر اور چپ رہ (پھر یہ جو فرمایا) ہمارا کام ہے کہ اس کا بیان کر دینا یعنی ہمارا کام ہے تجھ کو پڑھا دینا

فکان رسول اللہ ﷺ بعد ذلک اذا اتاه جبرئیل

پھر ان آیتوں کے اترنے کے بعد آنحضرت ﷺ ایسا کرتے (کہ) جب جبریلؑ آپ کے پاس آتے

استمع فاذا انطلق جبرئیل قرأه النبی ﷺ کما قرأه

تو آپ (چپکے) سنتے رہتے، جب وہ چلے جاتے تو آنحضرت ﷺ اسی طرح قرآن پڑھ دیتے جیسے حضرت جبریلؑ نے پڑھا تھا

﴿تحقیق و تشریح﴾

حدثنا موسی بن اسماعیل:......امام بخاریؒ کے استاذ ہیں متوفی ۲۲۳ھ [1]

ابو عوانہؒ:......ان کا نام وضاح بن عبداللہ ہے متوفی ۱۹۶ھ [2]

موسی بن ابی عائشة:......ابوالحسن کوفی ہمدانی آلِ جعدہ کے مولیٰ ہیں۔

سعید بن جبیرؒ:......اجلہ تابعین میں سے ہیں۔حجاج بن یوسف نے ان کو ظلماً قتل کیا اس لیے کہ انہوں نے اسکی رائے کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔

ابن عباسؓ:......صغیر السن مفسر ہیں بلکہ رئیس المفسرین ہیں حضورﷺ کی وفات کے وقت انکی عمر تیرہ سال تھی[3] ابن عباسؓ کی کل مرویات ۱۶۶۰ ہیں[4]۔ابن عباسؓ سے آیت کی یہ تفسیر روایت متصل ہے یا مرسل؟ اگر حضورﷺ سے سنی ہے تو متصل ورنہ مرسل صحابہ میں سے ہے [5]

یعالج:......یعالج معالجہ سے ہے اور معالجہ عمل میں مشقت برداشت کرنا [6]

ممایحرک:......ای ربما یحرک[7] لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ [8] اس آیت کا ربط مشکلات میں سے قرار دیا گیا ہے اس لیے کہ اس سے پہلے بھی احوال قیامت کا تذکرہ ہے اور اس کے بعد بھی۔اس ظاہری بے ربطی کو اچھال کر ملحدوں نے اس آیت کا انکار کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ قرآن کا جز نہیں ہے۔اس کے ربط میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

القول الاول:......امام قفال مروزیؒ شافعیؒ نے فرمایا کہ ﴿لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ﴾ بھی آخرت ہی سے متعلق ہے یہ ارشاد صرف آپ ﷺ سے متعلق نہیں ہے بلکہ قیامت کے دن جب اعمال نامہ ملے گا اور پڑھنے والا اسے پڑھے گا اور زبان تیزی سے ہلائے گا تو اسے کہا جائیگا کہ آرام سے آہستہ آہستہ پڑھ[9] لیکن یہ جواب شان نزول کے خلاف ہے نیز مابعد ﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ کے بھی خلاف ہے۔

القول الثانی:......علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن کا تتبع کیا تو معلوم ہوا کہ قرآن کتاب کا لفظ بولتا ہے تو کبھی وہ کتاب مراد لیتا ہے جو محشر میں دی جائیگی اور کہا جائیگا ﴿اِقْرَاْ كِتَابَكَ﴾[10] اور کبھی کتاب بول کر قرآن کو مراد لیتا ہے اور ثانی پر عمل کرنے یا نہ کرنے پر اول یعنی کتاب محشر مرتب ہے تو قرآن کا انداز واسلوب ہے کہ جب کبھی ایک کا ذکر کرتا ہے تو مناسبت سے دوسری کا بھی ذکر کرتا ہے الشئی بالشئی یذکر. مثلاً سورہ کہف میں ہے ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ﴾[11] یعنی کتاب سامنے رکھ دی جائے گی اور تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ ڈرتے ہوں گے

---

[1] عمدۃ القاری ج۱ ص۷۰، اسماء الرجال بخاری ج۱ ص۳ [2] ایضا [3] بیاض صدیقی ص۵۵ [4] عمدۃ القاری ج۱ ص۷۰ [5] درسِ عثمانی ص۴۷ [6] بین السطور بخاری ج۱ ص۳ [7] فیض الباری ج۱ ص۳۴ [8] سورۃ قیامہ آیت ۱۶ [9] درس بخاری ص۷۷ [10] پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۴ [11] پارہ ۱۵ سورۃ کہف آیت ۴۹

تو کہیں گے افسوس یہ کیسی کتاب ہے کہ اس نے کوئی بڑی چھوٹی چیز چھوڑی ہی نہیں سب لے لی ﴿وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِراً﴾ یعنی سب کیا ہوا سامنے ہوگا اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کریگا۔ یہ کتاب، کتابِ اعمال ہے اسکے بعد آدم علیہ السلام کا قصہ مناسبت سے ذکر کیا اس کے بعد فرمایا ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾ [۱] کہ ہم نے انسانوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں اس قرآن میں بیان کردی ہیں مگر وہ بہت ہی مجادل ہیں'' یہ دوسری کتاب یعنی قرآن کا بیان ہوا تو دیکھو یہاں دونوں کتابوں کا ذکر کیا کیونکہ دونوں میں مناسبت ہے اس لیے کہ کتاب محشر کا ترتب اسی کتاب (قرآن) پر ہے (الی ان قال) اسی طرح سورۃ قیامہ میں بھی یہی کیا کہ پہلے کتاب اعمال کا ذکر کیا اور بعد میں کتابِ احکام (قرآن) کا ذکر کیا۔ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اتنی مناسبت تناسب آیات کے لیے کافی ہے۔ یہ تفسیر نسبۃً اچھی ہے [۲]

القول الثالث: ......امام رازیؒ نے فرمایا کہ جب یہ آیات (سورۃ قیامہ) نازل ہوئی ہونگی تو حضور ﷺ نے پڑھنے میں تعجیل کی ہوگی لہذا اسی وقت درمیان میں تنبیہ کردی گئی تو یہ جملہ معترضہ ہے جس سے مقصود تنبیہ ہے، ماقبل و مابعد سے اس کا ربط نہیں ہے [۳]

القول الرابع: ......سید انور شاہ صاحبؒ کی تقریر کا حاصل سمجھنے سے پہلے ایک مقدمہ سمجھ لو کہ متکلم کی مرادیں کبھی دو ہوتی ہیں اول: **ماسیق له الکلام**۔ ثانی: **ما یفهم مع قطع النظر عن تسلسل الکلام** کبھی خواہ **ماسیق له الکلام** ہو یا نہ۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ **ماسیق له الکلام** ہی مرادِ اولی ہے یعنی اولاً و بالقصد وہی مراد ہوتا ہے۔ اور جو چیز تسلسلِ عبارت اور قصدِ متکلم سے صرفِ نظر کر کے خارج سے سمجھ آئے وہ مراد ثانوی ہے۔

اس مقدمہ کے بعد یوں سمجھو کہ یہاں بھی دو مرادیں ہیں۔ اولی: جو نظم قرآن سے سمجھ آ رہی ہے، ثانوی: جو حدیث سے سمجھ آ رہی ہے، ثانوی مراد یہاں ظاہر ہے جو ابن عباسؓ سے مروی ہے مگر جب تسلسل کلام دیکھیں تو وہاں اس چیز کا ذکر نہیں۔ اس لیے مرادِ اولی میرے نزدیک یہ ہے کہ جب معاند ﴿اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ﴾ [۴] کے الفاظ سے استہزاء کرتا تھا کیونکہ عادتِ کفار یہ تھی کہ آپکو دق کرنے کے لیے سوال کیا کرتے تھے کہ کیوں جناب! کب آئیگی؟ کس دن آئے گی؟ چنانچہ قرآن نے جابجا انکے اعتراضات کے جوابات بھی دئے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ آئے گی تو ضرور مگر تعیین وقت اللہ کا کام ہے، یہاں جب فرمایا کہ قیامت آئیگی تو انہوں نے پوچھا کب آئیگی؟ ﴿اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ﴾ تو اس کا کچھ جواب دیا اور علامات بتائیں ﴿فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ......الی......بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ [۵] تو ممکن تھا کہ جب جواب کھول کر نہیں دیا تو حضور ﷺ کچھ تعجیل فرماتے اور جواب دینا چاہتے اس لیے فرمایا ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ [۶]

---

[۱] پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۹ [۲] درس بخاری ص ۷۷،۷۸ [۳] ایضا [۴] پارہ ۲۹ سورۃ القیامہ آیت ۶ [۵] پارہ ۲۹ سورۃ القیامہ آیت ۶ [۶] پارہ ۲۹ سورۃ القیامہ

یعنی جتنا ہم نے بتلا دیا اتنا ہی کہہ دو۔ جتنا ہم مناسب سمجھیں گے نازل کرینگے ﴿اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ ۱ قرآن کا پڑھنا، حفظ کرنا، جمع کرنا جیسا مناسب ہوگا ہم ویسا ہی کریں گے اسی قدر نازل کرینگے جس قدر مناسب ہوگا تو یہ مراد اولی ہے کیونکہ تسلسل عبارت بتلاتا ہے کہ حکم انہیں اشیاء سے متعلق ہے اور اس مرادِ اولی کے اعتبار سے ربط واضح ہے اور جو حدیث میں آیا ہے یہ مرادِ ثانوی ہے جس کے لحاظ سے ربط ضروری نہیں مگر چونکہ حدیث میں آ گیا ہے تو یہ مرادِ ثانوی ہے ۲

القول الخامس: ...... حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ کلام از قبیل رَدّ النظیر علی النظیر ہے۔ توضیح اسکی یہ ہے کہ باری تعالی نے اولاً قیامت کا ذکر فرمایا پھر وقوعِ قیامت پر استدلال کیا کہ قیامت کا حاصل یہی ہے کہ عظام نخرة واجزاء منتشرة کو جمع کیا جائیگا۔ اے منکرین قیامت! اس میں کوئی استبعاد نہیں اس لیے کہ جو رب متفرق حروف والفاظ کو آیت بنا کر آپ ﷺ کے سینے میں جمع کرسکتا ہے وہ متفرق ہڈیوں کو بھی جمع کر کے قائم کرسکتا ہے اور پھر ہر ایک کو اپنے مستقر کی طرف بھیج سکتا ہے ۳

حاصل تطبیق: ...... یہ ہے کہ احوالِ قیامت مرادِ اولی ہے اور شانِ نزول کے مطابق قرأة قرآن مرادِ ثانوی ہوگا ۴

فاستمع له وانصت: ...... استماع سننے کے لیے کان دھرنا ۵ ۔ اسکا معنی صرف سننا نہیں ہے بلکہ غور سے سننا اور انصات کا معنی ہے چپ رہنا۔

ثم ان علینا بیانه: ...... ای ثم ان علینا ان تقرأه : ان تقرأه یہ بیانه کی تفسیر ہے یعنی اسکا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے مطلب یہ ہے کہ آپ اسے پڑھیں یہ بھی ہمارے ہی ذمہ ہے اسکے بارے میں بعض شراحؒ کی رائے یہ ہے کہ یہاں راوی سے کچھ تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے یہ وہم راوی ہے یہ تفسیر بیانه کی نہیں بلکہ قرانه کی ہے اور بیانه سے مراد یہاں کشف وایضاح ہے یعنی اسکا وضوح وتبیین بھی ہمارے ذمہ ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ یہ بیانه ہی کی تفسیر ہے کہ ہم آپ کو سمجھائیں گے اور آپ آگے اور لوگوں کو سمجھائیں گے اور آپ کا لوگوں سے قرآن بیان کرنا اور تبلیغ بھی ہمارے ذمہ ہے تقرأه یعنی تقرأه علی الناس لوگوں کو سمجھانا ۶

جمعه لک صدرک: ...... آپ ﷺ کا سینہ جمع کریگا یہ اسناد مجازی ہے۔ جمع کی نسبت صدر کی طرف مجازا ہے اور بعض روایتوں میں ((جمعه لک فی صدرک)) ہے اس صورت میں کوئی اشکال نہیں ۷

(۵) حدثنا عبدان قال اخبرنا عبدالله قال اخبرنا یونس عن الزهری
ہم سے بیان کیا عبدانؒ نے کہا ہم کو خبر دی عبداللہ (ابن مبارکؒ) نے کہا ہم کو خبر دی یونسؒ نے زہریؒ کے واسطہ سے
ح وحد ثنا بشر بن محمد قال حدثنا عبدالله قال اخبرنا یونس ومعمر
تحویل (دوسری سند) اور ہم سے بشر بن محمدؒ نے بیان کیا کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا ہم کو خبر دی یونسؒ اور معمرؒ نے

۱ پارہ ۲۹ سورۃ القیامہ آیت ۱۷ ۲ درس بخاری ص ۷۸، فیض الباری ج ۱ ص ۳۵، ۳۶ ۳ بیاض صدیقی ص ۵۶، درس بخاری ص ۸۰، ۸۱ ۴ بیاض صدیقی ص ۵۶ ۵ فیض الباری ج ۱ ص ۳۴ ، عمدة القاری ج ۱ ص ۱۷ ۶ درس بخاری ص ۷۵ ۷ عمدة القاری ج ۱ ص ۷۲

نحوه عن الزهری اخبرنی عبیدالله بن عبدالله عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما
ان دونوں نے مانند اس کے زہریؒ سے، زہریؒ نے کہا مجھ کو عبیداللہ بن عبداللہؒ نے خبر دی انھوں نے ابن عباسؓ سے
قال کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اجودَ الناس و کان اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاه جبرئیل
کہ انہوں نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے، اور رمضان میں تو جب جبریلؑ آپؐ سے ملا کرتے بہت ہی سخی ہو جاتے
و کان یلقاه فی کل لیلة من رمضان فیدارسه القرآن فلرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
اور جبریلؑ رمضان کی ہر رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا کرتے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے، غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اجود بالخیر من الریح المرسلة[۱]
(لوگوں کو) بھلائی پہونچانے میں چلتی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے

﴿تحقیق و تشریح﴾

اس حدیث کی سند میں آٹھ راوی ہیں ان کے تفصیلی حالات جاننے کے لیے عمدۃ القاری ج ا ص ۷۴ ملاحظہ فرمائیں۔

حدثنا عبدانؒ: ...... یہ حدیث بھی مرسل صحابی ہے اگر ابن عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہیں سنا۔

عن الزهریؒ ح وحدثنا: ...... سوال: مدار تحویل عبداللہ ہے لہذا تحویل عبداللہؒ سے ہونی چاہیے تھی نہ کہ زہریؒ سے؟

جواب: ...... یہ تحویل کی قسم اول ہے اس میں مدار تحویل عبداللہؒ کو نہیں بنایا کیونکہ عبدانؒ کی روایت میں صرف یونسؒ راوی ہے جو کہ زہری کا شاگرد ہے اس سے روایت کرتا ہے جبکہ بشر بن محمدؒ کی روایت میں معمرؒ اور یونسؒ دونوں زہریؒ سے روایت کرتے ہیں تو اس فرق کو بتانے کے لیے مدار تحویل عبداللہ کی بجائے زہریؒ کو بنا دیا [۲]

سوال: ...... نحوه عن الزهری میں نحوه کا اضافہ کیوں فرمایا؟

جواب: ...... نحوه کا لفظ اس طرف اشارہ کرنے کے لیے لائے کہ الفاظِ روایت یونس کے ہیں معمر صرف اس معنی کو روایت کرتا ہے الفاظ اس کے نہیں [۳]

ح: ...... اسے مفرد (مخفف) پڑھنے کا زیادہ رواج ہے اور اس کے بعد قال محذوف ہوتا ہے [۴]

کان اجود مایکون فی رمضان: ...... اس کی ترکیب مختلف طرق سے بیان کی جاتی ہیں۔

اجود: ...... مرفوع ہے یا منصوب، اگر مرفوع ہو تو تین ترکیبیں ہونگی۔

اول: ...... اجود کان کا اسم ہوگا اور فی رمضان حال ہوگا جو خبر محذوف کے قائم مقام ہے: حاصل ترجمہ "کان اجود اکوانه حاصلا حال کونه فی رمضان" [۵]

---

[۱] عمدۃ القاری ج ا ص ۷۳، امام بخاریؒ یہ حدیث بخاری شریف میں 5 بار لائے، رقوم الاحادیث: ۶، ۱۹۰۲، ۳۲۲۰، ۳۵۵۴، ۴۹۹۷ (مطبوعہ: دار السلام للنشر والتوزیع الریاض)
[۲] ریاض صدیقی ص ۵۱، ۵۲، حاشیۃ البخاری ج ا ص ۳ [۳] حاشیہ بخاری ص ۳ [۴] ریاض صدیقی ص ۵۶ [۵] کذافی مابین السطور بخاری ص ۳، عمدۃ القاری ج ا ص ۷۵

ثاني: ...... کان میں ضمیرشان اسم ہوا، **اجود** مبتدا **فی رمضان** خبر۔ حاصل ترجمہ ''شان یہ ہے کہ **اجود اکوان رسول الله** ﷺ **حاصل فی رمضان** اس وقت مبتداء خبرمل کر کان کی خبر بنیں گے [۱]

ثالث: ...... ما یکون سے پہلے وقت کالفظ محذوف ہے: حاصل ترجمہ **کان اجود اوقاته وقت کونه فی رمضان اجود اوقاته** کان کااسم ہےاور **وقت کونه فی رمضان،** **کان** کی خبر ہے۔

اوراگر اجود کومنصوب پڑھیں تو ما یکون سے پہلے مدة کا لفظ محذوف ہوگا اور لفظِ اجود کان کی خبر ہوگا اور کان کااسم (ھو) ضمیر ہوگی ای **کان رسول الله** ﷺ **متصفا بالاجودیة مدة کونه فی رمضان** تو **مایکون فی رمضان** بحذفِ مضاف اجود کے لیے ظرف ہوگا [۲] روایت کے اعتبار سے رفع پڑھنا اولی ہے [۳]

الفرق بین الجود والسخاء: ...... جود کہتے ہیں **اعطاء ما ینبغی لمن ینبغی** [۴] سخاوت تقسیمِ مال کا نام ہے [۵] پھر سخاوت میں سخی کی غرض ہوتی ہے اور جود میں جواد کی کوئی غرض نہیں ہوتی۔ اسی لیے اللہ کو جواد تو کہہ سکتے ہیں سخی نہیں کہہ سکتے [۶] جیسے نیت اور ارادے میں فرق ہے کہ نیت میں اپنی غرض ضرور ہوتی ہے اور ارادہ میں نہیں اسی لیے **نوی الله** نہیں کہہ سکتے۔

حین یلقاہ جبرئیلؑ: ...... اس حدیث میں حضور ﷺ کے تین جودوں کو علی سبیل الترقی بیان کیا ہے۔

جودِ اول : ...... **تواجود الناس** سے معلوم ہوا کہ آپ اول تو سب ہی لوگوں میں زیادہ سخی تھے۔

جودِ ثاني: ...... جب رمضان آجاتا تو جود میں اضافہ ہوجاتا حتیٰ کہ ماہ رمضان میں قرض لے کر بھی لوگوں کو کھلایا کرتے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب مسرت ہوتی ہے تو آدمی خوب خرچ کرتا ہے۔ حضور ﷺ کو رمضان میں زیادہ خوشی اور مسرت ہوتی تھی۔

جودِ ثالث: ...... **حین یلقاہ جبرئیل** سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک میں جب آپ ﷺ کی ملاقات جبریل علیہ السلام سے ہوتی اور ہر رات قرآن پاک کا دور ہوتا تو اس وقت کی جود کا حال نہ پوچھو اس وقت صفت جود اور بڑھ جاتی [۷]

سوال: ...... جود وسخا تو چاہتا ہے کہ سخی کے پاس بہت مال ہو جبکہ حضور ﷺ کہ پاس تو مال تھا ہی نہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دو دو ماہ گزر جاتے تھے اور ہمارے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی؟

جواب: ...... حضور ﷺ پر جو قرض تھا اسکا سبب بھی آپ ﷺ کا جود وسخا تھا حضرت بلالؓ کے ذمے تھا کہ جب کوئی سائل آئے تو قرض لیکر خرچ کر دیا کرو آنحضرت ﷺ کے پاس جو کچھ آتا فوراً خرچ فرما دیتے اس لیے گھر کچھ باقی نہ رہتا جیسا کہ روایاتِ کثیرہ سے یہ مضمون معلوم ہوتا ہے [۸]

فیدارسه القرآن: ...... مدارسة کا معنی دور کرنا ہے یہاں القرآن کا لفظ ہے جیسے اس کا اطلاق پورے قرآن پر ہوتا ہے ایسے ہی بعض قرآن پر بھی ہوتا ہے۔ پس مطلب یہ ہے کہ جتنا اتر چکا ہوتا تھا اسکا دور کرتے تھے اور قرآن سے

---

[۱] بیاض صدیقی ص۵۷ [۲] التراکیب الاربعة للبیاض الصدیقی ص۵۷ [۳] فیض الباری ج۱ ص۳۶ [۴] درس بخاری ص۸۳ [۵] انوارالباری ج۱ص۵۸ [۶] بیاض صدیقی ص۵۷،فیض الباری ج۱ ص۳۶ [۷] تقریر بخاری ج۱ص۹۴ [۸] تقریر بخاری ج۱ص۹۷

پہلے لفظِ بعض محذوف ماننے کی ضرورت نہیں۔ بعض کی رائے یہ کہ سارے قرآن کا دور ہر رمضان میں فرماتے تھے لیکن یہ مرجوح ہے قولِ اول راجح ہے ورنہ حضور ﷺ مسئلہ افک میں پریشان نہ ہوتے اسی طرح دیگر سوالات کے جواب میں خاموش نہ ہوتے مثلاً ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ﴾[1] وغیرہ [2]

مسئلہ: ......ملا علی قاریؒ نے اس لفظ مدارسۃ سے مسئلہ نکالا ہے کہ پورے سال میں ایک قرآن تو ضرور مکمل ہو جانا چاہیئے شرح نقایہ میں لکھتے ہیں کہ "قرآن پاک کا ایک ختم مسنون ہے" کیونکہ ہر سال جتنا قرآن اتر چکا ہوتا اسکا دور فرما لیتے اور آخری رمضان میں دو دور کئے۔ اور صحابہ کے عمل سے تو ختمِ قرآن پاک بالکل واضح ہے [3]

اجود بالخیر من الریح المرسلۃ: ......مرسلۃ سے مراد وہ ہوائیں جو لوگوں کو نفع پہنچانے کے لیے بھیجی جاتی ہیں، گرمی دور کرتی ہیں، پھل پکاتی ہیں اس لیے کثرتِ خیر کو ریحِ مرسلہ سے تشبیہ دی یعنی ہوا جو ان کثیر نعمتوں کا سبب ہے حضور ﷺ اس سے بھی زیادہ اجود ہیں اور خیر کی سخاوت کرنے والے ہیں[4] نیز جیسے ہوا سے تمام مخلوق کو فیض پہنچتا ہے، اور بے روک ٹوک سب کو پہنچتا ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ حضور ﷺ کا رمضان میں فیض ہوتا تھا [5]

ربط ۱: ......بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ **واجود مایکون فی رمضان** میں لفظِ **رمضان** سے ترجمہ ثابت ہے کیونکہ تم نورالانوار میں پڑھ چکے ہو کہ قرآن پاک سماءِ دنیا پر رمضان میں نازل ہوا۔ تو اس لفظ رمضان میں کیفیتِ بدؤ الوحی کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ سب سے پہلے وحی کے نزول کی جو کیفیت ہے وہ یہ ہے کہ رمضان میں پورا پورا لوح محفوظ سے سماء دنیا پر نازل ہوا یعنی بدءِ زمانی کی طرف اشارہ ہے [6]

ربط ۲: ......بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ترجمہ یلقاہ سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ لقاء اپنے عموم کی وجہ سے لقاءِ بوقتِ ابتداءِ وحی کو بھی شامل ہے۔ نیز وحی اس وقت شروع ہوتی جب جبریلؑ سے ملاقات ہوتی تو ملاقات سے ابتداء ثابت ہوگئی۔

ربط ۳: ......حضور اقدس ﷺ اور جبریل علیہ السلام وسائط وحی ہیں اور مبادئ وحی ہیں اور ترجمۃ الباب کے ظاہری مقاصد میں سے مبادئ وحی بھی کا ذکر کرنا بھی ہے [7]

ربط ۴: ......حضرت شیخ الہندؒ کی رائے کے مطابق باب کا مقصود عظمتِ وحی کا بیان ہے تو اس لحاظ سے بھی مناسبت ہے کہ کیسی عظمت والی وحی ہے جس کا دور حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے ساتھ کرتے تھے اور ہر رمضان میں کرتے تھے۔

ربط ۵: ......باب کی غرض ان صفاتِ عالیہ کا ذکر ہے جو نزولِ وحی کے لیے سبب ہیں اور ان میں سے جود ہے حدیث میں اسکے تین مراتب بیان ہوئے ہیں [8]

ربط ۶: ......اور جن کے نزدیک ترجمہ کی غرض بدءِ امر یعنی امر دین کی ابتداء بیان کرنی ہے انکی رائے پر بھی کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ اس روایت میں ابتداءِ امر کا تذکرہ موجود ہے۔

---

[1] پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۵ [2] تقریر بخاری ج ا ص ۷ ۳۹ [3] درس بخاری ص ۸۳ [4] تقریر بخاری ج ا ص ۹۷، ۹۸ [5] درس بخاری ص ۸۵ [6] تقریر بخاری ج ا ص ۹۸ [7] ایضاح بخاری ص ۵۸ [8] تقریر بخاری ج ا ص ۹۸

(۶)حدثنا ابو الیمان الحکم بن نافع قال اخبرنا شعیب عن الزهری قال اخبرنی عبیداللہ بن

ہم سے بیان کیا ابو یمان حکم بن نافع نے کہا ہم کو خبر دی شعیب نے انھوں نے زہری سے کہا خبر دی مجھ کو عبیداللہ بن

عبداللہ بن عتبة بن مسعود ان عبداللہ بن عباس اخبرہ ان اباسفیان بن حرب اخبرہ ان هرقل

عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے کہ ان سے عبداللہ بن عباس نے بیان کیا ان سے ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ ہرقل (روم کے بادشاہ)

ارسل الیه فی رکب من قریش وکانوا تجارا بالشام

نے انکو قریش کے اور کئی سواروں کے ساتھ بلا بھیجا اور یہ قریش کے لوگ اس وقت شام کے ملک میں سوداگری کے لیے گئے تھے

فی المدة التی کان رسول اللہ ﷺ ماد فیها اباسفیان وکفار قریش

اس زمانہ میں کہ جس میں آنحضرت ﷺ نے ابوسفیان اور قریش کے کافروں کو (صلح کرکے) ایک مدت دی تھی

فاتوه وهم بإیلیاء فدعاهم فی مجلسه و

غرض یہ لوگ اس کے پاس پہنچے جب وہ (ہرقل اور اس کے ساتھی) ایلیاء میں تھے، ہرقل نے ان کو اپنے دربار میں بلایا اور

حوله عظماء الروم ثم دعاهم ودعا ترجمانه فقال ایکم اقرب نسباً بهذا الرجل

اس کے گرداگرد روم کے رئیس بیٹھے تھے، پھر ان کو (پاس) بلایا اور اپنے مترجم کو بھی بلایا وہ کہنے لگا تم میں نسبت کے لحاظ سے کون شخص اس کے زیادہ قریب ہے

الذی یزعم انه نبی ،قال ابوسفیان فقلت انا اقربهم نسبا فقال ادنوه منی

جو اپنے آپ کو پیغمبر کہتا ہے، ابوسفیان نے کہا، تو میں نے کہا کہ میں اس شخص کا قریب کا رشتہ دار ہوں تب ہرقل نے کہا اسکو میرے پاس لاؤ

وقربوا اصحابه فاجعلوهم عند ظهره،ثم قال لترجمانه قل لهم انی سائل هذا

اور اس کے ساتھیوں کو بھی (اسکے) نزدیک رکھو اس کے پیٹھ پر، پھر اپنے مترجم سے کہنے لگا ان لوگوں سے کہیں اس (ابوسفیان) سے

عن هذا الرجل فان کذبنی فکذبوه فواللہ

اس شخص کا (پیغمبر صاحب کا) کچھ حال پوچھتا ہوں، اگر یہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم کہہ دینا جھوٹا ہے، ابوسفیان نے کہا قسم خدا کی

لولا الحیاء من ان یأثروا علی کذبا لکذبت عنه،ثم کان اول ماسألنی عنه

اگر مجھ کو یہ شرم نہ ہوتی کہ یہ لوگ مجھ کو جھوٹا کہیں گے تو میں آپ ﷺ کے بارے میں جھوٹ کہہ دیتا، خیر پہلی بات جو اسنے مجھ سے پوچھی

ان قال کیف نسبه فیکم قلت هو فینا ذونسب قال فهل

وہ یہ تھی کہ اس شخص کا تم میں خاندان کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ ہمارے اندر بڑے خاندان والا ہے کہنے لگا کہ پھر یہ بات (کہ میں پیغمبر ہوں)

قال هذاالقول منکم احد قط قبله ،قلت لا،قال فهل کان من اٰبآئه من ملک

اس سے پہلے تم لوگوں میں کسی نے کہی تھی؟ میں نے کہانہیں ، کہنے لگا اس کے بزرگوں میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟

قلت لا،قال فاشراف الناس اتبعوه ام ضعفاؤهم ،قلت بل ضعفاؤهم

میں نے کہانہیں، کہنے لگا بڑے آدمی (امیر لوگ) اسکی پیروی کرر ہے ہیں یا غریب لوگ؟ میں نے کہانہیں بلکہ غریب لوگ

قال أیزیدون ام ینقصون ،قلت بل یزیدون، قال

کہنے لگا اسکے تابعدار لوگ (روز بروز) بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں؟ میں نے کہانہیں بلکہ بڑھتے جاتے ہیں، کہنے لگا

فهل یرتد احدمنهم سخطة لدینه بعد ان یدخل فیه،قلت لا،قال

پھر کوئی ان میں سے ایمان لاکر اس کے دین کو براسمجھ کر پھر جاتا ہے؟ میں نے کہا نہیں ، کہنے لگا

فهل کنتم تتهمونه بالکذب قبل ان یقول ما قال،قلت لا،قال فهل یغدر

یہ بات جواس نے کہی (میں پیغمبر ہوں) اس سے پہلے کبھی تم نے اس کو جھوٹ بولتے دیکھا؟ میں نے کہانہیں، کہنے لگا اچھا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟

قلت لا،ونحن منه في مدة لاندری ماهو فاعل فیهاقال ولم تمکنّی کلمة

میں نے کہانہیں ،اب ہماری اس سے (صلح کی) ایک مدت ٹھہری ہے، معلوم نہیں اس میں وہ کیا کرتا ہے ابوسفیان نے کہا مجھ کو اور کوئی بات

ادخل فیها شیئاً غیر هذه الکلمة قال فهل قاتلتموه،قلت نعم

اس میں شریک کرنے کا موقع نہیں ملا بجز اس بات کے، کہنے لگا اچھا تم اس سے (کبھی) لڑے؟ میں نے کہاہاں! کہنے لگا

قال فکیف کان قتالکم اياه،قلت الحرب بیننا وبینه سجال ینال منا

پھر تمہاری اس کی لڑائی کیسے ہوتی ہے؟ میں نے کہا ہم میں اور اس میں لڑائی ڈولوں کی طرح ہے ،وہ ہمارا نقصان کرتا ہے

وننال منه، قالَ ماذا یأمرکم ،قلت یقول اعبدوا الله وحده و

اور ہم اس کا نقصان کرتے ہیں ، کہنے لگا اچھا وہ تم کو کیا حکم کرتا ہے؟ میں نے کہا وہ کہتا ہے بس اکیلے اللہ ہی کو پوجو اور

لا تشرکوابه شیأ واترکوا مایقول اٰبآؤکم ویأمرنا بالصلوٰة والصدق

اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور اپنے باپ دادا کی (شرک کی) باتیں چھوڑ دو، اور ہم کو نماز پڑھنے ، سچ بولنے

والعفاف والصلة،فقال للترجمان قل له سألتک عن نسبه فذکرت

(حرام کاری) سے بچنے اور ناتا جوڑنے کا حکم دیتا ہے تب ہرقل نے مترجم سے کہا اس شخص سے کہہ میں نے تجھ سے اسکا خاندان پوچھا تو تو نے کہا

انه فیکم ذو نسب ،وکذلک الرسل تبعث فی نسب قومها،وسألتک

وہ ہم میں عالی خاندان ہےاور پیغمبر (ہمیشہ) اپنی قوم میں سے عالی خاندان میں ہی بھیجے جاتے ہیں،اور میں نے تجھ سے پوچھا

هل قال احدمنکم هذا القول فذکرت ان لا قلت لوکان احد

یہ بات تم لوگوں میں اس سے پہلے کسی نے کہی تھی؟تو تونے کہانہیں،اس سے میرا مطلب یہ تھا کہ اگراس سے پہلے دوسرے نے بھی

قال هذاالقول قبله لقلت رجل یأتسی بقول قیل قبله،وسألتک هل کان من اٰبآئه

یہ بات کہی ہوتی (پیغمبری کادعوی کیاہوتا) تب میں یہ کہتا یہ شخص اگلی بات کی پیروی کرتا ہے،اور میں نے تجھ سے پوچھااسکے بزرگوں میں

من ملک فذکرت ان لا ،فقلت فلوکان من اٰبآئه من ملک قلت رجل

کوئی بادشاہ گزرا ہےتو تونے کہانہیں،اس سے میرا مطلب یہ تھا کہ اگراسکے بزرگوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہےتو یہ سمجھ لوں کہ وہ شخص

یطلب ملک ابیه،وسألتک هل کنتم تتهمونه بالکذب قبل ان یقول ما قال فذکرت ان لا،

اپنے باپ کی بادشاہت لینا چاہتا ہے،اور میں نے تجھ سے یہ پوچھا کہ اس بات کے کہنے سے پہلےتم نے کبھی اس کوجھوٹ بولتے دیکھاتو تونے کہانہیں

فقد اعرف انه لم یکن لیذرالکذب علی الناس ویکذب علی الله،

تواب میں نے سمجھ لیا کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں پرتو جھوٹ باندھنے سے پرہیز کرےاور اللہ پر جھوٹ باندھے

وسألتک اشراف الناس اتبعوه ام ضعفاؤ هم فذکرت ان ضعفاؤ هم اتبعوه

اور میں نے تجھ سے پوچھا کیابڑے (امیر) آدمیوں نے اسکی پیروی کی یاغریبوں نے؟تو تونے کہا کہ غریب لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے

وهم اتباع الرسل، وسألتک ایزیدون ام ینقصون

اور پیغمبروں کے تابعدار (اکثر) غریب ہی ہوتے ہیں،اور میں نے تجھ سے پوچھا وہ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟

فذکرت انهم یزیدون وکذلک امرالایمان حتی یتم،وسألتک

تو تونے کہا وہ بڑھ رہے ہیں،اور ایمان کا یہی حال رہتا ہے جب تک وہ پورا نہ ہو،اور میں نے تجھ سے پوچھا

ایرتد احد سخطة لدینه بعد ان یدخل فیه فذکرت ان لا،وکذلک الایمان

کوئی اس کے دین میں آکراس کو برا سمجھ کراس سے پھر جاتا ہے؟تو تونے کہانہیں،اور ایمان کا یہی حال ہوتا ہے

حین تخالط بشاشته القلوب،وسألتک هل یغدر،فذکرت ان لا،

جب اسکی خوشی دل میں سماجاتی ہے (تو پھرنہیں نکلتی) اور میں نے تجھ سے پوچھا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟تو تونے کہانہیں،

وکذلک الرسل لاتغدر،وسألتک بما یأمرکم فذکرت انه یأمرکم

اور پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں،وہ عہد نہیں توڑتے،اور میں نے تجھ سے پوچھا وہ تم کو کیا حکم دیتا ہے؟ تو تونے کہا وہ تم کو یہ حکم دیتا ہے

ان تعبدوا الله ولاتشرکوا به شیئا وینهاکم عن عبادة الاوثان ویأمرکم بالصلوٰة والصدق

کہ اللہ کو پوجو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور بت پرستی سے تم کو منع کرتا ہے اور نماز اور سچائی کا

والعفاف، فان کان ماتقول حقا فسیملک موضع قدمی هاتین

اور حرام کاری سے بچے رہنے کا حکم دیتا ہے،پھر تو جو تو کہتا ہے اگر سچ ہے تو وہ عنقریب اس جگہ کا مالک ہو جائے گا جہاں میرے یہ دونوں پاؤں ہیں

وقد کنت اعلم انه خارج ولم اکن اظن انه منکم،فلو انی اعلم انی

(یعنی شام کے ملک کا) اور تحقیق میں جانتا تھا کہ یہ پیغمبر آنے والا ہے لیکن میں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا،پھر اگر میں جان لوں کہ میں

اخلص الیه لتجشمت لقاء ہ ولو کنت عنده لغسلت عن قدمیه،

اس تک پہنچ جاؤں گا تو اس سے ملنے کی ضرور کوشش کروں گا۔اور اگر میں اس کے پاس (مدینہ میں) ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا

ثم دعا بکتاب رسول الله ﷺ الذی بعث به مع دحیة الکلبی الی عظیم بُصریٰ،

(خدمت کرتا) پھر اس نے آنحضرت ﷺ کا وہ خط منگوایا جو آپؑ نے دحیہ کلبیؓ کو دے کر (۶ ھ میں) بُصریٰ کے حاکم کی طرف کو بھیجا تھا

فدفعه عظیم بُصریٰ الی هرقل فقرأه فاذا فیه بسم الله الرحمن الرحیم

اس نے وہ خط ہرقل کے پاس بھیج دیا تھا،ہرقل نے اس کو پڑھا اس میں یہ لکھا تھا:شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان ہے رحم والا ہے

من محمد عبدالله ورسوله الی هرقل عظیم الروم سَلَامٌ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدیٰ

محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے ہرقل روم کے رئیس کی طرف سلام اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی

اما بعد فانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم

اس کے بعد تجھ کو اسلام کے کلمہ (لا اله الا الله محمد رسول الله) کی طرف بلاتا ہوں،مسلمان ہو جا تو بچا رہے گا

یؤتک اللّٰه اجرک مرتین،فان تولیت فان علیک اثم الیریسیین،

اللہ تجھ کو دوہرا ثواب دیگا،پھر اگر تو یہ بات نہ مانے تو تیری رعایا کا (بھی) گناہ تجھ ہی پر ہوگا

و ﴿یٰاَهْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلیٰ کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا

(اور یہ آیت لکھی تھی) کتاب والو اس بات پر آ جاؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کو نہ پوجیں اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں

وَلَایَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْافَقُوْلُوْا

اور اللہ کو چھوڑ کر ہم میں سے دوسرے کو خدا نہ بنالیں، پھر اگر وہ (اس بات کو) نہ مانیں تو (اے مسلمانو) تم ان سے کہہ دو

اشْهَدُوْابِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾قال ابو سفیان فلما قال ماقال وفرغ من قرآءة الکتاب

گواہ رہنا ہم تو (ایک خدا کے) تابعدار ہیں۔ابوسفیان نے کہا جب ہرقل کو جو کہنا تھا وہ کہہ چکا اور خط پڑھ چکا تو

کثر عنده الصخب فارتفعت الاصوات واُخرجنا فقلت لا صحابي حین

اس کے پاس بہت شور مچا اور آوازیں بلند ہوئیں اور ہم باہر نکال دیے گئے، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب

اخرجنا لقد امر امر ابن ابي کبشة انه یخافه ملک بني الاصفر فمازلت موقنا

ہم باہر نکالے گئے: ابوکبشہ کے بیٹے کا تو بڑا درجہ ہوگیا، اس سے رومیوں کا بادشاہ ڈرتا ہے (اس روز سے) مجھ کو برابر یقین رہا

انه سیظهر حتی ادخل الله عليّ الاسلام وکان ابن الناطور صاحب ایلیاء

کہ آنحضرت ﷺ غالب ہوں گے یہاں تک کہ اللہ نے مجھ کو مسلمان کر دیا، (زہری نے کہا) ابن ناطور جو ایلیا کا حاکم

وهرقل سقف علی نصاری الشام یحدث ان هرقل حین قدم ایلیآء

اور ہرقل کا مصاحب اور شام کے نصاریٰ کا پیر پادری تھا وہ بیان کرتا تھا کہ ہرقل جب ایلیاء (بیت المقدس) میں آیا

اصبح یوماخبیث النفس فقال بعض بطارقته قد استنکرنا هیأتک

تو ایک روز صبح کو رنجیدہ اٹھا، اس کے بعضے مصاحب کہنے لگے (کیوں خیر تو ہے) ہم تیری صورت کو اوپرا محسوس کرتے ہیں

قال ابن الناطور وکان هرقل حزآء ینظر في النجوم فقال لهم

ابن ناطور نے کہا اور ہرقل نجومی تھا اس کو ستاروں کا علم تھا، جب لوگوں نے اس سے پوچھا (تو کیوں رنجیدہ ہے) تو کہنے لگا

حین سألوه اني رأیت اللیلة حین نظرت في النجوم ملک الختان قد ظهر

میں نے آج کی رات ستاروں پر نظر کی (تو ایسا معلوم ہوا کہ) ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ غالب ہوا

فمن یختتن من هذه الامة قالوا لیس یختتن الا الیهود

تو اس زمانے والوں میں کون لوگ ختنہ کرتے ہیں؟ اس کے مصاحب کہنے لگے یہودیوں کے سوا کوئی ختنہ نہیں کرتا

فلا یهمنک شانهم واکتب الی مدائن ملکک فلیقتلوا من فیهم من الیهود

تو ان کی کچھ فکر نہ کر اور اپنے علاقہ کے شہروں میں (وہاں کے حاکموں کو) لکھ بھیج جتنے یہودی وہاں ہوں ان کو مار ڈالیں،

فبينا هم على امرهم اتى هرقل برجل ارسل به ملك غسان

وہ لوگ یہ باتیں کر رہے تھے اتنے میں ہرقل کے سامنے ایک شخص لایا گیا جس کو غسان کے بادشاہ (حارث بن ابی شمر) نے بھجوایا تھا

يخبر عن خبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما استخبره هرقل قال اذهبوا فانظروا

وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کرتا تھا، جب ہرقل نے سب خبر اس سے سن لی تو (اپنے لوگوں سے) کہنے لگا ذرا جا کر اس شخص کو دیکھو

أمختتن هو ام لا، فنظروا اليه فحدثوه انه مختتن وسأله

اس کا ختنہ ہوا ہے یا نہیں؟ انھوں نے جا کر اس کو دیکھا اور جا کر ہرقل سے بیان کیا کہ اس کا ختنہ ہوا ہے اور ہرقل نے اس شخص سے پوچھا

عن العرب فقال هم يختتنون فقال هرقل هذا ملك هذه الامة

کیا عرب ختنہ کرتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں ختنہ کرتے ہیں، تب ہرقل نے کہا یہی شخص (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے بادشاہ ہیں

قد ظهر ثم كتب هرقل الى صاحب له برومية وكان نظيره في العلم وسار هرقل الى حمص

کہ جو غالب ہوئے ہیں، پھر ہرقل نے اپنے ایک دوست (ضغاطر) کو رومیہ میں لکھا، وہ ہرقل کی مثل تھا علم میں، اور ہرقل خود حمص چلا گیا

فلم يرم حمص حتى اتاه كتاب من صاحبه يوافق رأى هرقل على خروج النبي صلى الله عليه وسلم

ابھی حمص سے نہ نکلا تھا کہ اس کے دوست (ضغاطر) کا خط اسکو پہنچا، اس کی بھی رائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے میں ہرقل کے موافق تھی

وانه نبي فاذن هرقل لعظماء الروم في دسكرة له بحمص

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے پیغمبر ہیں، آخر ہرقل نے روم کے سرداروں کو اپنے حمص والے محل میں آنے کی اجازت دی

ثم امر بابوابها فغلقت ثم اطلع فقال يامعشر الروم هل لكم في الفلاح والرشد

(جب وہ آ گئے) تو دروازوں کو بند کروا دیا، پھر اوپر بالا خانے میں برآمد ہوا اور کہنے لگا روم کے لوگو! کیا تم اپنی کامیابی اور بھلائی

وان يثبت ملككم فتبايعوا هذا النبي فحاصوا حيصة حمر الوحش

اور اپنی بادشاہت پر قائم رہنا چاہتے ہو؟ اگر ایسا ہے تو اس (عرب کے) پیغمبر سے بیعت کر لو، یہ سنتے ہی وہ پہلے جنگلی گدھوں

الى الابواب فوجدوها قد غلقت فلما رأى هرقل نفرتهم

کی طرح دروازوں کی طرف لپکے، دیکھا تو وہ بند ہیں، جب ہرقل نے دیکھا ان کی نفرت کو

وايس من الايمان قال ردوهم علىّ وقال انى قلت مقالتى انفا

اور ایمان لانے سے ناامید ہو گیا تو کہنے لگا ان سرداروں کو پھر سے میرے پاس لاؤ (جب وہ آئے) تو کہنے لگا میں نے جو بات ابھی تم سے کہی

اختبر بها شدتكم على دينكم فقد رأيت فسجدوا له. ورضوا عنه
وہ تمہارے آزمانے کو کہی تھی کہ دیکھوں تم اپنے دین میں کیسے مضبوط ہو،اب میں وہ دیکھ چکا،تب سب نے اس کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے
فكان ذلك اخر شان هرقل.[1]
یہ ہرقل کا آخری حال ہوا۔
قال ابوعبداللہ رواه صالح بن كيسان ويونس ومعمر عن الزهری
امام بخاریؒ نے کہا اس حدیث کو صالح بن کیسان اور یونس اور معمر نے بھی (شعیب کی طرح) زہری سے روایت کیا ہے

﴿تحقیق وتشریح﴾

حدثنا ابو الیمان:...... اس حدیث کا نام حدیثِ ہرقل ہے اس حدیث سے متعلق تین بحثیں ہیں۔

پہلی بحث: ابوسفیان اور ہرقل کی ملاقات۔ **دوسری بحث:** شرحِ الفاظ۔

تیسری بحث: مناسبۃ بترجمۃ الباب اور مسائلِ مستنبطہ۔

البحث الاول

سوال:...... اس حدیث میں ابوسفیان اور ہرقل کی بیت المقدس میں ملاقات کا ذکر ہے ابوسفیان مکہ کا رہنے والا اور ہرقل روم کا بادشاہ تھا، اور اس کا دارالخلافہ قسطنطنیہ تھا تو پھر ان کا بیت المقدس میں اجتماع کیسے ہوا؟

جواب:...... روم اور فارس کی آپس میں لڑائی ہوئی فارس والے غالب آ گئے (فارس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہے، روم کے بادشاہ کا لقب قیصر، مصر کے بادشاہ کا لقب فرعون) روم وفارس کی جنگ میں کسریٰ غالب آ گیا تو مشرکوں نے خوشی منائی کہ جیسے وہاں اہلِ کتاب ہار گئے ایسے ہی یہاں بھی یہ نبی جو اہلِ کتاب ہے ہار جائیگا۔ انہوں نے طعنے دئے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہہ دیا کہ عنقریب روم غالب آ جائیگا اسی کا ذکر قرآن کی ان آیات ﴿الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ......﴾[2] میں ہے۔ ادھر قیصرِ روم نے منت مانی کہ اگر غالب آ جاؤں تو پیدل حج کروں گا، چنانچہ قرآن پاک کے وعدہ کے مطابق (بعد کی جنگ میں) اہلِ فارس مغلوب ہو گئے اور رومی غالب آ گئے تو اسکے شکرانہ میں شاہِ ہرقل بیت المقدس آیا ہوا تھا کہ حضور ﷺ کا والا نامہ وہاں پہنچا چونکہ قریش حضور ﷺ کے ساتھ لڑائیوں میں گھرے رہتے تھے اور کہیں سفر وغیرہ نہیں

---

[1] عمدۃ القاری ج۱ ص۸۴، علامہ عینیؒ نے نشان دہی فرمائی کہ امام بخاریؒ یہ حدیث پاک بخاری شریف میں **14** بار لائے ہیں، علامہ کرمانیؒ نے **10** مقامات کی نشان دہی فرمائی۔ رقوم الاحادیث: ۷، ۵۱، ۲۶۸۱، ۲۸۰۴، ۲۹۴۱، ۲۹۷۸، ۳۱۷۴، ۴۵۵۳، ۵۹۸۰، ۶۲۶۰، ۷۱۹۶، ۷۵۴۱ (دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض) اخرجہ مسلم فی المغازی، ابوداؤد فی الادب، الترمذی فی الاستیذان، النسائی فی التفسیر: مرتب

[2] پارہ ۲۱ سورۃ الروم آیت ۱

کر سکتے تھے جب صلح حدیبیہ ہوگئی تو وہ بھی سفر کے لیے نکلے ان میں ابوسفیان کا قافلہ انہی ایام میں جب کہ ہرقل وہاں موجود تھا بغرض تجارت شام پہنچا ہوا تھا جب والا نامہ ہرقل کو ملا تو اس نے ان لوگوں کو اپنے سامنے بلایا اور ابوسفیان کو آگے ،باقی اسکے ساتھیوں کو ان کے پیچھے بٹھادیا[۱]

۶ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی اسکے بعد حضور ﷺ کو اہل مکہ سے جب امن ملا تو آپ ﷺ دوسروں کی طرف متوجہ ہوئے سب سے پہلے ان یہود کو نکالا جنہوں نے حضور ﷺ کے خلاف غزوہ بدر واحزاب میں کفار کی مدد کی تھی اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں تھیں اسی طرح محرم ۷ھ کے اندر غزوۂ خیبر واقع ہوا۔اسی زمانے میں آپ ﷺ نے اقطارِ ارض (اطرافِ زمین) میں مختلف بادشاہوں کے پاس تبلیغی والا نامہ جات بھیجے،انہی میں سے ایک والا نامہ قیصر روم کے نام تھا جسکو حضور ﷺ نے حضرت دحیہ کلبیؓ کی معرفت اخیر ذی الحجہ میں بھیجا تھا جسکو حضرت دحیہ ابتداء محرم میں لیکر پہنچے تھے اس حدیث کے اندر اسی خط کا تذکرہ ہے [۲]

البحث الثانی

ھرقل: یہ لفظ دو طرح پڑھا گیا ہے ۱.ھِرَقْل بکسر الھاء وفتح الراء وسکون القاف ۲.ھِرْقِل بکسر الھاء وسکون الراء و کسر القاف مشہور پہلا ہے آسان دوسرا ہے۔یہ روم کے بادشاہ کا نام ہے۔

مَادَّ:...... (بتشدید الدال من باب المفاعلة مماددة) اسکا مجرد مدة ہے یعنی مدت مقرر کی یقال مادّ الفریقان اذا اتفقا علی اجلٍ معین.[۳] قلیل و کثیر سب پر بولا جاتا ہے۔

وھم بایلیاء:.......ای ھرقل واصحابه .ایلیاء بیت المقدس کو کہتے ہیں۔ایل بمعنی اللہ اور یاء بمعنی شہر یعنی اللہ کا شہر جیسے ہم بیت اللہ کہتے ہیں [۴] بمعنی اللہ کا گھر۔

اقرب نسبا:......ابوسفیان اور حضور ﷺ کے دادا پانچویں پشت میں ایک ہوجاتے ہیں ابوسفیان کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

☆ ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

☆ اور حضور ﷺ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

﴿محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبدمناف﴾

عبد مناف کے چار لڑکے تھے ۱۔ہاشم ۲۔مطلب ۳۔عبد شمس ۴۔نوفل۔عبد شمس کی اولاد سے ابوسفیان تھا اور ہاشم کی اولاد سے حضور ﷺ تھے۔

ھذا الرجل: اس سے مراد آپ ﷺ ہیں۔

---

[۱] تقریر بخاری ج۱ ص۹۹،۱۰۰ [۲] ایضا [۳] حل لغات ج۱ ص۴ عمدۃ القاری ص۸۹ ج۱ [۴] درس بخاری ص۸۸

جواب:......ھذا کا استعمال حقیقی تو محسوس مبصر کی طرف اشارہ ہی ہے لیکن کبھی مجازاً معقول کی طرف اشارے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے **تنزیلا للمعقول بمنزلۃ المحسوس** چونکہ آپ ﷺ کی نبوت کا چرچا عام تھا اس لیے معہود فی الذہن کی طرف اشارہ ہے۔

☆ آپ کو جب یہ بات معلوم ہوگئی تو بہت بڑا مسئلہ معلوم ہوگیا کہ ھذا کا لفظ حاضر ناظر کے لیے نص نہیں ہے۔

سوال:......**ماتقول فی ھذا الرجل**، منکر نکیر والی حدیث میں جو وارد ہے، اس سے کچھ لوگوں نے حاضر ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے کیا یہ انکا استدلال درست ہے؟

جواب ۱:......متقدمینؒ نے (جبکہ دیوبندی و بریلوی اختلاف نہ تھا) یہ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا جسم مثالی پیش کیا جاتا ہے یعنی صورت دکھا کر سوال کیا جاتا ہے۔

جواب ۲:......آپ ﷺ کی صفات بیان کر کے سوال کیا جاتا ہے کہ ایسے ایسے شخص کے بارے میں کیا خیال ہے؟ علماء کے دونوں قول ہیں۔

جواب ۳:......سب سے قوی قول یہ ہے کہ بوجہ شہرت کے مردہ کا ذہن خود بخود آپ ﷺ کی طرف پہنچ جاتا ہے۔

جواب ۴:......لفظ ھذا حاضر ناظر ہونے میں نص ہی نہیں ہے پس اس سے مدعیٰ ثابت نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً عقیدہ تو بالکل ہی ثابت نہیں ہوسکتا۔

جواب ۵:......**قیل یکشف للمیت حتی یری النبی ﷺ وھی بشری عظیمۃ للمؤمن ان صح ذلک** [۱]

لو لا الحیاء من ان یأثروا علی کذبا:...... اگر حیاء نہ ہوتی کہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا۔ معلوم ہوا کہ عرب ہر قسم کے عیوب کے باوجود جھوٹ نہ بولتے تھے [۲] یہاں سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جھوٹ کتنا بڑا گناہ ہے کلمہ نہ پڑھنے کا بھی یہی منشاء تھا جب پڑھا تو علی الاعلان پڑھا، نہیں پڑھا تو نہیں، لیکن **اظھار خلاف مافی الضمیر** نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ خالص عربوں میں کوئی بھی منافق نہیں ملے گا۔

اشراف الناس:...... اشراف سے مراد شرافتِ دنیوی، سطوت و غلبہ ہے شرافتِ طبعی اور شرافتِ نسبی مراد نہیں ہے ورنہ کیا ابوبکر و عمر وغیرہؓ جو اس سے قبل مسلمان ہو چکے تھے اشراف نہ تھے؟ [۳]

سخطۃ للدینہ:......ایک ہے مال و زر وغیرہ کے لالچ میں دین کو چھوڑنا ایسا تو ہوا ہے لیکن دینِ اسلام ہی کو معیوب سمجھ کر کوئی اسے چھوڑے ایسا نہیں ہوا اور نہ کبھی ایسا ہوسکتا ہے اس لیے کہ دین اسلام عیوب سے مبرا اور معریٰ ہے (معیوب ہے ہی نہیں) [۴]

سجال:......سجال جمع ہے سجل کی بمعنی بڑا ڈول کہ اگر ایک نکالو تو دوسرا نہ نکال سکو۔ لڑائی کو ایسے ڈول کے ساتھ تشبیہ دی [۵]

---

[۱] بخاری ج۱ ص۱۸۴ حاشیہ [۲] کرمانی ج۱ ص۵۵ [۳] عینی ج۱ ص۸۵ [۴] عمدۃ القاری ج۱ ص۸۵ [۵] ایضا

سوال : ...... بصریٰ کے حاکم نے جب ابوسفیانؓ کے جوابات کی وضاحت کی تو اس میں قتال کی وضاحت کیوں نہیں کی؟

جواب : ...... بصریٰ کے حاکم نے قتال کے بارے میں وضاحت کی ہے اس مقام پر اگرچہ اس کا ذکر نہیں ہے لیکن بخاری شریف ص ۶۵۳ ج ۲ کی روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے اس مقام پر راوی نے اختصار کر دیا۔

لاتشرکوا به شیئًا: ...... شیئًا نکرہ تحت النھی واقع ہے یعنی کسی بھی قسم کا شرک مت کرو۔ معلوم ہوا کہ شرک کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) شرک فی الذات (۲) شرک فی الصفات (۳) شرک فی العبادت (۴) شرک فی الطاعت (۵) شرک فی العادت۔

شرک فی الذات: ...... یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے کہ دو اللہ ہیں ایک نیکی کو پیدا کرنیوالا دوسرا بدی کو پیدا کرنیوالا، یا ایک اکیلا کام نہیں کر سکتا بلکہ مریم اور عیسیٰ بھی ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔

شرک فی الصفات: ...... صفاتِ خاصہ کو اللہ کے علاوہ کسی کے لیے ثابت کرنا شرک فی الصفات ہے۔

شرک فی العبادت: ...... جو عبادت، سجدہ، رکوع وغیرہ اللہ نے اپنے لیے خاص کی ہے انکو غیر اللہ کے لیے عبادت کی نیت سے کرنا شرک فی العبادت ہے۔ ایک ہے تعظیم کی نیت سے کرنا، غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے کفر نہیں اس لیے کہ تعظیماً سجدہ کرنیوالا اور کروانیوالا کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ میں عابد یا معبود ہوں ایسی صورت میں یہ ساجد و مسجود ہیں عابد و معبود نہیں۔ مسجود و معبود میں بڑا فرق ہے سجدہ تعظیمی اگر کفر ہوتا تو کبھی بھی کسی کے لیے بھی جائز نہ ہوتا حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کروایا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے کیا۔

شرک فی لطاعت: ...... کسی غیر اللہ کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا جیسا مشرک کرتے ہیں مثلاً غیر اللہ کو محرم و محلل جاننا، کہ جیسے اللہ نے حرام کیا فلاں شئی کو یا حلال کیا ایسے ہی فلاں شخص نے حرام کر دیا یا حلال کر دیا، یہ شرک فی الطاعت ہے۔ ایک ہے رسول اللہ ﷺ کا محرم و محلل ہونا تو وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ [۱] فقہاء استنباط کر کے احکام اللہ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اپنی طرف منسوب نہیں کرتے (یعنی جس کو اللہ نے حرام یا حلال کیا ہے لیکن ہمیں اس کا علم نہیں تو فقہاء دلائل سے اسکو معلوم کر کے ہمیں بتاتے ہیں)

شرک فی العادت : ...... دوسرے ایسے نام رکھنا جو موہم الی الشرک ہیں یہ مکروہ تحریمی ہے۔

فائدہ : ...... یہ تمام اقسام شرکِ جلی کی ہیں شرک خفی ریاء ہے۔

مع دحیة الکلبی رضی اللہ عنہ: ...... **سوال:** حضرت دحیہ کلبیؓ کو کیوں خاص کیا؟

جواب ۱ : ...... بادشاہوں کے پاس جو خطوط بھیجے جاتے تھے تو بادشاہ اسکے خط کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے تھے جو خوبصورت ہوتا تھا، اور حضرت دحیہؓ نہایت خوبصورت تھے [۲]

جواب ۲ : ...... حضرت جبریل علیہ السلام جب انسانی شکل میں حاضر ہوتے تو حضرت دحیہؓ کی شکل میں ہوتے تھے تو دحیہ کلبیؓ کو وحی لانے والے سے مناسبت ہوگئی [۳]

---

[۱] پارہ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۳،۴ [۲] کرمانی ج ۱ ص ۶۰ [۳] ایضاً

الی عظیم بُصریٰ:...... **سوال:** براہ راست ہرقل کو کیوں نہ بھیجا عظیم بصریٰ کے واسطے سے کیوں بھیجا؟
جواب:...... ہرقل اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا تو جو خط براہ راست آتا اسے قبول نہ کرتا اس لیے عظیم بصریٰ کے واسطے سے بھیجا۔ وذلک لان کل احدلایمکن له التوصل الی الملوک [1]

آداب خط:...... ۱۔ پہلے بسم الله الرحمن الرحیم لکھنا ۲۔ پھر کاتب اپنا نام لکھے کہ کس کی طرف سے ہے ۳۔ پھر مکتوب الیہ کا نام لکھا جائے [2] ۴۔ من محمد عبد الله ورسوله اپنا نام لکھا اور اسکے بعد عبدالله اور پھر رسوله لکھوایا اس سے معلوم ہوا کہ اپنی حیثیت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ تواضع کو برقرار رکھنا چاہیے۔

الی هرقل عظیم الروم:...... کافر کو خط لکھنے کا اصول یہ ہے کہ السلا م علیکم کی بجائے سلام علی من اتبع الهدی لکھا جائے [3] چونکہ کافر فی ذاتہ مستحقِ تعظیم نہیں لہٰذا اس کے القاب نہ لکھے جائیں جیسا کہ حضور ﷺ نے اولاً ہرقل لکھوایا ملک وغیرہ کے القاب نہیں لکھوائے [4]

سوال:...... حضور ﷺ نے بسم اللہ پہلے لکھی اور نام بعد میں جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکایت قرآن کریم میں ہے اسمیں نام پہلے ہے اور بسم اللہ بعد میں؟

جواب ۱:...... ہر نبی کی شریعت جب الگ ہے تو آدابِ خط بھی الگ ہو سکتے ہیں۔

جواب ۲: حضرت سلیمان علیہ السلام کو اندیشہ تھا کہ کہیں بلقیس خط کھولتے ہی گالی نہ دے اس لیے انہوں نے اپنا نام پہلے لکھا تاکہ خدانخواستہ اگر وہ گالی دے تو مجھے دے اللہ کے نام کو نہ دے [5]

جواب ۳:...... قرآن پاک میں ﴿اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ﴾ [6] حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کا عنوان نہیں ہے بلکہ خط تو فقط ﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَىَّ وَاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ﴾ ہے اور جملہ ﴿اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے خط کا مضمون یہ تھا اور یہی حقیقی جواب ہے [7]

امابعد:...... یہ "اما" فصل کے لیے ہے۔ اما اصل میں مھما تھا قلب مکانی کیا ھُمْما ہوگیا ادغام کے بعد ھمّا ہوگیا تو ھاء کو ہمزہ سے بدل دیا اَمّا ہوگیا۔ ہمزہ کو ہاء سے اور ہاء کو ہمزہ سے بدلنے کا قانون شائع ذائع ہے حتی کہ اگر کہا جائے کہ ہمزہ کی ہاء بھی ہمزہ سے بدلی ہوئی ہے ہمزہ اصل میں امزہ تھا تو بھی صحیح ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ تمہیں تو ہمزہ کی ہاء کا بھی علم نہیں آگے کیا کلام کرو گے؟ امابعد کی ابتداء حضرت داود علیہ السلام کے زمانے سے ہوئی ہے [8]

اجرک مرتین:......ایک اجر عیسائیت کو قبول کرنے کا اور دوسرا اسلام قبول کرنے کا [9]

اثم الیریسیین: ......اسکو چار طرح پڑھا گیا ہے (۱) یریسین (۲) اریسین (۳) یریسیین (۴) اریسیین۔ یہ اختلاف واحد کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔ چاروں صورتوں میں اس کا معنی ہے کاشتکار [10]

---

[1] لامع الدراری ج۱ ص۵۳۶ [2] عمدۃ القاری ج۱ ص۹۹ [3] تقریر بخاری ج۱ ص۱۰۶ [4] بیاض صدیقی ص۶۰ [5] عینی ج۱ ص۹۹، اسم اعظم (مؤلفہ حضرت مولانا خورشید احمد صاحب تونسوی مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان) [6] پارہ ۱۹ سورۃ النمل آیت ۳۰ [7] تقریر بخاری ج۱ ص۱۰۵ [8] بیاض صدیقی ص۶۰ [9] فتح الباری ج۱ ص۳۲ [10] عمدۃ القاری ج۱ ص۸۶ حاشیۂ بخاری ص۵ اور متن حدیث پر غور کرنے سے چار صورتیں بنتی ہیں (مرتب)

فائدہ۵: ...... عنوانِ اجمالی اختیار کرنا جائز ہے جب کہ فتنے کا خوف ہو مثلاً یوں کہنا کے اللہ کے مقابلہ میں تمام مخلوق کو ایک مینگنی کے برابر بھی نسبت نہیں تو جائز ہے لیکن اگر نام لے لے کر تفصیل شروع کر دے تو انبیاء کے معاملہ میں کافر ہو جائیگا مثلاً یوں کہے کہ فلاں نبی کو اللہ کے مقابلے میں ذرہ بھر نسبت نہیں (العیاذ باللہ)

سوال: ...... یہ تو ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ [۱] کے خلاف ہے کہ کافر تو کاشتکار رہیں اور گناہ بادشاہ کو بھی ہو؟

جواب: ...... کبھی اثم ارتکاب معصیت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی معصیت کا سبب بننے کی وجہ سے چونکہ بادشاہ کا کفر پر مستمر رہنا رعایا کے کفر پر مستمر رہنے کا سبب ہے کیونکہ ضابطہ ہے (**الناس علی دین ملوکھم**) اس لئے بادشاہ کو سببیت کا گناہ ہوگا ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ کے خلاف تب ہوتا جب رعایا کو گناہ نہ ہوتا صرف بادشاہ کو ہوتا [۲]

الی کلمة سوآء: ......سواء بمعنی مستویة ہے [۳]

سوال: ...... عیسائی عیسی علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں، یہودی عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں تو ﴿کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ﴾ [۴] کیسے صحیح ہوا؟

جواب: ...... مساوی حقیقی مذہب من اللہ کے اعتبار سے ہے نہ کہ یہود و نصاری کے محرف دین کے لحاظ سے قرآن، انجیل، تورات تینوں توحید ہی کی تعلیم دیتے ہیں۔

بانا مسلمون: ......**سوال:** اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان صرف ہم ہی ہیں؟ جبکہ قرآن کریم کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ ادیان حقہ والے بھی مسلمان تھے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا ﴿وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ [۵]

جواب ۱: ......ایک ہے لغوی طور پر مسلمان ہونا اس لحاظ سے ہر دین حق والا مسلمان ہے کیونکہ اسلام کا معنی فرمانبرداری کرنا ہے۔ تو عیسائی اپنے زمانے میں مسلمان تھے، یہودی اپنے وقت میں مسلمان تھے لیکن یہ لفظ مسلم بطور لقب امت محمدیہ علی صاحبہا الف تحیة وسلام کے ساتھ خاص ہے بعض مرتبہ ایک وصف بہت ساروں میں ہوتی ہے لیکن لقب کسی ایک کے ساتھ خاص ہوتا ہے جیسے حافظ الحدیث بہت سارے گزرے ہیں مثلاً ابن قیمؒ، ابن تیمیہؒ، ابن دقیق العیدؒ لیکن حافظ کا لقب صرف حافظ ابن حجرؒ کا مشہور ہوا [۶] اور جیسے شیخ الحدیث بہت گزرے ہیں لیکن لقب صرف حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کو ملا۔

جواب ۲: ...... مسلمان وہ ہوتا ہے جو کسی نبی کا انکار نہ کرے۔ تمام انبیاء کو مانے اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے جب سرکار دو عالم ﷺ کو مانے۔ جو آپ ﷺ کو ماننے والا نہیں وہ مسلمان نہیں۔ اولاد یعقوب وغیرہ پہلے گذر گئے ان کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا موقع ہی نہ ملا پس وہ اپنے زمانے کے لحاظ سے مسلمان ہیں تو جس نے حضور ﷺ کو مان لیا اس

---

[۱] پارہ۲۲ سورۃ فاطر آیت ۱۸ [۲] فتح الباری ج۱ ص۳۳ [۳] کرمانی ج۱ ص۶۳ [۴] پارہ۳ سورۃ آل عمران آیت ۶۴ [۵] پارہ۱ سورۃ البقرہ آیت ۱۳۳ [۶] درس بخاری ص۱۰۳

نے پہلے تمام انبیاء کو مان لیا لہذا وہ مسلمان ہو گیا۔

ابن ابی کبشة:......ابن ابی کبشه سے مراد آپ ﷺ ہیں، یہ نام دینے کی چند وجوہ ہیں۔

الوجه الاول:......ابی کبشہ بنی خزاعہ سے تھا، یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے بت پرستی چھوڑ کر توحید اختیار کی اس لیے جو بھی موحد ہوا سے ابن ابی کبشہ کہہ دیتے ہیں۔

الوجه الثانی:......یہ آپ کے نانا کی کنیت تھی ابو کبشہ تو اسکی کی طرف نسبت کر کے ابن ابی کبشہ کہا۔

الوجه الثالث:......بعض نے کہا کہ حلیمہ سعدیہ جو حضور ﷺ کی رضاعی والدہ ہیں ان کے خاوند کی کنیت ابو کبشہ تھی یہ حضور ﷺ کے رضاعی والد ہیں [۱] لہذا ان کی طرف نسبت ہے

الوجه الرابع:......بعض نے کہا کہ ابو کبشہ حلیمہ سعدیہ کے دادا کی کنیت تھی۔ **وقیل ابو کبشه عم والد حلیمة مرضعته** ﷺ. [۲]

لیخافه ملک بنی الاصفر:......رومیوں کا لقب یا کنیت ہے اس وجہ سے کہ ان کا رنگ زرد تھا یا اس وجہ سے کہ ان کے اجداد میں ایک عورت تھی جس کو سونا زیادہ پہنایا گیا تھا۔ بعض نے کہا کہ رومی منسوب ہیں اصفر بن روم بن عیصو بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ السلام کی طرف [۳]

حتی ادخل اللہ علیَّ الاسلام:......حضرت ابوسفیانؓ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے جب اسلام غالب ہوا تو یہ بھی مسلمان ہو گئے جب حضور ﷺ آٹھ ہجری کو فتح مکہ کے لیے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے مکہ سے باہر پڑاؤ ڈالا ہوا تھا، ابوسفیان رات کے اندھیرے میں جاسوسی کے لیے نکلے لیکن حضور ﷺ کے پہرہ داروں نے پکڑ لیا، صبح حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کئے گئے آپ ﷺ نے اسلام کی شوکت دکھانے کے لیے ایک گھاٹی پر بٹھا دیا قافلے گذرتے گئے اور یہ قافلوں کو دیکھ دیکھ کر ان کے متعلق سوال کرتے رہے بالآخر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یہ قبیلے کا سردار ہے بڑا آدمی ہے اسے اعزاز ملنا چاہیے، آپ ﷺ نے فرمایا جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اسکو امن، ابوسفیان نے عرض کیا یا رسول اللہ سب میرے گھر میں کہاں سما سکتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسکو بھی امان، ابوسفیان نے عرض کیا مسجد بھی کافی نہیں ہو سکتی، فرمایا جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے وہ بھی مامون ہے۔ پھر یہ مکہ آیا اور امان ملنے کا اعلان کرنے لگا تو اسکو اس کی بیوی ہندہ نے حرم میں جا کر کہا کہ یہ بڈھا سٹھیا گیا ہے [۴]

کان ابن الناطور:...... راجح یہی ہے کہ یہ زہری تک سند سابق کے ساتھ ہے لیکن واسطہ ابوسفیان کا نہیں بلکہ اسکا قائل زہری ہے [۵]

---

[۱] الوجوہ الثلاثۃ من فتح البخاری ج۱ ص۳۴ [۲] کرمانی ص۹۴ [۳] کرمانی ج۱ ص۹۴، بخاری ص۵ حاشیہ۳ وہوالاشبہ، وقال فی فیض الباری ج۱ ص۴۲ "وجعلهم العینی من ذریة ابراهیم ولیس بصحیح وقد فصلته فی عقیدة الاسلام" [۴] سیرت مصطفیٰ مولانا ادریس کاندھلویؒ ج۲ ص۱۱۳ تا ۱۱۸ [۵] فتح الباری ص۲۲ فیض الباری ص۴۲ ج۱

اشکال: ہوتا ہے کہ زہری کی وفات تو ۱۲۵ھ یا اس سے ایک دو سال قبل ہے تو وہ کیسے ابن ناطور سے بیان کرتے ہیں؟

جواب: ...... یہ ہے کہ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ زہریؒ کہتے ہیں کہ ''میں ابن ناطور سے دمشق میں عبدالملک کے زمانے میں ملا ہوں''[۱] ابن ناطور طویل العمر تھا، عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں اسلام لایا تھا [۲] یہ ابن ناطور کا قصہ جو آگے بیان ہو رہا ہے ابوسفیان کے واقعہ سے پہلے کا ہے اگر چہ یہاں روایت میں ابوسفیان کا قصہ پہلے مذکور ہے اور ابن ناطور کا بعد میں [۳]۔ راجح یہی ہے گو عکس کا احتمال بھی ہے۔

صاحبِ ایلیاء: ...... ایلیاء کا گورنر اور ہرقل کا دوست،

سقف: ...... پوپ، بڑا پادری: مرفوع ہو تو خبر ہے مبتداء محذوف ''ھو'' کی، اور اگر منصوب ہو تو کان کی خبر ہے کان ابن الناطور...... سقفاً درمیان میں صاحب ایلیاء و ہرقل یہ ابن ناطور کی صفت ہوگی اور ابن ناطور کان کا اسم ہے [۴] بعض نے کہا یہ سُقِفَ ماضی مجہول کا صیغہ ہے [۵]

ینظر فی النجوم: ...... مسئلہ تاثیر نجوم

تاثیرِ نجوم دو قسم پر ہے ۱۔ ایک جو طبعی طور پر اللہ تعالی نے نجوم میں رکھی ہے ان میں نسبت کرنا جائز ہے ۲۔ دوسری قسم وہ ہے جو لزومی اور طبعی نہیں اسمیں نسبت بھی جائز نہیں۔

پہلی قسم کی مثال جیسے حرارت، برودت، صیف وشتاء اور دن رات کا چھوٹا بڑا ہونا یہ تاثیر لزومی اور قطعی ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، ان تاثیرات کی نسبت نجوم کی طرف جائز ہے اور حدیث سے بھی ثابت ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے ((اذاطلع النجم ارتفعت العاهة او كما قال)) [۶] (ترجمہ) جب ثریا ستارہ چڑھ جاتا ہے تو پھلوں سے آفت اٹھ جاتی ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کہتے ہیں فلاں حکیم کی دوا سے صحت مل گئی پس یہ جائز ہے۔ اور جو تاثیرات درجہ لزوم وقطعیت کو نہیں پہنچی ان میں نسبت جائز نہیں مثلاً خوش بخت یا منحوس ہونا، خوشحالی، بدحالی، تندرستی، بیماری، قحط، بارش کا ہونا یا نہ ہونا ایسے امور کی نسبت جائز نہیں گو فی الجملہ یہ اسباب بنتے ہیں لیکن چونکہ درجہ لزوم میں نہیں اس لیے نسبت جائز نہیں حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے فرمایا ((وامامن قال مطرنا بنوء كذا فكفربي و آمن بالكواكب)) [۷]

اُتی ھرقل برجل: ...... یہ رجل حضرت عدی بن حاتم تھے ان کو مَلک غسان کے پاس بھیجا تھا ملک غسان نے ہرقل کے پاس بھیج دیا [۸]

أمختتن ھو: ...... یہ سنت ابراہیمی ہے چونکہ عرب ملت ابراہیمی پر تھے اس لیے یہ سنت ان میں باقی تھی۔

---

[۱] عمدۃ القاری ج۱ ص۹۳ [۲] فتح الباری ص۲۴ [۳] تقریر بخاری ج۱ ص۱۰۷ [۴] عینی ج۱ ص۹۳ [۵] تقریر بخاری ج۱ ص۱۰۷
[۶] ...... [۷] فیض الباری ج۱ ص۴۳ [۸] کذا فهم من فتح الباری ج۱ ص۳۶

فائدہ:......ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں وارد ہے **اول من اختتن بالقدوم** [۱] قدوم بمعنٰی تیشہ یا جگہ کا نام ہے ڈاکٹر غلام احمد جیلانی برق اس حدیث کو لے کر بڑا غوغہ کرتا ہے وہ اختتن کا ترجمہ کرتا ہے ختنہ کروایا اور پھر کہتا ہے راوی نے یہ نہ بتایا کہ پورے اسی سال تک اس مبارک کام میں کون سی رکاوٹ حائل رہی جو وفات سے عین پہلے دور ہوئی اور آپ بحالت ضعف و پیروی حجام کے سامنے جا بیٹھے۔ختنہ کا مقصد صفائی،صحت اور جنسی لذتوں میں اضافہ ہے اسی برس کے بعد یہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے تو پھر ختنہ سے کیا فائدہ حالانکہ (ابراہیمؑ نے خود ختنہ کیا تھا کسی سے نہیں کروایا [۲]

صاحب له برومية:......اس کا نام ضغاطر تھا [۳] جب ہرقل کا خط ان کے نام پہنچا تو یہ اسکو پڑھ کر مسلمان ہو گئے لیکن انکی قوم نے ان کو وہیں قتل کر دیا [۴]

دسکرۃ:...... وہ محل جس کے اردگرد مکانات (خدام وغیرہ کے لیے) ہوں [۵]

اخر شان هرقل:......اس سے باب کے ختم کے طرف بھی اشارہ ہے [۶] ۔نیز جب اس نے سلک کے لیے اس وقت انکار کر دیا تو خاتمہ بھی ایمان پر نہیں ہوا [۷] امام بخاریؒ کا یہی فیصلہ ہے۔

البحث الثالث:......مناسبت الحديث بترجمة الباب

(۱)......اس حدیث میں موحی الیہ کے حالات بیان ہیں اور ترجمہ میں کیفیت وحی کا ذکر ہے تو موحی الیہ کے حالات بطور تکملہ ذکر فرمائے [۸]

(۲)......ہرقل کے سوالات کے جوابات سے ابتداء وحی میں حضورﷺ کے احوال بیان ہوئے [۹]

(۳)......حضرت شیخ الہندؒ کے نزدیک غرض الباب،عظمت وحی کا بیان ہے حدیث ہرقل میں حضور ﷺ کے اوصاف عالیہ کا بیان ہے جس سے آپﷺ کی عظمت معلوم ہوتی ہے اور موحی الیہ کی عظمت سے وحی کی عظمت ظاہر ہے [۱۰]

(۴)......وسائطِ وحی اور وسائلِ وحی کا بیان ہے۔

المسائل المستنبطة:......

(۱)......اسلام میں دعوت اہم رکن ہے حضورﷺ نے تمام بادشاہوں کی طرف دعوت اسلام کے خطوط لکھے،قاصد بھیجے اسی طرح اہلِ اسلام کو بھی دعوت دیتے رہنا چاہیئے [۱۱]

(۲)......تمام انبیاء شریف النسب تھے،شرافت نسبی کو ترجیح ہے [۱۲]

---

[۱] مشکوٰۃ ص۵۰۶ ج۲ [۲] بلفظہ دو اسلام ص۲۲۸ طبع اول [۳] کذا فہم من فتح الباری ج۱ ص۴۳ [۴] تقریر بخاری ج۱ ص۱۰۹ [۵] کرمانی ج۱ ص۹۲،بخاری ص۵ حاشیہ [۶] تقریر بخاری ج۱ ص۱۱۰ [۷] بخاری ص۵ بین السطور [۸] عینی ج۱ ص۹۷ [۹] تقریر بخاری ص۱۱۰ [۹] عینی ص۹۷ [۱۰] تقریر بخاری ج۱ ص۱۱ [۱۱] عینی ج۱ ص۱۰۲ [۱۲] ایضا

(۳)......کذب قبیح لعینہ ہے جاہل بھی اس سے نفرت کرتا ہے۔

(۴)......صرف معرفت سے ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک تصدیق نہ پائی جائے۔قال تعالیٰ ﴿ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ ﴾[1]

(۵)......ابتداء خط میں بسم اللہ لکھنا مستحب ہے [2]

(۶)......خط میں اپنا نام پہلے لکھے اور مکتوب الیہ کا بعد میں [3]

(۷)......اہلِ حرب، کفار کے پاس ضرورت کے تحت قرآن کے کچھ الفاظ یا آیات لے جانا جائز ہے [4]

اشکال:...... کافر تو جنبی ہوتا ہے پھر اہلِ حرب تو ضرور توہین کریں گے۔جبکہ جمہور علماءؒ لکھتے ہیں کہ جہاد میں اگر توہین کا اندیشہ ہو تو قرآن ساتھ نہ لایا جائے، شوکت وقوت کی وجہ سے اطمینان ہو تو کوئی حرج نہیں۔اور حضورﷺ قرآن کی آیات لکھ کر بھیج رہے ہیں۔تو دو مسئلے علماء نے اسکے خلاف لکھے ہیں ایک جنبی کا قرآن کو ہاتھ لگانا، دوسرا اہل حرب کے پاس بھیجنا۔

جواب ۱ :...... یہ کلمات حضورﷺ نے اپنی طرف سے لکھے تھے، آیت کی صورت میں ابھی تک نازل نہیں ہوئے تھے انہیں آیاتِ قرآنیہ ہونے کا شرف بعد میں حاصل ہوا الغرض یہ از قبیل توارد ہے کہ جو حضورﷺ نے لکھا بعد میں وہی نازل ہوا۔لیکن یہ جواب مرجوح ہے اس لیے کہ آگے کتاب الجہاد میں امام بخاریؒ عنوان قائم کریں گے کہ ارض عدو میں قرآن لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ تو وہاں دلیلِ جواز کے طور پر اسی روایت کو ذکر فرمائیں گے [5]

جواب ۲ :...... نازل شدہ ماننے کی صورت میں متعدد جواب ہیں ایک یہ کہ **اھون البلیتیس** پر محمول ہے، یہاں بلیتین ہیں ایک بلیہ ترک دعوتِ اسلام، دوسرا بلیہ ترکِ احترامِ قرآن، یہ چھوٹا بلیہ ہے لہٰذا بڑی مصیبت سے بچنے کے لیے اس کو اختیار کرلیا گیا۔

جواب ۳:...... نیت کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں قرآن کو قرآن کی نیت سے پڑھا جائے تو اور احکام ہیں، دعا اور جھاڑ پھونک کی نیت سے پڑھا جائے تو اور احکام ہیں، یہاں قرآن دعوتی خط کی حیثیت سے بھیجا جارہا ہے۔

جواب ۴ :...... عظمتِ قرآن کے لحاظ سے جو مسئلہ لکھا گیا ہے یہ جملہ قرآن یا اکثر اجزاءِ قرآن کے بارے میں ہے ایک آدھ آیت ان احکام سے مستثنیٰ ہے جیسے جنبی کے بارے میں آپ نے پڑھا کہ تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھ سکتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

[1] پارہ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۴۶، [2] عینی ص۹۹ [3] ایضاً [4] عینی ص۱۰۰ [5] تقریر بخاری ج ۱ ص ۱۰۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿کتاب الایمان﴾

﴿تحقیق وتشریح﴾

کتاب مصدر بمعنی مکتوب ہے اور کتب سے لیا گیا ہے، الکتب بمعنی الجمع: یقال کتب یکتب کتابة وکتابا ومادة کتب دالة علی الجمع والضم ومنها الکتیبة بمعنی لشکر اس لیے کہ لشکر میں بہت سے افراد (شاہسوار) جمع ہوتے ہیں۔ (کتاب) کو کتاب اس لئے کہتے ہیں کہ اسمیں بہت سے مضامین جمع ہوتے ہیں۔

ترکیب: ...... کتاب الایمان۔ اس جملہ کی تین ترکیبیں ہیں (۱) کتاب الایمان یہ جملہ خبر ہے مبتداء محذوف کی ای هذا کتاب الایمان (۲) ویجوز العکس (۳) یہ منصوب ہے ای هاک کتاب الایمان او خذه [۱] ایها الطالب اقرأ کتاب الایمان.

ربط: ...... کتاب الایمان سے قبل باب بدؤ الوحی تھا اسے مقدمے کے طور پر بیان کیا اب مقدمہ کے بعد مقصود کو شروع فرماتے ہیں اور اصل مقصود میں سب سے مقدم ایمان ہے لانه ملاک الامر کله اذ الباقی مبنی علیه مشروط به وبه النجاة فی الدارین. [۲]

الایمان: ......**لغوی معنی:** ایمان یہ امن سے مشتق ہے [۳] کما ورد فی الحدیث ((المومن من امنه الناس علی دمائهم)) [۴] ایمان مصدر کا استعمال دو طرح ہے ۱۔لازمی ۲۔متعدی لازمی استعمال ہو تو اس وقت ہمزہ صیرورۃ کے لیے ہے صیرورته ذا امن و آمنت ای صرت ذا امنٍ وسکون. [۵]

متعدی استعمال ہو تو کبھی متعدی بلا واسطہ ہوتا ہے باب افعال سے ہونے کی وجہ سے ای جعل الغیر آمنا اور کبھی متعدی بواسطہ حرف جر ہوتا ہے، پھر حرف جر کبھی با ہوتا ہے جیسے ﴿اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾ [۶] اور ایمان جب با کے ذریعے متعدی ہو تو اقرار اور اعتراف کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور کبھی حرف جر لام کے واسطہ سے متعدی ہوتا ہے جیسے ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا﴾ [۷] اگر ایمان مصدر متعدی استعمال ہو تو اس کو تصدیق کا معنی لازم ہے اور اگر لازمی

---

[۱] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۰۱ [۲] ایضا [۳] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۰۲، کشاف ج۱ ص۳۸، فتح الباری ج۱ ص۳۹، شرح عقائد ص۸۹ [۴] مشکوۃ شریف ص۱۵
[۵] بیاض صدیقی ص۶۳، عمدۃ القاری ج۱ ص۱۰۲ [۶] پارہ ۱ سورۃ البقرہ آیت۳ [۷] پارہ ۱۲ سورۃ یوسف آیت۱۷

استعمال ہو تو وثوق کا معنی لازم ہے [۱]

اصطلاحی معنی:...... التصدیق بجمیع ماجاء به النبی ﷺ بالضرورة تمام وہ اعمال وعقائد جو حضور ﷺ سے بالضرورۃ ثابت ہیں انکی تصدیق کرنا [۲]

تصدیق:...... تصدیق اذعانِ نسبت کو کہتے ہیں۔ ان کان اذعانا للنسبة فتصدیق ۔ پھر اختلاف ہوا علامہ ہرویؒ فرماتے ہیں کہ تصدیق، لواحقاتِ ادراک سے ہے اور جمہورؒ کہتے ہیں کہ ادراک ہے، راجح اول مذہب ہے [۳]

درجاتِ تصدیق:...... تصدیق کے تین درجے ہیں۔(۱) یقین (۲) ظن (۳) وہم۔

تصدیق پائے جانے کے لیے نسبت کا ثبوت ہونا چاہیے جونسا درجہ بھی ہو۔

تصدیق کی اقسام:...... پھر تصدیق دو قسم پر ہے ۱۔لغوی ۲۔اصطلاحی۔ان دونوں کے درمیان تین فرق ہیں۔

(۱)...... تصدیقِ لغوی کے لیے اختیار شرط نہیں بغیر اختیار کے بھی تصدیق صادق آتی ہے [۲] چونکہ تصدیق اصطلاحی کے لیے ارادہ واختیار شرط ہے، اسی لیے کفارِ مکہ مسلمان شمار نہ ہوئے کیونکہ انکو اِذعان وتصدیق تو حاصل تھی لیکن بلا ارادہ واختیار۔ یہی حال یہود کا تھا کہ انکو اذعان وتصدیق حاصل تھی لیکن بلا ارادہ واختیار۔

(۲)...... تصدیق لغوی کے لیے متعلق بالنبی ہونا ضروری نہیں ہے جبکہ تصدیق اصطلاحی کے لیے متعلق بالنبی ہونا شرط ہے۔

(۳)...... تصدیق لغوی کے لیے یقینی ہونا ضروری نہیں غیر یقینی بھی تصدیق ہوسکتی ہے، جبکہ تصدیق اصطلاحی کے لیے یہ بھی ضروری ہے، منطق میں آپ پڑھ آئے کہ ظن، شک، وہم سب تصدیق ہیں۔

سوال:...... آپ نے کہا کہ ایمان کے لیے تصدیقِ اختیاری ضروری ہے تو یہ تعریف نائم، مجنون، مغشی علیہ پر ٹوٹ گئی کیونکہ اختیار نہیں پایا جارہا؟

جواب:...... یہاں دو چیزیں ہیں ۱۔تصدیق کا اختیاری ہونا ۲۔تصدیقِ اختیاری کا مستحضر ہونا۔ نائم کا اختیار باقی ہے کیونکہ وہ تصدیق اختیاری پر سویا ہے اسی طرح مجنون اور مغشی علیہ میں بھی تصدیق اختیاری پائی جاتی ہے، البتہ استحضارِ تصدیق نہیں ہے اور وہ شرط بھی نہیں یہ ایسے ہے جیسے بسا اوقات امام قرأت کرتا ہے لیکن ہمیں استحضار نہیں ہوتا تو ہر وقت تصدیق کا استحضار جاگتے ہوئے بھی نہیں ہوتا یہ ایمان کے لیے شرط نہیں ہے۔

سوال:...... ایمان تصدیق کا نام ہے، یہ تعریف اس شخص پر ٹوٹ گئی جس کو تصدیق اختیاری حاصل ہے لیکن اگر اسے کہا جائے کہ کلمہ پڑھو اور وہ انکار کردے تو یہ شخص کافر ہے حالانکہ تعریفِ ایمان اس پر صادق ہے پس تعریف دخول غیر سے مانع نہیں؟

---

[۱] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۰۲ [۲] فتح الملہم ج۱ ص۱۵۲، فتح الباری ج۱ ص۳۹، روح المعانی ج ص۱۵۱ [۳] بیاض صدیقی ص۶۴

جواب: ...... تصدیق کے معتبر ہونے کے لیے اقرار عند المطالبہ شرط ہے، اذا فات الشرط فات المشروط [۱]

سوال ثالث: ...... تم کہتے ہو ایمان تصدیق اختیاری کا نام ہے، ایک شخص کہتا ہے کہ میں مانتا ہوں اقرار بھی کرتا ہوں اسکے باوجود (معاذ اللہ) قرآن مجید کو گندگی میں پھینکتا ہے تو وہ بالاجماع کافر ہے، جبکہ تعریف اس پر بھی صادق ہے پس تعریفِ ایمان دخولِ غیر سے مانع نہیں؟

جواب: ...... تصدیق تب معتبر ہوگی جب کوئی علامتِ مکذبہ نہ ہو اور قرآن کو گندگی میں پھینکنا علامتِ مکذبہ ہے لہذا اسکا ایمان معتبر نہیں [۲]

نوٹ: ...... ایمان کی مناسبت سے اسلام کی تحقیق بیان کی جاتی ہے۔

لفظ اسلام کا مادہ اشتقاق: ...... اسلام، سلمٌ سے مشتق ہے اسکا معنی صلح کرنا ہے یا اسلام سلامتی سے ہے حدیث میں ہے ((المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ)) [۳]

تعریفِ اسلام: ...... **ھو تصدیق بالجنان واقرار باللسان وعمل بالارکان.**

اسلام کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت: ...... اسلام کے لغوی و اصطلاحی معنی میں مناسبت یہ ہے کہ اسلام کا لغوی معنی ہے انقیاد وگردن نہادن۔ اور اصطلاحی معنی ہے انقیاد العبد للہ تعالیٰ یا اسلام سلامتی سے ہے چونکہ بندہ اسلام کی وجہ سے دنیا میں جزیہ وقتال سے اور آخرت میں عذاب سے سلامتی میں آجاتا ہے اس لیے اسے اسلام کہتے ہیں۔

ایمان اور اسلام کے درمیان نسبت: ایمان اور اسلام میں متعدد طرق سے نسبتیں بیان کی جاتی ہیں۔

النسبۃ الاولی: ...... تعریف کے بدلنے سے نسبت بدل جاتی ہے اوپر جو تعریفیں مسطور ہوئیں اسکے لحاظ سے ان دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ ایمان اعم مطلق ہے اور اسلام اخص مطلق ہے وھو ظاھر [۵] فقد جوز الغزالیؒ بینھما النسب الثلاث باعتبارات مختلفۃ غیر العموم من وجہ)

النسبۃ الثانیہ: ...... ایمان انقیاد باطنی (تصدیق بالجنان) ہے اور اسلام انقیاد ظاہری (عمل بالارکان) ہے اس تعریف کے مطابق ان میں نسبت عموم وخصوص من وجہ کی ہے جہاں پر عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہو وہاں تین مادے ہوتے ہیں، دو افتراقی ایک اجتماعی، اگر کسی میں انقیاد ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی تو یہ مادہ اجتماعی ہے کسی میں انقیاد باطنی تو ہے مگر انقیاد ظاہری نہیں تو یہ مادہ افتراقی ہے یعنی ایمان ہے اسلام نہیں ہے اور اگر کسی میں صرف انقیاد ظاہری ہو تو یہ بھی مادہ افتراقی ہے، اسلام ہے ایمان نہیں ہے محقق دوانیؒ اسی کے قائل ہیں۔

النسبۃ الثالثہ: ...... علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ شرح احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ ایمان اور اسلام میں تساوی

---

[۱] درس بخاری حضرت شیخؒ ص۱۱۵ [۲] فیض الباری ج۱ ص۵۰ [۳] مشکوۃ شریف ص۱۵، بخاری شریف ج۱ ص۶ [۴] عینی ج۱ ص۱۰۹ [۵] فیض الباری ص۶۸

اور تلازم کی نسبت ہے۔ مصداق میں اتحاد ہے مفہوم میں تغایر ہے۔ کہ ایمان تصدیقِ قلبی بشرط انقیادِ ظاہری اور اسلام انقیادِ ظاہری بشرط تصدیقِ قلبی کو کہتے ہیں فرق یہ ہے کہ ایمان میں تصدیقِ باطنی کی طرف اوّلاً نظر ہوتی ہے اور انقیادِ ظاہری کی طرف ثانیاً اور اسلام میں اسکے برعکس انقیادظاہری اولاً ملحوظ ہوتا ہے تصدیقِ باطنی ثانیاً [1]

یہ قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکے مطابق تمام روایات منطبق ہو جاتی ہیں کہ جن روایات سے اسلام اور ایمان میں فرق معلوم ہوتا ہے تو وہ نظرِ اولی کے اعتبار سے ہے باطن کی طرف نظرِ اولی کرتے ہوئے ایمان کہہ دیا اور ظاہر کی طرف نظر کرتے ہوئے اسلام کہہ دیا اور جس جگہ اتحاد معلوم ہوتا ہے وہ مصداق کے اعتبار سے ہے۔

ضدالایمان والاسلام: ...... ایمان، امن سے ہے اسکی ضد خوف ہے اور اگر امانت سے ہوتو اسکی ضد خیانت ہے۔ اسلام کا لغوی معنی سلم بمعنی صلح ہے اور اس صورت میں اسکی ضد لڑائی، جنگ ہے: اور اگر سلامتی سے ہوتو اسکی ضد بدامنی ہے۔ ایمانِ اصطلاحی کی ضد کفر ہے، کفر کا لغوی معنی ''چھپانا'' ہے، اور اگر کفران سے ہوتو ناشکری، چونکہ کافر حق کو چھپاتا ہے اس لیے اسے کافر کہتے ہیں یا نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے اس لیے کافر کہتے ہیں۔

چونکہ کفر کا معنی چھپانا ہے اس لیے کسان کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بیج کو زمین میں چھپاتا ہے قال اللہ تعالی ﴿كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ﴾ [2] ای اعجب الزراع نباته اسی لیے رات کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ رات بھی بہت سی چیزوں کو چھپا دیتی ہے۔

یاایها	اللیل	طل	اولا	تطل	۞	انی	فی	کلاالحالین	صابر
لی	فیک	اجر	مجاهد		۞	ان	صح	ان	اللیل	کافر

پھر توسعاً ہر سیاہ چیز کو بھی کافر کہہ دیتے ہیں۔ پھر اگر کسی سفید چہرے پر کالا تل ہوتو اس (تل) کو بھی کافر کہہ دیتے ہیں اس لیے کہ وہ چہرے کی سفیدی کو چھپا لیتا ہے۔

کفر: ...... انکار ماجاء به النبی ﷺ یہاں جمیع کا لفظ نہیں بولا کیونکہ ایک بھی قطعی بات کا انکار کرنا کفر ہے جبکہ ایمان کے لیے جمیع کی تصدیق ضروری ہے۔

اقسامِ کفر: (۱) کفرِ انکار: ...... دل، زبان دونوں سے انکار ہو (دل سے اعتقاد نہ ہو) جیسے مشرکین مکہ کا کفر۔

(۲) کفرِ عناد: ...... دل سے یقین بھی ہے زبان سے اعتراف اور اظہار بھی ہے لیکن قبول نہیں کرتا (مانتا نہیں اور دین کو اختیار نہیں کرتا) جیسے خواجہ ابو طالب کا کفر۔

(۳) کفرِ جحود: ...... دل سے حق ہونے کا یقین ہے لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتا جیسے یہود اور ابلیس کا کفر

---

[1] بیاض صدیقی ص ۶۵ [2] پارہ ۲۷ سورۃ الحدید آیت ۲۰

قال تعالیٰ ﴿فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ﴾[۱] ای الیھود.

(۴) کفرِ نفاق:...... زبان سے اقرار ہو اور دل سے انکار ہو[۲]

فائدہ: ...... ایمان اور اسلام سے متعلق تین اجزاء ہیں۔ (۱) تصدیق (۲) اقرار (۳) اعمال۔

تینوں کی حیثیت: ...... ایمان اور اسلام میں انکا دخل کس حیثیت سے ہے اسے تین بحثوں میں بیان کیا جاتا ہے۔

البحث الاول

التصدیق:

(۱)...... فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ تصدیق وہی معتبر ہے جو مقرون بالاقرار ہو جو تصدیق مقرون بالاقرار نہ ہو وہ معتبر نہیں اسے ایمان نہیں قرار دیا جاسکتا کتصدیق کفار مکۃ[۳]

(۲)...... علامہ صدر الشریعہؒ فرماتے ہیں کہ تصدیق وہ معتبر ہے جو اختیاری ہو، کفار کو غیر اختیاری تصدیق حاصل تھی اسے ایمان نہ کہا جائیگا۔

(۳)...... علامہ سعد الدین تفتازانیؒ فرماتے ہیں تصدیق وہ معتبر ہے جو **مقرون بعلامات الکفر** نہ ہو۔

نفس تصدیق سب کے نزدیک ضروری ہے جنہوں نے احکامِ دنیا کا اعتبار کیا انہوں نے مقرون بالاقرار ہونے کی شرط لگادی، اور جنہوں نے اس بات کا خیال کیا کہ نفسِ تصدیق تو کفار کو بھی حاصل ہے انھوں نے اختیاری ہونے کی شرط لگادی اور جنہوں نے اس بات کا خیال کیا کہ ایک آدمی تصدیق بھی کرتا ہے لیکن قرآن کریم کو گندگی میں بھی پھینکتا ہے تو انہوں نے شرط لگادی کہ **مقرون بعلامات الکفر** نہ ہو۔

البحث الثانی

اقرار:

(۱)...... مرجیہ کہتے ہیں کہ اقرار نہ شرطِ ایمان ہے نہ شطرِ ایمان، صرف تصدیق قلبی کا نام ایمان ہے[۴]

(۲)...... کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط اقرار ہی کا نام ہے۔

(۳)...... جمہور اہل سنت والجماعت اور معتزلہ کے نزدیک اقرار شطر ہے، علامہ ابن ہمامؒ بھی اقرار کو رکن زائد کا درجہ دیتے ہیں[۵]

(۴)...... احناف **کثر اللہ سوادھم** فرماتے ہیں کہ اقرار شرط ہے۔

جو حضرات شطر قرار دیتے ہیں وہ بھی شطر زائد ہونے کے قائل ہیں یعنی ایسا شطر جسکے مفقود ہونے سے کل مفقود نہ ہو۔

---

[۱] پارہ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۸۹ [۲] درس بخاری ص ، فیض الباری ج۱ ص۱۷ [۳] بیاض صدیقی ص۲۹ ، احیاء العلوم ج۲ ص۱۳۴ ، شرح عقیدہ طحاویہ ص۳۳۶ [۴] ، [۵] فضل الباری ج۱ ص۲۴۶

البحث الثالث

اعمال: ......اعمال کے بارے میں اختلاف ہے ایمان کا جزء ہیں یا نہیں؟ عند البعض جزء ہیں، عند البعض نہیں۔ اس اختلاف پر دو مسئلے متفرع ہوتے ہیں۔

(۱)......ایمان بسیط ہے یا مرکب؟ جو جزئیتِ اعمال کے قائل ہیں وہ مرکب کہتے ہیں اور جو جزئیتِ اعمال کے قائل نہیں ہیں وہ بساطتِ ایمان کے قائل ہیں۔

(۲)...... **هل الایمان یزید وینقص ام لا؟** جو بساطتِ ایمان کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں **لایزید و لاینقص** اور جو ترکیبِ ایمان کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں **یزید وینقص ایمان** کے لیے اعمال کی جزئیت وعدمِ جزئیت کے سلسلے میں اختلاف سے قبل، فرقوں کا اجمالی تعارف ضروری ہے۔

الاختلاف الاول: ...... حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں پیشین گوئی فرمائی تھی کہ تم یہود کے نقش قدم پر چلو گے جیسے ان میں فرقے ہوتے رہے تم میں بھی فرقے ہونگے ان میں سب ناری ہیں صرف ایک جنتی ہے اور وہ ((**ماانا علیه واصحابی**)) [۱] ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے بعد صحابہ کے دور اول میں کوئی فرقہ نہ تھا ہر صحابی اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق جو بتاتا لوگ اس پر عمل کرتے صحابہؓ کے اخیر زمانہ میں، حضرت علیؓ کے زمانہ میں مشاجرات شروع ہوئے اس وقت اہل اسلام کے تین گروہ ہو گئے۔

الاول: ......ایک فرقہ کہتا تھا کہ سارا قصور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے یہ حروریہ تھے **خروج عن طاعة الامام** کی وجہ سے خارجی کہلائے۔

الثانی: ......دوسرا فرقہ وہ تھا جنہوں نے صحابہؓ کے فیصلوں کو چھوڑا اور اہل بیتؓ اور حضرت علیؓ کی محبت کا دم بھرنے لگے یہ رافضی کہلائے **لانهم رفضوا جماعة الصحابة ای ترکوا**.

الثالث: ...... تیسری وہ جماعت تھی جو حدِ اعتدال پر قائم رہی، **الصحابة کلهم عدول** کی قائل، کسی صحابی کو موردِ الزام نہ ٹھہرایا یہ اہل سنت والجماعت کہلائے۔

اهل سنت والجماعت کی وجه تسمیه: ......اوپر حدیث گزری ہے جس کے آخر میں حضور ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی علامت **ماانا علیه واصحابی** ارشاد فرمائی ہے **ماانا علیه** سے مراد سنت ہے واصحابی سے مراد جماعت صحابہ ہے یعنی اجماعِ صحابہ کو حجت قرار دینے والے اور ان کا اتباع کرنے والے۔ تو **اهل السنة والجماعة ای متبعوا السنة وجماعة الصحابة**.

---

[۱] ترمذی کتاب الایمان باب ماجاء فی افتراق هذه الامة ج ۲ ص ۹۳ ، مشکوٰة شریف ج ۱ ص ۳۰

الاختلاف الثانی: ...... جب کوئی نیا فرقہ بنتا ہے تو وہ اپنے نظریات علیحدہ قائم کرتا ہے پھر ان کے لیے دلائل مہیا کرتا ہے یہ تین فرقے تو ابتداءِ اسلام میں تھے پھر جبر وقدر کے لحاظ سے اسلام میں دو فرقے اور پیدا ہوئے۔

انسان مختارِ مطلق ھے یا مجبورِ محض؟: ...... جنہوں نے عقل کو غالب کیا اور اختیار مانا انہوں نے مختارِ مطلق کہہ دیا یہ قدریہ کہلائے، دوسرا فرقہ اسکی ضد میں پیدا ہوا انہوں نے کہا کہ انسان مجبورِ محض ہے تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہی ہوتا ہے انسان کچھ نہیں کرسکتا بلکہ انسان تو کالمیت بید الغسال ہے یہ فرقہ جبریہ کہلایا۔ اہل سنت والجماعت بین الجبر والقدر ہیں کہ اعمال کا کاسب بندہ ہے خالق اللہ تعالیٰ ہیں اگر کسب پر بھی اختیار نہ ہو تو مکلّف کیسے ہوگا؟ اور اگر خالق اعمال بھی خود ہی ہو تو پھر عجز کیوں لاحق ہوتا ہے؟

واقعہ: ...... ایک جبری عقیدے والا باغ میں چلا گیا انگور توڑ کر کھانے شروع کر دیے مالی نے منع کیا تو کہنے لگا خدا کا باغ ہے خدا کا بندہ ہے خدا ہی کھلا رہا ہے مالی سمجھ گیا کہ جبری ہے اس نے کہا کہ تیرا دماغ ابھی درسّت کرتا ہوں ڈنڈا لیا اور پٹائی شروع کر دی جبری کہنے لگا یہ کیا؟ مالی نے کہا خدا کا بندہ، خدا کا ڈنڈا، خدا ہی چلا رہا ہے۔ معتزلہ کا عقیدہ بھی قدریہ والا ہے۔

الاختلاف الثالث: ...... اعمال کو ایمان کا جزء قرار دینے نہ دینے کے اعتبار سے مشہور گروہ تین ہیں [1]

(۱) قدریہ، معتزلہ خارجیہ (۲) کرامیہ، مرجئہ (۳) اہل السنۃ والجماعۃ

ایک فرقہ: ...... کہتا ہے کہ اعمال ایمان کا جزء ہیں لہٰذا اگر کبیرہ کا ارتکاب کرلیا یا ایک عمل بھی چھوڑ دیا تو ایمان نہ رہے گا یہ مسلک قدریہ، معتزلہ اور خارجیہ کا ہے۔

دوسرا فرقہ: ...... ان کے مقابلے میں کرامیہ اور مرجئہ ہیں۔ مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان کے لیے تصدیقِ محض کافی ہے عمل کی کوئی ضرورت نہیں اور چونکہ اقرار بھی عمل ہے لہٰذا اسکی بھی ضرورت نہیں۔

کرامیہ نے کہا کہ ایمان فقط اقرار ہے اعمال کی کوئی ضرورت نہیں اور تصدیق بھی ایک عمل ہے، اسکی بھی کوئی ضرورت نہیں۔

الحاصل: ...... کرامیہ اور مرجئہ یہ دونوں فرقے اعمال کو ضروری نہیں سمجھتے۔

مذھبِ اھل سنت والجماعت: ...... اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ اعمال کے ترک سے بندہ مستحق نار ہوگا اور اچھے اعمال کرنیوالا بفضلِ خدا سیدھا جنت میں جائیگا۔

مختصر تعبیر: ...... آسانی کے لیے یوں سمجھ لیں کہ جزئیتِ اعمال کے لحاظ سے تین گروہ ہیں۔

---

[1] الابواب والتراجم لمولانا محمود حسن دیوبندی ص ۳۷

۱.مفرطین ۲.مفرّطین ۳.عادلین

(۱)**مفرطین**:...... جزئیتِ اعمال میں افراط کرنیوالے۔

(۲)**مفرّطین**:...... جزئیتِ اعمال میں تفریط کرنیوالے۔مفرّطین کے دوگروہ ہیں۔ (۱)معتزلہ (۲)خارجیہ

(۳)**عادلین**:...... جزئیتِ اعمال میں اعتدال سے کام لینے والے۔

(۱)**مذہبِ معتزلہ**:...... معتزلہ کہتے ہیں کہ تارکِ اعمال ایمان سے خارج ہے البتہ کفر میں داخل نہیں بلکہ بین الاسلام والکفر ہے۔

(۲)**مذہبِ خارجیہ**:...... خارجیہکے نزدیک تارکِ اعمال خارج عن الایمان اور داخل فی الکفر ہے۔

مفرّطین:...... کے بھی دوگروہ ہیں ۱۔مرجئہ ۲۔کرامیہ

مذہبِ مرجئہ:...... مرجئہکہتے ہیں کہ صرف تصدیق مؤمن ہونے کے لیے کافی ہے عمل کی کوئی ضرورت نہیں اور چونکہ اقرار بھی ایک عمل ہے لہٰذا اسکی بھی ضرورت نہیں۔

مذہبکرامیہ:...... کرامیہکہتے ہیں کہ ایمان کے لیے محض اقرار کافی ہے اعمال کی کوئی ضرورت نہیں اور چونکہ تصدیق بھی ایک عمل ہے لہٰذا اسکی بھی ضرورت نہیں۔

مذہبِعادلین:...... عادلینکے بھی دوگروہ ہیں۔۱۔جمہور محدثینؒ وجمہور ائمہ کرامؒ ۲۔امام اعظمؒ وجمہور متکلمینؒ۔

مذہبجمہورؒ:...... جمہورؒ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کا جزء ہیں لیکن تارکِ اعمال ایمان سے خارج نہیں ہوگا بلکہ فاسق ہوگا۔

مذہبِجمہور متکلمینؒ اور امام اعظمؒ:...... امام اعظمؒ اور جمہور متکلمینؒ فرماتے ہیں کہ اعمال ایمان کا جزنہیں[۱] البتہ اعمال دخولِ اولی کے لیے ضروری ہیں تارکِ اعمال مستحق نار ہوگا۔یہ دونوں عادلین ہیں اہل سنت والجماعت ہیں ان میں اختلاف محض تعبیروعنوان کا ہے کیونکہ جمہورؒ سے جب ان کے قول کی تشریح پوچھیں کہ آیا تارکِ اعمال خارج عن الایمان ہے یانہیں؟تو کہیں گے کہ نہیں اسی طرح اگر امام اعظمؒ سے پوچھا جائے کہ آیا اعمال کی کوئی ضرورت ہے یانہیں؟تو کہیں گے کہ بہت ضرورت ہے۔

خلاصہ:...... یہ ہے کہ ایک ہے نفسِ ایمان اور ایک ہے کمالِ ایمان۔اعمال نفسِ ایمان کا جزنہیں کمالِ ایمان کا جزء ہیں۔پس اعمال کے فوت ہونے سے نفس ایمان فوت نہیں ہوتا کمالِ ایمان فوت ہوجاتا ہے جیسے درخت کہ اگر اسکے پھول، پتے، شاخیں ہوں تو کامل ہے اور اگر انکو کاٹ دیا تو پھر بھی درخت تو ہے لیکن ناقص ہے اور انسان جس کے ہاتھ پاؤں ناک، کان وغیرہ کاٹ دیے جائیں تو بھی انسان ہے لیکن ناقص، کامل تب ہوگا جب یہ اعضاء موجود وسالم ہوں۔

---

[۱] درس بخاری ص ۱۲۰

الغرض اعمال نفسِ ایمان میں داخل نہیں بلکہ دخیل ہیں یعنی کمالِ ایمان پیدا کرنے کے لیے اور دخولِ اولی کے لیے دخیل ہیں۔

سوال:...... تعبیر وعنوان کا اختلاف کیوں ہوا جبکہ حقیقت میں اختلاف نہیں؟

جواب:...... تعبیر وعنوان کا یہ اختلاف زمانے کے اختلاف کی وجہ سے ہے امام صاحبؒ کے دور میں اہل سنت والجماعت کے مقابل خوارج تھے جو کہتے تھے کہ اعمال چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے تو اس ارتداد سے امت کو بچانے کے لیے امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ترکِ اعمال سے کفر لازم نہیں آتا اس لیے ایمان کے لیے صرف تصدیقِ قلبی کافی ہے۔

اور جمہور محدثینؒ کا زمانہ مؤخر ہے ان کا مقابلہ کرامیہ اور مرجئہ کے ساتھ تھا جو کہتے تھے کہ اعمال کی ضرورت ہی نہیں فقط اقرار یا تصدیق کافی ہے تو محدثینؒ نے خیال کیا کہ ایسے تو لوگ اعمال کو چھوڑ دیں گے اس لیے محدثینؒ نے جزئیتِ اعمال کا قول کیا۔

الغرض جمہور محدثینؒ نے لوگوں کے اعمال بچانے کے لیے یہ تعبیر اختیار کی اور امام صاحبؒ نے لوگوں کا ایمان بچانے کے لیے اوپر والی تعبیر اختیار کی ورنہ دونوں تصدیق کو اصلِ ایمان اور اعمال کو مکملاتِ ایمان قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو احنافؒ اعمال چھوڑ دیتے جبکہ سب سے زیادہ پکے اعمال میں احناف ہی ہیں کتنے اولیاء ہیں جنہوں نے ساری زندگی سنت پر عمل کرنے میں گذار دی حالانکہ وہ حنفی ہیں ورنہ تو احناف ننگے سڑکوں پر بیٹھے رہتے کہ اعمال کی ضرورت نہیں اور کپڑا پہننا ایک عمل ہے لہٰذا اس کی بھی ضرورت نہیں۔

دلائلِ احناف

دلائل کا استقصاء تو پورے قرآن وحدیث کو نقل کر دینا ہے جو موجبِ طوالت ہے اس لیے یہاں اصولی دلائل بیان ہونگے۔

دلیلِ اصولی اول:...... امام صاحبؒ کا مستدل وہ آیات وروایات ہیں جن میں ایمان کو قلب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اگر ایمان میں اعمالِ جوارح داخل ہوتے تو صرف قلب کو محلِ ایمان کیوں کہتے جبکہ بکثرت آیات میں محل ایمان قلب کو بتایا ہے[1] مثلاً

(۱)...... ﴿قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ﴾[2] امام صاحب نے ایمان کا تعلق صرف قلب سے قرار دیا ہے چنانچہ اگر زبان سے کلمہ کفر بھی کہہ دے (بحالت اکراہ) لیکن دل مطمئن ہو تو کافر نہیں، معلوم ہوا کہ ایمان کا تعلق صرف قلب سے ہے۔

(۲)...... ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا ﴿كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَوَلَمْ تُؤْمِنْ﴾ عرض کیا ﴿بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ﴾[3]

(۳)...... ﴿كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ﴾[4]

[1] درس بخاری ص ۱۱ [2] پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۱۰۶ [3] پارہ ۳ سورۃ البقرہ آیت ۲۶۰ [4] پارہ ۲۸ سورۃ المجادلۃ آیت ۲۲ [5] پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۷

(۴)......﴿وَلٰکِنَّ اللہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ﴾ ۵ معلوم ہوا کہ ایمان کا تعلق صرف دل سے ہے۔

(۵)......﴿وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ﴾ ۱

(۶)......﴿قَالُوْا آمَنَّا بِاَفْوَاھِھِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ﴾ ۲

(۷)......حدیث میں ہے ((من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من الایمان)) ۳ یہ دلیل نہیں صرف نوع من الدلائل ہے۔

دلیلِ ثانی اصولی:......وہ آیات وروایات ہیں جن میں اعمال صالحہ کو ایمان پر بطور عطف ذکر کیا گیا ہے اس لیے کہ عطف مغایرت کی دلیل ہے اگر اعمال جزو ایمان ہوتے تو عطف سے کیوں بیان کرتے۔ اور یہ کہنا کہ جزء کا کل پر عطف ہے صحیح نہیں، اول تو اس لیے کہ یہ شائع نہیں۔ دوم اس لیے کہ عطف میں اصل مغایرت ہے ۴ مثلاً ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا﴾ ۵ دوسری جگہ فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾ ۶ اور فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ ۷

دلیلِ ثالث اصولی:......وہ آیات وروایات ہیں جن میں ایمان والوں کو توبہ اور تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ اعمالِ صالحہ کے زائل ہونے کے باوجود ایمان باقی ہے جبھی تو اٰمنوا کے لفظ سے تعبیر کیا جارہا ہے مثلاً ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا﴾ ۸

دلیلِ رابع اصولی:......وہ روایات جن میں صرف کلمہ پڑھنے پر دخول جنت کی بشارت ہے مثلاً حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ((مامن عبد قال لا الہ الا اللہ ثم مات علی ذلک الا دخل الجنۃ)) عرض کیا ((وان زنی وان سرق)) فرمایا ((وان زنی وان سرق)) تین بار تکرار ہوا ۹

اسی طرح ایک حدیث میں ہے فرمایا ((یخرج من النار من قال لا الہ الا اللہ وفی قلبہ وزن شعیرۃ من خیر)) ۱۰ ای ایمان کما صرح بہ فی روایۃ اخری، نیز اس میں ایمان کا محل قلب کو بتایا ہے۔

دلیلِ خامس اصولی:......وہ آیات جن میں عملِ صالح کے ساتھ وھو مومن کی قید لگائی ہے اگر عمل جزء ہوتا تو یہ قید کیوں لگاتے؟ یہ بھی مشعر ہے کہ عمل ایمان سے علیحدہ شئی ہے مثلاً ﴿وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ﴾ ۱۱ اور فرمایا ﴿وَاَطِیْعُوا اللہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ۱۲

---

۱ پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۱۴ ۲ پارہ سورۃ المائدہ آیت ۴۱ ۳ بخاری شریف ص۸ ج۱ ۴ درس بخاری ص۱۱۷ ۵ پارہ ۱۶ سورۃ الکہف آیت ۱۰۷ ۶ پارہ ۱۵ سورۃ الکہف آیت ۳۰ ۷ پارہ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۹۶ ۸ پارہ ۲۸ سورۃ التحریم آیت ۸ ۹ مشکوۃ شریف ج۱ ص۱۴ ۱۰ بخاری شریف ج۱ ص۱۱ ۱۱ پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۲ ۱۲ پارہ ۹ سورۃ الانفال آیت ۱

دلیل سادس اصولی:...... وہ آیات وروایات ہیں جن میں باوجود عصیان کے ایمان کا اطلاق ہوا ہے جیسے ﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾[1] توباوجودیکہ باغی گروہ اللہ کے امر سے ہٹا ہوا ہے اس کو مؤمن کہا گیا ہے۔

دلائلِ جمہورؒ

(۱)...... ((بنی الاسلام علی خمس)) [2]

(۲)...... ((الایمان بضع وستون شعبة)) [3]

(۳)...... ((الحیاء شعبة من الایمان)) [4]

(۴)...... ((لایومن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه)) [5]

امام بخاریؒ نے کتاب الایمان میں آخر تک جتنے تراجم قائم کیے ہیں ان سب کے تحت جمہور کے متدلات ذکر فرمائے ہیں۔ اکثر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایمان مجموعہ کا نام ہے۔

دلائلِ معتزلہ وخارجیہ

وہ روایات وآیات جن میں ترکِ اعمال سے ایمان کی نفی کی گئی ہے یا تارک کو کافر کہا گیا ہے مثلا

(۱)...... ((لاایمان لمن لاامانة له ولا دین لمن لاعهد له)) [6]

(۲)...... ((من ترک الصلوٰة متعمدا فقد کفر)) [7]

(۳)...... ﴿مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیْهَا﴾ [8]

دلائل کرامیہ ومرجئہ

وہ احادیث جن میں نفسِ تصدیق یا نفسِ اقرار کو ایمان قرار دیا گیا ہے اور نجات کی بشارت دی گئی ہے مثلا

(۱)...... ((من قال لااله الا الله دخل الجنة))

(۲)...... ((امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا اله الا الله فاذا فعلوا ذلک فقد عصموا منی دمائهم واموالهم الا بحق الاسلام)) [9]

جوابات

زیادہ تر جوابات کا رخ جمہور محدثینؒ کی طرف ہے ساتھ ساتھ کرامیہ، مرجئہ، معتزلہ اور خارجیہ کا جواب بھی ہو جائیگا۔

جواب اول اصولی:...... احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ایک ہے نفسِ ایمان ایک ہے کمالِ ایمان،

---

[1] پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۹ [2] بخاری ج ۱ ص ۵ [3] بخاری ج ۱ ص ۶ [4] ایضاً [5] ایضاً [6] مشکوۃ ج ۱ ص ۱۵
[8] پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۹۳ [9] مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۲

نفس ایمان تصدیق کا نام ہے اور وہ بسیط ہے، کمالِ ایمان کے لیے اعمالِ صالحہ ضروری ہیں۔مثال جیسے ذاتِ انسان اوراعضاءزائدہ کہ اگرکسی کے اعضاء نہ ہوں تو وہ انسان تو ہے لیکن ناقص ہے۔اور جیسے درخت کہ ایک اسکی ذات ہے جیسے تنا اور دوسری چیز اجزاءزائدہ ہیں جیسے پھل، پھول، شاخیں وغیرہ اسی طرح نفسِ ایمان اور کمالِ ایمان ہے۔کہ جن آیات میں ایمان کا محلِ قلب کو قرار دیا گیا ہے وہ نفسِ ایمان کے لحاظ سے ہے اور جن آیات وروایات میں شعب ِایمان کا ذکر ہے یا یہ ذکر ہے کہ ایمان مجموعے کا نام ہے تو وہ کمالِ ایمان پر محمول ہیں کیونکہ اعمال کمالِ ایمان کے اجزاء ہیں۔اور **من ترک الصلوٰۃ** جیسی احادیث تشبیہ وتغلیظ پر محمول ہیں۔

جوابِ ثانی اصولی:...... ایک ہے نفس ایمان اور ایک ہے نورِ ایمان، نفسِ ایمان تصدیق سے حاصل ہوجاتا ہے البتہ نورِ ایمان اعمال سے حاصل ہوتا ہے پس اعمال نورِ ایمان کا جزء ہیں نہ کہ نفس ایمان کا۔

جوابِ ثالث اصولی:...... ایک ہے ایمانِ قالی اور ایک ہے ایمانِ حالی، ایمانِ قالی نفس تصدیق سے متحقق ہوجاتا ہے ایمانِ حالی معصیت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا نہ ہی بغیر اعمال کے متحقق ہوتا ہے۔((**لایزنی الزانی حین یزنی وھو مومن**)) سے یہی مراد ہے کہ اسکی حالت ایمان والی نہیں۔

جوابِ رابع اصولی:...... ایک ہے نفسِ ایمان ایک ہے قوتِ ایمان، نفسِ ایمان تصدیق سے حاصل ہوجاتا ہے قوتِ ایمان اعمال سے پیدا ہوتی ہے تو((**لا ایمان لمن لا امانة له**)) میں قوتِ ایمان کی نفی ہے۔

جوابِ خامس اصولی:...... ایمان دوقسم پر ہے ایک ''**ایمان منجی مطلقاً**'' اسکو ایمانِ فطری بھی کہہ سکتے ہیں دوسرا ''**ایمان منجی اولاً**'' دوسری تعبیر اس طرح ہے کہ دخول جنت دوقسم پر ہے ایک دخولِ اولی دوسرا دخولِ مطلق۔جن آیات وروایات میں بغیر عمل کے دخول جنت کا ذکر ہے ان سے مطلق دخول جنت مراد ہے اور جن میں اعمال کی شرط لگائی ہے وہاں دخول اولی مراد ہے تو اعمال دخولِ اولی کے لیے شرط اور جزء ہیں۔

خلاصہ:...... اصلی جواب ایک ہی ہے تعبیرات مختلف ہیں۔جس کا ایمان کامل ہوگیا اس کو نورِ ایمان بھی حاصل ہوگیا اسکو دخولِ اولی بھی حاصل ہوگیا جسکا ایمان کامل ہوگیا اسکو قوتِ ایمان بھی حاصل ہوگئی اسکو حلاوتِ ایمان بھی حاصل ہوگئی۔امام صاحبؒ کی اس تشریح کے بعد کوئی آیت کوئی روایت آپس میں متعارض نہ رہی اور امام صاحبؒ کا مذہب کسی آیت وروایت کے خلاف بھی نہ رہا۔

ایک حدیث میں ہے کہ دوزخ پر ایک وقت ایسا آجائیگا کہ اللہ تعالی فرمائیں گے کہ نبیوں نے، ولیوں نے، حافظوں نے سب نے شفاعت کرلی۔پھر جنتیوں سے کہا جائیگا کہ دیکھو تمہارا کوئی ایمان والا جہنم میں تو نہیں چنانچہ جنت والے نکالیں گے پھر اللہ تعالی فرمائیں گے اب میری باری ہے تو اللہ تعالی تین لپیں (چلّو) نکالیں گے۔بعض

نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک لپ اتنی بڑی ہوگی کہ کوئی دوزخ میں نہ رہے گا۔

حضرت مدنیؒ کا مقولہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ دوزخ میں کیسے بھیجیں گے جبکہ اسکے خلاف دلائل قوی ہیں، ایمان تو صفت رحمت کی تجلی ہے مجھے یہ مسئلہ سمجھ نہیں آتا تھا تو فرمایا کہ جب مجھے جیل میں بھیجنے کا حکم ہوا تو کہا کہ کپڑے اتار دو اور جیل کے کپڑے پہن لو تو فرمایا کہ اس وقت یہ مسئلہ بھی سمجھ آ گیا۔

اعمال کی جزئیت پر دو مسئلے متفرع ہوتے ہیں۔

مسئلہ اولی:...... ایمان بسیط ہے یا مرکب؟ جو جزئیتِ اعمال کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ مرکب ہے امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بسیط ہے۔ دلائل وجوابات ص۱۸۲ پر گزر چکے ہیں۔

مسئلہ ثانیہ:...... **هل الایمان یزید وینقص ام لا؟** اہلِ سنت والجماعت کے اس بارے میں تین مسلک ہیں۔

الاول:...... امام شافعیؒ وجمہور محدثینؒ قائل ہیں کہ **یزید وینقص**.[1]

الثانی:...... امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ **یزید ولاینقص**.[2]

الثالث:...... امام اعظمؒ فرماتے ہیں **لایزید ولاینقص**.[3]

☆**وقال الامام (ابوحنیفةؒ) هذاالبحث لفظي لان المراد بالایمان ان کان هوالتصدیق فلایقبلهماوان کانت الطاعات فیقبلهماثم قال الطاعات مکملات للتصدیق**.[4]

دلائل جمہور محدثینؒ

امام بخاریؒ چونکہ جمہور محدثینؒ کے ساتھ ہیں اس لیے **الایمان یزید وینقص** کے دلائل لائے ہیں جو بخاری شریف میں مذکور ہیں۔

دلائل امام مالکؒ:...... امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تمام آیات وروایات جو جمہور محدثینؒ ذکر کرتے ہیں ان سب میں **الایمان یزید** کا ذکر تو ہے لیکن **ینقص** کا ذکر نہیں ہے پس **الایمان یزید ولاینقص**. لیکن یہ بات سرسری ہے کیونکہ زیادتی وکمی آپس میں متقابلین ہیں پہلے کمی تھی اسی لئے تو زیادتی ہوئی۔

جوابات

جوابِ اول:...... یہ کمی بیشی ایمان کے لحاظ سے نہیں بلکہ مومن بہ کے لحاظ سے ہے مثلاً دس آیتیں نازل ہوئیں ان پر ایمان لے آئے پھر دس اور اتریں ان پر بھی ایمان لے آئے تو اس طرح ایمان بڑھ گیا۔

جوابِ ثانی:...... زیادتی اجمال وتفصیل کے لحاظ سے ہے کہ جب ایمان لانا ہے تو اجمالاً **بجمیع ما**

---

[1] فیض الباری ج۱ ص۶۰، سطر۴ نیز ص۱۰۷ مکتبہ حجازی قاہرہ [2] ایضا [3] فیض الباری ج۱ ص۵۹ [4] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۰۸

جاء به النبی ﷺ پر ایمان لانا ہے اور جب تفصیل معلوم ہوگی تو تفصیل کے لحاظ سے زیادتی ہوگی اجمال کے اعتبار سے کوئی زیادتی نہ ہوگی۔

جوابِ ثالث: ...... ایمان منجی مطلقاً اور ایمان فطری میں کوئی زیادت ونقصان نہیں اور وہ ایمان جو دخولِ اولی کا سبب ہے (یعنی کمالِ ایمان) اس میں کمی زیادتی ہوسکتی ہے۔

جوابِ رابع: ...... تصدیق کے دو درجے ہیں (۱) نفسِ تصدیق (۲) کیفیتِ تصدیق۔

نفسِ تصدیق کے اعتبار سے **الایمان لایزید ولاینقص** ہے اور کیفیتِ تصدیق کے لحاظ سے **الایمان یزید وینقص** جیسے زیرو کا بلب اور سوواٹ کا بلب نفسِ ضوء میں برابر ہیں کیفیت ضوء میں متفاوت ہیں۔

جوابِ خامس: کمی بیشی ایمان محقق میں آتی ہے ایمان مقلد میں نہیں محقق اسے کہتے ہیں جو تصدیق کرتا ہے باستحضارِ دلائل۔ مقلد جس کا ایمان، تصدیق بدوں استحضارِ دلائل ہو کیونکہ ایمانِ مقلد تشکیکِ مشکک کا محتمل ہے بخلاف ایمان محقق کے، کہ وہ تشکیک مشکک سے زائل نہیں ہوتا۔

لطیفہ: ...... کہا جاتا ہے کہ ایمانِ مقلد معتبر نہیں تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ ایمانِ غیر مقلد معتبر ہے۔ مقلد کے مقابلہ میں غیر مقلد کی اصطلاح حادث ہے۔ اس جملہ میں مقلد بمقابلہ محقق ہے اصطلاح معلوم نہ ہونے کی وجہ سے غیر مقلد بن جاتا ہے۔ ایسے ہی ﴿إِنَّ اللهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ تو کیا اللہ تعالیٰ اپنی ہلاکت پر بھی قادر ہے؟

جواب: ...... یہ ایک عیب ہے **وهو تعالى منزه عن العيوب**۔ ایسے ہی اپنا شریک بنانا بھی عیب ہے **والله تعالىٰ مبرء عن ذلک**۔ ایسے ہی کوئی کہے کہ کذب شانِ نبوت کے خلاف نہیں تو جاہل سننے والا کہے گا "بے ادب گستاخ کافر ہوگیا" کیونکہ جاہل کے ذہن میں کذب کا ایک ہی معنی ہے حالانکہ مجاز، کنایہ، تشبیہ، استعارہ سب کذب کی اقسام ہیں اور ان کا استعمال شانِ نبوی کے خلاف نہیں۔

فائدہ: ...... امام شافعیؒ کے نزدیک محلِ ایمان دل ہے، اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک محلِ ایمان دماغ ہے [1]

---

[1] فیض الباری ج ۱ ص ۶۷

(۲)

﴿باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس وھو قول وفعل ویزید وینقص﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے کے بیان میں کہ اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر اٹھائی گئی ہے اور ایمان قول، فعل کو کہتے ہیں اور وہ بڑھتا ہے، گھٹتا ہے

قال اللہ تعالیٰ لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ

اللہ تعالی نے (سورۂ فتح آیت ۴) فرمایا تا کہ (ان کے پہلے) ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ ہو، اور (سورۂ کہف آیت ۱۳)

وَزِدْنٰهُمْ هُدًى. وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى. وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا

ہم نے انکو اور زیادہ ہدایت دی اور (سورۂ مریم آیت ۷۶) جولوگ سیدھے راہ پر ہیں، اور (سورۂ قتال میں) جولوگ راہ پر ہیں

زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا

انکو اللہ تعالیٰ اور زیادہ ہدایت دی، اور انکو پرہیزگاری عطاء فرمائی، اور (سورۂ مدثر آیت ۳۱) جولوگ ایماندار ہیں انکا ایمان اور زیادہ ہوا

وقوله عزوجل اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ اِيْمَانًا،فَاَمَّاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا

اور (سورۂ براءۃ آیت ۱۲۴) فرمایا اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھایا جولوگ ایمان لائے ان کا ایمان بڑھایا

وقوله فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا

اور (سورۂ آل عمران آیت ۱۷۳) فرمایا (لوگوں نے مسلمانوں سے کہا) تم کافروں سے ڈرتے رہنا تو ان کا ایمان اور بڑھ گیا

وقوله وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا

اور (سورۂ احزاب آیت ۲۲) فرمایا انکا کچھ نہیں بڑھا مگر ایمان اور اطاعت کا شیوہ

والحب في اللہ والبغض في اللہ من الایمان

(اور حدیث کی رو سے) اللہ کی راہ میں محبت رکھنا اور اللہ کی راہ میں دشمنی رکھنا ایمان میں داخل ہے

وکتب عمربن عبدالعزیز الی عدی بن عدی ان للایمان فرائض وشرائع وحدودا

اور عمر بن عبدالعزیزؒ (خلیفہ) نے عدی بن عدی [۱] کو لکھا کہ ایمان میں فرض ہیں اور عقیدے اور حرام باتیں

---

[۱] یہ موصل کے گورنر رہے اور ان کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی عینی ج ۱ ص ۱۱۳

وسننا فمن استکملها استکمل الایمان ومن لم یستکملها

اور مستحب اور مسنون باتیں پھر جو کوئی ان کو پورا ادا کرے اس نے اپنا ایمان پورا کرلیا اور جو کوئی ان کو پورا ادا نہ کرے

لم یستکمل الایمان فان اعش فسأبینها لکم حتی تعملوا بها

اس نے اپنا ایمان پورا نہیں کیا، پھر اگر (آئندہ) میں جیتا رہا تو ان سب باتوں کو ان پر عمل کرنے کے لیے تم سے بیان کردوں گا

وان امت فمانا علی صحبتکم بحریص وقال ابراهیم علیه السلام وَلٰکِنْ

اور اگر میں مرگیا تو مجھ کو تمہاری صحبت میں رہنے کی کچھ ہوس نہیں ہے، اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا: لیکن

لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ،وقال معاذ اجلس بنا نؤمن ساعة

میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسلی ہوجائے۔اور معاذؓ نے (اسود بن ہلالؒ سے) کہا ہمارے پاس بیٹھ ایک گھڑی ایمان کی باتیں کریں

وقال ابن مسعود الیقین الایمان کله وقال ابن عمر لایبلغ العبد حقیقة التقوٰی حتی

ابن مسعودؓ نے کہا یقین پورا ایمان ہے، اور ابن عمرؓ نے کہا بندہ تقوٰی کی اصل حقیقت (یعنی کنہ) کو نہیں پہنچ سکتا اس وقت تک کہ

یدع ماحاک فی الصدر وقال مجاهد شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ

جو بات دل میں کھٹکے اس کو چھوڑ دے، اور مجاہدؒ نے کہا اس آیت کی تفسیر میں (اس نے تمہارے) لئے دین کا وہی رشتہ ٹھہرایا

مَاوَصّٰی بِهٖ نُوْحاً اوصیناک یا محمد وایاه دیناواحداوقال ابن عباس

جس کا نوح کو حکم دیا تھا) ہم نے تجھ کو اے محمد اور نوح کو ایک ہی دین کا حکم دیا۔اور ابن عباسؓ نے کہا (اس آیت کی تفسیر میں)

شِرْعَةً وَّمِنْهَاجاً سبیلا وسنة ودعاؤکم ایمانکم

شرعة ومنهاجا یعنی راستہ اور طریقہ اور (سورۂ فرقان کی اس آیت کی تفسیر میں کہا) دعاؤکم یعنی ایمانکم

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض:...... امام بخاریؒ کا مقصود اس باب سے ترکیب ایمان ثابت کرنا ہے[۱] نیز مرجئہ کی تردید مقصود ہے جو محض تصدیق کو ایمان قرار دیتے ہیں۔بعض نے کہا کہ امام اعظمؒ کی تردید مقصود ہے کیونکہ وہ بھی صرف تصدیق قلبی کو ایمان کہتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام صاحبؒ کا اختلاف صرف تعبیر وعنوان میں ہے معنون میں نہیں [۲]

[۱] فیض الباری ج۱ ص۱۷۱، تقریر بخاری ج۱ ص ۱۱۴ [۲] تقریر بخاری ج۱ ص۱۱۴

بني الاسلام علی خمس: .... یہ ایک حدیث کا قطعہ ہے اس حدیث میں اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جیسے اسکے پانچ ستون ہوتے ہیں ایسے ہی اسلام کے بھی پانچ ستون ہیں ایک درمیان میں اور چار کونوں میں پھر جس طرح بناء کے اجزاء ہوتے ہیں اسی طرح اسلام کے بھی اجزاء ہیں تو تشبیہ کی وجہ سے اسلام کا مرکب ہونا معلوم ہوا [1]

اشکال اول: .... اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اسلام کے اجزاء صرف پانچ ہیں حالانکہ روایات سے اور بھی ثابت ہیں چنانچہ بعض روایات میں سبع و سبعون کا لفظ ہے تو یہ تعارض ہوا؟

جواب ۱: .... خمس کے ذکر سے تحدید مقصود نہیں بلکہ صرف ترکیب ثابت کرنا مقصود ہے۔

جواب ۲: .... اس جگہ ان اجزاء کا بیان کرنا مقصود ہے جو مہتم بالشان ہیں اور اسلام کے مہتم بالشان اجزاء پانچ ہیں۔

اشکالِ ثانی: .... امام بخاریؒ کا یہ استدلال ناقص ہے کیونکہ اس میں ہے بنی الاسلام علی خمس .اسلام مبنی ہے اور خمس مبنی علیہ ہے اور قاعدہ ہے کہ مبنی اور مبنی علیہ میں تغایر ہوتا ہے پس اس حدیث سے تو اسلام اور خمس میں تغایر ثابت ہوا نہ کہ ترکیب۔ جبکہ غرض بخاریؒ ترکیب کو ثابت کرنا ہے۔

جواب: .... حروف جارہ ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے رہتے ہیں یہاں پر علی بمعنی من ہے ای بنی الاسلام من خمس ۔اب تغایر نہ رہا کیونکہ اعتراض کا مبنیٰ علیہ ہی نہ رہا [2]

اشکالِ ثالث: .... امام بخاریؒ نے یہ حدیث ترکیبِ ایمان ثابت کرنے کے لیے ذکر کی ہے حالانکہ اس سے ترکیبِ ایمان ثابت نہیں ہورہی کیونکہ قول النبی ﷺ بنی الایمان نہیں ہے بلکہ بنی الاسلام ہے، پس حدیث باب کے مطابق نہیں؟

جواب: .... امام بخاریؒ کی اصطلاح میں ایمان، اسلام، ہدایت (ھدی)، تقویٰ، دین اور برّ، یہ سب شئی واحد ہیں۔ پس بنی الاسلام کا معنی بنی الایمان ہے اسی طرح آئندہ آیات وروایات میں امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ یہ سب مصداق کے اعتبار سے متحد ہیں اور مفہوم کے اعتبار سے متغائر اور یہ مراد نہیں کہ ایمان تقویٰ وغیرہ مترادف ہیں فانه باطل [3]

وهو قول وفعل: .... ھو ضمیر کا مرجع ایمان ہے چونکہ امام بخاریؒ کے نزدیک ایمان واسلام میں ترادف ہے اس کے پیشِ نظر اگر اسلام کی طرف لوٹائیں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں [4]

سوال: امام بخاریؒ تراجم میں قرآن کریم کی آیت یا الفاظِ حدیث یا قول سلف نقل کیا کرتے ہیں اپنا قول ذکر نہیں کرتے یہاں اس کے خلاف اپنا قول نقل کیا ہے کیوں؟

جواب: .... حقیقت میں قول سلف ہی نقل کرر ہے ہیں لیکن اختصار کی وجہ سے معلوم نہیں ہوتا کہ قول سلف ہے اور

---

[1] تقریر بخاری ج۱ ص۱۱۴ [2] ایضاً [3] فیض الباری ج۱ ص۴۳ [4] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۱۱

وہ قولِ سلف جس کو مختصر کیا وہ یہ ہے **الایمان ھو اعتقاد و قول و عمل**. امام بخاریؒ نے ایک اختصار تو یہ کیا کہ اعتقاد کو حذف کر دیا اور دوسری تبدیلی یہ فرمائی کہ عمل کی جگہ فعل کہہ دیا۔

اعتراض:...... یہ اختصار تو مخل بالمراد ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اعتقاد اور تصدیق ایمان کے لیے ضروری نہیں؟

جواب ۱:...... چونکہ اعتقاد و تصدیق کا اسلام کے لیے ضروری ہونا ایک مسلم امر ہے اس لیے یہ **مفروغ عن البحث** ہے۔ کیونکہ یہ قطعی اور یقینی تھا اس لیے ذکر نہیں کیا [۱]

جواب ۲:...... امام بخاریؒ نے اختصار کیا ہے کیونکہ قول سے مراد عام ہے ظاہری ہو یا باطنی، جب قول کو عموم پر محمول کر لیا تو اعتقاد کو بھی شامل ہو جاتا ہے کیونکہ قال کی نسبت جب دل کی طرف کریں تو اعتقاد کے معنی میں ہوتا ہے، جب پاؤں کی طرف کریں تو چلنے کے معنی میں اور سر کی طرف کریں تو اشارہ کے معنی میں آتا ہے۔

تغیرِ ثانی:...... عمل کی جگہ فعل کو ذکر فرمایا اسکی کیا وجہ ہے؟

جواب:...... دوسرے محدثینؒ عمل اور فعل میں فرق کرتے ہیں اور امام بخاریؒ ان میں فرق نہیں کرتے، اس لئے امام بخاریؒ نے عمل کی جگہ فعل فرمایا۔ امام بخاریؒ نے **قول و فعل** کہہ کر **الاسلام** کی تشریح کی جو **بنی الاسلام** میں مذکور ہے، تو حدیث سے ترکیبِ ایمان معلوم ہوئی اور یہی ترکیب قولِ سلف سے بھی معلوم ہو رہی ہے۔

سوال:...... ائمہ حنفیہ قولِ سلف کے کیوں قائل نہیں؟

جواب:...... قولِ سلف کی شرح تشریحات کے عنوان سے درج ذیل ہے جو حنفیہؒ کے خلاف نہیں۔

تشریحِ اول:...... اجزاء دو قسم کے ہوتے ہیں ۱۔ اجزاءِ اصلیہ ۲۔ اجزاءِ کمال۔ اجزاءِ اصلیہ وہ ہیں جو شئی کے لیے مقوم ہوں اور ان کے فوت ہو جانے سے شئی فوت ہو جاتی ہو۔

اجزاء کمال وہ ہیں جن کے فوت ہو جانے سے شئے فوت نہ ہو۔ یہ اجزاء، اجزاءِ کمال ہیں اجزاء اصلیہ نہیں ہیں **فلاتعارض**

تشریحِ ثانی:...... اجزاء دو قسم کے ہیں ۱۔ اجزاءِ حقیقی ۲۔ اجزاءِ عرفی۔ اجزاءِ حقیقی کے فوت ہو جانے سے شئے فوت ہو جائے اور اجزاء عرفی اسکے برعکس۔ یہ اجزاء عرفی ہیں۔

تشریحِ ثالث:...... شئی کی ایک ہیئت اصلیہ ہے اور ایک ہیئتِ محسنہ۔ یہ اجزاء ہیئتِ اصلیہ اور ہیئتِ محسنہ دونوں کے ہیں۔ سلف ہیئتِ محسنہ کو ذکر کرتے ہیں، ہیئتِ محسنہ جیسے ناک ہے داڑھی ہے یہ ہیئتِ محسنہ کے اجزاء ہیں داڑھی کا حسن شرعی ہے علماء نے لکھا ہے کہ داڑھی جبراً کاٹنے سے نصف دیت واجب ہوتی ہے، جیسے کان کاٹنے سے حسن کے بگڑنے کی وجہ سے نصف دیت واجب ہوتی ہے لیکن فسادِ مزاج کی وجہ سے اسکا احساس نہیں کہ داڑھی حسن ہے اور اسکا منڈوانا بدصورتی ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے ایک واقعہ لکھا جاتا ہے۔

---

[۱] کرمانی ج ۱ ص ۷۰

واقعہ: ...... ایک بادشاہ کا واقعہ ہے کہ اس کے ملک میں جو عورت جرم کرتی اسکی ناک کٹوا دیتا اور ایک علیحدہ بستی بنا رکھی تھی جس عورت کی ناک کاٹتا اسے اس بستی میں بھیج دیتا۔ایک مرتبہ بادشاہ کی بیوی کو خیال ہوا کہ وہ تو بہت بدصورت نظر آتی ہونگی چنانچہ ان کو دیکھنے کے لیے ان کی بستی میں گئی جب نکٹیوں نے دیکھا تو شور مچا دیا، ناکو آ گئی !ناکو آ گئی!اس نے اپنا ناک چھپایا اور چلی آئی۔آج ڈاڑھی والوں، مولویوں کی یہی حالت ہے۔

تشریح رابع: ...... ایک ہے نفسِ ایمان اور ایک ہے مظہرِ ایمان۔تو امام صاحبؒ نفسِ ایمان کو ذکر کرتے ہیں اور سلف مظاہرِ ایمان کو ذکر کرتے ہیں۔ایمان تو نفس تصدیق ہے اس کے مظاہر مختلف ہیں جب اسکا مظہر دل ہو تو اسے تصدیق کہتے ہیں جب اسکا مظہر جسم ہو تو اعمال وجود میں آتے ہیں اور جب اسکا مظہر زبان ہو تو اسے اقرار کہتے ہیں۔

تشریحِ خامس: ...... ایک ہی چیز ہے اسکے مواطن بدلنے سے نام بدل جاتے ہیں تو یہ اختلاف الاسامی باختلاف المواطن ہے جب ایمان کا موطن دل ہو تو اسکا نام تصدیق، زبان ہو تو اقرار، اعضاء ہوں تو اعمال۔

تشریحِ سادس: ...... قولِ سلف میں بیانِ ترتیب ہے نہ کہ بیانِ ترکیب۔کہ پہلے ایمان دل میں آتا ہے پھر جب زبان پر آتا ہے تو اقرار کہلاتا ہے پھر جب اعضاء میں آتا ہے تو اعمال کہلاتا ہے دل میں آتا ہے تو تصدیق کہتے ہیں پھر پھوٹ پھوٹ کر زبان پر اقرار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور پھر پھوٹ پھوٹ کر اعمال کی صورت میں جسم پر ظاہر ہوتا ہے تو آدمی سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔

آٹھ آیاتِ مبارکہ: ...... امام بخاریؒ نے **یزید وینقص** ثابت کرنے کے لیے آٹھ آیتیں ذکر کیں ہیں اتنی آیات اور کہیں ذکر نہیں فرمائیں۔اس مسئلہ پر بڑا زور دیا ہے لیکن یہ آیات احنافؒ کے خلاف نہیں اس لیے کہ ایک ہے نفسِ تصدیق وہ تو کم وبیش نہیں ہوتی اور ایک ہے ثمراتِ ایمان، حلاوتِ ایمان، درجاتِ ایمان، طمانیتِ ایمان، نورِ ایمان، قوتِ ایمان، تفصیلِ ایمان، یا مومن بہ ان کے لحاظ سے ایمان میں زیادتی، کمی ہوتی رہتی ہے۔

والحب فی اللہ والبغض فی اللہ من الایمان: ...... اس سے ترکیبِ ایمان پر استدلال کیا ہے کہ مِن تبعیضیہ ہے معنی یہ ہوا کہ اللہ کے لیے محبت کرنا اور بغض رکھنا ایمان کا جزء ہے تو مِن تبعیضیہ سے ایمان کی جزئیت ثابت ہوئی[۱] نیز محبت کلی مشکک ہے کم زیادہ ہوتی ہے اور یہ ایمان کا جزء ہے تو جب جزء میں کمی بیشی ہوتی ہے تو کل میں بھی کمی بیشی ہوگی۔

عذل العواذل حول قلبی التائه	✿	وھوی الاحبة منه فی سودائه

اس شعر میں کلی مشکک کو ثابت کیا ہے کہ آخری محبت وہ ہے جو سوداءِ قلب تک پہنچتی ہے باقی محبتیں باہر رہتی ہیں۔

ونحن نقول انھا للابتداء والاتصال کمافی قولہ ﷺ ((انت منی بمنزل ھارون من موسیٰ))

---

[۱] فیض الباری ج۱ ص۴۷

فلایدل علی الجزئیة فالمعنی ان الحب فی اللّٰہ انما یبتدئ من الایمان [1]

قصہ، راہ چلتے کی محبت: ایک عورت جارہی تھی۔ایک مرد کی نظر پڑی پیچھے چل پڑا۔عورت نے پوچھا کیا بات ہے؟اس نے کہا کہ تم سے محبت ہوگئی ہے۔عورت نے کہا ارے بے سمجھ! یہ پیچھے تو دیکھ مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت عورت آرہی ہے اس نے پیچھے مڑکر دیکھا،عورت نے ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا یہی محبت ہے؟

قصہ، اصلی محبت: ...... حضور علیہ کے سات آٹھ صحابہ قید ہوگئے۔کفار نے کہا محمد (علیہ) کا ساتھ چھوڑ دو تمہارا اکرام کریں گے۔انکار پر پٹائی کی۔واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ ابن اثیرؒ نے کامل (کتاب) میں عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں یہ امیر لشکر بن کر رومیوں کے مقابلہ میں لڑنے کے لیے گئے۔اتفاقاً مغلوب ہوکر قید ہوگئے۔بادشاہ نے ان سے کہا ہم تمہارے مرتبہ سے واقف ہیں تم اگر ہماری بات مان لو اور اپنا دین چھوڑ کر عیسائی مذہب قبول کرلو تو نہ صرف یہ کہ ہم تمہیں چھوڑ دیں گے بلکہ تم کو اچھا عہدہ دیں گے اور شاہی خاندان میں شادی بھی کردیں گے وغیرہ۔حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے حقارت کے ساتھ یہ پیش کش ٹھکرادی تو انھیں مع ساتھیوں کے قید کردیا اور کھانا پانی بند کردیا حتی کہ جان پر بن آئی اور مخمصہ کی حالت کو پہنچ گئے تو خنزیر کا گوشت اور شراب پیش کی گئی فرمایا کہ ہر چند کہ اس وقت مخمصہ کی حالت ہے اور ایسی حالت میں شریعت جان بچانے کے لیے اس کی اجازت دیتی ہے مگر میری غیرت ایمانی اسے قبول نہیں کرتی ہے میں اسے نہ کھاؤں گا، صاف انکار کردیا اور دیگر تمام صحابہ کرامؓ نے بھی انکار کردیا۔پھر اس نے یہ تدبیر اختیار کی کہ ایک بڑے کڑھاؤ میں تیل گرم کرایا اور ان کے سامنے ایک مسلمان مجاہد کو اس میں ڈلوادیا ذرا دیر میں وہ جل کر کباب ہوگئے (اللہ کی ہزار رحمتیں ہوں ان پر، امین) پھر ان کی طرف مخاطب ہوکر بولا تمہارے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنے والا ہوں مگر ایک بار اور موقع دیتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ میری بات مان لو اس کے بعد بھی انھوں نے انکار ہی میں جواب دیا۔تب اس نے جل کر حکم دیا کہ ان کو بھی اس کڑھاؤ میں ڈال دو۔جب لوگ ان کو لیکر چلے تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ وہ رو رہے ہیں۔حکم ہوا کہ لوٹا لاؤ۔لائے گئے تو بولا شاید عقل آگئی ہے موت نے ہوش ٹھیک کردیے۔حضرت عبداللہ بن حذافہؓ یہ سن کر ہنسے اور فرمایا میرے آنسوؤں سے تجھے دھوکا لگا خدا کی قسم میں موت کے ڈر سے نہیں رویا بلکہ اس وقت دل میں یہ حسرت اور تمنا پیدا ہوئی کہ افسوس میرے پاس صرف ایک جان ہے جو اس وقت پیش کررہا ہوں۔کاش میرے پاس ہزار جانیں ہوتیں تو انہیں بھی اسی طرح اللہ کی راہ میں قربان کردیتا۔بس یہ تمنا آنسوں بن کر ٹپک پڑی اور تجھ کو خیال ہوا کہ میں موت سے ڈر گیا۔بادشاہ اس جذبہ حق سے مرعوب ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں تجھے چھوڑ دوں گا بشرطیکہ تم میری پیشانی کو ایک بوسہ دے دو۔سوچ کر بولے تنہا مجھے چھوڑ دے گا یا میرے سب ساتھیوں کو بھی؟ بادشاہ نے جواب دیا، سب کو، فرمایا منظور ہے۔بادشاہ نے دربار سجایا اور انھوں نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور سب کو چھڑا لائے۔(کیا فہم تھی صحابہؓ

[1] فیض الباری ج ۱ ص ۱۴۷

فہم تھی صحابہؓ کی، سبحان اللہ) جب یہ مدینہ منورہ پہنچے اور امیر المؤمنین کو واقعہ کی اطلاع ملی تو دربار سجایا اور فرمایا کہ اس جانباز کا حق ہے کہ آج ہر شخص اس کی پیشانی کو بوسہ دے چنانچہ سب مسلمانوں نے بوسہ دیا اور خود امیر المؤمنین نے بھی [۱] بوسہ دیا۔

حدیث اول کا جواب ۱: ...... کمی بیشی کمال ایمان میں ہے اور محبت وبغض فی اللہ اسی (کمال ایمان) کے اجزاء ہیں۔

جواب ۲: ...... من الایمان میں من تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ ابتدائیہ ہے۔

جواب ۳: ...... یہ حدیث ابوداؤد کی ہے اگر ساری حدیث نقل کی جائے تو حنفیہ کی دلیل بنتی ہے اور وہ یوں ہے۔

اخرج ابو داؤد من حدیث ابی امامة ((ان رسول اللہ ﷺ قال من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان)) [۲] اب اس میں **الحب فی اللہ من الایمان** کے لفظ ہی نہیں ہیں اسی طرح دیگر روایات میں بھی یہ لفظ من الایمان نہیں۔

وکتب عمر بن عبدالعزیزؒ [۳] **:** ...... عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسئلہ پوچھنے کے طور پر لکھا، فرائض سے مراد اعتقادات ہیں، شرائع سے اعمال مراد ہیں، حدود سے منہیات مراد ہیں اور سنن سے مستحبات ومندوبات مراد ہیں [۴]

☆ اس سے بھی ترکیبِ ایمان اور ایمان میں کمی بیشی کو ثابت کر رہے ہیں۔ جہاں انھوں نے ترکیب اور زیادت ونقصان کو ثابت کرنے کی سعی فرمائی ہے وہاں حنفیہؒ کو بھی موقع دیدیا کیونکہ **فقداستکمل الایمان** فرمایا ہے حتیٰ کہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی کہہ دیا **فالمراد انها من المکملات** کہ یہ ایمان کے اجزاءِ تکمیلیہ ہیں [۵]۔ پس معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ یہ دلائل حنفیہ کی رد میں نہیں پیش کرر ہے بلکہ مرجئہ کے خلاف پیش فرما رہے ہیں۔

فائدہ: ...... **کتب عمر الخ** یہ تعلیقات بخاری سے ہے [۶]

وقال ابراھیم [۷] لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي:

اشکال: ...... قول ابراہیم علیہ السلام قرآن پاک ہے تو ماسبق میں مذکور آیات کے ساتھ ذکر کرنا چاہیے تھا؟

جواب ۱: ...... بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ یہ قولِ ابراہیم علیہ السلام ہے اس لیے یہاں علیحدہ ذکر کر دیا لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ جب قرآن میں مذکور ہے تو قرآن ہے خواہ جسکا بھی قول ہو [۸]

جواب ۲: ...... گذری ہوئی آٹھ آیات میں زیادتِ ایمان صراحتاً مذکور تھی اور اس آیت سے زیادتی استنباطاً معلوم ہوتی تھی اسی فرق کو بتانے کے لیے فصل کیا [۹]

فائدہ: ...... اس آیت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے ایمان میں کچھ کمی تھی اس لیے زیادتی کا

---

[۱] درس بخاری ج۱ ص۱۶۷ [۲] ابوداؤد شریف ج۲ ص۲۹۵ [۳] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۱۳ [۳] وصلی انس خلفه قبل خلافته ثم قال مارأیت احدا اشبه صلوة برسول اللہ ﷺ من هذا الفتی ای عمر بن عبدالعزیز جمعہ کے روز حمص میں ۱۰۱ھ کو انتقال ہوا عمدۃ القاری ج۱ ص۱۱۳ [۴] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۱۴، درس بخاری ص۱۳۸،۱۳۹ [۵] فتح الباری ج۱ ص۴۱ [۶] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۱۳ [۷] عبرانی لفظ ہے آپ علیہ السلام عراق میں پیدا ہوئے، کپڑے کی تجارت کی، عراق سے شام کی طرف ہجرت کی کل عمر مبارک ۱۷۵ سال یا ۲۰۰ سال، قبر مبارک حبرون (الخلیل، فلسطین) میں ہے۔ عمدۃ القاری ج۱ ص۱۱۴ [۸] تقریر بخاری ج۱ ص۱۱۶ [۹] عینی ج۱ ص۱۱۴

سوال کیا امام بخاریؒ بھی اسی جماعت میں شامل ہیں [۱]۔ لیکن یہ بات سرسری ہے اگر غور کیا جائے تو وہی بات سامنے آتی ہے جو ابن ہمامؒ نے فرمائی کہ ابراہیم علیہ السلام کا یقین انتہاء کو پہنچا ہوا تھا کیونکہ جب کسی چیز کا یقین انتہاء کو پہنچ جاتا ہے تو اس کو دیکھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو سوال کا یہ طرز پسند نہ آیا اس لیے فرمایا ﴿اَوَلَمْ تُؤْمِنْ﴾

وقال معاذ [۲] اجلس بنا نؤمن ساعة:...... اور معاذؓ نے اسود بن ہلالؒ سے کہا ہمارے پاس بیٹھ ایک گھڑی ایمان کی باتیں کرتے ہیں یعنی ایمان زیادہ کرتے ہیں۔

وقال ابن مسعود [۳] الیقین الایمان کله:...... اور ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ یقین پورا ایمان ہے امام بخاریؒ نے لفظ کل سے استدلال کیا ہے اس لیے کہ لفظ کل سے ذواجزاء (اجزاء والی چیز) کی تاکید لائی جاتی ہے۔

جواب:...... کمال ایمان ذواجزاء ہے نفسِ ایمان نہیں۔ [۴]

وقال ابن عمرؓ [۵] لایبلغ العبد حقیقة التقویٰ:...... یعنی ٹھیک ٹھیک اور پوری طرح تقوی کا تحقق اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک شک کی چیز نہ چھوڑ دے۔ تقویٰ کی انتہاء کو ذکر کیا جارہا ہے اسکے ابتدائی درجات بھی تو ہونگے لہٰذا اس سے کمی بیشی ثابت ہوگئی۔

جواب:...... کمال ایمان میں کمی بیشی ہے اس لیے کہ تقوی کے مراتب ہیں۔

وقال مجاهد [۶] شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَاوَصّٰى بِهٖ نُوْحاً:...... مجاہدؒ نے اس کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے **اوصیناک یامحمد و ایاه دینا واحدا** دونوں کے دین کو ایک ہی قرار دیا حالانکہ ان کے ایمان و دین اور انکی امتوں کے ایمان و دین میں فرق ہے کیونکہ اس دین کے بارے میں فرمایا **اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ** تو ترکیب و جزئیت ثابت ہوگئی۔

جواب:......**ان قوله دینا واحدا باعتبار الاصول لاباعتبار الفروع لان الفروع مختلفة بین الانبیاء فما ثبت منه جزئیة الاعمال والجواب من کل المستدلات ان المراد منه کمال الایمان وهو مرکب فلا ضیر [۷] قوله اوصیناک یامحمد و ایاه دینا واحدا**

امام بخاریؒ کی بیان کردہ تفسیر و تشریح پر علامہ بلقینی شافعیؒ المتوفی ۸۲۴ھ [۸] نے اعتراض کیا ہے۔

اعتراض:...... یہ تصحیف ہے اور درست **اوصیناک یامحمد و انبیاءہ** ہے [۹] اور قاعدہ عربیہ سے معلوم ہوتا ہے صحیح تفسیر یہی ہے کیونکہ عمومی قاعدہ ہے کہ صیغہ غائب کی تفسیر غائب سے کی جاتی ہے نیز ایاہ کی ضمیر کو نوح علیہ السلام کی طرف راجح کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس سے ماقبل اور انبیاء بھی مذکور ہیں چونکہ امام بخاریؒ مجاہد سے نقل کررہے ہیں لہٰذا اس پر ذمہ داری ہوگی۔ عبد بن حمید، فربی، طبری، ابن منذر نے اسی تفسیر کو ذکر کیا ہے۔

---

[۱] عینی ج۱ ص۱۱۴ [۲] کل مرویات ۱۵۷، ۱۸ھ کو ۳۳ سال کی عمر میں عمواس (بین الرملة و بیت المقدس فلسطین) میں انتقال ہوا: عینی ج۱ ص۱۱۵ [۳] کل مرویات ۸۴۸، متوفی ۳۲ھ [۴] درس بخاری ص۱۴۰ [۵] کل مرویات ۱۶۳۰، اقال یحیی بن بکیر توفی بمکة بعد الحج ودفن بالمحصب (ایک قول یہی ہے): عمدة القاری ج۱ ص۱۱۶ [۶] ھو امام فی الفقه والتفسیر والحدیث. متوفی ۱۰۰ھ، ۸۳ سال کی عمر میں سجدہ کرتے ہوئے مکة المکرمہ میں انتقال ہوا: عمدة القاری ج۱ ص۱۱۷ [۷] بیاض صدیقی ص۸۷ [۸] بخاری ص۲۳۰ [۹] عمدة القاری ج۱ ص۱۱۷

جواب: ...... علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے جواب دیا۔ (۱) ایاہ کی ضمیر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام اس سلسلہ میں اصل ہیں تو اصل کا ذکر کافی سمجھا گیا تو ایاہ کی ضمیر سے مراد خاص نہیں بلکہ سب ہی مراد ہیں۔ (۲) روایت ونقل دو قسم پر ہے باللفظ وبالمعنی تو عارف عربیت کے لیے روایت بالمعنی جائز ہے تو امام بخاریؒ نے روایت بالمعنی کی ہے۔ علامہ عینیؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ تصحیف نہیں ہے بلکہ صحیح ہے نوحؑ کو آیت مبارکہ میں الگ ذکر فرمایا اور باقی انبیاءؑ کو نوحؑ کے ذکر پر عطف کیا کیونکہ جس چیز کی وصیت حضرت نوحؑ کو کی گئی تمام انبیاءؑ اس میں شریک ہیں ان میں سے ایک کو ذکر کرنا باقیوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ مذکرین میں سے نوحؑ اقرب ہے لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ ضمیر کو اسی کی طرف لوٹایا جائے [۱]

وقال ابن عباسؓ: ......شرعة ومنهاجا سبيلا وسنة لف ونشر غیر مرتب ہے [۲] سبیلا منهاجا کی تفسیر ہے اور سنة شرعة کی۔ منهاجا بڑا راستہ، شرعة چھوٹا راستہ، تو منهاجا سے اصول مراد ہیں اور شرعة سے فروع۔

استدلال اس طرح ہے کہ شرعة ومنهاجا دین کی تفسیر ہے اور دین مرکب ہے تو ایمان کا مرکب ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

جواب: ...... کلام لفظِ ایمان میں ہے اور اس کے ہم معنی چار (ایمان، تقوی، ہدی، بر) لفظ مانتے تھے جن میں شرعة کا لفظ نہیں ہے پس یہ مانحن فیہ سے خارج ہے۔

دعاء کم ایمانکم: ......يعنى فسر ابن عباسؓ قوله تعالىٰ ﴿قُلْ مَايَعْبَؤُ بِكُمْ رَبِّىْ لَوْلَادُعَآءُ كُمْ﴾ فقال المراد من الدعآء الايمان [۳] اس سے ترکیب اس طرح ثابت ہوئی کہ دعاء کم کی تفسیر ایمان سے کی ہے اور ظاہر ہے کہ دعاء عمل ہے اور دعاء میں کمی بیشی ہوتی ہے تو ایمان میں بھی کمی بیشی ہوگی نیز ترکیب بھی ثابت ہو گئی۔

استدلالِ بخاریؒ کا جواب: ......اس اطلاق کے جواز کا کوئی منکر نہیں وہ جائز بلکہ واقع ہے انکار تو نفس ایمان میں کمی بیشی ہونے کا ہے، وهو لم يثبت بعد [۴] (اور وہ ابھی تک ثابت نہیں ہوا)

(۷) حدثنا عبيد الله بن موسى قال انا حنظلة بن ابى سفيان عن عكرمة بن خالد

ہم سے بیان کیا عبید اللہ بن موسیٰ نے کہا، ہم کو خبر دی حنظلہ بن ابو سفیان نے انھوں نے سنا عکرمہ بن خالد سے

عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ بني الاسلام على خمس شهادة ان

انھوں نے ابن عمرؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر اٹھائی گئی ہے، گواہی دینا اس بات کی کہ

لااله الا الله وان محمدا رسول الله واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة

اللہ کے سوا کوئی سچا خدا نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور نماز کو درستی سے ادا کرنا، اور زکوٰۃ دینا

---

[۱] عمدۃ القاری ص ۱۱۷ ج ۱ [۲] بین السطور بخاری ج ۱ ص ۶ [۳] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱۷ [۴] درس بخاری ۱۴۱

والحج وصوم رمضان. [۱]
اور حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

سند کی خوبی: ...... اس میں تحدیث، اخبار اور عنعنہ تینوں ہیں۔

حدثنا عبيدالله بن موسى [۱]: ...... اسلام کو تشبیہ دی گئی ہے خیمہ کے ساتھ، یہ استعارہ ہے۔ استعارہ مجاز کی ایک قسم ہے۔ حقیقت اور مجاز کے لیے علاقے کی ضرورت ہوتی ہے اگر علاقہ تشبیہ کا ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔ اگر الفاظِ تشبیہ ملفوظ یا مقدر ہوں تو تشبیہ کہا جاتا ہے، اور اگر نہ ملفوظ ہوں اور نہ مقدر ہوں تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔ اگر مشبہ بہ بول کر مشبہ مراد لیا جائے تو استعارہ **تصریحیه** ہے جیسے **جاء نی اسد**۔ اور اگر مشبہ بول کر مشبہ بہ مراد لیا جائے تو استعارہ بالکنایہ ہے اور اگر مشبہ بول کر مشبہ بہ کے لوازمات مراد لیے جائیں تو استعارہ **تخییلیه** ہے۔ اور اگر مشبہ بول کر مشبہ بہ کے مناسبات مراد لیے جائیں تو استعارہ **ترشیحیه** ہے [۲]۔ جیسے شاعر کہتا ہے

واذا المنية انشبت اظفارها	۞	الفيت كل تميمة لاتنفع

تو **بنی الاسلام علی خمس** میں استعارہ ترشیحیہ بھی ہے، تخییلیہ بھی ہے اور استعارہ بالکنایہ بھی ہے۔ اسلام کو خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور بناء کا ذکر کرنا یہ استعارہ تخییلیہ ہے۔ اور **خمس دعائم** (پانچ ستون) کو ثابت کرنا یہ استعارہ ترشیحیہ ہے

شهادة: ...... مجرور ہو تو بدل ہے خمس سے، منصوب ہو تو اعنی کا مفعول بہ ہے اور مرفوع ہو تو مبتداء محذوف کی خبر ہے **والراجح هو الاول**۔

سوال: ...... اسلام کے ان پانچ کے علاوہ اور بھی ارکان ہیں ان کو کیوں ذکر نہ کیا؟

جواب ۱: ...... یہ حدیث قبل از مشروعیت کی ہے۔ "**واغرب ابن بطال فزعم ان هذالحديث كان اول الاسلام قبل فرض الجهاد**" [۳] **لايخفى مافيه.**

جواب ۲: ...... فرضِ عین کو ذکر کرنا مقصود ہے اور جہاد فرض عین نہ تھا۔

جواب ۳: ...... مقصود تحدید نہیں ہے بلکہ صرف فرائض مہمہ کا ذکر ہے۔

سوال: ...... فرائض مہمہ کا ذکر مقصود ہے تو ان پانچ کی تخصیص کیوں فرمائی؟

---

[۱] امام بخاریؒ اس حدیث کو 2 مرتبہ لائے ہیں، دوسری بار کتاب التفسیر میں لائے۔ عمدۃ القاری ج۱ ص۱۱۸ [۲] کان عالمابالقرآن رأسا فيه توفى بالاسكندرية سنة ثلث عشرة اواربع عشرة ومائتين۔ عمدۃ القاری ج۱ ص۱۱۸، ۱۱۹ دوسرے راوی حنظلہ متوفی ۱۵۱ھ تیسرے راوی عكرمه بن ابى خالد مات بمكة بعدعطاء ومات عطاء سنة اربع عشرة اوخمس عشرة ومائة چوتھے راوی عبداللہ بن عمرؓ مشہور صحابی ہیں، [۳] مختصر المعانی ص۷ [۴] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۲۱، فتح الباری ج۱ ص۴۳

جواب ۱: ......شراح حدیث نے فرمایا کہ ایمان دو حال سے خالی نہیں اعتقاد سے متعلق ہوگا یا اعمال سے ظاہر ہے اعتقاد کے بغیر تو ایمان ہوتا ہی نہیں اسکے بڑے ستون شہادتین ہیں اس لیے ان کو ذکر فرمایا۔ رہ گئے اعمال سو وہ تین قسم پر ہیں۔

(۱) بدنی (۲) مالی (۳) ان دونوں کا مجموعہ

اعمالِ بدنی جیسے نماز اور روزہ   عملِ مالی جیسے زکوٰۃ   عملِ مرکب جیسے حج۔

جواب ۲: ...... بعض نے اس طرح بیان کیا کہ اعمال قولی ہونگے یا فعلی، قولی شہادتین ہیں۔ فعلی دو قسم پر ہیں۔

۱: ایک وہ جن میں حاکمیت کی شان ہے۔

۲: وہ جن میں محبوبیت کی شان ہے۔ نماز اور زکوٰۃ میں حاکمیت کی شان ہے۔ اور روزہ اور حج میں محبوبیت کی شان ہے۔ اب آپکو یہ نکتہ بھی معلوم ہوگیا کہ قرآن کریم میں اقامۃ صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کو اکٹھا کیوں ذکر کیا گیا۔

مناسبة بترجمة الباب: ...... مناسبۃ بترجمۃ الباب یہ ہے کہ لفظ (بُنِیَ) سے ترکیبِ اسلام ثابت ہوئی۔

مسائل مستنبطه: ......(۱)...... اقرار باللسان ضروری ہے۔ (۲)...... ارکانِ اسلام کی اطلاع ہوگئی (۳)...... لفظِ رمضان بغیر ترکیب کے بولنا جائز ہے، بعض نے کہا کہ شهر رمضان مرکب بولنا چاہیے اس لیے۔ قرآن میں مرکب مذکور ہے اور نام مرکب ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے صحیح مذہب جمہورؒ کا ہے اور ان کا مستدل روایتِ بالا ہے۔

(۳)

﴿باب امورِ الایمان﴾

یہ باب ایمان کے امور کے بیان میں ہے

وَقول الله عزوجل لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ
اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں نیکی یہی نہیں ہے کہ (نماز میں) اپنا منہ پورب یا پچھم کی طرف کرلو،
وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ الى قوله الۡمُتَّقُوۡنَ[۱] ۞ قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ[۲] الآية
بلکہ اصل نیکی ان کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے۔ اخیر آیت میں متقون تک۔ اور قد افلح المومنون اخیر تک

﴿تحقیق و تشریح﴾

ربطِ اول: ...... اس باب کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ پہلے باب میں تھا **بنی الاسلام علی خمس** اس سے وہم پیدا ہوتا تھا کہ ایمان، اسلام کے صرف پانچ ہی اجزاء ہیں امام بخاریؒ نے اس وہم کو دور کرنے کے لیے امور الایمان کا باب قائم فرمایا [۳]

ربطِ ثانی: ...... بعض نے دوسرا ربط بیان کیا ہے کہ ایمان کے اجزاء دو قسم پر ہیں ۱۔ اجزاءِ حقیقیہ ۲۔ اجزاءِ محسنہ باب سابق میں اجزاءِ حقیقیہ اور محسنہ دونوں کا ذکر تھا اس باب میں صرف اجزاءِ محسنہ کا ذکر ہے۔

[۱] پارہ ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۷۷ [۲] پارہ ۱۸ سورۃ المومنون آیت ۱ [۳] تقریر بخاری ج ۱ ص ۱۱۸

ربط ثالث: ......اجزاء ایمان دو قسم پر ہیں۔(۱) اصولی (۲) فروعی۔ باب سابق میں اجزاءِ اصولیہ کا ذکر تھا باب ہذا میں اجزاء اصولیہ وفروعیہ دونوں کا ذکر ہے۔

عنوان کے بعد دو آیتیں ذکر فرمائیں ذکرِ آیتین سے مقصود استدلال ہے پس یہ آیتیں دعویٰ نہیں بلکہ دلیل ہیں [1]

سوال: ......ان دو آیتوں کو کیوں خاص کیا؟

جواب: ......اس لیے کہ ان میں بسط اور تفصیل سے امورِ ایمان مذکور ہیں [2]

لیس البر ان تولوا وجوھکم: ......یہ آیت یہود اور نصاریٰ کے رد میں نازل ہوئی جب تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا تو یہود اور نصاریٰ نے اعتراض کیا کہ اس نبی کا کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کبھی کہتا ہے بیت اللہ کی طرف منہ کرو اور کبھی کہتا ہے بیت المقدس کی طرف، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیکی یہی نہیں ہے کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی جائے نیکی تو اطاعت اور ایمان ہے جس جہت کا بھی حکم ہو جائے۔

نحوی اشکال: ...... اَلْبِرَّ: مصدر ہے اور مَنْ اٰمَنَ ذات ہے پس حمل ٹھیک نہیں؟

جواب ۱: ...... برّ کی جانب میں مضاف محذوف مان لو ای ولکن صاحب البر او ولکن ذاالبر.

جواب ۲: ......مَنْ اٰمَنَ کی جانب میں مضاف محذوف مان لو ای لٰكِنَّ الْبِرَّ برُّمَنْ اٰمن. [3]

جواب ۳: ...... مجاز لغوی ہے بر بمعنی بار مبالغہ کے لئے، زید عدل کے قبیل سے ہے۔

قد افلح المومنون: ......قال البعض "ویحتمل ان یکون تفسیراً لِقولہ المتقون ھم الموصوفون بقولہ ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ الخ" قلت لایصح ھذا ایضاً[5] والراجح انہ اٰیۃ مستقلۃ اس آیت میں بھی آخر تک صفات مومنین کا بیان ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایمان بسیط نہیں بلکہ مرکب ہے۔ اس لیے کہ باب امور الایمان میں اضافتِ بیانیہ ہے کہ وہ امور جو بعینہٖ ایمان ہیں ان کا ذکر ہے، امام بخاریؒ کا اشارہ ادھر بھی ہے کہ یہ اجزاءِ ایمان ہیں۔

امام بخاریؒ کے استدلال کا جواب: ...... جس معنیٰ میں ان کا اجزاء ہونا ثابت ہوتا ہے اس کے ہم منکر نہیں کیونکہ ہم انھیں فروع کہتے ہیں اور چاہو تو اجزاء بھی کہہ سکتے ہو مگر ایسے اجزاء نہیں کہ ان میں سے کسی جزء کے نہ ہونے سے ایمان کا انتفاء ہو جائے [6]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

[1] فتح الباری ج۱ ص۴۳ [2] درس بخاری ص۱۴۸ [3] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۲۲ [4] ایضاً [5] عمدۃ القاری ج۱ ص ~~۱۲۳~~ [6] درس بخاری ص۱۵۱

(۸)حدثنا عبداللہ بن محمد الجعفی قال ثنا ابو عامر العقدی قال ثنا سلیمان بن بلال
ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد جعفیؒ نے کہا ہم سے بیان کیا ابو عامر عقدیؒ نے کہا ہم سے بیان کیا سلیمان بن بلالؒ نے
عن عبداللہ بن دینار عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال
انھوں نے عبداللہ بن دینارؒ سے انھوں نے ابی صالحؒ سے انھوں نے ابوھریرہؓ سے انھوں نے آنحضرت ﷺ سے فرمایا
الایمان بضع وستون شعبۃ والحیآء شعبۃ من الایمان [1]
کہ ایمان کی ساٹھ اور کچھ اوپر شاخیں ہیں۔اورحیاء ایمان کی ایک شاخ ہے

﴿تحقیق و تشریح﴾

اس حدیث کی سند میں ۶ راوی ہیں جن کے حالات عمدۃ القاری میں دیکھے جاسکتے ہیں [2] چھٹے راوی حضرت ابوھریرہ ؓ ہیں جن کی کل مرویات پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہیں۔قال کان یسمی فی الجاھلیۃ عبدشمس وسمی فی الاسلام عبدالرحمٰن واسم امہ میمونۃؓ وقیل اُمیۃؓ وقداسلمت بدعاء رسول اللہ ﷺ [3] مات بالمدینۃ سنۃ سبع وخمسین قیل ثمان وقیل تسع ولہ ثمان وسبعین سنۃ . حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی تھی جس کے لیے آپ ﷺ نے برکت کی دعاء فرمائی تھی،شہادتِ حضرت عثمانؓ کے دن وہ تھیلی گم ہوگئی تو فرمایا کرتے تھے۔

للناس ھم ولی ھمان	۞	فقد الجراب وقتل عثمان

عن ابی ھریرۃؓ :.......**سوال**: ہریرۃ،ہرۃ کی تصغیر ہے اور ابو کا مضاف الیہ ہے تو اسے بفتح التاء کیوں پڑھتے ہیں بکسر التاء پڑھنا چاہیے؟

جواب:......یہ غیر منصرف ہے۔

فائدہ:...... آپ کہیں گے کہ یہ مرکب اضافی ہے منع صرف تو نہیں ہے پھر غیر منصرف کیسے ہوا؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ کثرت استعمال کی وجہ سے اسکو علم بنادیا گیا۔

الایمان بضع وستون شعبۃ:.......اس حدیث میں ایمان کو ہرے بھرے درخت سے تشبیہ دی [4] یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور شعبۃ کا ذکر استعارہ تخیلیہ ہے اور عدد کا ذکر استعارہ ترشیحیہ ہے۔

سوال:......بظاہر یہ حدیث اس دوسری حدیث کے معارض معلوم ہوتی ہے کہ جس میں بضع وسبعون مذکور ہے؟

جواب ۱:...... عددِ قلیل کثیر کے منافی نہیں کیونکہ عددِ کثیر عددِ قلیل ہی ہے مع شیءِ زائد۔

---

[1] اخرجہ مسلم،الترمذی فی الایمان النسائی فی الایمان وابن ماجہ فی السنۃ:عینی ج ۱ ص ۱۲۵ [2] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲۳ [3] ایضاً [4] عینی ج ۱ ص ۱۲۷

جواب ۲ :...... حضور ﷺ کوشعب الایمان کی تعلیم تدریجاً دی گئی ممکن ہے کہ جب بضع وستون فرمایا اس وقت اتنے ہی تعلیم کئے گئے ہوں۔

جواب ۳:...... بعض شعبوں میں فرق بہت کم ہے تو جن رواۃ نے فرق کو ملحوظ رکھا ہے انہوں نے ہر شعبہ کو علیحدہ علیحدہ شمار کیا تو تعداد زیادہ ہوگئی اور جنہوں نے فرق ملحوظ نہ رکھا انہوں نے تداخل کرلیا تو تعداد کم ہوگئی تو صرف لفظی فرق ہے مقصد میں فرق نہیں۔

فائدہ :...... علماء نے ان شعبوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے اس سلسلے میں سب سے زیادہ جامع کتاب "**شعب الایمان للبیھقی**" ہے۔

الحیاء شعبة من الایمان :......اس روایت میں اختصار ہے بعض روایات میں اعلیٰ اور ادنیٰ کا بھی ذکر ہے اعلیٰ درجہ شہادت قول (**لااله الاالله**) ہے اور ادنیٰ ((**اماطة الاذی عن الطریق**)) ہے [۱]

حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ادنیٰ سے مراد کم درجہ نہیں بلکہ ادنیٰ بمعنی اقرب ہے اور اذی سے مراد نفس اور اسکی شہوات ہیں اور مطلب یہ ہے کہ طریق تزکیہ کے لئے نفس کو درمیان سے ہٹادینا **اقرب الی الایمان** ہے۔

سوال:......اس روایت میں حیاء کو خصوصیت سے ذکر فرمایا حالانکہ یہ درمیان والا شعبہ ہے اس پر سوال ہے کہ اعلیٰ اور ادنیٰ کا ذکر تو صحیح ہوسکتا ہے لیکن وسطانی کو ذکر کرنا صحیح نہیں کیونکہ وسط میں اور بھی شعبے ہیں اسکے ذکر کی کیا خصوصیت ہے؟

جواب ۱ :...... جواب جاننے سے پہلے حیاء کے معنی مستحضر ہونے چاہییں۔(۱)......**انقباض النفس عن القبائح وترکھا لذلک** (۲)......**التجنب عن الاذی**(۳)......**ترک الفعل لخوف الملامة او ترک مایلام علیه.**

تو حیاء ایک ایسی صفت ہے جس کو یہ حاصل ہوجائے وہ بہت سارے قبائح کو چھوڑ دیتا ہے تو چونکہ یہ بہت سے امور کا مدار ہے اس لئے اس کو خصوصیت سے ذکر کیا اور مشہور جملہ ہے ((**اذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت**)) اور حدیث پاک ہے **اذا لم تستحیی فاصنع ما شئت** [۲]

جواب ۲ :...... حیاء کو مخصوص بالذکر اس لئے فرمایا کہ اسکے بارے میں شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید یہ شعب ایمان سے نہ ہو تو اس شبہ کے ازالہ کے لیے فرمایا ((**الحیاء شعبة من الایمان**))۔

سوال :...... دوسرے جواب سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حیاء ایک فطری اور طبعی امر ہے اور ایمان کسبی، پس حیاء ایمان کا شعبہ کیسے بنا؟

---

[۱] مسلم شریف ج ۱ ص ۴۷ [۲] بخاری شریف ج ۲ ص ۹۰۴

جوابِ اول :……ایک ہے نفس حیاء (حیاء کا پایا جانا) یہ امر فطری ہے اور ایک ہے حیاء کے ثمرات اور اس پر مرتب ہونیوالے نتائج مثلاً بمقتضائے حیاء کوئی کام کرنا یا نہ کرنا، یہ ثمرہ حیاء اختیاری اور کسبی ہے۔ اور حدیث میں (کسبی) ثمرہ ہی مراد ہے۔ **فالحیاء شعبة من الایمان۔**

جوابِ ثانی:……حیاء ابتداءً فطری امر ہے لیکن انتہاءً کسبی ہو جاتی ہے۔

جوابِ ثالث:……حیاء کی دو قسمیں ہیں (۱) طبعی (۲) عقلی۔ پس جس حیاء کو شعب ایمان قرار دیا وہ عقلی ہے اور وہ کسبی بھی ہے مطلب یہ ہوا کہ ایک تو حیاءِ طبعی ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے عطاء کی گئی ہے یہ وہبی ہے اور ایک ہے کہ اس حیاء کے مقتضیٰ پر عمل کرنا لہٰذا بتقاضائے حیاء جو کام کیا جائیگا وہ حیاء عقلی ہوگا [۱]

بعض نے حیاء کے تین شعبے بیان کئے ہیں

(۱) **حیاءِ عرفی** :……عرف جس کو قبیح سمجھے اسے ترک کرنا جیسے لقمہ گر جائے تو اٹھا کر کھانا۔

(۲) **حیاءِ عقلی** :……عقل جس کو قبیح قرار دے اسے ترک کرنا۔

(۳) **حیاءِ شرعی**:……شریعت جس کو قبیح قرار دے اسے ترک کرنا۔ حدیث میں حیاء شرعی مراد ہے نہ کہ عرفی و عقلی [۲]

ترمذی میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **((استحیوا من اللہ حق الحیاء))** صحابہؓ نے عرض کیا **((انا نستحی من اللہ یا نبی اللہ والحمد للہ))** آپ ﷺ نے فرمایا **((لیس ذلک ولکن من استحیی من اللہ حق الحیاء فلیحفظ الرأس وماوعی ولیحفظ البطن وماحوٰی ولیذکر الموت والبلٰی ومن اراد الآخرۃ ترک زینة الدنیا))** [۳]

مناسبة بترجمة الباب:……اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں فرمایا کہ ایمان کے ساٹھ سے اوپر شعبے ہیں تو امور الایمان ثابت ہو گیا۔

---

[۱] تقریر بخاری ج۱ ص۱۲۰ [۲] درس بخاری ص۱۵۴ [۳] ایضا

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع وسبعون شعبة (الحدیث)
تصدیق بالقلب و اعتقاد و اخلاق ۳۰ شعبه
اقرار باللسان ۷ شعبه
مایتعلق بالاتباع ۶ شعبة
مایتعلق بالعامة ۱۸ شعبة
۱۹ شعبة مایتعلق بالاعیان
شعب ایمان
تواضع
توکل
ترک عجب
ترک کینه
ترک حسد
ترک غضب
ترک فحش
ترک حب دنیا
دعاء
ذکر
اجتناب عن اللغو
تعلیم العلم
تلاوت القرآن
نطق بالتوحید
قرض
اکرام الجار
حسن المعامله
اداء الامانة
انفاق المال فی الحق
اشاعت دین
ردّ السلام
اقامة الحدود
تشمیت العاطس
معاونت علی البر
اصلاح بین الناس
مطابقة الجماعة
امر بالمعروف ونہی عن المنکر
اماطة الاذی عن الطریق
اخلاص
ضرب اللہ مثلا کلمة طیبة کشجرة طیبة
اصلها ثابت و فرعها فی السماء

(۴)

﴿باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده﴾

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں

(۹)حدثناآدم بن ابی ایاس قال حدثنا شعبة عن عبدالله بن ابی السفر واسماعیل
ہم سے بیان کیا آدم بن ابوایاسؒ نے کہا ہم سے بیان کیا شعبہؒ نے انھوں نے عبداللہ ابن ابوسفرؒ اور اسماعیل ابن ابوخالدؒ سے
عن الشعبی عن عبدالله بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم من
انھوں نے (عامر) شعبیؒ سے، انھوں نے عبداللہ بن عمروؓ سے، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، فرمایا مسلمان وہ ہے
سلم المسلمون من لسانه ویده والمهاجر من هجر مانهی الله عنه [۱]
جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔ اور مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا
قال ابوعبدالله وقال ابومعاویة ثناداؤدبن ابی هندعن عامرقال سمعت
امام بخاریؒ نے کہا اور کہا ابومعاویہ نے ہم سے بیان کیا داؤد نے انھوں نے عامر (شعبی) سے، کہا کہ میں نے سنا
عبدالله بن عمرویحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال عبدالاعلیٰ عن داؤد
عبداللہ بن عمرو سے انھوں نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (پھر یہی حدیث بیان کی) اور عبدالاعلیٰ نے اس کو روایت کیا داؤد سے
عن عامر عن عبدالله عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انھوں نے عامر سے، انھوں نے عبداللہ سے، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

﴿تحقیق وتشریح﴾

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں، چھٹے راوی عبداللہ بن عمرو ہیں، باپ سے پہلے مسلمان ہوئے، **کان غزیر العلم مجتهدافی العبادة وکان اکثر حدیثامن ابی هریرة**ؓ. [۲]

ترجمة الباب:...... اس باب میں حدیث ہی کے ایک ٹکڑے کو ترجمۃ الباب بنایا ہے اس لیے ترجمۃ الباب کی حدیث کے ساتھ مناسبت واضح ہے۔

ربط:...... وہی ہے جو باب سابق میں بیان ہوا اور آئندہ بھی یہی ربط ہوگا جو کہ تین طرح ہے۔

المسلم من سلم المسلمون:...... مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہیں بظاہر حصر ہوگا معنی یہ ہونگے کہ مسلمان وہی ہے کہ دوسرے مسلمان الخ [۳]

سوال اول:...... یہ حصر درست نہیں ہے کیونکہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو

---

[۱] امام بخاریؒ یہ حدیث بخاری شریف میں دو بار لائے: رقوم الاحادیث: (۱۰، ۶۴۸۴: دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض) [۲] فیض الباری ج۱ ص۷۹ [۳] عینی ج۱ ص۱۳۱

ستائے تو یہ ستانے والا کافر ہو جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے؟

جواب: ...... اسکی تین توجیہیں ہیں۔

التوجیہ الاول: ...... الف لام عہدی ہے المسلم سے مراد کامل مسلمان ہے۔

التوجیہ الثانی: ...... یہ حصر مبالغہ کے لیے ہے کہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کا سلامت رہنا اتنا ضروری ہے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو گویا وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔

التوجیہ الثالث: ...... تنزیل الناقص بمنزلۃ المعدوم۔

سوالِ ثانی: ...... المسلم من سلم المسلمون میں مسلمون مذکر کا صیغہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو تکالیف پہنچانے میں کوئی حرج نہیں؟

جواب: ...... قرآن وحدیث کے بے شمار احکام ایسے ہیں جن میں مذکر کے صیغے استعمال ہوئے اور مؤنثات تبعاً شامل ہیں۔ یہاں ایسا ہی ہے۔

من لسانہ ویدہ: ...... **سوال اول:** لسان اور ید کی تخصیص کیوں کی؟

جواب: ...... یہ تخصیص احترازی نہیں بلکہ اغلبی ہے کہ عام طور پر انسان ہاتھ اور زبان سے ایذاء پہنچاتا ہے غرض یہی ہے کہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔

سوالِ ثانی: ...... ید اور لسان میں میں لسان کو مقدم کیوں کیا؟

جوابِ اول: ...... لسان سے جو تکلیف پہنچتی ہے وہ جاہ کی ہے اور ہاتھ سے جو تکلیف پہنچتی ہے وہ مال اور جان کی۔

شرح اسکی یہ ہے کہ انسان جو دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے وہ تین قسم پر ہے ۱۔نقصانِ جاہی ۲۔نقصانِ مالی ۳۔نقصانِ جانی۔ اور جاہ کا نقصان سب سے بڑا نقصان ہے اور وہ زبان سے ہوتا ہے اس لیے لسان کو مقدم کیا۔

جوابِ ثانی: ...... ایک نقصان دائمی ہوتا ہے دوسرا عارضی، جاہ کا نقصان دائمی ہے مال وجان کا عارضی اور جاہ کا نقصان جو کہ دائمی ہے وہ زبان سے ہوتا ہے اس لیے لسان کو مقدم کیا۔

جراحات السنان لها التئام	۞	ولا یلتام ماجرح اللسان

پنجابی میں اسی کا ترجمہ ہے۔

تلواراں دے پھٹ مل جاندے	۞	بولاں دے پھٹ نئیں ملدے
چھری کا، تیر کا، تلوار کا گھاؤ بھرا	۞	لگا جو زخم زبان کا رہا ہمیشہ ہرا

جوابِ ثالث: ...... لسان سے ماضی، حال، مستقبل تمام کے لحاظ سے نقصان پہنچ سکتا ہے تو لسان کی ایذاء رسانی عام ہے بخلاف ہاتھ کے نقصان کے کیونکہ اس سے خاص زمانہ حال میں ہی ایذاء پہنچ سکتی ہے البتہ اگر ہاتھ سے لکھ دے تو یہ بھی زبان کے برابر ہے بلکہ یہ تو ہین اشد ہے[۱]

---

۱ (بیان صدیقی ص ۸۲)

سوالِ ثالث:...... لسان کہا کلام کیوں نہ کہا؟
جوابِ اول:...... لسان کلام کا آلہ ہے اس لیے بطور مجاز آلہ کلام ذکر کر کے کلام مراد لیا۔
جوابِ ثانی:...... بعض اوقات انسان بولتا نہیں بلکہ زبان سے اشارہ کر کے دوسرے کو تکلیف پہنچا دیتا ہے۔
اشکال:...... پوری حدیث کے مضمون سے متعلق ایک اشکال ہے وہ یہ کہ جب اسلام میں ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان سے سلامتی ضروری قرار دی گئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ کسی مسلمان کو حداً یا قصاصاً بھی قتل نہ کیا جائے کیونکہ یہ سلامتی کے خلاف ہے؟
جواب:...... سلامتی دو قسم کی ہے ۱۔ سلامتی افراد ۲۔ سلامتی جماعت

مسلمان وہ ہے جس سے مسلمان جماعت کی سلامتی وابستہ رہے بعض لوگ ایسا جرم کرتے ہیں جس سے مسلم معاشرے کی سلامتی متاثر ہوجاتی ہے تو مطلوب سلامتی معاشرہ ہے۔ معاشرہ کی سلامتی کی خاطر اس کو مارا جائے گا کیونکہ سلامتی معاشرہ سلامتی افراد سے مقدم ہے جیسے بدن پر کوئی ایسا ناسور ہوجائے کہ باقی بدن کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو کاٹ دیا جائیگا تاکہ باقی بدن سلامت رہے۔ تو حدود وغیرہ سلامتی کے خلاف نہیں ایک وفاقی وزیر نے کہا کہ اسلامی حدود ظلم ہیں سب سے پہلے یہ جملہ مودودی نے کہا پھر پرویز نے کہا (العیاذ باللہ من ذلک) اب تو اس میں ترمیم کی کوششیں ہورہی ہیں۔
المهاجر من هجر مانهى الله عنه:...... اس میں حضور ﷺ نے مہاجرِ کامل کی تعریف فرمائی ہے۔
ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ہجرتِ ظاہری۔ دارالفساد سے دارالامان کی طرف یا دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف نقل مکانی (۲) منہیات کو چھوڑنا۔ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ کامل مہاجر وہ ہے جو گناہوں کو بھی چھوڑ دے۔
قال ابو عبدالله:...... امام بخاریؒ کی کنیت ہے کبھی اپنے آپ کو اسی کنیت سے ذکر فرماتے ہیں اور کبھی محمد بن اسماعیل کہہ کر۔ اسم ظاہر غائب کے حکم میں ہے یہ تواضع کے طور پر غائب کے صیغہ سے ذکر کرتے ہیں کیونکہ قلت اور قلنا میں دعوی اور تعلّی ہے۔
وقال ابو معاوية:...... یہ امام بخاریؒ نے دو تعلیقیں ذکر فرمائی ہیں انکے چند فوائد ہیں [1]۔
فائده اولی:...... پہلی سند جو ذکر ہوئی اس میں عنعنہ ہے یہ تعلیق اس لیے نقل کی تاکہ عنعنہ میں جو عدم لقاء کا احتمال ہے وہ رفع ہوجائے۔
فائده ثانیه:...... قال عبدالاعلی والی تعلیق میں داؤد مطلق ہے پہلی تعلیق ذکر کر کے بتادیا کہ دوسری تعلیق میں داؤد ابن ابی ہند مراد ہیں۔
فائده ثالثه:...... دوسری تعلیق میں عبداللہ مطلق ذکر ہے اور محدثین کا قاعدہ ہے کہ جب عبداللہ مطلق ذکر کیا جائے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مراد ہوتے ہیں جبکہ یہاں پر مراد عبداللہ بن عمروؓ ہیں، دوسری تعلیق سے پیدا ہونے والا غلط وہم بھی پہلی تعلیق سے دفع ہوگیا۔

---

[1] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۳۲

سوال:...... پہلی روایت میں شعبی کا ذکر ہے دوسری روایت میں شعبی کا ذکر نہیں ہے تو متابع کیسے ہوا؟
جواب:...... یادرکھنا چاہیے کہ عامر، شعبی ہی کا نام ہے یہ اجلہ تابعین میں سے ہیں بہت سے صحابہؓ بھی ان کے شاگرد ہیں یہ امام ابوحنیفہؒ کے بھی شیخ اور استاد ہیں۔

(۵)
﴿باب ای الاسلام افضل﴾
کون سا اسلام افضل ہے؟

(۱۰)حدثناسعید بن یحیی بن سعید الاموی القرشی قال ثنا ابی قال ثنا ابوبردة
ہم سے بیان کیا سعید بن یحیی بن سعیدؒ اموی قرشی نے، کہا ہم سے بیان کیا والد نے، کہا ہم سے بیان کیا ابوبردہ
ابن عبدالله بن ابی بردة عن ابی بردة عن ابی موسیٰ قال قالوا یارسول الله!
بن عبداللہ بن ابوبردہؒ نے، انھوں نے ابوبردہؒ سے، انھوں نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے، صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ!
ای الاسلام افضل؟قال :من سلم المسلمون من لسانه ویده [۱]
کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں

﴿تحقیق وتشریح﴾

اس حدیث کی سند میں پانچ راوی ہیں، پانچویں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ہیں، ان کی کل مرویات ۳۶۰ ہیں،
ماقبل سے ربط:...... لمافرغ البخاریؒ عن اجزاء الاسلام ارادان یذکرمراتب الاسلام . [۲]
ترجمة الباب سے غرض:...... امام بخاریؒ بتارہے ہیں کہ ایمان کئی خصلتوں کوشامل ہے اسی لئے تو حدیث الباب میں سوال کیا جارہا ہے کہ اسلام کی کونسی خصلت افضل ہے؟ پس اسلام کی ترکیب ثابت ہوئی اسکے تین جواب گذر چکے ہیں۔
اَیّ:...... یہ لفظ کئی معانی میں مستعمل ہے[۳] ۱۔کبھی شرطیہ ہوتا ہے ﴿اَیًّا مَّاتَدْعُوْافَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی﴾[۴] نیز ﴿اَیَّمَاالْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ﴾[۵] ۲......کبھی موصولہ ہوتا ہے ﴿اَیُّهُمْ اَشَدُّعَلَی الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا﴾[۶]
۳......کبھی نکرہ کی صفت ہوکر مبالغہ کے لیے آتا ہے مررت برجل اَیِّ رجل ای کامل فی صفات الرجال
۴......اور کبھی معرفہ سے حال واقع ہوتا ہے لقیت عبدالله ای رجلا ۵......کبھی ای کالفظ حرفِ نداء اور معرف بالام کے فرق کے لیے ہوتا ہے تاکہ دو آلہ تعریف بلافصل جمع نہ ہوجائیں مثلا ﴿یآاَیُّهَاالرَّسُوْلُ﴾[۷] ۶......کبھی استفہام کے لیے آتا ہے ﴿اَیُّکُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ اِیْمَانًا﴾[۸] نیز ﴿فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ﴾[۹] اس مقام پر استفہام کے لیے ہے۔

[۱] اخرجہ مسلم والنسائی والترمذی فی الزہد عمدۃ القاری ج۱ ص۱۳۵ [۲] فیض الباری ج۱ ص۸۰ [۳] عینی ج۱ ص۱۳۵ [۴] پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت۱۱۰ [۵] پارہ ۲۰ سورۃ القصص آیت ۲۸ [۶] پارہ ۱۶ سورۃ مریم آیت۶۹ [۷] پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۶۷ [۸] پارہ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت ۱۲۴ [۹] پارہ ۲۹ سورۃ المرسلات آیت ۵۰

اس باب کوثابت کرنے کے لیے حضرت ابوموسی اشعریؓ کی روایت نقل کی۔روایت الباب سے ترجمۃ الباب کاتعلق واضح ہے۔

سوال:...... سوال وجواب میں مطابقت نہیں،سوال خصلت اسلام سے متعلق ہے اور جواب میں ذات کا ذکر ہے؟

جواب:...... سوال وجواب میں دوطرح سے مطابقت ہے۔

تطبیقِ اول:...... سوال کی جانب مضاف محذوف مان لو ای ذی **خصلة الاسلام افضل** یا جواب کی طرف مضاف محذوف مان لو **ای خصلة من سلم المسلمون** [1]

تطبیقِ ثانی:...... یہ جواب علی اسلوب الحکیم ہے کہ سائل کے سوال سے زائد جواب دیا جائے جس زائد کا معلوم ہونا سائل کے لیے ضروری تھا یا سائل کا سوال ناقص ہو اور جواب کامل دیدیا جائے یہاں سوال خصلت کے متعلق تھا، آپ ﷺ نے خصلت اور ذی خصلت دونوں کے متعلق بتادیا۔

سوالِ ثانی:......اس حدیث میں صحابہؓ نے سوال کیا ((**ای الاسلام افضل؟**)) جواباً فرمایا ((**من سلم المسلمون من لسانه ویده**)) دوسری روایت میں ہے **ای الاعمال احب** ؟جواب میں فرمایا **الایمان باللہ** بعض روایات میں ہے ((**ای الاسلام افضل؟**)) جواب میں فرمایا((**تطعم الطعام وتقرء السلام**)) ایک روایت میں ہے((**ای الاسلام افضل؟**))جواب میں فرمایا((**الصلوٰة لمیقاتها**)) توان سب میں تعارض ہے؟

جواب ۱:......اختلاف الفاظ،ختلاف اوقات پر محمول ہیں کسی وقت کسی عمل کی فضیلت ہوتی ہے اور کسی وقت کسی عمل کی ،جہاد کی ضرورت کے وقت جہاد کی ،قحط کے وقت اطعام الطعام کی، **وعلی هذا القیاس**

جواب ۲:......**اختلاف فی الجواب مع الاتحاد فی السوال بوجه اختلافِ احوالِ سائلین** کے ہے مثلاً اگر سائل میں شان سلامتی کی کمی ہے تو اسے **من سلم المسلمون** الخ جواب دیا اور اگر سائل کنجوس ہو تو اسے **تطعم الطعام الخ** جواب دیا [2] شاہ اسحٰق صاحبؒ کا مقولہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ملا سخی ہو،شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

چشم مور وپائے مار ونانِ مُلّا کس ندید

جواب ۳:......**اختلاف فی الجواب اختلاف فی السوال** کی وجہ سے ہے کبھی **ای الاسلام خیر** سے سوال کیا اور کبھی **ای الاسلام افضل** سے ۔افضل فضائلِ لازمہ سے ہوتا ہے جیسے علم وغیرہ اور خیر فضائل متعدیہ کے اعتبار سے ہوتا ہے۔اسی لیے **ای الاسلام خیر** کا جواب **تطعم الطعام** سے دیا۔**ای الاسلام افضل** کا جواب **من سلم المسلمون** سے دیا،کہیں **ای الاعمال احب** سے ہے تو اسکا جواب **الصلوٰة لوقتها** سے دیا یہ کمالِ بلاغت ہے کہ ہر موقع پر الفاظ کے فرق کو سمجھ کر اسکے مطابق جواب دیا [3]

---

[1] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۳۹ [2] فیض الباری ج ۱ ص ۸۰ [3] ایضاً

جواب ۴: ...... افضل الاعمال ایک نوع ہے اسکے مختلف افراد ہیں کبھی کسی فرد کا ذکر فرمایا کبھی کسی فرد کا تو ایک کا افضل ہونا دوسرے کے افضل ہونے کے منافی نہیں ۔ یہ جواب مع تفصیل زائد امام طحاویؒ سے منقول ہے۔

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ لوگ اعمال کی حکمتیں پوچھتے ہیں کہ فجر میں دو رکعتیں کیوں فرض ہوئیں اور ظہر میں چار کیوں؟ وغیرہ وغیرہ میں ایک سب سے بڑی حکمت بتاتا ہوں کہ اللہ کی مرضی ہے کیونکہ ہر عمل اللہ کی رضاء کے لیے ہوتا ہے۔

بے حکم شرع آب خوردن خطا است	۞	گر بفتوی خون ریزی رواست

ایک قصه: ...... شیخ سعدیؒ کو سفر میں روٹی کی ضرورت پیش آئی ، بھٹیارین کے پاس گئے کہ روٹی دیدو اس نے کہا آج مجھ کو فرصت نہیں ہے کیونکہ دوسری بھٹیارین کے ساتھ گالیوں کا مقابلہ ہے۔ شیخ سعدیؒ نے فرمایا میں تیری طرف سے گالیاں دینے کا وکیل بنوں گا ، بھٹیارین نے کہا وہ بہت تیز ہے اسے بہت گالیاں آتی ہیں شیخ سعدیؒ نے فرمایا کہ اگر میں ہار بھی گیا تو تم کہنا کہ وہ میرا وکیل نادان تھا دوبارہ مقابلہ رکھ لینا ، وہ راضی ہوگئی مقابلہ شروع ہونے لگا تو سعدیؒ نے فرمایا کہ پہلے کچھ شرطیں طے کرلیں تو طے ہوا کہ جو گالی ایک مرتبہ دیدے تو دوبارہ وہ گالی نہ دی جائے ، سعدیؒ نے کہا چل پہلے تو شروع کر اس نے کچھ گالیاں دیں تو سعدیؒ نے کہا جتنی گالیاں تو نے دی ہیں اور جتنی آئندہ دے گی اور جتنی گالیاں کبھی کسی نے دی ہوں یا آئندہ دے ان سب کا ایک طوق بنا کر میں نے تیرے گلے میں ڈال دیا ، پھر شیخ سعدیؒ نے کہا اور گالیاں دے جواب دوں گا چنانچہ پھر وہ جو بھی گالی دیتی شیخ سعدیؒ فرماتے کہ یہ تو اس طوق میں دی جا چکی کوئی اور دے اسطرح شیخ سعدیؒ جیت گئے ۔ (ملفوظات حکیم الامت)

حاصلِ باب: ...... اس باب میں ایک تو فرقہ مرجئہ کا رد تھا دوسرے حقوق العباد کی رعایت کی ترغیب تھی۔

(٦)
﴿باب اطعام الطعام من الاسلام﴾

کھانا کھلانا اسلام کی خصلت ہے۔

(۱۱) حدثنا عمرو بن خالد قال ثنا الليث عن يزيد عن ابی الخير
ہم سے بیان کیا عمرو بن خالدؒ نے ، کہا بیان کیا ہم سے لیثؒ نے ، انھوں نے یزیدؒ سے ، انھوں نے ابوخیرؒ سے
عن عبدالله بن عمرو ان رجلا سأل رسول الله ﷺ ای الاسلام خير
انھوں نے عبداللہ بن عمروؓ سے ایک مرد نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا ، اسلام کی کون سی خصلت بہتر ہے ؟

قال تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف[1]
آپ ﷺ نے فرمایا کھانا کھلانا اور (ہر ایک مسلمان کو) سلام کرنا اس کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔

﴿تحقیق و تشریح﴾

اطعام الطعام من الاسلام:...... کھانا کھلانا بھی اسلام کا ایک جزء ہے، ترکیب ثابت ہوگئی اور روایت میں تطعم الطعام آ گیا اس سے ربط ہوگیا اوپر کی طرح یہاں بھی خصال کا لفظ محذوف ہے ای ای خصال الاسلام خیر؟

سوال:...... جواب سوال کے مطابق نہیں کیونکہ سوال ہے ای الاسلام خیر، تو جواب ہونا چاہیے تھا ان تطعم الطعام تو اگر الخیر کا لفظ محذوف مانا جائے تو تطعم الطعام پر خیر کا حمل صحیح نہیں کیونکہ یہ فعل ہے اور فعل نہ مبتداء بنتا ہے نہ خبر۔

جواب:...... یہ کلام تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ کے قبیل سے ہے جیسے اس میں اَنْ مصدریہ محذوف ہے ایسے ہی یہاں بھی اَنْ مصدریہ محذوف ہے۔

سوال:...... جب یہ موقع حذف ان کے مواقع میں سے نہیں ہے تو کیسے محذوف مان لیں؟

جواب:...... ایک اَنْ ناصبہ (مصدریہ) ہے اور ایک اَنْ مصدریہ وہ ہے جو کہ فعل کو نصب نہیں دیتا لیکن مصدر کے معنی میں کرتا ہے جیسے تسمع بالمعیدی الخ اس کو اس طرح بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے (تا کہ نحوی چیستان نہ بن جائے) اَنْ مصدریہ جب اپنے مواقع حذف میں حذف ہو تو نصب دیتا ہے جب غیر مواقع حذف میں حذف ہو تو نصب نہیں دیتا جیسے تسمع بالمعیدی میں[2]

تطعم الطعام:...... مفعول ذکر نہیں کیا تعمیم کے لئے۔ صالح، فاسق، مسلم، کافر بلکہ جانور کو بھی کھلانے میں ثواب ہے ایک زانیہ عورت ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے بخشی گئی[3] لیکن نیکوں کو کھلانا زیادہ ثواب ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے ((ولا یأکل طعامک الا التقی))[4]

بظاہر ان دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔

تطبیق اول:...... دوسری حدیث میں افضلیت کا بیان ہے فلاتعارض.

تطبیق ثانی:...... طعام دو قسم کا ہے۔ (۱) طعامِ ضرورت (۲) طعامِ دعوت۔ تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ طعامِ ضرورت ہر ضرورت مند کو کھلائے اور طعامِ دعوت صالحین کو کھلائے۔

---

[1] امام بخاری یہ حدیث بخاری میں تین بار لائے، رقوم الاحادیث: ۱۲، ۲۸، ۶۲۳۶ اخرجه مسلم فی الایمان، النسائی فی الایمان وابو داؤد فی الادب وابن ماجة فی الاطعمة [2] بیاض صدیقی ص۸۳، شرح جامی ص۲۸۹ [3] مسلم ج۲ ص۲۳۷ [4] ترمذی شریف ج۲ ص۶۵

وتقرأالسلام :......

سوال : ...... یہاں بھی **تطعم الطعام** کی طرح **تسلم السلام** فرمادیتے تو کلام میں روانگی پیدا ہوجاتی؟

جواب : ...... جواب کا یہ انداز اختیار فرمایا تاکہ زبان کے ذریعے سلام ہو یا تحریر کے ذریعہ، ہر دو کو شامل ہو جائے [۱]

ملاقات کے وقت سلام کا یہ تحفہ پیش کرنا اسی امت کو ملا اور کسی امت کو نہ ملا لیکن ہم ناشکری کرتے ہیں۔ سلام سنت اور اس کا جواب واجب ہے لیکن یہ ایسی سنت ہے جسکا ثواب واجب سے زیادہ ہے۔ اسکی کئی خصوصیات ہیں۔ دعا بھی ہے، پیغامِ سلامتی بھی ہے، بشارت بھی ہے یعنی مخاطب کو سلامتی کی دعا بھی دیدی اس کو مطمئن کر دیا کہ میری طرف سے کوئی تکلیف نہ ہوگی تو پیغام امن بھی ہوا اور بشارت بھی [۲] عرب کے بدو جس کو سلام کر لیں یا اس کے سلام کا جواب دیدیں اس کو نہیں لوٹتے۔

یہ عبادت بھی ہے، لیکن یہ عبادت تب بنے گا جب حدیث کے تعلیم فرمودہ طریقہ پر کرے۔

علٰی من عرفت و من لم تعرف : ...... اگر کسی کو پہچان کر سلام کرتے ہو تو یہ سلامِ مواجہت ہے یا سلامِ رشوت، اگر صرف مسلمان دیکھ کر سلام کیا تو سلامِ عبادت ہے۔

حاصلِ باب : ......**یفهم من هذا الباب :مكارم الاخلاق وفيه اشارة الى عبادة المالى والبدنى وبان لهما دخلٌ فى الايمان.** [۳]

(۷)

﴿باب من الايمان ان يحب لاخيه مايحب لنفسه﴾

ایمان کی بات یہ ہے کہ جو اپنے لیے چاہے وہی اپنے بھائی (مسلمان) کے لیے چاہے

(۱۲)حدثنامسدد قال حدثنا يحيٰي عن شعبة عن قتادة عن انس
ہم سے بیان کیا مسددؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا یحییٰؒ نے، انھوں نے روایت کی شعبہؒ سے، انھوں نے قتادہؒ سے انھوں نے انسؓ سے
عن النبى ﷺ وعن حسين المعلم قال ثنا قتادة
انھوں نے آنحضرت ﷺ سے (دوسری سند، یحییٰؒ نے اس کو روایت کیا) حسین معلمؒ سے، کہا ہم سے بیان کیا قتادہؒ نے
عن انس عن النبى ﷺ قال لايؤمن احدكم حتى يحب لاخيه مايحب لنفسه،
اسنے روایت کی انسؓ سے، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے، فرمایا کہ کوئی تم میں سے اس وقت تک مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ اپنے لئے جو چاہتا ہے وہی اپنے بھائی (مسلمان) کے لیے چاہے۔

[۱] تقریر بخاری ج۱ ص۱۲۲ [۲] درس بخاری ص۱۶۳ [۳] بیاض صدیقی ص۸۳

﴿تحقیق و تشریح﴾

حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں، چھٹے انس بن مالکؓ ہیں جنکی کنیت ابوحمزہ ہے، نبی پاک ﷺ کی دس سال خدمت کی ہے۔ آپکی کل مرویات ۲۲۸۶ ہیں [۱]

وعن حسین المعلم:...... واؤ عاطفہ ہے اور عطف شعبہ پر ہے کہ شعبہ اور حسین دونوں قتادہ سے نقل کرتے ہیں امام بخاریؒ نے دو سندیں اس لئے ذکر فرمائیں کہ ان کے استاد نے ایسے ہی ذکر کی تھیں [۲]

ترجمۃالباب کی غرض:...... حدیث الباب سے ترجمۃ الباب صراحتاً ثابت ہے مقصود یہ ہے کہ اجزاء ایمان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایثار کرے۔ ماقبل سے ربط کی تین تقریریں پہلے **باب امور الایمان** کے تحت گذر چکی ہیں۔

لایؤمن احدکم:......۱......یعنی مؤمن کامل نہیں ہوسکتا۔ ۲......نفی لیاقت کی ہے کہ مؤمن کی یہ شان نہیں ۳......**تنزیل الناقص بمنزلۃ المعدوم** [۳]

مفهوم حدیث:...... بظاہر یہ حدیث ناقابل عمل معلوم ہوتی ہے یعنی بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو کسی چیز کے استعمال پر استقرار نہیں اور وہ کوئی چیز استعمال نہیں کرسکتا کیونکہ مفہوم حدیث یہی ہے کہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرے اب وہ بھائی بھی تو مومن ہے وہ کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے اسکو پسند نہ کرے **وهلم جرا**۔ مثلاً ایک جگہ آپ نے بیٹھنے کے لیے پسند کی جب تک آپ دوسرے کے لیے یہ جگہ پسند نہیں کرینگے آپ کامل مؤمن نہیں اور وہ دوسرا تیسرے کے لیے اور تیسرا چوتھے کے لیے الی غیر النہایہ۔ آپ کے گھر والوں نے آپ کے لیے بہترین رشتہ تلاش کیا آپ مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے بھائی کے لیے یہ رشتہ پسند نہ کریں۔ آخر حدیث کا کیا مطلب ہوا؟ ایسے تو کوئی شخص بخاری شریف نہ بھی پڑھا سکے گا کیونکہ حدیث پر بھی تو عمل کرنا ہے۔ نیز اس حدیث پر کسی نبی نے بھی عمل نہیں کیا مثلاً سلیمانؑ نے کہا رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ اور قرآن میں اللہ پاک نے نیک بندوں کی دعا کے بارے میں فرمایا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اور حضور ﷺ نے فرمایا دعوا لی الوسیلة .

جواب ۱:...... یہ حدیث استعمالِ اشیاء یا ترجیح مناصب پر محمول نہیں ہے بلکہ یہ حدیث معاملات پر محمول ہے ایک دوسرے کے ساتھ معاملات، رہن سہن، لین دین، ان میں اپنے بھائی کے لیے وہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے مثلاً خود کو چشم پوشی، پردہ پوشی پسند ہے تو دوسرے کے لیے بھی یہی پسند کرے۔

جواب ۲:...... یہ حدیث مشاورت پر محمول ہے کہ کوئی آپ سے کسی معاملہ میں مشورہ طلب کرے تو آپ اسکو وہی مشورہ دیں جو اپنے لیے پسند کریں۔

جواب ۳:...... یہ حدیث معاقبت پر محمول ہے کہ اگر کوئی مجرم ہونے کی حیثیت سے پیش ہو تو اسکے ساتھ ایسا

---

[۱] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۴۰ [۲] عمدۃ القاری ص ۱۴۱ ج ۱ [۳] درس بخاری ص ۱۶۴

سلوک کرے جیسا کہ ایسے موقع پر اپنے لئے پسند کرتا تھا۔

جواب ۴: ...... یہ حدیث ایثار، مواثرت پر محمول ہے کہ اپنی ضروریات پر دوسرے کی ضروریات کو ترجیح دے مثلاً پیاس لگی ہے تو دوسرے بھائی کو پہلے پلائے۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر اسی ایک حدیث پر عمل ہو جائے تو سارے جھگڑے فسادات مٹ جائیں۔ اس حدیث پر اولی بالعمل علماء کرام ہیں۔

جواب ۵: ...... یہ حدیث مقاسمت پر محمول ہے کہ چیزوں کی تقسیم میں اپنے پر دوسروں کو ترجیح دو۔

فائدہ: ...... اسلام جو تعلیم دیتا ہے وہ یہ ہے کہ ادائیگی حقوق میں عجلت کرے اور مطالبہ حقوق میں صبر کرے۔ سارے اسلامی اخلاق انہی دو چیزوں کے اردگرد گھومتے ہیں۔

خلاصہ: ...... اس حدیث کا مقصد ادائیگی حقوق ہے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کچھ تقسیم فرمارہے تھے کہ کسی نے کہا کہ آپ اپنے اقرباء کو ترجیح دیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون انصاف کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اثرت کو اختیار نہیں کیا میرے بعد اثرت ہوگی، صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر کیا حکم ہے؟ فرمایا صبر کرو اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرو عزیز طلبا آپ ﷺ نے ہڑتالوں کا حکم نہیں دیا، اور یہ اسلامی طرز نہیں ہے۔

(۸)

﴿باب حب الرسول ﷺ من الایمان﴾

آنحضرت ﷺ سے محبت رکھنا ایمان کا ایک جزء ہے

(۱۳) حدثنا ابوالیمان قال ثنا شعیب قال ثنا ابوالزناد عن الاعرج
ہم سے بیان کیا ابویمانؒ نے، کہا ہم کو خبر دی شعیبؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا ابوزنادؒ نے، انھوں نے اعرجؒ سے
عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال والذی نفسی بیدہ
انھوں نے ابو ہریرۃؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس (خدا) کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے
لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ.
تم میں سے کوئی شخص (پورا) مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اسکے باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں

۱؎ بخاری شریف ج ۱ ص ۴۴۵

(۱۴) حدثنا یعقوب بن ابراهیم قال ثنا ابن علیة عن عبدالعزیز بن صهیب

ہم سے بیان کیا یعقوب بن ابراہیمؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا ابن علیہؒ نے، انھوں نے عبدالعزیز بن صہیبؒ سے

عن انسؓ عن النبی ﷺ ح وحدثنا ادم بن ابی ایاس قال

انھوں نے انسؓ سے، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے۔ تحویل اور ہم سے بیان کیا آدم ابن ابو ایاس نے، کہا

ثنا شعبة عن قتادة عن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ

ہم سے بیان کیا شعبہ نے، انھوں نے قتادہ سے، انھوں نے انسؓ سے، کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

لایومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین.

کوئی شخص اس وقت تک (پورا) مومن نہیں ہوتا جب تک اس کو میری محبت اپنے باپ اور اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض: ......امام بخاریؒ کی غرض ترجمۃ الباب سے اثبات ترکیب ہے کہ آپ ﷺ کی محبت بھی ایمان کا جزء ہے۔

حدیث کا مفهوم: ...... مفہوم حدیثیہ ہے کہ کوئی بھی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک مذکورہ فی الحدیث چیزوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

سوال: ......**من والده وولده والناس اجمعین** تین چیزوں کا ذکر فرمایا: **والده:** اس میں تمام اصول داخل ہیں۔ **ولده:** اس میں تمام فروع آگئے اور **والناس اجمعین** میں تمام لوگ آگئے لیکن اپنی جان **(من نفسه)** کا ذکر نہیں فرمایا کہ اسکی اپنی جان سے بھی آپ ﷺ زیادہ محبوب ہوں حالانکہ ایمان مکمل کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے؟

جواب: ...... اس حدیث کو جامع کرنے کے لیے توجیہات کی گئی ہیں۔

التوجیه الاول: ......انسان کی اپنی جان والد اور ولد کے ضمن میں آگئی۔ جب حضور ﷺ والد اور ولد سے بھی زیادہ محبوب ہونگے تو اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہونگے کیونکہ ان پر آدمی اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔

التوجیه الثانی: ......انسان کی اپنی جان کا ذکر **والناس اجمعین** میں ہے کیونکہ یہ بھی ناس میں داخل ہے۔

التوجیه الثالث: ......اپنی جان سے زیادہ محبوب ہونے کا ذکر دوسری حدیث میں ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ مجھے سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں لیکن پسلیوں کے اندر جو جان ہے اس سے زیادہ محبوب نہیں معلوم ہوتے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمر! بات نہیں بنے گی جب تک کہ پسلیوں میں جو جان ہے اس سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اب آپ! پنی جان سے بھی

زیادہ محبوب ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، ((الآن یاعمر)) [۱]

سوال ثانی: ...... بعض اوقات بال بچوں اور بیوی کی محبت اور یاد ستاتی ہے لیکن حضور ﷺ کی یاد نہیں ستاتی تو پھر یہ آدمی مؤمن کیسے ہوا؟

جواب اول: ...... محبت دو قسم کی ہے ۱...... ایک محبت طبعی ۲...... دوسری محبت عقلی۔

محبت طبعی: ...... جو محبت طبعیت کے تقاضے سے ہو جاتی ہے۔

محبت عقلی: ...... جو انسان سوچ سمجھ کر اپنے اختیار سے محبت لگاتا ہے۔ یا یوں تعبیر کرلو کہ غیر اختیاری اور اختیاری۔ حدیث میں محبت اختیاری مراد ہے۔ تقابل سے امتحان ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کی بیوی حضور ﷺ کی شان میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرتی ہے اور یہ صبر کر جاتا ہے تو یہ مؤمن نہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بچوں اور بیوی کی ایسی بات کو امتی ہرگز برداشت نہیں کرتا یہی محبت مع الرسول ﷺ ہے۔

جواب ثانی: ...... بعض محدثینؒ نے دوسرا جواب دیا ہے۔ لیکن تعبیر کا ہی فرق ہے کہ، ایک حب طبعی ہے اور ایک حبِ ایمانی ہے۔ حبِ ایمانی، حبِ طبعی سے زائد اور اس پر غالب ہوتی ہے [۲]۔

واقعہ ۱: ...... چنانچہ حضرت خنساءؓ کا خاوند، بیٹا اور بھائی تینوں شہید ہو گئے جب ان سے کہا گیا کہ آپ کا فلاں بیٹا شہید ہو گیا، آپ کے خاوند اور بھائی سب شہید ہو گئے تو وہ فرمانے لگیں کہ حضور ﷺ کا حال سناؤ، جواب ملا کہ آپ بحمد اللہ محفوظ ہیں، کہنے لگیں مجھے دکھلا دو، جوں ہی دیدار سے مشرف ہوئیں بولیں کل مصیبة بعدک جلل (ای حقیر) [۳]

واقعہ ۲: ...... عبداللہ بن زیدؓ اپنے کھیت یا باغ میں تھے کہ نبی ﷺ کی وفات کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے فوراً دعا مانگی کہ یا اللہ میری بینائی سلب کر لے میں اپنی آنکھ سے اپنے محبوب ﷺ کے بعد کسی اور کو نہیں دیکھنا چاہتا چنانچہ انکی یہ دعا قبول ہوئی اور بینائی جاتی رہی [۴]

واقعہ ۳: ...... حضرت ثمامہ بن اثالؓ قیدی ہو کر آئے اسلام لانے کے بعد فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ اسلام سے پہلے آپ اور آپ کا شہر سب سے زیادہ مبغوض تھا اب آپ اور آپ کا شہر سب سے زیادہ محبوب ہے۔

مجنوں کہتا ہے۔

امر علی الدیار دیار لیلی	۞	اقبل ذا الجدار وذا الجدار
ما شغفن حب الدیار قلبی	۞	ولکن حب من سکن الدیار

اس محبت طبعی کو محبتِ عشقی بھی کہتے ہیں لیکن یہ انتہائی ناپسندیدہ لفظ ہے قرآن وحدیث نے اس لفظ کو

---

۱ بخاری شریف ج ۲ ص ۹۸۱ ۲ درس بخاری ص ۱۶۶ ۳ ایضاً ۴ درس بخاری ص ۱۶۶

استعمال نہیں کیا بجز صرف ایک جگہ کے اوروہ بھی مذمت کے طور پر ذکر کیا ہے۔فرمایا **ایاکم ولحون اھل العشق** [1]

عن الاعرج:......اس سے مراد ابوداؤدعبدالرحمٰن بن ہرمز ہے، امام مالکؒ اس سے بالواسطہ روایت کرتے ہیں۔ایک دوسرے عبداللہ بن یزید بن ہرمز ہیں اس سے بلاوسطہ روایت کرتے ہیں اوراس سے فقہ بھی حاصل کی ہے توجہاں بھی امام مالک کی سند میں ابن ہرمز آئیگا وہاں عبداللہ بن یزید بن ہرمز ہی مراد ہونگے۔

(۹)

﴿باب حلاوة الایمان﴾

یہ باب ایمان کی مٹھاس کے بیان میں ہے

(۱۵)حدثنامحمد بن المثنی قال ثناعبدالوھاب الثقفی قال ثنا ایوب عن ابی قلابة
ہم سے بیان کیا محمد بن مثنیؒ نے، کہاہم سے بیان کیا عبدالوہابؒ ثقفی نے، کہاہم سے بیان کیا ایوبؒ نے انھوں نے ابوقلابہ سے
عن انسؓ عن النبی ﷺ قال ثلاث من کن فیه وجد حلاوة الایمان
انھوں نے انسؓ سے، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے، فرمایا جس میں تین باتیں ہونگی وہ ایمان کا مزہ پائے گا
ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواھما وان یحب المرء لایحبه الا لله
ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس کو سب سے زیادہ ہو، دوسرے یہ کہ فقط اللہ کے لیے کسی سے دوستی رکھے،
وان یکره ان یعود فی الکفر کما یکره ان یقذف فی النار.[2]
تیسرے یہ کہ دوبارہ کافر بننا اسکواتنا ناگوار ہوجیسے آگ میں جھونکا جانا۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ حلاوت سے حلاوت معنوی مراد ہے کہ دین کے لیے مشقتوں کا برداشت کرنا آسان ہوجائے اللہ کی محبت میں اطاعت انشراح صدر کے ساتھ کرتا ہواسی طرح آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے آپ ﷺ کی اتباع کرتا ہوخلاصہ یہ کہ اعمال کے وقت طبعیت میں بوجھ، گھٹن پیدانہ ہواور مشقتیں برداشت کرنے کے لیے تیار ہوجائے۔

۲۔بعض محدثینؒ نے فرمایا کہ حلاوت معنوی کے ساتھ ساتھ حلاوت حسی بھی مراد ہوسکتی ہے کہ انسان ذکر، طاعت سے مٹھاس، لذت محسوس کرے، یہ بعض اشخاص کے لحاظ سے ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۱ج ۱ [2] امام بخاریؒ یہ حدیث بخاری شریف میں 4 بارلائے (رقوم الاحادیث: ۱۶ ، ۲۱ ، ۶۰۴۱ ، ۶۹۴۱ بخاری مطبوعہ دارالسلام للنشروالتوزیع الریاض)

ذوق ایں بادہ نہ دانی بخدا تا نہ چشی

لیکن ذوقیات سمجھائیں نہیں جاسکتیں۔

اذا لم تر الهلال فسلم		لاناس راؤه بالابصار

مثلاً آپ کو بھوک لگتی ہے کسی دوسرے کو بھوک نہیں لگتی آپ اسکو سمجھا نہیں سکتے۔آم کا مزہ کسی نے چکھا نہ ہو آپ اسے سمجھا نہیں سکتے۔

لطیفہ:...... ایک نابینے سے پوچھا گیا کہ کھیر کھاؤ گے کہنے لگا کھیر کیسی ہوتی ہے بتایا گیا کہ سفید ہوتی ہے، کہنے لگا سفید کیسا ہوتا ہے، جواب ملا بگلے کی طرح پوچھنے لگا کہ بگلا کیسا ہوتا ہے اس نے ہاتھ بگلے کی طرح ٹیڑھا کیا اور نابینے کا ہاتھ اوپر پھروایا، اندھے نے ہاتھ پھیر کر کہا یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے مجھ سے نہیں کھائی جائے گی۔

دوسرا لطیفہ:...... حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں ہے کہ ایک نابینے کو شادی کا شوق دلایا گیا، لوگوں نے کہا شادی بڑی لذت والی ہوتی ہے کہہ کہلا کر اسکی شادی کر دی اس نے سمجھا کوئی کھانے کی چیز ہوگی دوسرے دن اس سے پوچھا گیا کوئی لذت آئی؟ کہنے لگا کوئی لذت نہیں آئی۔

مماسواھما:...... اس میں حضور ﷺ اور اللہ تعالیٰ کو ایک ہی ضمیر میں جمع کر دیا جس سے ان دونوں کا مساوی ہونا معلوم ہوتا ہے حالانکہ ابوداؤد کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ کے قریب ہی ایک خطیب خطبہ دے رہا تھا اس نے کہا من یطع الله ورسوله ومن یعصمهما آپ ﷺ نے فرمایا: ((بئس الخطیب انت))[1] کیونکہ ایک ہی ضمیر میں دونوں کو جمع کر دیا تو ایسے ہی یہاں آپ ﷺ نے خود جمع کر دیا جو محل اشکال ہے؟

جواب ۱:...... اس کلام میں آپ ﷺ خود متکلم ہیں اگر غیر کا کلام ہو، غیر ذکر کرے تو شرک کا شبہ ہوسکتا ہے اگر آپ ﷺ خود کریں تو یہ محتمل شرک نہیں ہے۔[2]

جواب ۲:...... آپ ﷺ کی نکیر ابتدائی زمانہ پر محمول ہے کیونکہ ابھی توحید راسخ نہیں ہوئی تھی اس لیے شرک کے شبہ والے کلمے سے بھی احتراز کیا اور جس وقت آپ ﷺ نے یہ کلام فرمایا اس وقت توحید راسخ ہو چکی تھی۔

جواب ۳:...... خطبہ بیان توحید کا مقام ہے وہاں ایسا موہم شرک لفظ بولنا درست نہیں جبکہ آپ ﷺ کے کلام کا موقع ایسا نہیں ہے۔

جواب ۴:...... خطبات میں ایضاح وتفصیل مقصود ہوتی ہے ایسے موقع پر ایسا موہم لفظ بولنا مناسب نہیں تو آپ ﷺ کے **بئس الخطیب** فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ خطیب آداب خطابت سے ناواقف ہے۔

---

[1] ابوداؤد ص ۱۶۴ ج ۱ [2] تنظیم الاشتات ص ۴۵

جواب ۵: ...... آپ ﷺ کے کلام میں جملے الگ نہیں ہیں (ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما) اکٹھا کلام ہے اور خطیب کے کلام میں جملوں کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے غلط معنی کا وہم پیدا ہوگیا (مَنْ یطع اللہ و رسولہ فقد رشد، ومن یعصھما فقد غوی)

جواب ۶: ...... یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

جواب ۷: ...... آخر میں آپ ﷺ نے فیصلہ دیدیا۔ اس مسئلہ میں نفس جواز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ایسا فرمایا۔

لایحبہ الا اللہ: ...... محبت کسی اور غرض کے لیے نہ ہو کیونکہ جو کسی غرض کے لیے ہو وہ ٹوٹ جاتی ہے اور جو اللہ کے لیے ہو تو چونکہ اللہ دائمی ہے اس لیے وہ محبت بھی باقی رہتی ہے۔

وان یکرہ ان یعود: ......**سوال:** لفظ یعود سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث خاص ہے ان لوگوں کے ساتھ جو کفر سے اسلام میں داخل ہوئے کیونکہ عود حالت اولیٰ کی طرف لوٹنے کو کہتے ہیں؟

جواب: ...... یعود یصیر کے معنی میں بھی آتا ہے۔ معناہ ھنامعنی الصیرورۃ [۱] قال تعالیٰ ومایکون لنا ان نعود فیھا.

کما یکرہ ان یقذف فی النار: ......اس کے تحت ملاحظہ ہو حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ جو "کتاب الایمان: الحب فی اللہ والبغض فی اللہ من الایمان" کے تحت گذرا۔

(۱۰)
باب علامۃ الایمان حب الانصار
انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے

(۱۶) حدثنا ابوالولید قال ثنا شعبۃ قال اخبرنی عبداللہ بن عبداللہ بن جبر قال
ہم سے بیان کیا ابو ولیدؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا شعبہؒ نے، کہا مجھ کو خبر دی عبداللہ بن عبداللہ بن جبرؒ نے، کہا
سمعت انس بن مالک عن النبی ﷺ قال ایۃ الایمان حب الانصار
میں نے انس بن مالکؓ سے سنا، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے، فرمایا: ایمان کی نشانی انصار سے محبت رکھنا ہے
وایۃ النفاق بغض الانصار. [۲]
اور نفاق کی نشانی انصار سے بیر (بغض) رکھنا ہے۔

[۱] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۴۹ [۲] انظر (۳۷۸۴ فی فضائل الانصار)

﴿تحقیق و تشریح﴾

ربط: ...... لمافرغ عن الحب مطلقاو کان عاما اردفه بذکر محبة الطائفة وانتخب منهاالانصار[1]

یعنی پہلے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت کا ذکر تھا اب باب قائم فرمایا کہ محبوب کی محبت والوں اور اسکے انصار کے ساتھ محبت کرنا علامتِ ایمان ہے۔ انصار حضور ﷺ سے محبت کرنے والے تھے حضور ﷺ کو بھی ان کے ساتھ محبت تھی۔ ہم انصار سے محبت کریں حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے۔

سوال: ...... تمام صحابہؓ میں انصار کی تخصیص کیوں فرمائی؟

جواب: ...... اس لیے کہ انصار میں محبت ابتداء ہی سے تھی۔ اور دین کے زیادہ مددگار انصار ہی ہوئے، مہاجرین کی مدد بھی انصار ہی نے کی تو انصار سے محبت حضور ﷺ ہی کی محبت کی وجہ سے ہے اور حضور ﷺ کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔

انصار: ...... لفظ انصار کے زیادہ تر مصداق اوس و خزرج کے دو قبیلے ہیں۔

(۱۷) حدثنا ابو الیمان قال حدثنا شعیب عن الزهری قال انا ابو ادریس عائذالله
ہم سے بیان کیا ابو یمانؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا شعیبؒ نے انھوں نے زہریؒ سے، کہا ہم کو خبر دی ابوادریس عائذ اللہ
ابن عبدالله ان عبادة بن صامت وکان شهد بدرا وهو احد النقباء لیلة العقبة
ابن عبداللہؒ نے ان سے (بیان کیا) عبادہ بن صامتؓ نے اور یہ عبادہؓ وہ تھے جو بدر میں شریک تھے اور عقبہ کی رات میں وہ بھی ایک نقیب تھے
ان رسول الله ﷺ قال وحوله عصابة من اصحابه بایعونی علی ان
کہ آنحضرت ﷺ نے (صحابہؓ سے) فرمایا ان کی ایک جماعت آپؐ کے گرداگرد تھی تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ
لاتشرکوا بالله شیئا ولاتسرقوا ولاتزنوا ولاتقتلوا اولادکم. ولاتأتوا ببهتان
اللہ کا کسی کو شریک نہ بناؤ گے اور چوری نہ کرو گے اور زنا نہ کرو گے اور اپنی اولاد کو نہ مارو گے۔ اور اپنے ہاتھ اور پاؤں
تفترونه بین ایدیکم وارجلکم ولاتعصوا فی معروف فمن وفی منکم
کے سامنے (جان بوجھ کر) کوئی بہتان بنا کر نہیں اٹھاؤ گے، اور نیک کاموں میں نافرمانی نہ کرو گے، پھر جو کوئی تم میں یہ اقرار پورا کرے

[1] فیض الباری ج ۱ ص ۸۵

فاجره على الله ومن اصاب من ذلك شيئا فعوقب في الدنيا
اس کا ثواب اللہ پر ہے، اور جو کوئی ان (گناہوں) میں سے کچھ کر بیٹھے اس کو دنیا میں اس کی سزا دی جائے گی
فهو كفارة له ومن اصاب من ذلك شيئا ثم ستره الله
(حد پڑ جائے) تو اس کا گناہ اتر جائے گا اور جو کوئی ان (گناہوں) میں سے کچھ کر بیٹھے پھر اللہ (دنیا میں) اس کو چھپائے رکھے
فهو الى الله ان شاء عفا عنه وان شاء عاقبه فبايعناه على ذلك [1]
تو وہ اللہ کے حوالہ ہے اگر چاہے (آخرت میں بھی) اس کو معاف کر دے اور اگر چاہے عذاب کرے، پھر ہم نے ان باتوں پر آپ ﷺ سے بیعت کر لی

﴿تحقیق و تشریح﴾

اس حدیث کی سند میں پانچ راوی ہیں، پانچویں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں کل مرویات ۱۸۱ ہیں اول من ولی قضاء فلسطين، توفي اربع وثلثين، واعلم ان عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ فرد في الصحابة رضی اللہ عنہم وفيهم عبادة بدون ابن الصامت اثنى عشر نفسا [2]

كان شهد بدرا: ...... چونکہ بدریوں کا مقام دوسرے صحابہ سے فائق تھا اس لیے بیان فضیلت کی غرض سے یہ الفاظ بولے اسی طرح کسی موقع پر وهو البدري بولا جاتا ہے۔

احدالنقباء: ...... **نقباء:** نقیب کی جمع ہے۔نقیب اسے کہتے ہیں جو کسی قوم کے احوال کی تفتیش کرے اور بیان کرے۔جنھوں نے لیلۃ العقبہ میں آپ ﷺ سے بیعت کی تھی ان میں سے ہر ایک کو آپ ﷺ نے نقیب قرار دیا تھا تاکہ وہ جا کر قوم کو تبلیغ کریں اور دین پہنچائیں۔

سوال: ...... لیلۃ العقبۃ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ...... لیلۃ العقبہ سے مراد وہ رات ہے جس رات حضور ﷺ نے منیٰ میں ایک گھاٹی کے پاس مدینہ منورہ سے آنیوالوں کی بیعت فرمائی۔٦ یا ٧ یا ٨ آدمی تھے اور اسلام میں داخل کیا اسکو بیعتِ عقبہ بھی کہتے ہیں۔

اختلاف: ...... بیعتِ عقبہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ دو مرتبہ ہوئی یا تین مرتبہ، بعض کے نزدیک دو مرتبہ اور بعض کے نزدیک تین مرتبہ راجح یہی ہے کہ تین مرتبہ ہوئی پہلی مرتبہ سن ١١ نبوی کو حج کے موسم میں مدینہ منورہ والوں نے سنا کہ مکہ مکرمہ میں محمد ﷺ نے نبوت کا دعوی کیا ہے، سوچا ان سے دین سمجھنا چاہیے اس سال ٦، ٧ یا ٨ آدمی آئے

---

[1] امام بخاریؒ اس حدیث شریف کو بخاری میں 12 مرتبہ لائے رقوم الاحادیث: ۱۸ ، ۳۸۹۲ ، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹ ، ۴۸۹۴ ، ۶۷۸۴ ، ۶۸۰۱ ، ۶۸۷۳ ، ۷۰۵۵ ، ۷۱۹۹ ، ۷۲۱۳ ، ۷۴۶۸ ، بخاری مطبوعہ: دار السلام للنشر والتوزیع الریاض اخرجہ مسلم، الترمذی، النسائی [2] عمدۃ القاری ج ۱ ص

آپ ﷺ نے ان کو دین سمجھایا تو انہوں نے قبول کرلیا اور چلے گئے ان میں ایک اسعد بن زرارہؓ بھی تھے۔اگلے سال سن ۱۲ نبوی کو بارہ یا چودہ آدمی آئے ان میں عبادہ بن صامتؓ بھی تھے انہوں نے اسلام قبول کیا۔سن ۱۳ نبوی کو ۷۰ کے قریب آدمی آئے جنہوں نے اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی۔تو یہاں بیعتِ عقبہ اولی مراد ہے یا ثانیہ؟ مشہور یہ ہے کہ یہ نقباء بیعت عقبہ ثانیہ میں سے ہیں بعض نے اولی کے نقباء میں شمار کیا ہے [۱]

بعض نسخ میں باب کا لفظ نہیں ہے تو یہ حدیث پہلے باب کے تحت ہوگی اس صورت میں دونوں حدیثوں کے درمیان ربط بیان کرنا ہوگا جو دو طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔

ربط اول: ...... پہلی حدیث میں حب الانصار کو علامت ایمان قرار دیا دوسری حدیث میں اسکی دلیل بیان کی گئی کہ کیوں علامت ایمان ہے

ربط ثانی: ...... دوسری حدیث میں انصار کو انصار کہنے کی وجہ بیان فرمائی [۲]

جن نسخوں میں باب بلا ترجمہ ہے تو اسکی وجوہات بیان کرنا ضروری ہے۔سو اسکی چند وجوہ ہیں۔

بلا ترجمہ باب ذکر کرنے کی وجوهات

الوجه الاول: ...... اگر باب بلا ترجمہ ہو تو دراصل پہلے باب کی فصل ہوتی ہے تو اسکا ربط پہلے باب کے ساتھ ہوتا ہے جو ابھی معلوم ہو چکا [۳]

الوجه الثانی: ...... دوسری وجہ شیخ الہندؒ سے منقول ہے "تشحیذِ اذہان" کہ طالبعلم اپنے ذہن پر دباؤ ڈالے اور سوچے کہ اس پر کیا ترجمہ قائم ہوسکتا ہے؟ [۴] مثلاً اس حدیث پر مندرجہ ذیل ترجمے قائم ہو سکتے ہیں۔(۱) باب من الایمان ترک الکبائر (۲) باب من الایمان دوام الطاعة (۳) باب فی علة حب الانصار من الایمان، وعلی هذا القیاس

الوجه الثالث: ...... تکثیرِ فوائد۔ایک ترجمہ قائم کرنے سے طالبعلم کا ذہن اسی ترجمہ میں منحصر ہو جاتا ہے کہ بس یہی ترجمہ ثابت ہوا۔

بایعونی: بیعت کرو تم میری یعنی مجھ سے عہدِ اطاعت کرو، یہ بیع سے ہے اسکا معنی بیچنا یا بک جانا ہے۔چونکہ بیعت کرنے والا اپنے جذبات وخواہشات کو مقتدا کے حوالے کر دیتا ہے اس لیے اسکو بیعت کہتے ہیں۔

اقسام بیعت: ...... بیعت کی چار قسمیں ہیں [۵]

۱ **:بیعتِ اسلام :** ...... کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا۔

۲ **:بیعتِ خلافت :** ...... کسی کو امیر المؤمنین تسلیم کرنا اور عہدِ اطاعت کرنا۔

---

[۱] تقریر بخاری ج ۱ ص ۱۲۷ [۲] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۵۲ [۳] فتح الباری ج ۱ ص ۵۴ [۴] تقریر بخاری ج ۱ ص ۱۲۵ [۵] بیاض صدیقی ص ۸۷

۳:**بیعت جہاد:**...... امیر لشکر اپنے لشکریوں سے جہاد کے لیے بیعت لے جیسے صلح حدیبیہ میں حضور ﷺ نے لی۔
۴:**بیعت طریقت:**...... گناہوں کو چھوڑنے اور نیکیوں پر پابندی کے لیے کسی صالح کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔
آپ ﷺ سے بیعت کی چاروں قسمیں ثابت ہیں۔ بیعت اسلام عقبہ اولیٰ وثانیہ میں تھی، بیعت طاعت سب صحابہؓ نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر کی، بیعت جہاد بیعت رضوان ہے، بیعت طریقت: بھی عبادہ بن صامتؓ کی دوسری روایت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ((بایعونی)) عرض کیا ((قدبایعناک یارسول اللہ)) دوبارہ ارشاد فرمایا ((بایعونی)) اب جب کہ وہ بیعت اسلام کر چکے تھے جہاد کا بھی اس وقت ارادہ نہ تھا تو یہ بیعت طریقت ہی تھی۔

سوال:...... یہاں کون سی بیعت مراد ہے؟

جواب:...... اس میں علماء کی دو رائیں ہیں۔

الاول:...... پہلی رائے یہ ہے کہ یہ بیعت اسلام ہے، قرینہ اس پر **هو احد النقباء ليلة العقبة** کا لفظ ہے کیونکہ لیلۃ عقبہ میں جو حاضر ہوئے تھے انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا لہذا یہ بیعت اسلام ہوئی نیز لفظ ﴿اَنْ لَّاتُشْرِكُوْا بِاللهِ شَيْئًا﴾ بھی اسی کا مؤید ہے۔

الثانی:...... دوسری رائے یہ ہے کہ یہ بیعت طریقت ہے بیعت اسلام نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد موسم حج کا ہے، رہا احد النقباء کا لفظ تو وہ محض تعارف کے لیے ہے، حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہی ہے۔

والراجح هو الاول:...... قرینہ یہ ہے کہ لفظ **حوله عصابة من اصحابه** ہے اگر فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہوتا تو لاکھوں کی جماعت ہوتی چھوٹی سی جماعت نہ ہوتی۔

فائدہ:...... بعض لوگ بیعت طریقت کو بدعت کہتے ہیں یہاں جب چاروں قسم کی بیعت ثابت ہوگئی تو معلوم ہوا کہ بدعت نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں اور بیرون میں بھی بیعت طریقت کے مشہور چار سلسلے ہیں۔
۱۔چشتی ۲۔قادری ۳۔نقشبندی ۴۔سہروردی۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سلسلے کو قادری کہتے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے سلسلے کو سہروردی کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے سلسلے کو چشتی کہتے ہیں۔ حضرتؒ خواجہ محمد بہاؤالدین نقشبندؒ کے سلسلہ کو نقشبندی کہتے ہیں۔

مسئلہ:...... بیعت مستحب ہے لیکن اس پر نجات موقوف نہیں ہے چونکہ یہ حصول ہدایت میں معاون ہوتی ہے اس لیے مستحب ہے مقصود اصلی احکام کو بجالانا، گناہوں سے بچنا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سے پوچھ پوچھ کر طاعت کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے تو بیعت کوئی ضروری نہیں۔ آپ نہ بدعت کہیں نہ واجب۔ دونوں بدعت ہیں دونوں غلو

ہیں۔مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ اور مولانا سید سلمان ندویؒ ندوۃ العلماء کے بڑے ستونوں میں سے ہیں انہوں نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کو لکھا کہ ہم آپ سے بیعت کرنا چاہتے ہیں، حضرت مدنیؒ نے لکھا کہ آپ عالم لوگ ہیں اور میں جاہل، حضرت تھانویؒ عالم ہیں آپ کی اور ان کی طبعیتیں مل جائیں گی ان سے بیعت کرلیں۔انہوں نے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں خط لکھا تو حضرتؒ نے جواب دیا کہ آپ حضرات خادم قوم ہیں اور میں نادم قوم ہوں، مولانا حسین احمد مدنیؒ خادم قوم ہیں (خادم سے مراد سیاست میں حصہ لینے والے) ان سے آپ کی طبعیتیں مل جائیں گی ان سے بیعت کرلیں۔ یہ دونوں حضرات حضرت مدنیؒ کے پاس گئے حضرت مدنی انکولیکر حضرت تھانویؒ کی پاس آگئے اور عرض کیا، حضرت ان کو بیعت کرلیں آپ عالم ہیں، حضرت تھانویؒ نے فرمایا حضرت آپ ہی کرلیں بار بار اصرار ہوا آخر حضرت مدنیؒ نے عرض کیا حضرت آپ بڑے ہیں بیعت کرلیں، حضرت تھانویؒ نے فرمایا ''عجیب بات ہے بڑا بھی کہتے ہو اور بات بھی نہیں مانتے'' حضرت مدنیؒ نے بیعت کرلیا اور فرمایا کہ خط وکتابت حضرت تھانویؒ سے رکھنا۔

ان لاتشرکوا باللہ شیئا: ......اس پر بحث اور شرک کی اقسام حدیث ہرقل کے تحت گزر چکی ہیں۔

ولاتأتوا ببھتان تفترونہ بین ایدیکم وارجلکم: ......بہتان اس عیب کو کہتے ہیں جو کسی میں نہ ہو اور اسکے ذمہ لگایا جائے اور اگر عیب ہو اور پسِ پشت بیان کیا جائے تو اسے غیبت کہتے ہیں۔

بین ایدیکم وارجلکم اس جملہ کی کئی تفسیریں ہیں۔

التفسیر الاول: ......بین ایدیکم وارجلکم کا تعلق لاتأتوا سے ہے کہ سامنے مت لاؤ۔ایک ہے پس پشت عیب لگانا اور ایک ہے سامنے منہ پر عیب لگانا یہ بہت بے شرمی کی بات ہے [1] **کماقالہ الخطابیؒ**۔اگلا آدمی حیران پریشان ہوجاتا ہے انکار بھی نہیں کرسکتا۔

الثانی: ......اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ شرمگاہ کا عیب مت لگاؤ کیونکہ شرمگاہ پاؤں اور ہاتھوں کے درمیان ہے۔اس لئے بین ایدیکم وارجلکم سے تعبیر کیا اس سے خصوصیت کے ساتھ منع کرنا اس لیے ہے کہ یہ زیادہ بے عزتی کا باعث بنتا ہے کیونکہ اس سے مراد زنا ہوتا ہے۔

الثالث: ......بین ایدیکم وارجلکم سے مراد دل ہے یعنی اپنی طرف سے گھڑ کر عیب مت لگاؤ اور دل بین ایدیکم وارجلکم ہی ہوتا ہے اس لئے کہا **ولاتاتوا ببھتان تفترونہ بین ایدیکم وارجلکم**۔[2]

الرابع: ......بین ایدیکم وارجلکم کنایہ ہے ذات سے کیونکہ اکثر کام انہی سے ہوتے ہیں۔اشعۃ اللمعات میں ہے

نیارید دروغے راکہ پیدامی کنید اورامیان دستہائے خود وپائہائے خود یعنی ازذاتہائے خود۔

---

[1] فتح الباری ج ا ص ۵۴ [2] فتح الباری ج ا ص ۵۵

الخامس: ...... دراصل یہ لفظ عورتوں کی بیعت کے وقت کہا گیا ہے کیونکہ عورت کا بچہ جو بین الایدی والارجل زنا کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اسکو زوج کی طرف نسبت کرنے سے منع فرمایا[۱] تو یہ لفظ اصل بیعت نساء میں تھا پھر بیعتِ رجال میں بھی استعمال کیا گیا لہذا معنی بھی بدل گئے!

عورتیں ایسا کیا کرتی تھیں کہ کسی سے زنا کیا اور بچہ خاوند کے نام لگا دیا یا زنا کسی سے کیا اور معلوم ہونے پر نام دوسرے کا لے دیا تو اس سے منع کیا گیا جیسے جریج بنی اسرائیل میں ایک راہب گزرے ہیں ایک مرتبہ یہ نماز پڑھ رہے تھے کہ والدہ نے آواز دی اس نے کہا اللھم صلوتی وامی تین بار ایسے ہی ہوا ماں نے بدعاء کردی کہ تجھے موت نہ آئے جب تک کسی زانیہ کے منہ نہ لگے۔ایک زانیہ نے کسی چرواہے سے بدکاری کی بچہ پیدا ہوا۔ادھر اس راہب کے کچھ حاسد کسی ایسی بات کی تلاش میں ہی تھے جس سے ان کی بدنامی ہو جب انہیں اس کے بیٹے کا پتہ چلا تو انہوں نے اس عورت سے کہا کہ یہ الزام اس راہب کے سر تھوپ دینا، چنانچہ جب لوگوں نے اس عورت سے پوچھا کہ کس سے زنا کیا ہے؟ اس نے راہب جریج کا نام لے دیا۔لوگوں نے آ کر پٹائی شروع کردی یہ کہتے رہے کہ مجھے بتاؤ تو سہی میرا قصور کیا ہے؟ آخر لوگوں نے بتایا کہ تو نے زنا کیا ہے انہوں نے کہا میں نے زنا نہیں کیا، میری بات پر اعتماد کرتے ہو یا بچہ گواہی دے؟ لوگوں نے کہا بچہ گواہی دے تو خدا تعالی نے بچے کو قوت گویائی دی اس نے کہا میں فلاں چرواہے کا بیٹا ہوں[۲]

ولاتعصوا فی معروف: ...... معروف کی قید اللہ اور رسول کے لحاظ سے واقعی ہے اوروں کے لحاظ سے احترازی ہے۔

فاجرہ علی اللہ : ...... علی لزوم کے لیے آتا ہے اس سے معتزلہ نے استدلال کیا ہے کہ اللہ پر نیک آدمی کو اجر دینا واجب ہے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ لایجب علی اللہ شئی کیونکہ جس پر کوئی چیز واجب ہو وہ مکلف ہوتا ہے اللہ تعالی مکلف نہیں ہے اگر سزا دیں تو یہ انکا عدل ہے اور جزا دیں تو فضل ہے معتزلہ کے استدلال کا

جواب: ...... وجوب دو قسم پر ہے ۱۔وجوب استحقاقی کسی کا حق کسی کے ذمہ ہو ۲۔وجوب تفضلی بطور فضل کے اپنے اوپر کسی چیز کو لازم کرلے علی سے مستفاد وجوب استحقاقی نہیں تفضلی ہے۔

سوال: ...... جب عمل کیا تو جزاء کا مستحق کیوں نہیں؟ حالانکہ اجر عوض عمل ہے؟

جواب ۱ : ...... بندے کی طرف سے کوئی عمل بھی نہیں پایا گیا جس پر وہ اجر کا مطالبہ کرے اس لیے کہ بندہ کی کوئی چیز اپنی نہیں ہے اور عمل بھی فضل الہی ہے تو فضل علی فضل پر اجر کا مطالبہ؟ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ[۳]

حضرت تھانویؒ نے اس کو ایک مثال کے ذریعے سمجھایا کہ ایک شخص نے ایک باغ لگایا مزدور بھی رکھا اسکو مزدوری ملتی رہی پھول کھلے تو مزدور گلدستہ بنا کر لے آیا پھلوں کا موسم آیا تو مزدور پھلوں کا ٹوکرا بھر کر لے آیا مالک

---

۱ فتح الباری ج ۱ص ۵۵ ۲ بخاری شریف ج ۱ص ۱۶۶ ۳ پارہ ۲۱ سورۃ روم آیت ۴۲

نے انعام دیدیا تو درحقیقت یہ مزدور کسی انعام کا مستحق نہیں ہے۔اس لیے کہ مزدوری اسکوملتی ہے باقی سب چیزیں مالک کی ہیں مالک خوش ہوکر انعام دیدیتا ہے کہ چلو ایک صورت بنادی اعمال صالحہ کی مثال ایسے ہی ہے کہ جسم وصلاحیتیں خدا کی طرف سے عنایت ہے وقت اور توفیق خدا کی طرف سے عطا فرمودہ۔

جواب ۲ :...... ان اعمال کی اجرت بندہ پیشگی وصول کر چکا ہے لہٰذا جو اجر ملے وہ خالص فضل ہی فضل ہے۔واعظوں سے سنا کہ ایک شخص حساب کے لیے پیش ہوگا پانچ سو سال عمر ہوگی ساری عمر عبادت میں گذاری ہوگی اللہ تعالی فرمائیں گے جا میرے فضل سے جنت میں داخل ہوجا، وہ کہے گا یا اللہ! ساری زندگی تو عبادت میں گذاردی اب بھی تیرے فضل ہی سے جنت میں جارہا ہوں؟ اللہ تعالی فرمائیں گے (یہ کوئی حسابی آدمی معلوم ہوتا ہے) اس سے حساب کرو حساب کرکے فرشتے کہیں گے اسکی پانچ سو سال کی عبادت اسکی ایک آنکھ کے بدلے میں ہے الحاصل اجر پیشگی وصول کر چکا۔ابن عطاء اسکندریؒ کا ملفوظ ہے **لاکبیرة عندالفضل ولاصغیرة عندالعدل.** پنجابی میں محاورہ ہے کہ شاہاں نال حساب کروگے تے کجھ دینا ای پئے گا (یعنی بادشاہوں کے ساتھ حساب کروگے تو کچھ دینا ہی پڑے گا)

فھو کفارة له:......

﴿مسئلہ "حدود" کفارات ھیں یا نھیں؟﴾

جمھور ائمہؒ:...... کہتے ہیں کہ حدود کفارات ہیں۔

احنافؒ :...... کا مسلک یہ ہے کہ حدود زواجر ہیں کفارات نہیں [۱]۔بعض اوقات ممتحن پوچھ لیتا ہے کہ **الحدود زواجر ام سواتر؟** زواجر کا معنی ہے کہ آئندہ روکنے والی ہیں گناہ جس پر حد لگی معاف نہیں ہوگا۔جمہورؒ کہتے ہیں کہ سواتر ہیں گناہ کو صاف کرنیوالی ہیں۔

دلیلِ جمھور:...... حدیث باب ہے۔**فھو کفارة له.**

ائمہ حنفیہؒ کہتے ہیں کہ کبیرہ کی معافی کے دو طریقے ہیں ۱۔توبہ ۲۔فضل الٰہی اور صغیرہ کی معافی کے تین طریقے ہیں دو اوپر والے اور تیسرا نیک عمل۔لیکن حقوق کی تخصیص ہے کہ وہ صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ انکی تلافی بھی شرط ہے۔

جمہورؒ کبیرہ کی معافی کا ایک سبب اجراءِ حد بھی قرار دیتے ہیں اسطرح جمہورؒ کے نزدیک کبیرہ کی معافی کے بھی تین طریقے ہیں۔

دلائل احناف کثر الله سوادھم:...... آئمہ حنفیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جہاں کہیں حدود کا ذکر کیا ہے وہاں آخر میں توبہ کو بھی ذکر کیا ہے چنانچہ ۱۔﴿**وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا**﴾[۲] کے بعد

---

[۱] وفی (الدر المختار) تصریح بان الحدود لیست بکفارة عندنا: فیض الباری ج۱ ص۸۶ [۲] پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۳۸

﴿فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ﴾ بھی ذکر ہے ۲۔آیت ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ﴾[1] کے آخر میں ہے ﴿وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ﴾ ۳۔وفی الطحاوی ((انه علیه السلام اتی بلص واعترف اعترافا ولم یوجد معه المتاع فقال له النبی ﷺ ما اخالک سرقت قال بلی یارسول الله فامربه فقطع ثم جئی به فقال النبی ﷺ استغفر الله وتب الیه ثم قال علیه السلام اللهم تب علیه))[2]

۴۔ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے مستدرک حاکم میں محشی نے نقل کی ہے لااَدرِیْ الحدود کفارات ام لا (صححه علی شرط الشیخین)

۵۔حدِ قذف کو بیان کرنے کے بعد بھی فرمایا ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا﴾

ان تمام دلائل کی وجہ سے حنفیہ حدیث الباب کی توجیہات کرتے ہیں۔چند توجیہات درج ذیل ہیں۔

التوجیه الاول:...... گناہ کی معافی کا ایک سبب قریب ہے اور ایک سببِ بعید۔توبہ سببِ قریب ہے حد اور عقوبت سبب بعید چونکہ حد اور عقوبت توبہ کا باعث بنتی ہیں اس لیے کہہ دیتے ہیں کہ حد اور عقوبت کفارہ ہیں۔

التوجیه الثانی:...... حدیث الباب میں عقوبت سے مراد حدود نہیں بلکہ مصائب سماویہ ہیں کوئی مصیبت آدمی پر آتی ہے تو وہ کفارہ بن جاتی ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مایصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا اذی ولا غم حتی الشوکة یشاکها الا کفر الله بها من خطایاه ہر تکلیف جو بندہ پر پڑتی ہے اس سے بندے کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

سوال:...... مصیبت اگر کفارہ ہوسکتی ہے تو حد کو بھی کفارہ ہونا چاہیے یہ بھی اللہ ہی کی طرف سے مقرر کردہ ہے اسکا نزول بھی تو آسمانوں سے ہی ہے؟

جواب:...... حد اور مصیبت میں دو فرق ہیں ۱۔مصائب میں اسباب متعین نہیں ہوتے کہ یہ مصیبت کس گناہ کی سزا ہے سزا اللہ نے دینی ہے دنیا میں دے یا آخرت میں یا معاف فرمادیں لیکن حدود میں اسباب متعین ہوتے ہیں کہ فلاں حد فلاں معصیت کی وجہ سے ہے۔

۲۔مصائب میں کسب عبد کو دخل نہیں، جبکہ حد میں کسب عبد کو دخل ہے گویا یہ خود اپنے آپ کو سزا دے رہا ہے جیسے کوئی اپنا خود ہاتھ کاٹ لے لہٰذا حد کو مصیبت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

التوجیه الثالث:...... حدود جاری ہونے کے بعد لوگ تین قسم پر ہوتے ہیں۔

۱......**محدود تائب:** جو حد لگنے کے بعد توبہ کرلے۔

---

[1] پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۳۳ [2] تنظیم الاشتات ج۱ ص ۵۸ [3] مشکوٰۃ ص ۱۳۴

۲......**محدودِ منزجر:** جو حد لگنے کے بعد رک جائے۔

۳......**محدودِ متعنت:** جو حد لگنے کے باوجود ارتکاب معصیت میں مبتلا ہو اور حد کی وجہ سے معصیت سے نہ رکے تو پہلی دو قسموں میں حنفیہؒ بھی جمہورؒ کے ساتھ ہیں، تیسری قسم میں جمہورؒ کو بھی حنفیہ کے ساتھ ہونا چاہیے۔

التوجیه الرابع:...... یہاں ایک صلح کی بات بھی ہے کہ احنافؒ کے نزدیک حدود ابتداءً زواجر ہیں اور انتہاءً سواتر ہیں۔ جمہورؒ کے نزدیک برعکس ہے آخر میں دونوں اکٹھے ہو گئے احنافؒ پہلے قرآن کو دیکھتے ہیں قرآن کی منشاء یہ ہے کہ محدود توبہ کرے، تو اگر قرآن توبہ کا مطالبہ کرتا ہے تو توبہ ہی سے معاف ہوگا۔

(۱۲)
﴿باب من الدین الفرار من الفتن﴾
بابفتنے سے بھاگنا دینداری ہے کے بیان میں ہے

(۱۸)حدثنا عبداللہ بن مسلمة عن مالک عن عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبدالرحمن
ہم سے بیان کیا عبداللہ بن مسلمہ نے، انھوں نے (امام) مالک سے، انھوں نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن
بن ابی صعصعة عن ابیه عن ابی سعید الخدریؓ انه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ابن ابوصعصعہ سے، انھوں نے اپنے باپ (عبداللہ) سے، انھوں نے ابوسعید خدریؓ سے، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
یوشک ان یکون خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال
فرمایا وہ زمانہ قریب ہے جب مسلمان کا بہتر مال بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کے
ومواقع القطر یفر بدینه من الفتن.[۱]
مقاموں میں وہ اپنا دین فتنوں سے بچائے ہوئے بھاگتا پھرے گا۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

حدیث کی سند میں پانچ راوی ہیں، پانچویں ابوسعید خدریؓ ہیں جن کا نام سعد بن مالک ہے اور بعض نے عبداللہ بن ثعلبہ بتایا اور بعض نے سنان بن مالک، کل مرویات ۱۱۷۰ ہیں، متوفی: ۶۴ھ یا ۷۴ھ[۲]

ترجمة الباب کی غرض:...... اس سے امام بخاریؒ کا مقصود یہ ہے کہ جیسے اعمال صالحہ کرنا اجزاءِ دین

---

[۱] امام بخاریؒ یہ حدیث 5 بار لائے ہیں: رقوم الاحادیث بحسب البخاری المطبوعة بدار السلام الریاض: ۱۹، ۳۳۰۰، ۳۶۰۰، ۶۴۹۵، ۷۰۸۸ اخرجہ ابوداؤد والنسائی [۲] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۶۱

میں سے ہے اسی طرح معاصی سے بچنا، گناہ چھوڑنا بھی اجزاءِ دین میں سے ہے۔امام بخاریؒ نے من تبعیضیہ سے استدلال کیا ہے۔

جوابِ استدلال: ......نقول من جانب الحنفیۃ انھا(من) ابتدائیۃ [1]

فتن: ......اس سے مراد عرف میں یہ ہے کہ دینی امور کی مخالفت عام ہو جائے اور دین کی حفاظت مشکل ہو جائے اور اسباب وذرائع مفقود ہو جائیں تو کمزوروں کو اجازت ہے کہ وہ حفاظت دین کی خاطر نکل بھاگیں [2]

غنم: ...... مختصر مال مراد ہے بکریوں میں انحصار نہیں ہے۔

یفر بدینہ: ......باء سببیت کے لیے ہے۔ معنی یہ ہوگا دین کی خاطر فتنوں سے بھاگے یعنی دین کی حفاظت کی خاطر یا باء معیت کے لیے ہے معنی یہ ہوگا فتنوں سے دین کو لے کر بھاگے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ففر الحجر بثوبہ کے معنی ہیں وہ پتھر کپڑے لے کر بھاگ گیا [3]

سوال: ......علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ روایت الباب سے ترجمۃ الباب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ترجمۃ الباب ہے من الدین الفرار من الفتن، کہ میں فرار من الفتن جزو دین ہے جبکہ روایت الباب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرار من الفتن صیانت دین ہے روایت الباب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فرار من الفتن جزو دین ہے؟

جواب: ...... صیانۃ دین بھی تو دین ہی ہے روایت سے ثابت ہوا کہ فرار من الفتن صیانت دین ہے اور صیانت دین بھی دین ہے پس فرار من الفتن دین ہے وھو الصواب [4]

سوال: ......اس حدیث میں عزلت ورہبانیت کی تعلیم دی جارہی ہے جبکہ دوسری جگہ فرمایا ((لا رھبانیۃ فی الاسلام))

جواب: ...... تعلیم رہبانیت نہیں ہے بلکہ تعلیم صیانت دین ہے اور نفی وہاں ہے جہاں رہبانیت کو ہی دین سمجھ لیا جائے۔

مسئلہ:...... صحبت افضل ہے یا عزلت؟ [5]

آدمی دو حال سے خالی نہیں اسے مزاحمت پر قدرت ہوگی یا نہیں۔ مزاحمت پر قدرت ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں

۱۔قدرت بالفعل ہو یا بحسب الفعال اور فی الحال ہو یا بحسب المآل بہر تقدیر اسکے لیے صحبت واجب ہے اور واجب بالعین ہے۔

۲۔یا فی الحال تو قدرت نہیں ہے لیکن امید ہے کہ قدرت حاصل ہو جائے گی تو ایسی صورت میں صحبت واجب بالکفایہ ہے، عزلت ان تمام کے لیے جائز نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ فتن کی مزاحمت پر قدرت نہ ہو تو اس میں تین مذہب ہیں۔

[1] فیض الباری ج۱ ص۹۴ [2] درس بخاری ج۱ ص۱۸۱ [3] بخاری شریف ج۱ ص۴۲ [4] فتح الباری ج۱ ص۴۸ مطبع انصاری دہلی [5] فیض الباری بحوالہ الاحیاء ج۱ ص۹۴

المذهب الاول:...... جمہورؒ کہتے ہیں کہ صحبت بہتر ہے کیونکہ تعلیم وتعلم ،حضور جنائز ،حضور جمعہ،حضور جماعات تکثیر سوادالمسلمین ،عیادۃ المرضیٰ،افشاء سلام،امر بالمعروف اوراعانت محتاج وغیرہ طاعات کا موقع صحبت ہی میں میسر ہے لہذا صحبت افضل ہے [1]

المذهب الثاني:...... علامہ کرمانیؒ نے فرمایا کہ ہمارے اس زمانہ میں خلوت ہی افضل ہے اس لیے کہ مجالس کم ہی معاصی سے خالی ہوتی ہیں۔علامہ عینی فرماتے ہیں ''میرا خیال بھی یہی ہے۔**فان الاختلاط مع الناس فی هذا الزمان لایجلب الاالشرور**'' [2] اور نیز خلوت میں تعلق مع اللہ میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

المذهب الثالث:...... بعض حضرات تفصیل کے قائل ہیں کہ وہ فقیہہ جو خطرہ میں ہے اور مقاومت نہیں کرسکتا اسکے لیے عزلت افضل ہے اور وہ مجاہد جو باطل کو پہچان کر اس سے اجتناب کرسکتا ہے اور حق کو پہچان کر اس پر عمل کرسکتا ہے اس کے لیے صحبت افضل ہے۔جاہل کے لیے بہر صورت صحبت ہی افضل ہے یہ تنہائی میں جا کر کیا کرے گا۔الغرض مزاج اور طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔

من عادتی حب الدیار لاهلها	۞	وللناس فیما یعشقون مذاهبُ

جالس الحسن او ابن سیرین : چاہے نانوتویؒ کی ہم نشینی اختیار کر چاہے گنگوہیؒ کی،مدنیؒ کا ہم نشین بن خواہ تھانویؒ کا،کسی کو کچھ مت کہو سب ٹھیک ہے یہ مزاجوں کا اختلاف ہے۔ہر گل را رنگ وبوئے دیگر است۔

آپ عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی بہادریوں اور خالد بن ولیدؓ کی شجاعتوں کے قصے اور واقعات سنتے ہیں کبھی آپ نے حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کی بہادری کے قصے بھی سنے؟ حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حسان کا شعر تیر کی طرح لگتا ہے۔مزاج اور شانیں الگ الگ ہیں تو کیا ان میں سے کسی کی توہین کروگے؟**نعوذ بالله من ذلک**.

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

---

[1] عمدۃ القاری ج ا ص ۱۶۳ [2] ایضاً

(۱۳)

﴿باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا اعلمکم باللہ وان المعرفۃ فعل القلب لقول اللہ تعالٰی وَلٰکِنْ یُؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ﴾

یہ باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ میں تم سے زیادہ اللہ کا جاننے والا ہوں اور معرفت (یقین) دل کا فعل ہے کیونکہ اللہ تعالٰی نے (سورہ بقرہ میں) فرمایا (لیکن ان قسموں پر تم کو پکڑے گا جو تمہارے دلوں نے (جان بوجھ کر) کھائیں) کے بیان میں

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃ الباب کی غرض:...... امام بخاریؒ کا مقصود اس باب سے **الایمان یزید وینقص** ثابت کرنا ہے[۱] امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں تین جزء ذکر کیے ہیں۔

۱۔انا اعلمکم باللہ ۲۔وان المعرفۃ فعل القلب ۳۔وَلٰکِنْ یُؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ

الجزء الاول:......انا اعلمکم باللہ

سوال:...... **کتاب الایمان** کا عنوان چل رہا ہے، **مقصود الایمان یزید وینقص** ثابت کرنا ہے **انا اعلمکم باللہ** کا تعلق اس سے کیا ہوا؟ یہ ترجمہ تو **کتاب العلم** سے متعلق ہے اس لیے **کتاب العلم** میں ذکر کرنا چاہیے تھا؟

جواب:......اس اعتراض کو دیکھ کر بعض شراح نے یہ کہہ دیا یہ باب درحقیقت **کتاب العلم** میں تھا سہو کاتب کی وجہ سے یہاں درج ہو گیا۔لیکن یہ جواب غلط ہے محض اعتراض کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ **کتاب العلم** کا باب تھا سہو کاتب کی وجہ سے یہاں لکھ دیا گیا۔[۲]

جواب ثانی:......اس ترجمہ سے مقصود **قیاس النظیر علی النظیر** ہے مقصد ایمان کی کمی زیادتی بیان کرنا ہے اس کو علم کی کمی بیشی پر قیاس کیا۔[۳]

جواب ثالث:...... علم، معرفت، یقین سب ایمان کے ساتھ متحد ہیں باتحادِ ذاتی وتغایرِ مفہومی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ علم کے دو درجے ہیں۔

(۱) درجہ کمال جس کو علم حالی بھی کہتے ہیں اور جامع الاعمال بھی کہتے ہیں۔(۲) دوسرا درجہ جو غلبہ حال نہ ہو یعنی جامع للاعمال نہ ہو۔

---

[۱] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۶۴ [۲] تقریر بخاری ج۱ ص۱۴۶ [۳] ایضاً

پہلی قسم میں اور ایمان میں اتحاد ذاتی ہے تو یہاں اعلمکم باللہ سے یہی درجہ مراد ہے تو اعلمکم کا مطلب ہوا ازیدکم ایمانا اب کتاب الایمان سے مناسبت بھی ہوگئی اور زیادت ونقصان بھی ثابت ہوگئی۔

جواب رابع: ...... علم کے دو درجے ہیں۔(۱) غیر اختیاری، اس کو معرفت کہتے ہیں۔

(۲) اختیاری، اس کو تصدیق کہتے ہیں۔ تو یہاں علم سے مراد اختیاری ہے جو کہ تصدیق کا درجہ ہے اور یہ ایمان کے مرادف ہے لہذا کتاب الایمان سے مناسبت ہوگئی۔

الجزء الثاني: ......**وان المعرفة فعل القلب.**

اس میں شراح حدیث کی دو رائیں ہیں۔

۱...... عند البعض مستقل ترجمے کا ذکر ہے اور اس سے مقصود کرامیہ پر رد ہے جو فقط اقرار لسانی کو ایمان کے لیے کافی قرار دیتے ہیں تو ان پر رد فرمایا کہ فقط اقرار لسانی کافی نہیں بلکہ معرفت ضروری ہے اور معرفت فعل قلب ہے اس لیے صرف زبان سے اقرار کافی نہیں۔[۱]

۲...... عند البعض دوسرے جزء سے پہلے کی تشریح مقصود ہے کہ پہلے جزء میں علم سے مراد معرفت ہے اور معرفت بھی اختیاری جو کہ فعل قلب ہے **ولذا قال ان المعرفة فعل القلب.**

سوال: ...... معرفت وعلم از قبیل کیف ہیں نہ کہ از قبیل فعل تو امام بخاریؒ نے کیسے کہہ دیا **ان المعرفة فعل القلب؟**

جواب: ...... امام بخاریؒ بتانا چاہتے ہیں کہ معرفت سے مراد اختیاری ہے جو کہ فعل قلب ہے **ای انعقاد القلب** یعنی قلب کو کسی کے ساتھ جوڑنا۔ دل کو جب کسی کے ساتھ اختیاراً جوڑا جائے تو یہ فعل قلب ہے اسی کا نام عقیدہ ہے تو انسان کا عقیدہ اختیاری ہے اور فعل قلب ہے۔ **عقيدة، فعيلة** کے وزن پر ہے **عقدٌ** سے ماخوذ ہے **معقودة** کے معنی میں ہے یعنی گرہ دی گئی۔ اصطلاحی معنی **انعقادالقلب على القضية** ۔**ربط القلب على القضية** دل کو کسی قضیہ کے ساتھ جوڑ دینا۔ قضیہ کہتے ہیں **يحتمل الصدق والكذب** جو صدق وکذب (سچ، جھوٹ) کا احتمال رکھے، تو حق کے ساتھ جوڑا تو عقیدہ حقہ ہوگا باطل کے ساتھ جوڑا تو عقیدہ باطلہ ہوگا۔

الحاصل: ...... عقیدہ حق بھی ہوسکتا ہے اور باطل بھی اور چونکہ عقائد اسلامیہ کے مخبر محمد رسول اللہ ﷺ سچے ہیں تو عقائد اسلامیہ سب کے سب سچے ہیں اور اسلام کے خلاف سب عقائد باطل ہونگے۔ بعض مرتبہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کافر سچے ہوتے ہیں، کائنات میں اس سے بڑا کوئی جھوٹ نہیں کہ کافر سچے ہوتے ہیں۔ یہ کمرہ کس نے بنایا؟ ایک کہتا ہے خود بخود بنا ہے تو یہ سچا ہے یا جھوٹا؟ اور اگر نور محمد نے بنایا ہے اور وہ کہتا ہے کہ غلام رسول نے بنایا ہے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ کافر کی تو ابتداء ہی جھوٹ سے ہے۔ کوئی ایک آدھ بات خرید وفروخت میں سچ کہہ دی تو کافر کو سچا کہنا

[۱] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۶۴

شروع کردیا مسلمان میں آج اتنی مرعوبیت ہے۔

الجزء الثالث: ......﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾

سوال: ...... امام بخاریؒ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ معرفت فعل قلب ہے یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت اَیمان (بالفتح) سے متعلق ہے اور دعوی ایمان (بالکسر) سے متعلق ہے اَیمان فعل لسان ہے اور معرفت وایمان فعلِ قلب ہے تو ایسی آیت جس کا تعلق فعلِ لسان سے ہے اس سے فعلِ قلب معرفت وایمان پر استدلال کیسے صحیح ہوا؟[1]

جواب: ...... ایمان کی ایک قسم یمین لغو ہے جسکا تعلق لسان سے ہے اور وہ فعلِ لسان ہے اور دوسری قسم یمینِ منعقدہ ہے مواخذہ اس پر ہے اور یہ فعلِ قلب ہے اس آیت کے اندر یہی مراد ہے اور یہ یمین تام نہیں ہوتی جب تک انضمام عقیدہ اور اعتقاد نہ ہو اور یہ فعل قلب ہے فهو مناسب لقوله وان المعرفة فعل القلب لہذا دعوی اور دلیل میں تطابق وتوافق ہوگیا۔

(۱۹) حدثنا محمد بن سلام قال انا عبدة عن هشام عن ابيه
ہم سے بیان کیا محمد بن سلام نے کہا خبر دی ہم کو عبدہ نے، انھوں نے ہشام سے، انھوں نے اپنے باپ (عروہ) سے
عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا امرهم امرهم من الاعمال بما يطيقون
انھوں نے حضرت عائشہؓ سے، کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہؓ کو کوئی حکم دیتے تو انھیں کاموں کا حکم دیتے جن کو وہ کرسکتے تھے
قالوا انا لسنا كهيئتك يارسول الله ان الله قد غفر لك ماتقدم من ذنبك وما تأخر
وہ عرض کرتے یارسول اللہ! ہم آپ ﷺ کی طرح تھوڑے ہیں؟ آپ ﷺ کے تو اللہ نے سب اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے ہیں
فيغضب حتى يعرف الغضب في وجهه ثم يقول ان اتقاكم واعلمكم بالله انا.
یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا غصہ ہوتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (مبارک) چہرہ پر غصہ نمودار ہوتا، پھر آپ ﷺ فرماتے (کیا تم کو معلوم نہیں) تم سب میں زیادہ پرہیز گار اور اللہ کو زیادہ جاننے والا میں ہوں۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

حدثنا محمد بن سلام: ...... سلام بالتخفیف ہے یا بالتشدید؟ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ صواب یہی ہے کہ بالتخفیف ہے وبه قطع المحققون۔ بعض نے کہا کہ بالتشدید ہے لیکن علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ لايوافق على هذه الدعوى فانها مخالفة للمشهور[1]

---

[1] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۶۴

لسنا کھیئتک:...... کاف بمعنی علیٰ ہے۔مقصد یہ ہے کہ ہمیں زیادہ عبادت کی اجازت ہونی چاہیے اس لیے کہ آپ ﷺ تو مغفور ہیں آپ ﷺ کو عمل کی ضرورت نہیں اس کے باوجود آپ ﷺ اعمال کا اتنا اہتمام فرماتے ہیں تو ہمارا کیا حال ہوگا جبکہ ہمارے گناہ بھی زیادہ ہیں اور ہم بخشے بخشائے بھی نہیں پس ہمیں حضور ﷺ سے بھی زیادہ عبادت کی اجازت ہونی چاہیے [1] حضور ﷺ نے اس پر رد فرمایا کہ مجھے زیادہ عمل کرنے چاہییں اس لئے کہ **ان اتقاکم**.(الحدیث)

یا رسول اللہ:......اسکی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔حدیث میں ہے کہ **قبل الدعاء بعد الاذان** درود شریف پڑھنا چاہیے بریلوی اس پر عمل نہیں کرتے سنت ترک کرنا، بدعت کو رواج دینا ان کا مقصود ہے۔**اصلح اللہ حالھم**.

فیغضب:......**سوال**: آپ ﷺ ناراض کیوں ہوئے حالانکہ **لسنا کھیئتک** صحیح ہے؟

جواب:......اس لیے کہ انہوں نے خلاف فطرتِ سلیمہ سوال کیا۔فطرت سلیمہ سے سمجھنا چاہیئے تھا کہ کمال اور نجات اتباعِ سنت میں ہے سنت سے تجاوز کرنے میں نہیں [3]

اس کا پس منظر یہ ہے کہ تین صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کے اعمال کے بارے میں تفتیش کے لیے آئے۔ازواج مطہرات سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ کبھی سوتے ہیں اور کبھی قیام فرماتے ہیں کہ کبھی واحیاء لیل فرماتے ہیں کبھی روزہ رکھتے ہیں اور کبھی افطار کرتے ہیں۔کبھی ازواج سے ملتے ہیں اور کبھی نہیں، انہوں نے سوچا کہ یہ تو کم ہے مگر اس لئے کہ آپ ﷺ بخشے بخشائے ہیں۔

تو ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات کو نماز پڑھتا رہوں گا دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی افطار نہ کروں گا۔تیسرے نے کہا میں بیوی سے علیحدہ رہوں گا۔تو انہوں نے حضور ﷺ کے بتائے ہوئے معمول سے زیادہ عمل کا ارادہ کیا اور یہ بات خلاف فطرت سلیمہ اور منافی اتباع سنت تھی اس لئے آپ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا میں زیادہ تقویٰ اور زیادہ علم ومعرفت والا ہوں،((**انا اتقاکم واعلمکم باللہ انا**))[4] "انا" میں آپ ﷺ نے یہ بتایا کہ میری معرفت بھی زیادہ ہے اور تقویٰ بھی، یعنی مجھے قوت علمیہ اور عملیہ کا کمال حاصل ہے کوئی امتی ان چیزوں میں میرے برابر نہیں ہوسکتا۔

استنباط:......اس سے حضرت انور شاہ صاحبؒ نے استنباط کیا ہے کہ کمالِ عبادت کمال معرفت سے حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ عبادت اللہ تعالی کی مرضی کے مطابق طاعت کرنے کو کہتے ہیں تو جس کو اللہ تعالی کی مرضی جتنی زیادہ معلوم ہوگی اتنی ہی اس کے مطابق طاعت کریگا۔اور یہ کمال عبادت زیادتی مشقت پر موقوف نہیں جنہوں نے زیادتی مشقت پر موقوف سمجھا آپ ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ اسکا تعلق کمال معرفت کے ساتھ ہے نہ کہ زیادتی مشقت کے ساتھ [5]

[1] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۶۵ [2] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۶۷ [3] فیض الباری ج۱ ص۹۷ [4] بخاری شریف ج۲ ص۷۵۷ [5] فیض الباری ص۹۷ ج۱

مثال: ...... آپ کے پیر صاحب آپ کے ہاں مہمان ہوئے گرمی کا موسم ہے دوپہر کا وقت ہے کمالِ خدمت کا مقتضی یہ ہے کہ آپ پہچان لیں کہ ان کو پیاس لگی ہے اور ٹھنڈے پانی کا گلاس لا دیں نہ یہ کہ لوہاری گیٹ سے عمدہ قسم کی آئس کریم لینے چلے جائیں وہاں نہ ملے تو بوہڑ گیٹ چلے جائیں دو گھنٹے بعد آئس کریم لیکر صاحب آئے ادھر پیر صاحب کا جگر پیاس سے خشک، جل رہا ہے تو کیا یہ آئس کریم لانا زیادہ خدمت ہے یا صرف ٹھنڈے پانی کا پلانا؟

معلوم ہوا کہ پہچان کر نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرنا یہ افضل ہے۔ایک آدمی تمام رات کھڑا **رب انی مغلوب فانتصر** کہتا رہا اور صبح سوگیا نماز رہ گئی یا جماعت رہ گئی۔دوسرا تمام رات سوتا رہا اخیر شب میں اٹھ کر باجماعت نماز پڑھ لی۔کون صحیح اور افضل ہے؟ باجماعت نمازِ فجر ادا کرنیوالا افضل ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک صحابی کے متعلق پوچھا (جسکی والدہ کا نام شفاء تھا) کہ صبح نماز پڑھنے نہیں آیا تو انہیں بتایا گیا کہ ساری رات عبادت کرتا رہا نیند آ گئی۔ ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ کا یہی معنی ہے۔علماء، عرفاء کے معنی میں ہے[1] فاضل خیر المدارس، قاسم العلوم واشرفیہ نہیں ہے بلکہ علم پر عمل کرنے سے حقیقی عالم وفاضل بنتا ہے۔اس سے اتقاکم کے بعد اعلمکم فرمانے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی کہ تقویٰ بلامعرفت حاصل نہ ہوگا۔سنت کے مطابق دو رکعتیں تمام رات خلاف سنت اور مخترع عبادت سے افضل ہیں۔

ان اللہ قد غفر لک :...... **نکتہ:** شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ وعدۂ مغفرت کا مقتضی عمل واحتیاط ہے نہ کہ ترکِ عمل وعدمِ احتیاط۔اسی وجہ سے جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کی تو مغفرت ہو چکی پھر آپ ﷺ اتنی زیادہ عبادت کیوں کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ((**افلا اکون عبدا شکورا**)) معلوم ہوا کہ مغفرت کا مقتضی یہ ہے کہ شکرانے کے طور پر عمل میں اضافہ اور زیادتی کی جائے نہ یہ کہ عمل کو کم کردے یا چھوڑ دے۔اسی طرح اصحابِ بدر کے بارے میں ((**اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم**)) آیا ہے۔**افلا اکون عبداشکورا** سے یہ مشکل بھی حل ہوگئی کہ اسمیں انہیں ترک عمل کی اجازت نہیں مل رہی۔(تفصیل جلد ثانی کتاب المغازی میں آئیگی[2] ان شاء اللہ تعالیٰ)

ماتقدم من ذنبک وماتأخر:......**سوال:** مغفرت کا تعلق ماتقدم کے ساتھ تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ماتأخر کے ساتھ سمجھ میں نہیں آتا اس لیے کہ مغفرت کا مقتضی یہ ہے کہ پہلے گناہ ہو چکا ہے اور ماتأخر کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک جو نہیں ہوا، تو ماتأخر کی مغفرت کیسے ہوگی؟[3]

جواب اول:...... ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ مغفرت سبقتِ ذنب کا تقاضا کرتی ہے اس لیے کہ آئندہ کے

---

[1] مدارک التنزیل ج ۳ ص ۳۱۰ [2] بخاری شریف ج ۲ ص ۵۶۷ [3] فیض الباری ج ۱ ص ۹۶ [4] ایضا

ذنوب کی مغفرت کا مطلب یہ ہے کہ اگر گناہ صادر ہوا تو مؤاخذہ نہ ہوگا پس مغفرت بمعنی عدمِ مؤاخذہ ہے[۱]

جواب ثانی:...... غفر کنایہ ہے عدم صدور ذنب سے کیونکہ مغفرت کے بعد ذنب نہیں رہتا یعنی یہ مجاز بحسب مایؤول کے ہے۔

جواب ثالث:...... غفرلک کے معنی رکاوٹ اور پردے کے ہیں اسی سے مِغفر ہے خَود یعنی لوہے کی فوجی ٹوپی۔ تو غفرلک کا معنی ہوا کہ آپ ﷺ کے اور ذنب کے درمیان پردہ اور رکاوٹ ڈال دیا پس آپ ﷺ سے اسکا صدور نہ ہو سکے گا۔

جواب رابع:...... اعلان مغفرت علمِ الٰہی کے اعتبار سے ہے اور علمِ الٰہی میں ماضی، حال، مستقبل سب برابر ہیں یعنی علمِ الٰہی میں سب موجود ہیں تو گناہ کے بعد مغفرت ہے نہ کہ اس سے پہلے۔

جواب خامس:...... مغفرتِ احکامِ آخرت میں سے ہے اور آخرت میں سب ماتقدم کے تحت داخل ہونگے اگرچہ دنیا میں بعض ماتقدم اور بعض ماتأخر ہیں[۱]

سوال:...... انبیاء تو سب کے سب مغفور ہیں پھر آپ ﷺ کی اس میں کیا خصوصیت ہوئی؟

جواب:...... واقعی تمام انبیاء کرام سب کے سب مغفور ہیں لیکن حضور ﷺ کی خصوصیت اعلان کے اعتبار سے ہے۔ کہ اعلان صرف آپ ﷺ کی مغفرت کا کیا گیا اور کسی نبی کی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا[۲] تاکہ شفاعت بالاذن کر سکیں۔

﴿مسئلہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام[۳]﴾

قولہ یا رسول اللہ ان اللہ قد غفر لک ماتقدم من ذنبک وما تأخر اس سے اور سورۃ فتح کی دوسری آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ ہو جاتا ہے تو یہ عصمت انبیاء کے خلاف ہوا اس بارے میں مختلف مذاہب ہیں، اصولی طور پر تین مذہب ہیں۔

المذہب الاول:...... انبیاء قبل النبوۃ وبعد النبوۃ کفروشرک سے معصوم ہوتے ہیں۔ اور بعد النبوۃ عمداً وسہواً کبائر سے معصوم ہوتے ہیں۔ قبل النبوۃ سہواً کبائر ہو سکتے ہیں۔ تو صغائر بھی ہو سکتے ہیں۔

المذہب الثانی:...... انبیاء علیہم السلام قبل النبوۃ وبعد النبوۃ کفروشرک اور کبائر سے معصوم ہوتے ہیں۔ البتہ صغائر قبل النبوۃ یا بعد النبوۃ ہو سکتے ہیں۔ عمداً ہوں یا سہواً۔ یہ اشاعرہ کا مذہب ہے۔

المذہب الثالث:...... انبیاء علیہم السلام کبائر وصغائر سے قبل النبوۃ وبعد النبوۃ پاک ہوتے ہیں۔ پھر بعض کہتے ہیں قبل النبوۃ سہواً صغائر ہو سکتے ہیں یہی مذہب راجح ہے لیکن علامہ انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صغائر کے تین درجے ہیں

[۱] فیض الباری ج۱ ص۹۶ [۲] ایضا [۳] بیاض صدیقی ص۹۲ تا۹۶

۱۔معصیت جس کا ترجمہ نافرمانی ۲۔خطاءِ جس کو نادرست کہتے ہیں ۳۔ذنب جس کو خلاف شان کہتے ہیں۔تو صغیرہ کبیرہ معصیت کی قسم ہے اس سے انبیاء پاک ہیں اور خطاء سے بھی پاک ہیں۔البتہ خلاف شان کبھی ان سے کوئی عمل ہو جاتا ہے۔

دلائل عصمتِ انبیاء

اول:...... اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی جماعت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ﴿وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ﴾[۱] جو اللہ پاک کے چنے ہوئے پسندیدہ ہوں ان سے ناپسندیدہ عمل کیسے ہوسکتا ہے؟ انبیاء علیہم السلام سے ذنب کا صدور مان لیا جائے تو اس سے اللہ پاک کے چناؤ میں غلطی لازم آئے گی اور یہ محال ہے۔

ثانی:...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ لَایَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴾[۲] نبوت والا عہدہ ظالموں کو نہیں مل سکتا، اور گناہ ظلم ہے۔

ثالث:...... اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾[۳] رسول اس لئے بھیجے ہیں تا کہ اللہ پاک کے اذن سے ان کی اطاعت کی جائے۔ظاہر ہے نبی ہر وہ قدم اٹھائے گا جو قابل اطاعت ہو نہ کہ اس کے برعکس۔اور معصیت قابل اطاعت نہیں۔

رابع:...... مرتکب معصیت قابل عتاب ہوتا ہے اگر نبی سے ارتکابِ معصیت ہو جائے تو امت کی طرف سے معتوب ہونا لازم آئے گا اور یہ مقام نبوت کے خلاف ہے۔

خامس:...... امت میں جو انسانی کمالات ہوتے ہیں نبی ان سے بدرجہ اولیٰ مشرف ہوتا ہے، احسن صورتاً، احسن عملاً، اشجع، اسخی واتقیٰ ہوتا ہے حالانکہ منصب نبوت تشریعی ہے لیکن اللہ پاک ظاہری لحاظ سے بھی اونچا رکھتے ہیں۔تو ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ اتقیٰ بھی ہونگے۔اللہ پاک کو نبی میں کسی قسم کا عیب پسند نہیں ہے۔

خلافِ عصمت روایات کی تاویلات

الاول:...... جن روایات میں انبیاء کی طرف بظاہر ذنب کی نسبت ہے ان سے مراد امت کے ذنب ہیں مطلق ذنب مراد نہیں ذنبک ای ذنب امتک.

الثانی:...... علامہ انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ خلاف شان کو ذنب کہتے ہیں معصیت کو نہیں [۴]

الثالث:...... ذنب دو قسم پر ہے۔(۱) ذنبِ حقیقی (۲) ذنبِ مزعومی، کہ ذنب نہیں ہوتا لیکن نبی اپنے زعم میں ذنب قرار دے لیتا ہے۔

الرابع:...... نیکوں کے دو درجے ہیں (۱) فاضلیت (۲) افضلیت۔

فاضل امور پر عمل کرنے والے ابرار کہلاتے ہیں اور افضلیت پر عمل کرنے والے مقرب کہلاتے ہیں یوں سمجھ لیں کہ نیک لوگوں کی دو قسمیں ہیں ۱۔ابرار ۲۔مقرب فاضل پر عمل کرنے والے ابرار افضل پر عمل کرنے والے مقرب۔اگر

[۱] پارہ ۲۳ سورۃ ص آیت ۴۷ [۲] پارہ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۲۴ [۳] پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۴ [۴] فیض الباری ج ۱ ص ۹۶

کوئی مقرب افضل کو چھوڑ کر فاضل پر عمل کرتا ہے تو اپنے آپ کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ **حسنات الابرار سیئات المقربین** اسی کا نام ہے۔

مزید وضاحت:...... کبھی نیکی کے دو درجے ہوتے ہیں۔(۱) اعلیٰ (۲) ادنیٰ۔ اللہ پاک بتلانے سے پہلے نبیوں کا امتحان کرتے ہیں تو نبی اپنے اجتہاد سے یا کسی بشری تقاضے یا کسی حکمت سے اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ پر عمل کرتا ہے تو اللہ پاک کی طرف سے عتاب آجاتا ہے کہ مطلوب تو اعلیٰ درجے کی نیکی تھی۔

مثال:...... اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک طالب علم کو استاد نے بہت محنت سے پڑھایا امتحان میں دو سوال دیئے گئے ۱۰۰ نمبروں والا، ۹۹ نمبروں والا۔ استاد کو اپنی محنت کے لحاظ سے امید ہوتی ہے کہ ۱۰۰ نمبروں والا سوال حل کریگا لیکن وہ ۹۹ نمبروں والا سوال حل کرتا ہے تو اس پر استاد ڈانٹتا ہے کہ ۱۰۰ نمبروں والا سوال حل کیوں نہیں کیا۔

☆ **واقعہ:** ایک مرتبہ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ نے ایک کتاب کا امتحان لیا پچاس میں سے انچاس نمبر آئے (نوٹ اس وقت کل نمبر پچاس ہوا کرتے تھے (آجکل سو (۱۰۰) ہیں) تو استاد محترم حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ جامعہ رشیدیہ ساہیوال نے ایک نمبر کم لینے پر ڈانٹا اڑتالیس نمبر لینے والوں کو نہیں ڈانٹا۔

خلافِ عصمت روایات کی توجیہ کے لیے دو اصول

اصولِ اوّل:...... فاعل اور قائل کے بدل جانے سے فعل اور قول کی حیثیت بدل جاتی ہے۔ مثلاً **انبت الربیع البقل** یہی جملہ اگر موحد استعمال کرتا ہے تو اسناد مجازی ہے اور اگر کافر استعمال کرتا ہے تو اسنادِ حقیقی ہے۔ اردو میں "چلا" فعل ہے۔ انسان چلا، ہزار پا چلا، پانی چلا، آندھی چلی، عورت چلی اس میں ہر ایک کے چلنے کی حقیقت جدا جدا ہے۔ اگر صحابہ ایک دوسرے کو منافق کہیں تو اور حقیقت ہے۔ اگر مودودی اور شیعہ صحابہؓ کو منافق کہے تو حقیقت اور ہوگی۔

اصولِ ثانی:...... عنوان کی سختی کبھی فعل کے سخت ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی فاعل کی عظمت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جیسے ایک چھ سالہ بچہ مدرسہ میں داخل ہوا۔ قرآن حفظ کیا، تجوید پڑھی، دورہ حدیث تک محنت سے پڑھا۔ جب فارغ ہونے سے تقریباً دو ہفتے رہ گئے نظر نہ آیا پوچھا کہاں گیا بتلایا گیا کہ کبیر والہ چلا گیا، نیوٹاؤن چلا گیا۔ اس نے کیا گناہ کیا؟ اس پر کوئی شرعی تعزیر نہیں۔ لیکن جب استاد سے ملتا ہے تو استاد کہتا ہے کہ چلا جا سبق میں مت بیٹھ جب کہ دوسرا طالب علم جو چند دن سبق میں بیٹھنے کے بعد پھر چلا جاتا ہے اس کے ساتھ یہ معاملہ نہیں۔

ہرکہ خواہد بروہرکہ خواہد بیا	✿	داروگیر درگہ مانیست

اللہ پاک انبیاء علیھم السلام کی پوری نگرانی کرتے ہیں۔ اگر کہیں کسی موقع پر اجتہاد میں غیر مصیب ہوا تو عتاب آتا ہے کہ وحی کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔

۱ پارہ ۱۶ سورۃ طہ آیت ۱۲۱

بظاہر خلاف عصمت آیات واحادیث کی توجیہات

الاول:...... قال اللہ تعالیٰ ﴿وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾ [1] جس نے اہل سنت والجماعت سے نہیں پڑھا وہ ترجمہ کرے گا "نافرمانی کی آدم نے اور گمراہ ہوگئے" لیکن جس کو دلائلِ عصمت مستحضر ہوں گے وہ ترجمہ کرے گا "آدم سے چوک ہوگئی پس بہک گئے"

قصہ یہ ہوا کہ آدمؑ وحواؑ جنت میں تھے اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا۔ مہمانی کی غایت یہ تھی کہ یہ درخت کھالیں گے تو زمین پر چلے جائیں گے۔ آدم علیہ السلام کے اصول موضوعہ میں تھا۔ ﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾۔ شیطان کو بے قراری شروع ہوئی کہ ان کی مہمانی ختم کرواؤں۔ اس نے خیال ڈالا کہ اس درخت سے اس لئے روکا ہے کہ اس کی تاثیر ہے کہ اگر کھالو گے تو ہمیشہ جنت میں رہو گے حضرت آدم علیہ السلام نے سوچا "واہ" ہمیشہ اللہ کا قرب رہیگا۔ دوسرا خیال یہ ڈالا کہ شروع میں منع تھا کہ ثقیل ہے اب طبعیت موافق ہوگئی ہے۔ تیسرا خیال یہ ڈالا کہ اشارہ محسوس مبصر کے لیے تھا اس نوع کا درخت مرادنہیں ہے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے شوقِ قرب میں کھالیا، نفی کو موقت سمجھ کر کھایا تو آدم علیہ السلام نے اجتہاد کر کے کھالیا تو عتاب آیا کہ تمھیں وحی کا انتظار کرنا چاہیئے تھا۔ ہم نے تمہیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تمہارا اتنا خیال کیا، تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اور اس درخت میں بلوغ کی صفت تھی اور مردانگی کی طاقت کی تاثیر بھی، جب کھالیا تو فوراً احساس پیدا ہوا کہ میں ننگا ہوں۔ اپنے آپ کو ڈھانپنا شروع کر دیا جیسے چھوٹا بچہ ننگا پھرتا رہتا ہے لیکن اس کو احساس نہیں ہوتا۔ پھر بڑا ہو کر شعور پیدا ہوتا ہے تو جسم کو ڈھانپتا ہے۔ تو یہاں نہ عصیٰ کا مطلب نافرمانی ہے اور نہ غویٰ کا مطلب گمراہی ہے۔

ایک اصطلاح: ہمارے ہاں پانچویں سوار کی اصطلاح چلتی ہے۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ چار آدمی گھوڑوں پر سوار دہلی کی طرف جارہے تھے ان کے پیچھے ایک گدھے پر سوار آرہا تھا گدھے سوار سے کسی نے پوچھا کتنے سوار آرہے ہیں۔ گدھے والے نے سوچا کہ اگر ان میں سے کسی نے جواب دیا تو وہ چار ہی کہے گا کیونکہ اصطلاح میں سوار، گھوڑ اسوار کو کہتے ہیں۔ تو اس نے جلدی سے جواب دیا کہ پانچ ہیں۔ تو ہماری یہ اصطلاح خاص کر مودودی کے بارے میں ہے۔ پانچواں سوار کہتا ہے کہ نبی کو جو عصمت بعد از نبوت حاصل ہوتی ہے وہ قبل از نبوت حاصل نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبوت سے پہلے قبطی کو قتل کر کے بہت بڑا گناہ کیا [1] اور متعہ کے بارے میں کہتا ہے کہ ایک فرقہ نے تنگی اختیار کی اور ایک نے فراخی، میرے نزدیک معاملہ بیچوں بیچ ہے کہ ضرورت کے وقت جائز ہو اور عدمِ ضرورت کے وقت ناجائز۔ جیسے سمندر میں جہاز جارہا ہو اور غرق ہو جائے ایک تختہ کے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت چمٹ جائیں اور وہ تختہ لڑھکتے لڑھکتے لڑھکتے

---

[1] حضرت آدم علیہ السلام سے جو نافرمانی سرزد ہوئی تھی وہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے سے پہلے کی ہے اور قبل از نبوت کسی نبی کو وہ عصمت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے۔ نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انھوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا تھا (رسائل ومسائل ص ۳۰، ۳۱ حصہ اول مطبوعہ اسلامک پبلیشرز لمیٹڈ لاہور)

(تقریباً پندرہ مرتبہ ذکر کیا ہے) ایک جزیرہ میں پہنچ جائے تو اب ان کے لیے متعہ جائز ہوگا۔

الثانی:...... بدر کے ستر قیدیوں کے متعلق مشورہ ہوا تو آپ ﷺ کی اور حضرت ابو بکرؓ کی رائے ایک تھی کہ فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ انکو ان کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا جائے تا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ وحی نہیں آئی تھی آپ ﷺ نے اجتہاد سے کام لیا اور فدیہ لے لیا۔ تو آپ ﷺ نے کونسا برا کام کیا، افضل کو چھوڑ کر فاضل پر عمل کیا چنانچہ آیت اتری ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهٗ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾ [1]

الثالث:...... آپ ﷺ کے پاس کچھ رؤساء قریش بیٹھے تھے ایک نابینا صحابی عبداللہ ابن مکتومؓ بھی آ گئے آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ یہ تو بعد میں بھی آ سکتے ہیں شاید ان رؤساء کو ابھی بات سمجھ آ جائے آپ ﷺ نے نفع عام کو نفع خاص پر ترجیح دی۔ لیکن اللہ پاک کو اس وقت یہ بات پسند نہ آئی چنانچہ آیت اتاری ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى﴾ [2] افضل اور فاضل کا فرق ہو گیا۔ تنبیہ آنا دلیل محبت ہے۔

الرابع:...... حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہو گئے بیٹا نہیں آ رہا تھا اس کے لیے دعا کر دی تو اس میں کیا گناہ ہے؟ آیت اتری ﴿لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ [3] صرف اتنا کیا تھا کہ افضل کو چھوڑ کر فاضل پر عمل کیا۔

الخامس:...... حضرت یونس علیہ السلام نے بددعاء کی اور قبولیت کی پیشین گوئی ہو گئی عام طور پر یہ ہوتا کہ تین دن بعد عذاب آ جاتا تھا لیکن تین دن تک عذاب نہ آیا تو قوم کی ملامت یا اس خطرہ سے کہ کہیں زیادہ توہین کر کے زیادہ عذاب کے مستحق نہ ہوں نکل گئے کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی ڈوبنے لگی پوچھا گیا کون ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے؟ فرمایا کہ میں ہوں کشتی بان نے کہا نہیں آپ نہیں ہو سکتے چنانچہ قرعہ ڈالا تو آپ کا نام نکل آیا آپ علیہ السلام نے چھلانگ لگا دی [4] اللہ پاک نے فرمایا ﴿ظَنَّ أَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ﴾ [5] جاہل اس کا ترجمہ کرے گا "اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر قادر نہیں ہیں" اور جس نے اہل سنت والجماعت سے پڑھا ہوگا وہ ترجمہ کریگا "انہوں نے گمان کیا کہ ہم مؤاخذہ نہیں کریں گے"

السادس:...... ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ا۔ ﴿إِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾ [6] ۲۔ اسی طرح فرمایا ﴿فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوْهُمْ﴾ [7] ۳۔ حضرت سارہ کے بارے میں فرمایا هذه اختی ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ((ثلث كذبات)) [8] اب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی نے جھوٹ بولا اور یہ گناہ ہے تو نبی معصوم کیسے ہو گیا۔ لھذا ایسی تفسیر کریں جو شان عصمت کے خلاف نہ ہو اور وہ یہ ہے کہ یہاں کذب صریح نہیں ہے بلکہ توریہ مراد ہے۔ کذب کی حقیقت ہیاسناد الشئی الی غیرہ. کذب ایک اصطلاح ہے جسکی کئی اقسام ہیں۔

(۱) کذب صریح (۲) استعارہ (۳) تشبیہ۔

---

[1] پارہ ۱۰ سورۃ الانفال آیت ۶۷ [2] پارہ ۳۰ سورۃ عبس آیت ۱ [3] جلد ۱۲ سورۃ ھود آیت ۳۷ [4] تفسیر عثمانی ص ۴۳۸ [5] پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۸۷ [6] پارہ ۲۳ سورۃ الصافات آیت ۸۹ [7] پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۶۳ [8] بخاری شریف ج ۱ ص ۴۷۴ مطبوعہ آرام باغ کراچی [9] جلالین ص ۳۷۶

آیت اولی:......اِنِّیْ سَقِیْمٌ ،ای سَاُسْقِمُ [۱] یعنی مستقبل میں بیمار ہونگا ہر شخص مستقبل میں بیمار ہونے والا ہے۔اورنہیں تو موت کے وقت تو ہوگا۔

آیت ثانیه:......(۱) فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ،فعلهٗ پر وقف کرلیں اب رہ گیا کبیرهم هذا ''کسی کرنے والے نے کیا۔یہ انکابڑا ہے اس سے پوچھ لو''۔

(۲) یا کبیرهم سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کولیا۔نبی اپنی امت میں سب سے بڑا ہوتا ہے یہی بات دیوبندیوں نے کہہ دی تو ساری دنیا مخالف ہوگئی۔انسان سب بھائی بھائی ہیں۔نبی سب سے بڑا بھائی ہوتا ہے ان کی بڑے بھائی کی طرح قدر کرنی چاہیے یہی ((انا سید ولد آدم)) کی تفسیر ہے لیکن بریلویوں نے نسبی بھائی سمجھا۔

جمله ثالثه:......هذه اختی:ای اختی فی الاسلام ،بہن بھائی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔دینی بھائی،قبیلہ کا بھائی،استاد بھائی، پیر بھائی آج کل حاجی بھائی بھی بنا ہوا ہے جس سے پاکستانی عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔

مودودی کا جواب:...... مودودی نے ان سب کا ایک جواب دیا ہے کہ بخاری شریف کی روایت کو جھٹلا دو [۲] لیکن یہ بھی سلف سے بدگمانی کرنے کی سازش ہے۔لوگ کہتے ہیں دین کی بڑی خدمت کررہے ہیں۔جب یہ الفاظ سنتے ہیں تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔کسی مودودی مذہب والے کو کسی نبی سے عقیدت نہیں کیا یہ دین کی خدمت ہے؟ سب سے پہلے حدود پر اس نے ظلم کا اطلاق کیا،کہتا ہے جب معاشرہ سے بھوک دور نہیں کی اور اسّی فیصد غریب ہیں اور وہ بھوک کی وجہ سے چوری کرتے ہیں تو کیا حد لگنا ظلم نہیں؟ [۳] پھر کہتا ہے کہ معاشرہ خراب ہے عورتوں مردوں کا خلط ملط ہے تو جب تک کہ اس معاشرہ کو نہیں بدلتے حدِّ زنا ظلم ہے۔ہر دین کا کام اخلاص کے ساتھ کرنے والے کو برا بھلا مت کہو لیکن ناجائز راستہ اختیار نہ کرنا۔

السابع:......﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ﴾ [۴] (۱) اگر اللہ کی برہان کو نہ دیکھتے تو ارادہ کرلیتے (۲) ''ھَمَّ'' کے دو معنی ہیں۔(۱) ارادۂ اختیاری (۲) ارادۂ غیر اختیاری۔ تو یہاں ارادہ غیر اختیاری مراد ہے [۵] (۳) ایک بزرگ گزرے ہیں جن کو علم لدنی حاصل تھا وہ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے کوئی پڑھتا ہے تو سن کر پتہ چل جاتا ہے کہ قرآن پڑھ رہا ہے یا حدیث۔کیونکہ قرآن پڑھتے وقت الگ روشنی آسمان کی طرف اٹھتی ہے اور حدیث پڑھتے وقت الگ۔پڑھے ہوئے کچھ نہیں تھے جب قرآن پڑھا جاتا تو بتلا دیتے کہ یہاں سے غلط پڑھا گیا ہے۔لیکن غلطی نہیں بتا سکتے تھے۔فرماتے تھے کہ جب غلط پڑھا جاتا ہے تو روشنی منقطع ہوجاتی ہے یہ بزرگ جواب

---

[۱] ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۰۲، [۲] انبیاء کی طرف جھوٹ کو منسوب کرنے سے بدرجہا بہتر یہ ہے کہ اس روایت کے راویوں کی طرف اسے منسوب کیا جائے (رسائل ومسائل حصہ سوم ص ۶۱ سن اشاعت مئی ۱۹۶۵ء، حصہ دوم ص ۳۵ تا ۱۸ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی اچھرہ لاہور پاکستان سن اشاعت ۱۹۵۴ء) [۳] رسائل ومسائل ص ۷۷ تا ۸۲ حصہ دوم [۴] پارہ ۱۲ سورۂ یوسف آیت ۲۴ [۵] جلالین ص ۱۹۲ حاشیہ ۱

دیتے ہیں وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ای باخذِ یوسفَ اور و هَمَّ بِهَا ای بدفعها وہی بات ہے کہ قائل اور فاعل کے بدلنے سے فعل اور قول کی حقیقت بدل جاتی ہے۔

(۱۴)

﴿باب من کرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یلقٰی فی النار من الایمان﴾

جوشخص پھر کافر ہوجانے کو اتنا برا سمجھے جیسے آگ میں ڈالا جانا، وہ سچا مومن ہے

(۲۰)حدثناسلیمان بن حرب قال ثناشعبة عن قتادۃ عن انس
ہم سے بیان کیا سلیمان بن حربؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا شعبہؒ نے، انھوں نے قتادہؒ سے، انھوں نے انسؓ سے
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلٰث من کن فیه وجد حلاوۃ الایمان
،انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، فرمایا جس میں تین باتیں ہونگی وہ ایمان کا مزہ پائے گا
من کان اللہ ورسوله احب الیه مماسواهما ومن احب عبدالایحبه الا اللہ
ایک تو اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس کو سب سے زیادہ ہو، دوسرے کسی بندہ سے خالص اللہ کے لیے دوستی رکھے
ومن یکرہ ان یعود فی الکفر بعد اذ انقذہ اللہ کما یکرہ ان یلقی فی النار
تیسرے پھر کفر میں جانا جب اللہ نے اس سے کفر چھڑا دیا اتنا برا سمجھے جیسے آگ میں ڈالا جانا۔ [انظر:۲۱]

نوٹ: اس باب کے تحت حدیث کے تمام اجزاء پر بحث گزر چکی ہے اور روایت الباب کا ترجمۃ الباب سے ربط بھی واضح ہے

(۱۵)

﴿باب تفاضل اهل الایمان فی الاعمال﴾

ایمان داروں کے اعمال کے رو سے ایک دوسرے پر افضل ہونے کے بیان میں

(۲۱)حدثنااسمٰعیل قال حدثنی مالک عن عمرو بن یحیی المازنی
ہم سے بیان کیا اسماعیلؒ (ابن ابی اویس) نے، کہا مجھ سے بیان کیا (امام) مالکؒ نے، انھوں نے عمرو بن یحییٰؒ مازنی سے
عن ابیه عن ابی سعید الخدریؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
انھوں نے اپنے باپ (یحییٰ مازنی) سے، انھوں نے ابوسعید خدریؓ سے، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، فرمایا

يدخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار ثم يقول الله

(حساب کتاب کے بعد) بہشت والے بہشت میں اور دوزخ والے دوزخ میں چل دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا

اخرجوا من كان فى قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان فيخرجون منها

جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو، پھر ایسے لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے

قداسودوا فيلقون فى نهر الحيا او الحياة.شك مالك.

وہ (جل کر) کالے ہوگئے ہوں گے، پھر برسات کی نہر یا (کہا) زندگی کی نہر میں ڈالے جائیں گے (امام) مالکؒ کو شک ہے

فينبتون كما تنبت الحبة فى جانب السيل الم ترانها

وہ اس طرح (نئے سرے سے) اُگ آئیں گے جیسے دانہ ندی کے کنارے اُگ آتا ہے، کیا تو نہیں دیکھتا

تخرج صفراء ملتوية ،قال وهيب حدثنا عمرو الحياة

کیسے زرد لپٹا ہوا نکلتا ہے۔ وہیب نے کہا ہم سے عمرو (بن یحییٰؒ) نے (نہر) حیات کے الفاظ بیان کئے ہیں

وقال خردل من خير [1]

(اور ایمان کے بدلے) خردل من خیر (رائی کے دانے کے برابر خیر) کا لفظ کہا۔

۞

(۲۲) حدثنامحمد بن عبيدالله قال ثنا ابراهيم بن سعد عن صالح عن ابن شهاب

ہم سے بیان کیا محمد بن عبید اللہؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا ابراہیم بن سعدؒ نے، انھوں نے صالحؒ سے، انھوں نے ابن شہابؒ سے

عن ابى امامة بن سهل بن حنيف انه سمع اباسعيد الخدرىؓ يقول قال رسول الله ﷺ

انھوں نے ابوامامہؒ (بن سہلؒ) ابن حنیفؒ سے، انھوں نے سنا ابوسعید خدریؓ سے، وہ کہتے تھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا

بينا انا نائم رأيت الناس يعرضون على وعليهم قمص

ایک مرتبہ میں سو رہا تھا، میں نے (خواب میں) لوگوں کو دیکھا وہ میرے سامنے لائے جاتے ہیں اور وہ کرتے پہنے ہوئے ہیں

منها مايبلغ الثدى ومنها مادون ذلك وعرض علىّ عمربن الخطاب

بعضوں کے کرتے چھاتیوں تک ہیں اور بعضوں کے اس سے بھی کم اور عمر بن خطابؓ میرے سامنے لائے گئے

[1] امام بخاریؒ اس حدیث کو 7 بار لائے ہیں (رقم الاحادیث بمطابق بخاری مطبوعہ دارالسلام الریاض: ۲۲، ۴۵۸۱، ۴۹۱۹، ۶۵۶۰، ۶۵۷۴، ۷۴۳۸، ۷۴۳۹، اخرجہ النسائی

وعليه قميص يجره قالوا فماأولت ذلك يارسول الله قال الدين[1]

وہ ایسا کرتہ پہنے ہوئے ہیں جس کو وہ کھینچ رہے ہیں (اتنا نیچا ہے) صحابہؓ نے کہا، یارسول اللہ ﷺ آپ اس کی تعبیر کیا دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، دین!

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض:...... اعمال میں ایک دوسرے پر افضل ہونا، یعنی فضیلت ایک دوسرے پر اعمال میں ہوگی نفس ایمان میں نہیں۔ معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ وہی مسلک رکھتے ہیں جو ائمہ حنفیہؒ رکھتے ہیں کہ نفسِ ایمان، **لايزيد ولا ينقص** ہے معلوم ہوا کہ اس باب سے مقصود مرجیہ اور کرامیہ کا رد ہے نہ کہ حنفیہؒ کا۔

سوال:...... امام بخاریؒ نے ایک جگہ فرمایا **الايمان هو العمل** تو ترجمہ کی حقیقت بدل جائیگی اور مقصود یہ ہوگا **تفاضل اهل الايمان فى الايمان**؟

جواب:...... یہ ہے کہ ترجمہ کا مقصد بدل جائے گا ترجمہ بے معنی تو نہیں ہوگا۔ جیسے **تفاضل اهل العلم فى العلم.**

اعتراض:...... اس باب پر اعتراض یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ج ا ص ۱۱ پر **باب زيادة الايمان ونقصانه** کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے دونوں بابوں میں ایک ہی حدیث ذکر کی ہے تو تکرار لازم آیا؟

جواب ۱:...... محدثینؒ نے فرمایا کہ یہاں تکرارِ حقیقی نہیں، تکرارِ حقیقی وہ ہوتا ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور جہاں پر تکرار میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہو اسے تکرار صوری کا نام دیا جاتا ہے تکرارِ حقیقی ممنوع ہے صوری نہیں۔ اول تو الفاظ سے ہی واضح ہے، یہاں اہلِ ایمان کی فضیلت کا ذکر ہے اور وہاں زیادتی کا۔ زیادتی کے مقابلے میں نقصان ہے۔ افضل کا مقابل فاضل اور فضل ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں آپ نے زیادتی کا لفظ نہیں سنا ہوگا کہ ان کا درجہ فلاں سے زیادہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں ناقص آجائے۔ لیکن افضل کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

جواب ۲:...... یہاں موصوفین کا بیان ہے وہاں صفت کا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیں، یہاں اشخاص کا بیان ہے وہاں احوال کا۔

خردل:...... رائی کا دانہ۔

اشکال:...... **حبة من خردل** تو وزنی چیز ہے۔ اور کیلی چیز ہے جب کہ ایمان تو ایسا نہیں ہے پھر **حبة من خردل** کہنا کیسے درست ہوا؟

جواب:...... **تشبيه المعقول بالمحسوس** ہے۔

[1] مذکورہ حدیث امام بخاریؒ، بخاری شریف میں 4 بار لائے (رقوم الاحادیث بمطابق بخاری مطبوعہ دارالسلام الریاض: ۲۳، ۳۶۹۱، ۷۰۰۸، ۷۰۰۹، ایضا اخرجہ الترمذی والنسائی)

نهرا لحیا: ...... حیا شرمندگی کے معنی میں نہیں۔ بلکہ حیا زندگی کے معنی میں ہے۔ **کل مابه تحصل الحیاة**[۱] مراد وہ نہر ہے جس میں غوطہ دینے سے زندگی آجاتی ہے۔ یا حیا بمعنی بارش ہے[۲] اور حیا سے تعبیر اس لئے کیا کہ بارش سے زمین آباد ہو جاتی ہے تو گویا بارش زمین کی زندگی کا باعث ہے۔

او الحیاة: ...... "او" شک کے لیے ہے۔ دوسری روایت کے الفاظ میں شک نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ شک امام مالکؒ، یا امام مالکؒ سے نیچے کے کسی راوی کو ہوا ہے۔

کماتنبت الحبة: ...... "حبة" اس خودرَو دانے کو کہتے ہیں جو صحراء میں اُگتا ہے۔ اور اس کی جمع حَبَّات ہے۔ اور حَبٌّ کی جمع حبوب آتی ہے[۳] بعض نے کہا کہ الحِبة پر الف لام عہدی ہے۔ مراد اس سے وہ دانہ ہے جو تالاب اور جوہڑوں کے کنارے پر اُگتا ہے۔ عربی میں اس کو **بقلة الحمقاء**[۴] کہتے ہیں اور پنجابی میں پدپیڑا کہتے ہیں۔

صفر آء ملتویة: ...... یہ دانہ جب اُگتا ہے تو شروع میں زرد بھی ہوتا ہے اور ٹیڑھا بھی۔

قال وهیبؒ: ...... **فائدہ:** یہاں سے تعلیق کا بیان ہے۔ روایتِ مالکؒ اور تعلیق وہیبؒ میں متعدد فرق ہیں۔

فرق نمبر ۱: مالکؒ **عنعنه** سے روایت کرتے ہیں اور وہیب **حدثنا** سے۔

فرق نمبر ۲: وہاں لفظ حیا میں شک ہے یہاں نہیں ہے۔

فرق نمبر ۳: پہلی روایت میں **خردل من ایمان** ہے اور اس میں **خردل من خیر** ہے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ پہلی روایت میں جو ایمان کا لفظ ہے اس سے مراد بھی خیر ہی ہے تاکہ روایت الباب ترجمۃ الباب کے مطابق ہو جائے۔ اس لیے کہ خیر سے مراد عمل ہے چاہے اس بات کو سوال و جواب کے طور پر بیان کرلو کہ ترجمۃ الباب میں اعمال کی کمی بیشی ذکر ہے اور روایت الباب میں کمی بیشی ایمان کے لحاظ سے ہے۔

ثُدِیّ: ...... ثَدْیٌ کی جمع ہے۔

الدین: ...... دین سے مراد عمل ہے تو دین یعنی دین کے عمل کے لحاظ سے لوگ کم وبیش ہونگے۔

اشکال: ...... باب کی دوسری روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ تمام صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ قمیص جو اعمال پر دال ہے۔ ان کی سب سے لمبی ہے حالانکہ ابوبکرؓ بالاجماع افضل ہیں۔

جواب: ...... اشاعتِ دین کے لحاظ سے فضیلت جزئی ہے چنانچہ عمرؓ کے زمانہ میں جتنا دین پھیلا ہے اور اسلام کو غلبہ ہوا اتنا کسی اور کے زمانہ میں نہیں ہوا۔

[۱] فتح الباری ج ۱ ص ۳۹ مطبع انصاری دہلی [۲] ایضا [۳] المنجد اردو ص ۱۸۲ [۴] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۷۰

مضمون حدیث: ......اس حدیث میں شفاعت کا ذکر ہے کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں، نبیوں، اولیاء کرام حتی کہ اہل جنت سے فرمائیں گے جسکا دل چاہے رائی کے برابر بھی جس میں ایمان ہو اسکو نکال لو۔ تو وہ نکال لیں گے۔ ایک تفصیلی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اعلان فرمائیں گے جس کے دل میں ادنی **خردل عن الایمان** ہو اس کو نکال لو۔ پھر اعلان ہوگا جس کے دل میں **ادنی خردل من الایمان** ہو نکال لو۔ آپ ﷺ کو حکم ہوگا کہ جن اہل ایمان کو پہچان لیں نکال لیں، چنانچہ آپ ﷺ نکال لیں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سب نے شفاعت کر لی۔ اب میری باری ہے تو تین لپیں بھر کر نکالیں گے اور جنتیوں میں ان کو عتقاء اللہ کے نام سے پکارا جائے گا تو تفاضل اہل ایمان ثابت ہوا کہ کچھ پہلے جنت میں چلے جائیں گے اور کچھ کو بعد میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بخش دیں گے۔

میر کا شعر ہے لیکن اسکے نام کی جگہ اپنا نام رکھ دیا ہے۔

یہ کہہ کر بخش دیا داورِ محشر نے مجھے	۞	جب نہ کوئی اور صورت دیکھی
عمر بھر بندہ بتاں رہ کر اے صدیق عاصی	۞	تو نے اپنے گناہ اور میری رحمت دیکھی

سوال: ......اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اہل ایمان میں سے جن کو پہچانو نکال لو۔ سوال یہ ہے کہ جنتی کیسے پہچانیں گے حالانکہ کچھ ایسے اہل ایمان بھی ہونگے جنکو کوئی بھی نہیں پہچان سکے گا؟

جواب (۱): ......ایسے مؤمنین جن کو کوئی بھی نہیں پہچان سکے گا ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نکالیں گے۔

جواب (۲): ......جتنے بھی مومن ہوں گے انکی تین قسمیں ہو جائیں گی

۱......**المومنون الماثورون بآثار اعمال الجوارح.**

۲......**المومنون الموصوفون بآثار الایمان ای بآثار اعمال القلب.**

۳......**المومنون بدون الآثار.**

پہلی قسم کو لوگ جلدی پہچان لیں گے کہ سجدہ کا نشان وغیرہ ہوگا اور دوسری قسم کو آپ ﷺ ہی پہچانیں گے۔ حدیث پاک میں ایک جگہ آتا ہے کہ خاص حضور ﷺ کو حکم ہوگا نکال لو۔ اور جن پر کوئی آثار نہیں ہونگے ان کو صرف اللہ تعالیٰ ہی پہچانیں گے اور نکال لیں گے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جن میں اعمال کے آثار زیادہ ہونگے ان کو ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی بھی پہچان کر نکال لے گا۔ تو تفاضلِ اہل ایمان دونوں طرف سے ثابت ہوا نکلنے والوں کی طرف سے بھی اور نکالنے والوں کی طرف سے بھی۔

(۱۶)

﴿باب الحیاء من الایمان﴾

حیاء (شرم) ایمان کا ایک جزء ہے۔

(۲۳) حدثنا عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک بن انس عن ابن شہاب
ہم سے بیان کیا عبداللہ بن یوسفؒ نے، کہا ہم کو خبر دی (امام) مالک بن انسؒ نے، انھوں نے ابن شہابؒ سے
عن سالم بن عبداللہ عن ابیہؓ ان رسول اللہ ﷺ مر علی رجل من الانصار
انھوں نے سالم بن عبداللہؒ سے، انھوں نے اپنے باپ (عبداللہ بن عمرؓ) سے کہ آنحضرت ﷺ ایک انصاری مرد پر گذرے
وھو یعظ اخاہ فی الحیاء فقال رسول اللہ ﷺ دعہ فان الحیاء من الایمان [۱]
اور وہ اپنے بھائی کو سمجھا رہا تھا حیاء کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا، جانے دے، کیونکہ شرم تو ایمان میں داخل ہے۔

﴿تحقیق و تشریح﴾

اس حدیث کی سند میں پانچ راوی ہیں، پانچویں عبداللہ بن عمرؓ ہیں، والد کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئے قال میمون بن مہران مارأیت اورع من ابن عمرو لااعلم من ابن عباس ومات سنۃ ثلاث وسبعین بعد قتل ابن الزبیر بثلاثۃ اشھر۔ [۲]

ماقبل سے ربط:......الحیاء من الایمان پہلے ضمناً گزر چکا ہے اب اس کو مستقل باب میں ذکر کر رہے ہیں روایت الباب سے ترجمۃ الباب واضح ہے۔

دعہ فان الحیاء من الایمان:......**سوال:** جب بھائی حیاء کی نصیحت کر رہا ہے تو آنحضرت ﷺ اس کو منع کیوں فرما رہے ہیں؟ اور پھر منع کرنے کی علت یوں بیان کر رہے ہیں فان الحیاء من الایمان۔ جبکہ اس علت کا تقاضا تو یہ ہے کہ مزید اہتمام کے ساتھ حیاء نصیحت کی جائے۔ الحاصل دعویٰ پر دلیل منطبق نہیں؟

---

[۱] (انظر: ۶۱۱۸) [۲] مشکوۃ اکمال فی اسماء الرجال ص ۶۰۹

جواب:...... **وھو یعظ اخاہ فی الحیاء** کا یہ مطلب نہیں کہ حیاء کرنے کی نصیحت کر رہا تھا بلکہ اس کو حیاء چھوڑنے کی نصیحت کر رہا تھا کہ اتنی حیاء نہ کیا کر **فی الحیاء ای فی ترک الحیآء۔**

سوال ثانی:...... پھر سائل سوال کرتا ہے کہ جب حیاء ایمان میں سے ہے تو صحابی، صحابی ہو کر اس سے کیوں روک رہا ہے؟

جواب:...... اصل میں وہ بہت حیاء کرتا تھا جس کی وجہ سے بہت سارے امور میں کمزور رہ جاتا تھا جب حیاء بہت زیادہ ہو تو آدمی اپنے حقوق بھی وصول نہیں کر سکتا۔ وہ بہت زیادہ حیاء سے روک رہا تھا جس سے بعض مرتبہ آدمی دینی امور بھی پورے نہیں کر سکتا۔

سوال ثالث:...... اگر کوئی شخص حیاء کی وجہ سے شریعت کے کسی امر پر عمل نہیں کرتا تو کیا یہ ایمان میں سے ہوا؟ جبکہ حدیث میں **الحیاء من لایمان** ہے۔ مثلاً حیاء کی وجہ سے نماز چھوڑ دے یا داڑھی نہ رکھے؟

جواب:...... حیاء تین قسم پر ہے۔ **۱. حیاء طبعی ۲. حیاء عرفی ۳. حیاء شرعی**

حیاء طبعی: ...... طبعی طور پر ایک آدمی باحیاء ہوتا ہے جس عمل کو لوگ ناپسند کرتے ہیں آدمی حیاء طبعی کی وجہ سے اس عمل کو چھوڑ دیتا ہے۔

حیاء عرفی: ...... عرف میں جسے ناپسند کرتے ہیں آدمی حیاء عرفی کی وجہ سے اس عمل کو اسے چھوڑ دیتا ہے۔

حیاء شرعی: ...... یہاں حیاء شرعی مراد ہے۔ ایک چیز عرف میں ناپسندیدہ ہے لیکن شریعت میں پسندیدہ ہے اور اس کو وہ شریعت کی وجہ سے کرتا ہے تو حیاء شرعی ہے۔ جیسے ایک آدمی کا لقمہ گر جاتا ہے تو شریعت کی وجہ سے لقمہ اٹھا کر صاف کر کے کھالیتا ہے۔

امام راغبؒ نے لکھا ہے کہ حیاء کے دو رکن ہیں۔ ۱۔جبن ۲۔عفت،

اس لیے جس میں عفت ہوگی وہ کبھی فسق کے کام نہیں کرے گا۔ جس میں جبن نہیں ہے بہادری ہے تو وہ کسی کام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوگا تو جبن اور عفت سے ملکر حیاء پیدا ہوتی ہے تو دین پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔

(۱۷)

﴿باب فَاِنْ تَابُوا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيْلَهُمْ﴾

اس آیت کی تفسیر میں کہ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو

(۲۴) حدثنا عبداللہ بن محمد المسندی قال حدثنا ابوروح الحرمی بن عمارة قال
ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمدؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا ابوروحؒ حرمی بن عمارہؒ نے، کہا
حدثنا شعبة عن واقد بن محمد قال سمعت ابی یحدث عن ابن عمرؓ
ہم سے بیان کیا شعبہؒ نے انھوں نے واقد بن محمدؒ سے کہا کہ سنا میں نے اپنے باپ سے، وہ عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے تھے
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے (خدا کا یہ) حکم ہوا ہے کہ لوگوں سے (کافروں سے) اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں
ان لا الٰه الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوٰة ویؤتوا الزکوٰة
کہ اللہ کے سوا کوئی سچا خدا نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں اور نماز درستی سے ادا کریں اور زکوۃ دیں
فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماء هم واموالهم الا بحق الاسلام وحسابهم علی اللہ[1]
جب وہ یہ کرنے لگیں تو انھوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے بچا لیا مگر اسلام کے حق سے اور ان (کے دل کی باتوں) کا حساب اللہ پر رہے گا۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃ الباب کی غرض: ...... میں دو تقریریں کی جاتی ہیں۔

اول: ...... مرجئہ اور کرامیہ کا رد ہے جو عمل کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں طرزِ استدلال یہ ہے کہ توبہ کرنے کے بعد صلوٰۃ وزکوٰۃ ادا کرنے کا ذکر ہے۔

ثانی: ...... امام بخاریؒ کی غرض ترکیبِ ایمان کو ثابت کرنا ہے۔ فرمایا کہ کفر کی سزا یہ ہے کہ اس کے مرتکب کو مارا جائے، قتل کیا جائے۔ معصوم قرار نہ دیا جائے۔ معصوم الدم ہونے کی تین شرطیں ہیں۔ (۱) اقرار شھادتین

[1] اخرجہ البخاری ایضا من حدیث ابی ھریرۃ مرفوعا وایضا من حدیث انسؓ فی الصلوۃ واخرجہ مسلم: عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۷۹

(۲)اقامت صلوٰۃ ۳۔ایتاءِ زکوٰۃ

طریقِ استدلال:...... یہ ہے کہ عصمتِ دم کے تحقق کیلیے تینوں کا مجموعہ شرط ہے معلوم ہوا کہ ایمان ان تین چیزوں سے مرکب ہے اور عصمتِ دم ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔جمہورؒ اسی کے قائل ہیں کہ عصمت ان تین چیزوں سے ہے لیکن حنفیہ توجیہ کرتے ہیں کہ کمال عصمت کمالِ ایمان کے لیے ضروری ہے۔

دلائل حنفیة:......**اول:** ابوداؤد کی روایت ہے کہ اگر کوئی نماز قائم نہیں کرتا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، چاہے اللہ پاک اسکو معاف کردے چاہے عذاب دے [۱]۔تارک صلوٰۃ کو مشیتِ ایزدی کے سپرد کرنا دلیل ہے کہ وہ کافر نہیں ہوتا۔کیونکہ کافر کی بخشش مشیت پر معلق نہیں ہے۔

ثانی:...... تارکِ صلوۃ کو جمہور ائمہؒ کافر نہیں کہتے۔

حکمِ تارک صلوة:...... اس میں تین مذہب ہیں۔

اول:...... امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک حداً قتل کیا جائے [۲]

ثانی:...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قید کیا جائے حتّٰی یتوب [۳] اویموت.

ثالث:...... امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تارکِ صلوٰۃ مرتد ہوجاتا ہے، مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔

الحاصل:...... تارکِ صلوٰۃ کو تین امام کافر قرار نہیں دیتے ایک امام کافر قرار دیتے ہیں۔

امام شافعیؒ وامام مالکؒ حداً قتل کے قائل ہیں۔امام احمدؒ ردۃً اور امام اعظمؒ بھی تعزیراً قتل کے قائل ہیں۔تعزیر اور حد میں فرق ہے تعزیر معاف ہوسکتی ہے لیکن حد نہیں۔

لطیفه:...... امام احمدؒ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔انھوں نے امام احمدؒ سے پوچھا کا کہ تارکِ صلوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا مرتد ہے امام شافعیؒ نے فرمایا توبہ کی کیا صورت ہے؟ فرمایا نماز پڑھ لے، امام شافعیؒ نے فرمایا کافر کی نماز لا یعتبر (اس کا اعتبار نہیں) ہے۔فرمایا کلمہ پڑھ لے۔فرمایا کلمہ تو وہ پہلے ہی پڑھتا ہے، فسکت احمدؒ [۴]

ویقیموا الصلوٰة:...... یہ روایت جمہور ائمہؒ کی دلیل ہے۔یہاں سے معلوم ہوا کہ جس طریقے سے شہادتین کے منکر کو قتل کیا جاتا ہے ایسے ہی اقامتِ صلوٰۃ کے چھوڑنے والے کو بھی قتل کیا جائے۔

جواب اول:...... احنافؒ کہتے ہیں کہ یہاں قتال ہے قتل نہیں و القتال غیر القتل۔قتال لڑائی کو کہتے ہیں اور قتل باندھ کر یا پکڑ کر مارنا۔قتال کا لفظ حدیث پاک میں ((مارّ بین یدی المصلی)) کے بارے میں بھی آیا ہے اور اجماع ہے کہ مارّ بین یدی المصلی کا قتل جائز نہیں۔قتال: المنع بشدۃٍ کے معنی میں ہے۔امام محمدؒ سے منقول ہے کہ

---

[۱] ابوداؤد شریف ص۲۰۸ ج۱ [۲] فیض الباری ج۱ ص۱۰۶ [۳] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۸۱ [۴] درس بخاری ص۲۰۶

جوبستی تارکِ اذان ہوجائے اس کے ساتھ قتال کیا جائے گا جوقبیلہ ختنہ کروانا چھوڑ دے اس سے بھی قتال کیا جائے گا۔ [۱]

جواب ثانی: ...... یہاں ایتاءِ زکوٰۃ کا حکم بھی ہے اگر اس حدیث سے تارک صلوٰۃ کے قتل پر استدلال ہے تو تارک ایتاء زکوٰۃ کے قتل پر بھی استدلال ہونا چاہیے۔

جواب ثالث: ...... ابتداء اسلام میں اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ کو علامت کے درجہ میں قرار دیا جائے گا لیکن امام اعظمؒ نے مجموعہ دلائل سے استدلال کیا ہے کہ تارکِ نماز کافر نہیں۔

سوال: ...... حضرت ابوبکر صدیقؓ مانعین زکوٰۃ کے بارے میں قتال کے قائل تھے اور حضرت عمرؓ قائل نہیں تھے بلکہ روک رہے تھے اگر مانعین زکوٰۃ اسلام سے خارج اور مرتد تھے تو حضرت عمرؓ کیوں روک رہے تھے؟ اور اگر مرتد نہیں تھے تو ابوبکر صدیقؓ نے قتال کا حکم کیوں دیا؟

جواب: ...... مانعین زکوٰۃ مرتد نہیں تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ارتداد کی وجہ سے قتال نہیں کررہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو بھی یہی شبہ تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا موقف یہ تھا کہ جو عمل آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہوتا تھا اگر اس کو چھوڑ دیا گیا تو دین میں کمزوری آجائے گی اس لیے قتال کو ضروری قرار دیتے تھے وہ مانعین زکوٰۃ تھے منکرین زکوٰۃ نہیں تھے اور کافر منکرین زکوٰۃ کو کہتے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ اپنی مرضی سے جسکو چاہیں گے زکوٰۃ دیں گے یعنی مطلق زکوٰۃ کی ادائیگی کے منکر نہیں تھے بلکہ ادا الی الامیر کے قائل نہیں تھے۔

عصموا منی دمآء ھم: ...... **سوال:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر جب تک کلمہ نہیں پڑھے گا خون معاف نہیں ہوگا۔ حالانکہ اگر کافر جزیہ دینا قبول کرلے تو خون معاف ہے اس کو قتل کرنا جائز نہیں؟

جواب اول: ...... یہ حدیث مخصوص عنہ البعض ہے اپنے عموم پر باقی نہیں۔ کیونکہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا ((**دمائھم کدمائنا واموالھم کاموالنا واعراضھم کاعراضنا**)) [۱]

جواب ثانی: ...... **یشھدوا** کا مصداق عام ہے کہ کلمہ پڑھ لے یا کلمہ کی حاکمیت کو تسلیم کرلے۔ لہٰذا یہ ذمی کو بھی شامل ہے۔

الا بحق الاسلام: ...... حقِ اسلام میں تین آدمیوں کو قتل کیا جاسکتا ہے ا۔ جو شخص اسلام قبول کرے اور مرتد ہوجائے۔ اجماع ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے (پاکستان کے ۷۳ء کے آئین میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے ۷۳ء کے آئین میں مرزائیوں کو کیونکہ مسلمان لکھا ہوا ہے پاکستانی قومی اسمبلی نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ھ کو ۴ بج کر ۳۵ منٹ پر قادیانیوں کی دونوں شاخوں کو غیر مسلم قرار دیا) [۲] ۲......وہ شخص جو کسی کو ناحق قتل کردے تو اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔ ۳......اگر کوئی شادی شدہ زنا کرے اس کو بھی رجم کیا جائے گا۔

---

[۱] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۸۲ [۲] (پارلیمنٹ میں قادیانی شکست ص ۱۹)

وحسابھم علی اللہ: ...... مطلب یہ ہے کہ کسی نے اپنا ظاہر اسلام کے مطابق کرلیا اور دل سے تسلیم نہیں کیا تو اس کا معاملہ اللہ پاک کے سپرد ہے لیکن جب وہ اسلام ظاہر کرے گا تو دنیا میں اسلام اس کے لیے مفید ہوگا اور آخرت میں مفید اس وقت ہوگا جبکہ اندر بھی ہو۔

(۱۸)
﴿باب من قال ان الایمان ھو العمل﴾
اس شخص کے بیان میں جس نے کہا کہ ایمان ایک عمل ہے

لقول اللہ تعالی (وَتِلْکَ الْجَنَّۃُ الَّتِیۡ اُوْرِثْتُمُوْھَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ)
بوجہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے (سورہ زخرف میں) فرمایا یہ جنت جس کے تم وارث ہوئے تمہارے عمل کا بدلہ ہے
وقال عدۃ من اھل العلم فی قولہ تعالی (فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ)
اور کئی عالموں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (جو سورہ حجر میں ہے) قسم ہے تیرے مالک کی ہم ان سب لوگوں سے ان کے عمل کی باز پرس کریں گے کی تفسیر میں
عن قول لا الہ الا اللہ :وقال تعالیٰ (لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ)
یہ کہا کہ لا الہ الا اللہ کہنے سے، اور (سورۃ والصّٰفّٰت میں) فرمایا (ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیئے

۞

(۲۵) حدثنا احمد بن یونس وموسیٰ بن اسماعیل قالا حدثنا ابراھیم بن سعد
ہم سے بیان کیا احمد ابن یونسؒ اور موسیٰ ابن اسماعیلؒ نے، کہا دونوں نے ہم سے بیان کیا ابراہیم بن سعدؒ نے
قال حدثنا ابن شھاب عن سعیدبن المسیب عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ
کہا ہم سے بیان کیا ابن شہابؒ نے، انھوں نے سعید بن مسیبؒ سے، انھوں نے ابوہریرہؓ سے کہ (لوگوں نے) آنحضرت ﷺ
سئل ایُّ العمل افضل؟ فقال ایمان باللہ ورسولہ، قیل ثم ماذا؟ قال
سے پوچھا کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، کہا گیا پھر کون سا؟ (عمل) فرمایا
الجھاد فی سبیل اللہ، قیل ثم ماذا؟ قال حج مبرورٌ۔ [۱]
اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، کہا گیا پھر کون سا عمل؟ فرمایا: وہ حج جو مبرور (مقبول) ہو۔

[۱] انظر: ۱۵۱۹

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض:...... غرض باب کی دوتقریریں ہیں۔

التقریر الاول:...... مرجئہ کی رد ہے [۱] اور بعض کہتے ہیں کہ کرامیہ کی رد ہے جن کا عقیدہ ہے کہ ایمان صرف قول ہے عمل کی ضرورت نہیں۔

وجہِ رد:...... امام بخاریؒ نے تین آیات نقل کی ہیں جن میں ایمان کو عمل سے تعبیر کیا گیا ہے اور ایک حدیث بھی۔

آیتِ اولی:...... ﴿وَتِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [۲] یہاں عمل سے مرادایمان ہے۔

آیتِ ثانیہ:...... ﴿فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ [۳] قول لاالٰه الاالله.

آیتِ ثالث:...... ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾ [۴] ای فلیؤمن المومنون

فی الحدیث:...... ای العمل افضل؟ اس کے جواب میں فرمایا ایمان بالله ورسوله معلوم ہوا کہ ایمان عمل ہے۔

حج مبرور:...... اس کی کئی تفسیریں منقول ہیں۔

تفسیرِ اوّل:...... وہ حج ہے جس میں ریاکاری وشہرت کی طلب نہ ہو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ امیر لوگ سیر کے لیے اور غریب مانگنے کے لیے متوسط درجہ کے لوگ کاروبار کے لیے اور علماء وصلحاء شہرت کے لیے حج کا سفر کریں گے [۵]

تفسیرِ ثانی:...... حج مبرور ہو حجٌ لااثم فیه. [۶]

تفسیرِ ثالث:...... حج مبرور وہ ہے جو زندگی میں تبدیلی لائے کہ حج کے بعد حاجی شریعت کا پابند ہو جائے۔ [۷]

تفسیرِ رابع:...... یوں سمجھ لیں ان تین تفسیروں سے تین حالتوں کی طرف اشارہ ہے ۱۔ کہ چلتے وقت نیت صحیح ہو ۲۔ درمیان میں گناہ نہ ہو ۳۔ واپس آکر ترکِ احکام نہ ہو۔

التقریر الثانی:...... اس باب سے مقصود ان لوگوں کا رد ہے جو ایمان کو عام کہتے ہیں تصدیق اختیاری یا غیر اختیاری۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ایمان تصدیق اختیاری ہی ہے تصدیق غیر اختیاری معتبر نہیں۔ اس لیے کہ امام بخاریؒ نے ترجمة الباب میں بطور حصر کے کہا ان الایمان هو العمل۔ اگر بغیر حصر کے کہتے تو یہ مرجئہ اور کرامیہ پر رد ہوتی۔ لیکن یہاں حصر

---

[۱] عمدة القاری ج۱ ص۱۸۴ [۲] پارہ ۲۵ سورة الزخرف آیت ۷۲ [۳] پارہ ۱۴ سورة الحجر آیت ۹۲
[۴] پارہ ۲۳ سورة الصافات آیت ۶۱ [۵] [۶] عمدة القاری ج۱ ص۱۸۸ [۷] ایضا

ہے کہ ایمان تو عمل ہی ہے یعنی تصدیقِ اختیاری ہی ہے مرجئہ اور کرامیہ کی رداس لئے نہیں بنتی کہ حصر کی کل تین قسمیں ہیں تینوں میں سے جونسا بھی حصر مان لیں مرجئہ اور کرامیہ کی رد نہیں بنتی۔

اقسام حصر:...... حصر تین قسم پر ہے۔(۱) حصر قلب (۲) حصر افراد (۳) حصر تعیین۔

۱: **حصرِ قلب**:...... مخاطب کے اعتقاد کے خلاف حصر اس کو حصرِ قلب کہتے ہیں کہ مخاطب جس کا اعتقاد رکھتا ہے وہ مراد لیں۔

۲: **حصرِ افراد**:...... مخاطب شرکت کا اعتقاد رکھتا ہو اس کی رد کے لیے حصر، حصر افراد ہے کہ شرکت نہیں بلکہ ایک ہی ہے۔

۳: **حصرِ تعیین**:...... مخاطب کو شک ہے اس کے شک کو رفع کرنے کے لیے جو حصر لایا جائے گا وہ حصرِ تعیین کہلائے گا۔

امثلہ:...... آپ کو کسی نے بتایا کہ جامعہ خیر المدارس میں علامہ محمد شریف صاحب کشمیریؒ بخاری شریف پڑھا رہے ہیں آپ نے جواب دیا کہ نہیں (مولانا) محمد صدیق (مدظلہم العالی) پڑھا رہے ہیں۔ تو یہ حصر قلب ہے اور کسی نے کہا کہ دونوں پڑھا رہے ہیں تو جواب میں کہیں کہ نہیں صرف (مولانا) محمد صدیق صاحب پڑھا رہے ہیں یہ حصر افراد ہے۔ اگر سائل کو شک ہو کہ علامہ کشمیری صاحبؒ پڑھا رہے ہیں یا (مولانا) محمد صدیق (صاحب) (مدظلہم العالی) آپ جواب میں کہیں کہ (مولانا) محمد صدیق (صاحب) (مدظلہم العالی) پڑھا رہے ہیں تو یہ حصرِ تعیین ہے۔ (جتنی ہماری کل عمر ہے اتنے سال علامہؒ صاحب نے حدیث پڑھائی ہے۔ تقریباً ساٹھ سال حدیث کا درس دیا ہے، بڑے تعلق کی بات ہے)

ان الایمان ھو العمل:...... مرجئہ اور کرامیہ کی رد نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اس معنی میں اُن تینوں حصروں میں سے کوئی بھی نہیں بن سکتا اس لیے کہ مرجئہ کہتے ہیں کہ صرف تصدیق ایمان ہے اور کرامیہ کہتے ہیں کہ صرف قول ایمان ہے۔ حصر قلب جب بنتا کہ بقول مرجئہ ایمان صرف تصدیق ہے اس کے مقابلہ میں امام بخاریؒ کا مذہب یہ ہوتا کہ ایمان تصدیق نہیں بلکہ صرف عمل ہے۔ یا کرامیہ کے لحاظ سے یہ مذہب ہوتا کہ ایمان قول نہیں ہے بلکہ صرف عمل ہے اور حصرِ افراد بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ مرجئہ اور کرامیہ شرکت کے تو قائل ہی نہیں ہیں کہ تصدیق اور عمل مل کر یا قول و عمل مل کر ایمان بنتے ہیں اور حصرِ تعیین جب بنتا جب مرجئہ اور کرامیہ کو تردد ہوتا کہ ایمان یہ ہے یا یہ؟ لہٰذا متعین ہو گیا کہ امام بخاریؒ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو ایمان کو عام بتلاتے ہیں کہ تصدیق اختیاری اور غیر اختیاری دونوں کو شامل ہے۔ امام بخاریؒ نے بتلایا کہ ایمانِ عمل ہے یعنی تصدیق اختیاری ہے۔

(۱۹)

﴿باب اذالم یکن الاسلام علی الحقیقة وکان علی الاستسلام او الخوف من القتل﴾

کبھی اسلام سے اس کے حقیقی (شرعی) معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ ظاہری تابعداری یا جان کے ڈر سے مان لینا

لقوله تعالی قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا

اللہ تعالی نے (سورہ حجرات میں) فرمایا: گنوار لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے، اے پیغمبر ان سے کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے

وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فاذا کان علی الحقیقة فهو علی

اور لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے، لیکن اسلام جب اپنے حقیقی معنی (شرعی معنی) میں ہوگا تو وہ

قوله جل ذکره اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامَ الایه﴾

اللہ کے فرمان جس کا ذکر برتر ہے (اسلام ہوگا) جو (سورہ آل عمران کی) اس آیت میں مراد ہے کہ اللہ کے نزدیک (سچا) دین اسلام ہے، (آخر تک)

۞

(۲۶) حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزهری قال اخبرنی عامر بن

ہم سے بیان کیا ابو یمان (حکم بن نافع) نے، کہا ہم کو خبر دی شعیب نے، انھوں نے زہری سے، کہا مجھ کو خبر دی عامر بن

سعد بن ابی وقاص عن سعد ان رسول الله ﷺ اعطی رهطا

سعد بن ابو وقاص نے، انھوں نے اپنے باپ سعد بن ابو وقاص سے کہ رسول اللہ ﷺ نے چند لوگوں کو کچھ مال دیا

وسعد جالس فترک رسول الله ﷺ رجلا هو اعجبهم الیّ

اور سعد بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ایک شخص (جعیل بن سراقہ) کو چھوڑ دیا (نہ دیا) وہ ان سب لوگوں میں مجھے زیادہ پسند تھا

فقلت یا رسول الله مالک عن فلان فوالله انی لأراه مؤمنا فقال اومسلما

میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فلاں شخص کو چھوڑ دیا، قسم خدا کی میں تو اسکو مومن سمجھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: یا مسلم؟

فسكتُ قليلا ثم غلبني ماأعلم منه فعدت لمقالتي فقلت مالك عن فلان
پھر تھوڑی دیر میں چپ رہا پھر جو حال میں اس کا جانتا تھا اس نے زور کیا (تقاضا کیا) تو میں نے دوبارہ عرض کیا آپؐ نے فلاں شخص کو کیوں چھوڑ دیا
فوالله انى لأراه مؤمنا فقال اومسلما فسكتّ قليلا ثم غلبني ماأعلم منه
خدا کی قسم میں اس کو مومن جانتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلم؟ پھر تھوڑی دیر میں چپ رہا پھر جو حال میں اس کا جانتا تھا اس نے تقاضا کیا
فعدتّ لمقالتي وعاد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال ياسعد انى لاعطى الرجل
تو میں نے تیسری بار وہی عرض کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی فرمایا اسکے بعد یہ فرمایا اے سعد! میں ایک شخص کو کچھ دیتا ہوں
وغيره احب الى منه خشية ان يكبه الله فى النار
اور دوسرے شخص کو اس سے اچھا سمجھتا ہوں، مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں اللہ اس کو اوندھا دوزخ میں نہ دھکیل دے
ورواه يونس وصالح ومعمر وابن اخى الزهرى عن الزهرى.
اس حدیث کو یونسؒ اور صالحؒ اور معمرؒ اور زہریؒ کے بھتیجے نے (شعیب کی طرح) زہریؒ سے روایت کیا ہے۔

﴿تحقیق و تشریح﴾

اس حدیث کی سند میں پانچ راوی ہیں اور پانچویں حضرت سعد بن ابو وقاصؓ ہیں اور یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کی کل مرویات ۲۷۰ ہیں، مات بقصره بالعقيق على عشرة اميال من المدينة المنورة سنة سبع وخمسين وهوابن بضع وسبعين سنة وحمل الى المدينة على ارقاب الرجال وصلى عليه مروان بن الحكم وهو يومئذوالى المدينة ودفن بالبقيع وهو آخرالعشرة موتا۔ [1]

الاستلام:...... استلام کے معنی صلح کرنے یا انقیادِ ظاہری کے ہیں۔ اذا لم یکن کی جزا محذوف ہے لاينفع فى الآخرة.

ترجمة الباب کی غرض:...... یا تو رفع تعارض ہے یا پھر اسلام کی تفصیل اور اقسام کو بیان کرنا ہے۔

تقریر اوّل:...... رفعِ تعارض کی صورت میں دو احتمال ہیں۔

احتمالِ اول:...... امام بخاریؒ پر سوال ہوتا ہے کہ آپ نے کہا کہ اسلام، ایمان، دین مترادف ہیں یہ دعویٰ تو قرآن پاک کے مخالف ہے قرآن مجید میں ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا﴾ [2] کہ ایمان کا دعویٰ تو نہ کرو البتہ یہ کہہ لو کہ ہم اسلام لائے۔

احتمالِ ثانی:...... امام بخاریؒ کا مقصد قرآن پاک کی آیات سے تعارض رفع کرنا ہے کیونکہ بعض آیات سے

[1] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۲ [2] پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۱۴

معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان ایک ہی ہیں۔ جیسے لوط علیہ السلام کی بستی میں عذاب آیا تو حکم ہوا کہ اہلِ ایمان کو اس بستی سے نکال لو۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے ﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾[1] اور بعض آیات سے ایمان واسلام کا علیحدہ علیحدہ ہونا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آیت الباب میں ہے۔ تو غرض باب رفعِ تعارض ہے چاہے اپنے دعوے اور قرآن پاک کی آیت کے درمیان سے چاہے قرآن پاک کی آیتوں سے۔

رفعِ تعارض: ...... امام بخاریؒ نے رفعِ تعارض اس طریقہ سے کیا کہ اسلام دو قسم پر ہے۔

۱۔ اسلامِ حقیقی ۲۔ اسلامِ غیر حقیقی۔ تو اسلامِ حقیقی ایمان کے مرادف ہے اسلام غیرِ حقیقی نہیں۔

تقریر ثانی: ...... غرض الباب میں تقریر ثانی یہ ہے کہ امام بخاریؒ اسلام کی اقسام بیان کر رہے ہیں ۱۔ اسلام معتبر ۲۔ اسلام غیر معتبر۔ دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں ۱۔ اسلام منجی ۲۔ اسلام غیر منجی۔ اور یہ اقسام آخرت کے لحاظ سے ہیں۔ دنیا کے لحاظ سے دو درجے نہیں ہیں کیونکہ دنیا میں اسلام حقیقی اور غیر حقیقی دونوں نافع ہیں جیسے اعراب جو بھوک سے مجبور ہو کر آئے تھے روٹی مل جاتی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسلام دنیا کے لحاظ سے معتبر ہوا۔

لأراه مؤمناً: ...... معروف ہو تو یقین کے معنی میں ہوگا، مجہول ہو تو ظن کے معنی میں ہوگا۔

فقال مؤمنا او مسلما: ...... او بسکون الواو ہو تو معنی یہ ہوگا کہ شک کے ساتھ کہو اکیلا مؤمناً نہ کہو بلکہ مؤمناً او مسلماً کہو۔ ۲۔ یا حرف ''او'' اضرابیہ یعنی بل کے معنی میں ہے کہ مؤمناً بل مسلماً[2] ۳۔ یا ''او'' بفتح الواو ہے ہمزہ استفہامیہ اور واو عاطفہ ہے اس صورت میں معطوف علیہ مقدر ہوتا ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہوگی اتقول مؤمنا و اقول مسلما۔ آخری دو معنوں کے لحاظ سے قطعاً مسلماً کہہ رہے ہیں لہٰذا کل تین تفسیریں ہوئیں ایک تفسیر کے مطابق شک کے ساتھ ہے اور دوسری دو تفسیروں میں یقیناً مسلماً ہے۔

انطباق: ...... غرض باب کی دو تقریریں کی گئی ہیں پہلی تقریر کے ساتھ انطباق اس طرح ہے کہ اس روایت سے ثابت ہوا کہ اسلام جب حقیقی ہو تو ایمان و اسلام مترادف ہیں اور جب اسلام غیر حقیقی ہو تو ایمان کے مترادف نہیں ہوتا کیونکہ مؤمناً کے مقابلہ میں مسلماً کو لا رہے ہیں۔ غرض باب کی دوسری تقریر کہ ایمان معتبر اور غیر معتبر یہ اقسام آخرت کے لحاظ سے ہیں یعنی ایک کا نافع ہونا اور دوسرے کا نافع نہ ہونا یہ آخرت کے اعتبار سے ہے۔ اس تقریر پر انطباق اس طرح ہوگا کہ حضرت سعدؓ نے کہا مؤمناً آپ ﷺ نے فرمایا دنیاوی منافع دلوانے کے لئے تو تم کو مسلماً کہنا چاہئے کیونکہ دنیاوی منافع دلوانے کا موقع تھا۔

ایک بحث: ...... یہاں ایک مستقل بحث ہے کہ وہ شخص کون تھا؟ اور اس حدیث سے اس کا مؤمن ہونا معلوم ہوتا ہے یا منافق۔

---

[1] پارہ ۲۷ سورۃ الذاریات آیت ۳۵، ۳۶ [2] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۵

۱......بعض حضرات نے کہا کہ اس کا نام جعیل تھا اور یہ منافق تھا یعنی اسلام غیر حقیقی رکھتا تھا۔

۲......جمہور شراح محدثینؒ اس رائے کو پسند نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ نام تو جعیلؓ بن سُراقہ ضمری ہی تھا لیکن یہ بڑے مقبول صحابی تھے اس پر دو شھادتیں ہیں۔(۱) ان کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی کی ایک روایت ہے جسے انور شاہ صاحبؒ نے نقل کیا ہے اور روایت اس طرح ہے جعیلؓ آپ ﷺ کے سامنے سے گزرے تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا کہ یہ کیسا آدمی ہے صحابہ کرامؓ (ابوذرؓ) نے عرض کیا وہ ایک غریب فقیر آدمی ہے (عام مہاجرین کی طرح ہے) ایک دوسرا شخص گزرا تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس کے متعلق کیا خیال ہے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا سید من سادات آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسے آدمیوں سے اگر زمین وآسمان بھر جائیں تو وہ ایک (فقیر) اللہ کے ہاں زیادہ قیمتی اور محبوب ہے۔(۲) نیز حدیث الباب میں آپ ﷺ کا آخری جملہ بھی اسی پر دال ہے **انی لاعطی الرجل وغیرہ احب الی منہ خشیۃ ان یکبہ اللہ فی النار.** کَبَّ، یکب مجرد میں متعدی اور مزید میں لازمی معنی کے لیے آتا ہے۔

سوال:......سوال پیدا ہوگا کہ جب وہ شخص پکا مومن ہے تو آپ بار بار مسلما کیوں فرما رہے ہیں؟

جواب:......یہ تأدیب الفاظ کے قبیل سے ہے کہ تمہیں تو مسلماً کہنا چاہیے کیونکہ اسلام ظاہری چیز ہے اور ایمان امر باطنی ہے۔

(۲۰)
﴿باب افشاء السلام من الاسلام﴾
سلام کا پھیلانا اسلام میں داخل ہے

وقال عمارؓ ثلاث من جمعھن فقد جمع الایمان ،الانصاف من نفسک

اور عمار نے کہا تین باتیں جس نے اکٹھی کرلیں اس نے ایمان کو جوڑ لیا، (ایک تو) اپنی ذات سے انصاف

وبذل السلام للعالَمِ، والانفاق من الاقتار

اور (دوسرے) سب لوگوں کو سلام کرنا (یعنی ہر مسلمان کو) اور (تیسرے) تنگدستی کی حالت میں (راہ خدا میں) خرچ کرنا

۞

(۲۷)حدثناقتیبۃ قال حدثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الخیر

ہم سے بیان کیا قتیبہ نے، کہا ہم سے بیان کیا لیث نے، انھوں نے سنا یزید بن ابو حبیب سے، انھوں نے ابو خیر سے

عن عبداللہ بن عمرو ان رجلا سأل رسول اللہ ﷺ ایّ الاسلام خیر
انھوں نے عبداللہ بن عمرو (بن عاصؓ) سے ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا اسلام کی کون سی خصلت بہتر
قال تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف[1]
ہے ؟آپ ﷺ نے فرمایا کھانا کھلانا اور ہر ایک کو سلام کرنا، خواہ اس سے تیری پہچان ہو یا نہ ہو۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض :...... اس باب کا مقصد کرامیہ اور مرجئہ پر رد ہے جو اعمال کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔

قال عمارؓ[2] :...... بظاہر یہ حدیث موقوف ہے لیکن حدیث مرفوع کے حکم میں ہے اسی لیے تو ترجمہ میں ذکر کر رہے ہیں۔

الانصاف من نفسک :...... اپنی ذات سے انصاف کرنا۔ اس لئے کہ جب ایک آدمی اپنی ذات سے انصاف کرتا ہے تو وہ حقوق جو اس کے اور اللہ تعالی کے درمیان ہیں ان کو بھی ضائع نہیں کریگا۔

الانصاف من نفسک اس جملہ کی مختلف تفسیریں۔

تفسیرِ اول :...... پہلی تفسیر جو کہ ظاہراً اور متبادراً سمجھ میں آجاتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے نفس کے حقوق ادا کرو حدیث پاک میں ہے ((فان لنفسک واھلک علیک حقاً)) بھوکا ہے تو کھانا کھلائے پیاسا ہے تو نفس کو پانی پلائے تھک گیا ہے تو آرام کرے ایک حدیث میں آتا ہے کہ عبداللہ بن عمروؓ ساری رات کھڑے رہتے تھے بیوی کی طرف التفات نہیں کرتے تھے اور دن کو روزہ رکھتے۔ بیوی نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی[3]

تفسیرِ ثانی :...... انصاف کر تو اپنے نفس سے یعنی مخلی عن احد ہو کر قطع نظر کسی سے مرعوب ہونے کے اور بغیر کسی قسم کی لالچ کے جو آپ کا ضمیر آپ کو بتلائے وہ کرو۔ یہ اپنے نفس سے انصاف کرنا ہے۔

تفسیرِ ثالث :...... انصاف من نفسک ای باعتبار نفسک. کہ آپ کا نفس مملوک اور قیدی ہونے کی صورت میں جس چیز کا تقاضا کرتا ہے ایسے ہی برتاؤ اپنے مملوک اور قیدی کے ساتھ کرو۔

تفسیرِ رابع :...... الانصاف من نفسک باعتبار العمل. یعنی اپنے نفس سے وہ کام لو جو دنیا و آخرت میں آرام پہنچائے۔ مثلاً آپ بدنظری نہ کریں کیونکہ ان کی سزا یہ ہے کہ گرم سلائیاں آنکھوں میں ڈالی جائیں گیں تو یہ اپنے نفس پر ظلم ہوا۔ خلاصہ یہ کہ معصیت چھوڑ دو اطاعت کرو۔

---

[1] (راجع ۱۲ بخاری مطبوعہ دارالسلام الریاض ایضا اخرجہ مسلم والنسائی) [2] عمار سے مراد ابن یاسر ہیں ان کی والدہ کا نام سمیہؓ ہے جن کو ابوجہل نے شہید کیا وکانت اول شھیدۃ فی الاسلام (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۷) [3] بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۵

تفسیرِ خامس:...... مطلب یہ ہے کہ اپنے بھائی کے لیے وہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

وبذل السلام للعالم:......ای العالم المسلم۔

مسئلہ:...... غیر مسلم کو ابتداء سلام کہنا دفعِ شر کے لیے جائز ہے جلب منفعت کے لیے جائز نہیں۔

والانفاق من الاقتار:...... من بمعنی عند کے ہے کہ خود تنگ دست ہو پھر خرچ کرے۔

(۲۱)

(۲۱) باب کفران العشیر و کفر دون کفر

خاوند کی ناشکری بھی ایک طرح کا کفر ہے، اور ایک کفر دوسرے کفر سے کم ہوتا ہے

فیہ عن ابی سعیدؓ عن النبی ﷺ

اس باب میں ابوسعیدؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت نقل کی ہے

(۲۸) حدثنا عبداللہ بن مسلمة عن مالک عن زید ابن اسلم عن عطاء بن یسار

ہم سے بیان کیا عبداللہ بن مسلمہؒ نے انھوں نے (امام) مالکؒ سے انھوں نے زید بن اسلمؒ سے انھوں نے عطاء بن یسارؒ سے

عن ابن عباسؓ قال قال النبی ﷺ اریت النار

انھوں نے ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (ایک لمبی حدیث میں) اور مجھے دوزخ دکھلائی گئی

فاذا اکثر اھلھا النساء یکفرن قیل ایکفرن باللہ؟ قال

کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں عورتیں بہت ہیں وہ کفر کرتی ہیں، لوگوں نے کہا کیا اللہ کا کفر کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا

یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان لو احسنت الی احداھن الدھر ثم

(نہیں) خاوند کا کفر (اسکی ناشکری) کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتیں، اگر تو ایک عورت سے ساری عمر احسان کرے پھر

رأت منک شیئاً قالت ما رأیت منک خیرا قط[۱]

وہ (ایک ذراسی) کوئی بات تجھ سے دیکھے (جس کو وہ پسند نہ کرتی ہو) تو کہنے لگتی ہے میں نے تو تجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں پائی

﴿تحقیق وتشریح﴾

کفران العشیر کا مطلب خاوند کی ناشکری۔ عشیر میل جول والے کو کہتے ہیں۔ چونکہ خاوند کے ساتھ

[۱] یہ حدیث بخاری مطبوعہ دارالسلام الریاض میں ان نمبروں کی ترتیب پر ہے: رقوم الاحادیث: ۴۳۱، ۷۴۸، ۱۰۵۵۲، ۳۲۰۲، ۵۱۹۷، ایضا اخرجہ مسلم فی العیدین

زیادہ میل جول والا معاملہ ہوتا ہے اس لیے خاوند کو ہی عشیر کہہ دیتے ہیں۔

وکفر دون کفر:...... **سوال:** اس کا عطف تو کفران العشیر پر ہے تو مجرور ہونا چاہیئے جبکہ اسکو مرفوع پڑھا جاتا ہے؟

جواب:...... دو طرح پڑھا جاتا ہے ۱۔جر کے ساتھ کفران العشیر پر عطف کی بنا پر ۲۔رفع کے ساتھ۔عطف تو کفران پر ہی ہے لیکن اعراب حکائی ہے۔

اعراب حکائی کی تعریف:...... کلمہ یا جملہ کی حکایت کی جائے تو اس کا اصل اعراب باقی رکھا جائے جو کہ محکی عنہ میں تھا جیسے ضَرَبَ زیدٌ کوئی شخص یہ جملہ ذکر کرتا ہے تو کہتا ہے۔ "زیدٌ" مرفوع فی ضَرَبَ زیدٌ للفاعلیة.

دون:...... دون کے معنی قریب کے بھی ہیں اور غیر کے بھی۔ ۱......علامہ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ قریب کے معنی میں ہے کفر دون کفر ای کفراقرب من کفرٍ کمایقال ھذادون ذلک ای اقرب منہ[1] اس معنی کے لحاظ سے کفر ایک نوع ہوگی جسکے افراد ہوں گے ۲......بعض شراحؒ کی رائے یہ ہے کہ دون بمعنی غیر کے ہے۔ ای کفر سوی کفر۔اس وقت کفر ایک جنس ہوگی جس کے انواع ہونگے اور باقی افراد ہوں گے۔جنس کے انواع آپس میں غیر غیر ہوتے ہیں اور یہی تین وجوہ کی بناء پر راجح ہے۔

اول:...... اس لیے کہ عام طور پر قرآن پاک میں بھی "دون" کا لفظ غیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ثانی:...... امام بخاریؒ بھی اکثر ابواب میں "دون" کا لفظ غیر کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

ثالث:...... محاورات میں "دون" کا لفظ غیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

سوال:...... اس باب کو کتاب الایمان سے کیا مناسبت ہے؟ اس میں تو وہ چیزیں ذکر ہونی چاہییں جو کہ ایمان کے اجزاء بنیں نہ کہ کفر کے۔

جواب:...... اس کا ربط مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔

اول:...... کفر ضدِ ایمان ہے۔جب کفر کی انواع مختلف ہیں تو ایمان کی انواع بھی مختلف ہوں گی تو امام بخاریؒ علاقہ تضاد سے ایمان کی انواع بیان کر رہے ہیں۔

ثانی:...... یا یوں سمجھنا چاہیے کہ کفر میں تشکیک ثابت کر کے ایمان میں تشکیک ثابت کرنا چاہتے ہیں۔جیسے کفر میں کمی وبیشی ہوتی ہے ایسے ہی ایمان میں بھی کمی وبیشی ہوتی ہے تو گویا علاقہ تضاد سے ربط ہو گیا اور ضابطہ ہے وبضدھا تتبین الاشیاء.

---

[1] عمدة القاری ج۱ ص۲۰۰

ثالث: ...... جیسا کہ بعض اعمال کو کفر کہا جاتا ہے ایسے ہی بعض اعمال کو ایمان کہا جاتا ہے یعنی جیسے اعمال کو کفر میں دخل ہے ایسے ہی اعمال کو ایمان میں دخل ہے۔

رابع: ...... چوتھا ربط اس طرح بیان کیا جائے کہ اعمال دو قسم پر ہیں ۱...... اعمال کفر، یہ جو ملتِ اسلامیہ سے نکال دیتے ہیں ۲...... وہ اعمال جو ملتِ اسلامیہ سے نہیں نکالتے۔ حاصل یہی نکلا کہ جس طرح ایمان کی قسمیں ہیں ایسے ہی کفر کی بھی کئی اقسام ہیں ۱...... کفرِ انکار ۲...... کفرِ جحود ۳...... کفرِ عناد ۴...... کفرِ نفاق۔

اریت النار: ...... اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگ اور جنت کا مشاہدہ کروایا تھا تاکہ آپ ﷺ علی وجه البصيرة تبلیغ کریں کیونکہ جیسے عارف اور عالم کی تبلیغ میں فرق ہے اسی طرح دونوں کی عبادت میں بھی فرق ہوتا ہے۔

فاذا اکثر اھلھا النساء: ...... آپ ﷺ کو وہ عورتیں دکھلائی گئیں جو قیامت تک پیدا کی جانیوالی تھیں یا جب دکھائی گئیں اس وقت کی عورتیں تھیں۔ دونوں قول ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ دکھانے کے وقت کی عورتیں تھیں وہ کہتے ہیں کہ اس لیے کہ اس وقت تک عورتوں میں حضور ﷺ کی تعلیم اور اسلام نہیں تھا بعد از اسلام ان کو سمجھ آئی اور انہوں نے ناشکری چھوڑ دی۔

سوال: ...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوزخ میں عورتیں زیادہ ہونگی اور مرد کم ہونگے۔ اس تقابل سے معلوم ہوا کہ جنت میں عورتیں کم ہونگی اور مرد زیادہ۔ حالانکہ مسندِ احمد کی روایت میں ہے ((ان لکل رجل من اھل الجنة امرأتان)) [۱] کہ کم از کم ایک مرد کو دو بیویاں ملیں گی تو جب ہر مرد کے لیے دو بیویاں ہونگی تو جنت میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی جبکہ روایت الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی **فماذا حلہ؟**

جواب: ...... مسندِ احمد کی روایت میں اطلاق ہے جب کہ بخاری کی روایت میں تخصیص مذکور ہے کہ ((ان لکل امرئ زوجتان من الحور العین یری مخ سوقھن من ورآء العظم واللحم)) [۲] جنت کی عورتیں دو قسم کی ہیں ۱۔ دنیا کی صالح عورتیں۔ ۲۔ وہ عورتیں جو جنت کی مخلوق ہیں اور حدیث الباب میں وہ عورتیں مراد ہیں جو جنت ہی کی مخلوق ہیں۔ جن کے بارے میں قرآن نے کہا ہے ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ [۳] اور یہ ادنی درجہ کی حوریں ہوں گی لہٰذا دنیا کی نیک عورتیں کم ہونگی، تقابل دنیا کی عورتوں کے لحاظ سے ہے کل عورتوں کے لحاظ سے نہیں، دنیا میں انسان جن چیزوں کا مکلّف ہے جنت میں ان سے صرف دو چیزوں کا مکلّف ہوگا ۱۔ ایمان ۲۔ نکاح۔ بے نکاحی عورت نہیں مل سکے گی اور نکاح اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے ﴿وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾ [۴] یہ تشبیھاً کہا

---

[۱] ریاض صدیقی ص۱۰۴ [۲] بخاری شریف ج۱ ص۴۲۱ [۳] پارہ ۲۷ سورۃ الرحمٰن آیت ۷۴ [۴] پارہ ۲۷ سورۃ الطور آیت ۲۰

ہے۔اور یہ تقابل دنیا کی عورتوں سے ہے نہ کہ کل عورتوں سے اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا کی نیک عورتیں کم ہیں۔سوال کیا گیا ایکفرن باللہ ؟فرمایا یکفرن العشیر اس سے دوقسموں کی طرف اشارہ ہوگیا۔عورتیں تھوڑی سی مصیبت میں کہہ دیتی ہیں کہ تیرے گھر میں کیا دیکھا چند لیتھڑے ، چند ٹھیکرے ، چند چیتھڑے۔پنجابی میں اس کی جگہ ببّو کہہ دیتے ہیں۔

(۲۲)

باب المعاصی من امر الجاهلية ولا يكفر صاحبها بارتكابها الا بالشرک

گناہ جاہلیت کے کام ہیں اور گناہ کرنے والا گناہ سے کافر نہیں ہوتا مگر شرک کرنے سے (یا کفر کا اعتقاد رکھے تو کافر ہو جائے گا)

لقول النبی ﷺ انک امرؤ فیک جاهلية ،وقول الله تعالى
کیونکہ آنحضرت ﷺ نے (ابوذرؓ سے) فرمایا تو ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیت کی خصلت ہے،اوراللہ نے (سورہ نساء میں) فرمایا
(اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ، وَاِنْ طَائِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
اللہ تو شرک کو نہیں بخشے گا اور اس سے کم جس کو چاہے گا (اس کے گناہ) بخش دے گا،اوراگر مسلمانوں کے دوگروہ آپس میں
اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا) فسماهم المومنين
لڑپڑیں تو ان میں صلح کرادو، اللہ نے دونوں کو مسلمان کہا
۞
(۲۹)حدثناعبدالرحمن بن المبارک قال ثنا حماد بن زيد قال ثنا ايوب ويونس
ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن مبارکؒ نے کہا ہم سے بیان کیا حماد بن زیدؒ نے ، کہا ہم سے بیان کیا ایوبؒ ویونسؒ نے
عن الحسن عن الاحنف بن قيس قال ذهبت لانصر هذا الرجل فلقيني ابوبكرة فقال
حسنؒ سے،انھوں نے احنف بن قیسؒ سے، کہا میں چلا اس شخص کی مدد کرنے کو،راستہ میں مجھ سے ابوبکرہؓ ملے تو انہوں نے پوچھا
اين تريد قلت انصر هذاالرجل،قال ارجع فانی سمعت رسول الله ﷺ
کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا اس شخص (علیؓ) کی مدد کرنے کو، کہا اپنے گھر کو لوٹ جا، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا

یقول اذا التقی المسلمان بسیفیهما فالقاتل والمقتول فی النار،قلت
آپ ﷺ فرماتے تھے جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر لڑیں تو قاتل ومقتول دونوں دوزخی ہیں، میں نے عرض
یارسول الله هذاالقاتل فمابال المقتول،قال انه کان حریصا علی قتل صاحبه [۱]
کیا یارسول اللہ قاتل تو خیر (ضرور دوزخی ہوگا) مقتول کیوں دوزخی ہوگا؟ فرمایا! اس کو اپنے بھائی کو مار ڈالنے کی خواہش تھی

(۳۰) حدثناسلیمان بن حرب قال حدثنا شعبة عن واصل الاحدب عن
ہم سے بیان کیا سلیمان بن حربؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا شعبہؒ نے، انھوں نے واصل احدبؒ سے، انھوں نے
المعرور قال لقیت اباذرؓ بالربذة وعلیه حلة وعلی غلامه
معرورؒ سے، کہا میں نے ربذہ میں ابوذرؓ سے ملاقات کی وہ ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے، اوران کا غلام بھی ویسا ہی ایک
حلة فسألته عن ذلک،فقال انی ساببت رجلا فعیرته بامه
جوڑا پہنے ہوئے تھا، میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی، انھوں نے کہا میں نے ایک شخص سے گالی گلوچ کی اور اسکو ماں کی گالی دی
فقال لی النبی ﷺ یااباذر اعیرته بامه انک امرؤ فیک جاهلیة
آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا تو نے اس کو ماں کی گالی دی، تو وہ آدمی ہے جس میں جاہلیت کی خصلت ہے
اخوانکم خولکم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن کان اخوه تحت یده
تمھارے غلام تمھارے بھائی ہیں، اللہ نے انھیں تمھارے ہاتھ تلے کردیا، پھر جس کا بھائی اس کے ہاتھ تلے ہو
فلیطعمه ممایاکل ولیلبسه مما یلبس ولاتکلفوهم مایغلبهم
وہ اس کو وہی کھلائے جو آپ کھائے اور وہی پہنائے جو آپ پہنے اوران سے وہ کام نہ لو جوان سے نہ ہو سکے
فان کلفتموهم فاعینوهم [۲]
اگر ایسا کام لینا چاہو تو انکی مدد کرو

[۱] انظر: ۶۸۷۵، ۷۰۸۳ [۲] انظر: ۲۵۴۵، ۶۰۵۰

﴿تحقیق و تشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض:......اس باب سے سے مقصود مرجئہ، کرامیہ، معتزلہ، خارجیہ کی رد ہے۔اس لیے کہ **معاصی من امر الجاھلیۃ** کہہ کر مرجئہ اور کرامیہ کی رد کردی کہ امرِ جاہلیت کا ارتکاب معصیت ہے اور دوسرے جزء سے معتزلہ اور خارجیہ کی رد ہے کہ **لَایُکَفَّرُ صَاحِبُھَا**۔

دلیل:......**انک امرؤ فیک جاھلیۃ** ۔تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت ہے یہ ایک خاص قصہ تھا کہ ابوذر غفاریؓ نے کسی کو باندی کا بچہ کہہ دیا تھا حضور ﷺ نے سن کر فرمایا **انک امرؤ الخ** تم میں جاہلیت ہے یعنی آپ نے سمجھایا کہ کسی کو عار دلانا یہ جاہلیت کی نشانی ہے اور یہ نشانی تم میں باقی ہے اس لیے تمہیں اسے چھوڑ دینا چاہیے [1]

سوال:......بعض لوگ کہتے ہیں کہ شرک تو نہیں بخشا جائے گا البتہ کفر بخشا جائے گا کیونکہ مشرک کفر کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کی عبادت بھی کرتا ہے اور کفر میں صرف انکار ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ کفر بخشا جائے گا کیونکہ کفر، شرک کے **مادون** ہے۔

جوابِ اول:......**مادون ذلک** سے مراد کفر کے علاوہ ہے۔

جوابِ ثانی:......شرک کا ذکر کفرِ غالب واقعی کے طور پر ہے کیونکہ اکثر کفار انکار کے ساتھ شرک بھی کرتے تھے۔

جوابِ ثالث:......ایک حکم عبارۃ النص سے ثابت ہوتا ہے اور ایک دلالۃ النص سے ۔عبارۃ النص میں شرک کا ذکر ہوا اور دلالۃ النص میں کفر کا۔اس لئے کہ مشرک تو اللہ کے وجود کا قائل ہو کر غیر کو شریک کرتا ہے جبکہ کافر سرے سے خدا کی ذات کا ہی انکار کرتا ہے۔

جوابِ رابع:...... کفر کا ذکر بطور لازم کے ہے جب ملزوم یعنی شرک کا ذکر تو کیا لازم کا ذکر بھی آ گیا۔اس لئے کہ کفر، شرک کو لازم ہے۔

جوابِ خامس:......یہاں پر بیان سببیت ہے۔شرک چونکہ سببِ کفر ہے تو ایک سبب کا ذکر کر دیا۔مراد یہ ہے کہ جو سبب کفر ہے اس کو نہیں بخشا جائے گا تو بذات خود کفر کیسے بخشا جائے گا۔یہ جواب اقرب الصواب ہے۔

وَاِنْ طَائِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا:......قتال معصیت ہے امام بخاریؒ کا مقصود چار فرقوں کا رد کرنا ہے۔ **المومنین** کے لفظ سے معتزلہ اور خارجیہ کا رد ہے۔**اقتتلوا** سے مرجئہ اور کرامیہ کی رد ہے۔یہ بات حنفیہ کے عین موافق ہے۔

لانصر ھذاالرجل:......رجل سے مراد حضرت علیؓ ہیں [2] یہ واقعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی باہمی لڑائی جنگِ جمل کا ہے [3] **لانصر ھذا الرجل:** اس روایت سے معلوم ہوتا

---

[1] درس بخاری ص ۲۱۹ [2] فیض الباری ج ۱ ص ۱۲۱ [3] تقریر بخاری ج ۱ ص ۱۳۸

ہے کہ احنف بن قیس اکیلے مدد کے لیے نکلے ہیں اور بعض روایات میں ہے اپنی قوم کے ساتھ نکلے [1]

القاتل والمقتول فی النار:...... ابوبکرہؓ کا استدلال احنف بن قیس کو روکنے کی حد تک تو جائز ہے کیونکہ روکنے کے لیے عمومی عنوان اختیار کر لئے جاتے ہیں۔ تو ابوبکرہؓ نے بھی ایسے ہی کیا۔ جمہور محدثینؒ کے نزدیک یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں۔ جمہور محدثینؒ کے نزدیک قاتل ومقتول سے مراد وہ ہیں جو کسی غرض دنیاوی اور حظِ نفس کی وجہ سے لڑتے ہیں۔ جو قاتل ومقتول مؤول ہیں مجتھد ہیں وہ اس حدیث میں داخل نہیں۔ اسی لئے جمہورؒ اہل سنت والجماعت کے نزدیک جنگ جمل وصفین وغیرہ میں جان دینے والے حضرات شہید ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حدیث اس پر محمول ہے جو مؤول نہ ہو اس مسئلہ کا نام مشاجراتِ صحابہ ہے۔

مسئلہ مشاجراتِ صحابہؓ

یہ بڑا اہم اور نازک مسئلہ ہے دعا کرو اللہ تعالیٰ لطافت سے سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے اہل سنت والجماعت کا موقف سمجھ لیجئے۔ اہل سنت والجماعت کا موقف مشاجراتِ صحابہ کے بارے میں سکوت اور توقف ہے کوئی پوچھے کون سچا کون جھوٹا؟ ہم خاموش رہیں گے۔ ایک شخص حضرت تھانویؒ کے پاس آیا کہ کون حق پر ہے آپ نے فرمایا کہ آپ تو بےفکر ہو جائیں آپ سے قیامت کے دن نہیں پوچھا جائے گا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو اس بارے میں قلم اٹھائے گا کسی کو سچا جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کرے گا وہ اہل سنت والجماعت سے نہیں۔

مثال:...... طالب علم باپ سے خرچ مانگتا ہے باپ کم دینا چاہتا ہے ماں کہتی ہے اور زیادہ دو بات بڑھنے لگے تکرار تک نوبت پہنچے تو جوان بیٹا اس موقع پر کچھ نہیں کہے گا کہ کس کا قصور ہے۔ بلکہ وہ خاموش رہے گا یا اتنا کہے گا کہ آپ خاموش رہیں۔ خطا گرفتن بربزرگاں خطا است۔

اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے پہلے تین اصول سمجھنے چاہییں۔

اصولِ اول:...... جس جماعت کی اللہ پاک نے خود مدح فرمائی پھر ان کے ایمان کی شہادت دی ان سے راضی ہونے کا اعلان کیا۔ اگر قصور ہوا تو معافی کا اعلان کیا۔ آنحضرت ﷺ شہادت دیتے ہیں کہ یہ جماعت ایسی ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہہ دیا ہو اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ [2] اور جس کو آنحضرت ﷺ نے معیارِ حق قرار دیا ((اصحابی کالنجوم)) [3] خصوصاً شیخینؒ کے بارے میں فرمایا ((اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر)) [4] تو جس جماعت کی عدالت قرآن وحدیث بیان کرے آپ تاریخی حوالوں سے ان پر جرح نہیں کر سکتے۔ جو تاریخ صحابہ کرامؓ پر جرح کرے ایسی تاریخ چھوڑ دیں گے اور قرآن وحدیث کو لیں گے۔ تمام محدثین مناقبِ صحابہ میں ابواب قائم کرتے ہیں جرح صحابی کا

---

[1] درس بخاری ص ۲۲۱ [2] بخاری ج ۲ ص ۵۶۷ مکتبہ نور محمد کراچی [3] مشکوۃ ص ۵۵۴ [4] مشکوۃ ص ۵۶۰

(نعوذباللہ) کسی نے کوئی باب قائم کیا ہے؟اہل سنت والجماعت کا موقف یہی ہے کہ حدیث بھی تاریخ ہے اورسب سے معتبر تاریخ حدیث ہے۔مشاجرات کے باوجود اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے **الصحابة کلهم عدول**۔گویا مشاجرات کے باوجود آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے صحابہ کرام عادل ہی رہے۔قرآن وحدیث کو چھوڑ کر تاریخ کو معیار قرار دینے والا خارجی ہوجائے گا یارافضی۔کیونکہ مؤرخین متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔لوگ کہتے ہیں کتابوں میں لکھا ہے حوالہ دیتے ہیں اول تو وہ حوالے ہی جھوٹے ہوتے ہیں اگر بالفرض حوالے صحیح بھی ہوں تب بھی ردی کی ٹوکری میں پھینکے کے قابل ہیں۔کالج کا تعلیم یافتہ ایک نوجوان مودودی کی کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا تھا میں نے اسے روکا۔اس نے کہا کہ آپ نے مجھے اتنا ہی بیوقوف سمجھ لیا ہے کیا مجھے اتنا ہی پتہ نہیں کہ کونسی بات سچی ہے اورکونسی غلط۔وہ لڑکا باز نہیں آیا۔ایک مرتبہ میرے پاس بیٹھا میں نے کہا مودودی نے صحابہ کرامؓ پر جرح کر کے بہت بڑا جرم کیا ہے اس نے کہا اچھ حوالے سے لکھتا ہے اس نے صحابہ کرامؓ پر جرح شروع کی میں نے صحابہ کرامؓ کا دفاع کیا پھر میں نے کہا تو اب سوچ لے اس وقت تیری حیثیت کیا ہے اورمیری حیثیت کیا ہے۔میں صحابہ کرامؓ کی صفائی میں دلائل پیش کر رہا ہوں اورتو مودودی کی صفائی میں اورصحابہ کرامؓ کی جرح میں۔مودودی کے لٹریچر کی مثال ایسے ہے جیسے زہر کھانے والا جس کے پاس تریاق نہیں اور کہتا ہے ان شاءاللہ اثر نہیں ہونے دوں گا پتہ تو اس وقت چلے گا جب اثر ہو چکا ہوگا۔ایک جگہ لکھتا ہے کہ کوئی شخص اگر کہے آپ نے ابن العربیؒ کی اورشاہ عبدالعزیزؒ کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ پر اعتماد کیوں نہیں کیا تو میں کہوں گا کہ انکی مثال وکیل صفائی کی ہے اور وکیل صفائی اچھی باتیں ہی چن کر کہتا ہے تو گویا کہنا یہ چاہتا ہے کہ وہ وکیل صفائی ہیں اورمیں صحابہؓ پر وکیل جرح ہوں۔

اصولِ ثانی: ...... آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ مجتہد جب اجتہاد کرتا ہے تو کبھی مخطئی ہوتا ہے اورکبھی مصیب چونکہ وہ دین کی خدمت کے لیے اجتہاد کرتا ہے اگر صحیح ہو تو دو اجر اور خطاء ہو جائے تو ایک اجر۔جمہور کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اختلاف اجتہادی تھا نیک نیتی پر موقوف تھا حظِ نفس کے لیے نہیں تھا اس لیے سب ماجور ہیں کسی کو تھوڑا کسی کو زیادہ۔اگر آپ نے بیان کرنا ہو کہ کون حق پر تھا تو آپ کو بہت ادب کے لفظ مل سکتے ہیں **کان علیؓ علی الحق و کان معاویة علی الحق فی الاجتهاد.**

اصولِ ثالث: ...... سفرحج میں ایک ساتھی نے مجھ سے مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں سوال کیا اس وقت میں نے اس کو جو جواب دیا اس کو میں نے اصول بنالیا اوروہ اصول **صلابت فی الدین** ہے یہ شان حضور ﷺ کی صحبت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ جس کو دین سمجھ لیا ہے اس کو نہیں چھوڑا اس پر جان قربان کر دی اب آپ اس توجیہ کو بھی سمجھ جائیں گے۔توریثِ انبیاء کے مسئلہ میں حضرت فاطمہؓ کی طرف سے جواب دیتے

ہوئے بیان کی جاتی ہے۔کیا وہ آنحضرت ﷺ کے بعد طالب دنیا ہوگئی تھیں؟ نہیں بلکہ انہوں نے دین سمجھ کر اصرار کیا۔کیا وہ دنیا کے لیے آنحضرت ﷺ کے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ناراض کرسکتی تھیں؟ بلکہ انھوں نے اس کو حق سمجھا تھا ان کو معلوم نہیں تھا کہ اہل بیت اس عام حدیث ((لانورث ماتر کنا صدقة)) سے مخصوص ہیں [1]

ایک اور بات بھی سن لیں۔اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ **الصحابة کلهم عدو ل** جو بھی ان کے خلاف قلم اٹھاتا ہے وہ مسلمانوں میں تفریق ڈالتا ہے جماعتِ اسلامی نے دین کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ صرف ایک فرقہ پیدا کیا ہے تا کہ حنفیت کمزور کی جاسکے اور تا کہ فقہ حنفی ملک و دنیا میں نافذ نہ ہو۔یاد رہے کہ آخری پائیدار حنفی حکومت عالمگیرؒ کی تھی۔برما سے لیکر افغانستان تک چالیس سال کی عمر میں اسلامی شریعت کا جھنڈا لہرایا،۹۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔۵۱ سال حکومت کی، فتاوٰی عالمگیری کے مطابق فیصلے ہوتے تھے اس کو فتاوی ہندیہ بھی کہتے ہیں۔
(طالبان نے تقریباً سات سال تک افغانستان کے اکثر حصہ میں فقہ حنفی نافذ کی اور مثالی عدل وانصاف قائم کیا)

مودودی لکھتا ہے کہ صحابہ کے عادل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ روایت کرنے میں سچ بولتے تھے میں دعوٰی سے کہتا ہوں کہ تمہیں پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔شرح نخبہ میں حافظ ابن حجرؒ عسقلانی نے عدالت کی تعریف اس طرح کی ہے۔عدالت ملکہ راسخہ ہے **تحمل علی المروّة والتقوىٰ** [2] تو تمام صحابہ متقی اور عادل ہیں لیکن مودودی ذہن دینا چاہتا ہے کہ وہ صرف روایت تو سچی کرتے تھے ورنہ ان میں بہت سی کوتاہیاں ہوسکتی ہیں۔صحابہؓ کے اختلاف کا منشاء صلابت فی الدین ہے۔اسی لئے علماء کے اختلاف جلدی ختم نہیں ہوسکتے۔دوسرے لوگوں کی جب غرضیں پوری ہوتی ہیں تو اختلاف بھی ختم کردیتے ہیں۔

ربط:......اذا التقی المسلمان: قتل بھی تو معصیت ہے اور مسلمان کا لفظ بولا جارہا ہے معلوم ہوا کہ کافر نہیں۔

حدثنا سلیمان بن حرب:......ربذة: قریب من المدینة بینهاوبین المدینة ثلاث مراحل قریب من ذات عرق [3] مدینہ منورہ سے تقریباً چالیس، پینتالیس میل کے فاصلے پر ہے۔کسی زمانہ میں چھاؤنی ہوتی تھی۔ابوذرؓ وہاں ٹھہرتے تھے کیونکہ زہاد صحابہؓ میں سے تھے مال جمع کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اگر پتہ چلتا کہ کسی کے پاس مال ہے تو لاٹھی لیکر لڑنے چلے جاتے۔یہ مذہب جمہور صحابہؓ کے مذہب کے خلاف تھا کیونکہ زکوٰۃ ایسے ہی تو نہیں آجاتی بلکہ مال جمع ہونے ہونے کے بعد سال گزرے پھر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔یہ شام میں رہتے تھے حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کو خط لکھا کہ اپنے پاس بلالو۔پریشانی ہوتی ہے مدینہ آگئے تو لوگ ان سے پوچھتے کہ شام سے کیوں آئے ساری بات بتاتے۔لوگ باتیں کرنے لگے۔حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا کہ تم ربذہ میں

[1] مشکوٰۃ ص۵۵۰ [2] شرح نخبة ص [3] عمدة القاری ج۱ ص۲۰۶

ٹھہرو۔اب اگران سے کوئی پوچھتا کہ یہاں کیوں ٹھہرے ہوتو کہتے امیر کے حکم سے۔یہ تو حضرت عثمانؓ ہیں۔اگرکوئی عبدحبشی بھی میراامیر بن جائے گاتو اس کی بھی اطاعت کروں گا۔معلوم ہواامن کی خاطرنظر بندی جائز ہے۔

فسألته عن ذلک:......ای عن تساوی الحلة ۔اس روایت میں ہے کہ دونوں نے جوڑا پہن رکھا تھا بعض میں ہے کہ صحابی نے حضرت ابوذرؓ سے کہا کہ یہ تم نے کیا کیا؟اگراپنی چادرغلام کودیکر یاغلام کی چادرخودلیکر جوڑا بنالیتے تو ٹھیک تھا۔اس سے معلوم ہواکہ ان کے اوپر جوڑانہیں تھا۔

سوال:......یہ ہے کہ ان پر جوڑاتھایانہیں؟

جواب اول:......ایک چادرغلام پرتھی اوردوسری حضرت ابوذرؓ پر۔لیکن مجازاً حلہ کہہ دیا۔جیسے خاوند یا بیوی کو زوج کہہ دیا جاتا ہے۔حالانکہ زوج تو جوڑے کو کہتے ہیں اورخاوند بیوی کو زوج اس لئے کہہ دیتے ہیں کہ ہرایک کو زوج بننے میں دخل ہےاسی طرح چونکہ چادرکوجوڑا بننے میں دخل ہےاس لیے ہرایک چادرکومجازاً مستقل حلہ کہہ دیا۔

جواب ثانی:......دوسری تطبیق یہ ہے کہ ہرایک پر جوڑا تھا۔دورنگ کے جوڑے تھے ہر رنگ کی ایک چادر حضرت ابوذرؓ نے لے رکھی تھی اوراسی طرح حضرت کے غلام نے بھی۔تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک رنگ کرلو۔حضرت ابوذرؓ رنگ میں بھی تساوی چاہتے تھے۔

فعیرته بامه:......میں نےاسے ماں کی عاردلائی۔

سوال:......یہ ہے کہ وہ صحابی کون تھے جن کوعاردلائی۔دوقول ہیں ا۔حضرت بلالؓ خودبھی کالے تھے[1] ماں بھی کالی تھی توانہوں نے یاابن سوداء کہا۲۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمارؓ تھے[2] توان کولونڈی کے بیٹے کہہ دیا

ربط:**انک امرؤ فیک جاهلية**:......تووہ آدمی ہےجس میں جاہلیت کی خصلت ہے آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو کافر ہوگیا کلمہ پڑھ لے۔معصیت کو جاہلیت کہا کفرنہیں کہا۔معتزلہ اورخارجیہ کا رد ہے۔معاصی نقصان دیتے ہیں جبھی تو تنبیہ فرمائی۔تواس تنبیہ فرمانے سے مرجئہ اورکرامیہ کی رد ہوگئی۔

مسئلہ سب صحابہؓ

سب صحابہؓ کی اولاً دوقسمیں ہیں ا۔سب صحابی لصحابی،یعنی صحابی،صحابی کوگالی دے ۲۔سب غیرصحابی لصحابی اس کی پھردوقسمیں ہیں ا۔کسی ایک صحابی کوایک آدھ گالی دے۔ ۲۔سب کویااکثرکوگالی دیتار ہے۔ تیسری قسم کفر ہےاوردوسری فسق ہے پہلی قسم نہ کفر ہے نہ فسق۔اس لیے صحابی کاصحابی کوگالی دینا اس کا کوئی داعیہ ہوتا ہے کوئی ایذاء یا تکلیف پہنچتی ہے اس کو منشاء توہین نہیں بنالینا چاہیے اس کو ہم اتنا کہہ سکیں گے کہ مناسب نہیں ہے۔جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جاہلیت والا کام ہے۔

[1] عمدۃ القاری ج۱ ص۲۰۸ ، تقریر بخاری ج۱ ص۱۳۹ ، فتح الباری ج۱ ص۴۶ مطبع انصاری دہلی ، فیض الباری ج۱ ص۱۲۰ [2] فیض الباری ج۱ ص۱۲۰

خلاصہ کلام:......**والمحقق ان سب الصحابة كلهم اواكثرهم كفر وسب صحابی واحدٍ اواثنين فسق وسب احدهماالآخرليس بكفر فانه يكون لداعية** [1]

حکم روافض:...... تکفیر روافض کے بارے میں دو رائیں ہیں ۱۔علامہ شامیؒ اور صاحب بحرالرائق شارح کنز، کفر کے فتوے کی ذمہ داری نہیں لیتے بلکہ عدم تکفیر کو ترجیح دیتے ہیں ۲۔بعض محدثینؒ نے تکفیر کو ترجیح دی ہے ۔شاہ عبدالعزیزؒ نے کافر کہا اور یہ بھیؒ فرمایا کہ جنہوں نے انکو کافر نہیں کہا وہ واقف نہیں ہوئے [2]

فائدہ:......جن حضراتؒ نے مطلقاً تکفیر نہیں کی انہوں نے احتیاط برتی ہے کیونکہ مطلق تکفیر میں احتیاط برتنی چاہیے۔

مسئلۂ تکفیر:...... اگر کوئی شخص کسی پر لعنت کرے اگر وہ مستحق ہو تو اس پر ہو جاتی ہے ورنہ ساری دنیا میں گھومتی ہے جب کوئی دوسرا فسق نہ ملے تو اسی کی طرف لوٹتی ہے یہی حکم تکفیر میں ہے۔مسئلہ تکفیر از قبیل حدود ہے کسی کی تکفیر کرنا گویا اسے واجب القتل قرار دینا ہے جیسے کسی کو زانی کہا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ اس کو کوڑے لگنے چاہیں۔

مسئلۂ اندرآء حدود:...... آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا((**ادرء وا الحدود عن المسلمين مااستطعتم**)) [3] ((**تندرئ الحدود بادنى بالشبهات**)) لہٰذا ادنی شبہ بھی اگر عدم کفر کا ہو جائے تو کافر نہیں کہنا چاہیے (بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ سو کفر کی باتیں ہوں ایک اسلام کی تب بھی کافر مت کہو یہ بات غلط ہے) اگر کسی کی بات میں سو معنی کفر کے بنتے ہیں اور ایک معنی اسلام کے مطابق بنتا ہے تو کافر نہیں کہنا چاہیے آپ یہی سمجھیں کہ یہی اسلام والے معنی اس کی مراد ہیں۔امام اعظمؒ کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا **اقول ماقالت النصارى واقول ماقالت اليهود** ۔امام صاحبؒ نے حاضرین سے پوچھا اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔سب نے کہا **فقد كفر** ۔کیونکہ اس کا عقیدہ یہودیوں اور نصرانیوں والا ہے آپ نے فرمایا نہیں۔پہلے اس سے تشریح طلب کرو تو اس نے کہا **اقول ماقالت النصارى وقالت النصارى ليست اليهود على شئى** ۔**واقول ماقالت اليهود وقالت اليهود ليست النصارى على شئى**۔ یہ مقام درس ہے یہاں یہی کہا جائے گا باقی جو میدان میں اترے ہوئے ہیں اور تکفیر کے نعرے لگواتے ہیں تو وہ میدان کی بات ہے وہ جانتے ہیں ان کو کیا مجبوری پیش آئی۔ہم احتیاط برتیں گے شاید ان کو کوئی تحقیق ہو گئی ہو۔

اخوانکم خولکم:...... اخوان کا لفظ پہلے آیا تا کہ پہلے بھائی ہونا ذہن نشین ہو جائے۔حضرت ابوذرؓ نے اس حدیث سے مساوات پر استدلال کیا ہے لیکن جمہور صحابہ کرامؓ اس سے متفق نہیں ہیں تو اسکا جواب دینا پڑے گا۔

جواب:...... حدیث میں آنحضرت ﷺ نے جو ارشاد فرمایا اس کا منشاء مواسات ہے اپنے غلاموں کے ساتھ رحمدلی، غمخواری کا حکم ہے۔حضرت ابوذرؓ نے مساوات پر محمول کرلیا۔حالانکہ ایسا نہیں۔

---

[1] فیض الباری ج ۱ ص ۱۲۰ [2] **واكفرهم الشاه عبدالعزيز رحمة الله تعالى وقال ان من لايكفرهم لم يدر عقائدهم** :فیض الباری ج ۱ ص ۱۲۰ مطبع حجازی قاہرہ [3] (ترمذی ص ۲۶۳)

جواب پر دلائل

دلیلِ اول:...... یہی روایت ہے کہ اس کے آخر میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا کام مت کہو جوان کی طاقت سے باہر ہو۔ اگر ایسا کام کہہ ہی دو تو مدد کرو۔ اگر یہاں مساوات مراد ہوتی تو آپ ﷺ فرماتے ساتھ مل کر کام کرو۔ اور پھر غالب کام کی قید بھی نہ لگاتے۔

دلیلِ ثانی:...... ایک حدیث میں ہے کہ اگر تمہارے غلام تمہارے لیے کچھ پکا کر لائیں تو ان کو بھی شریک کرو۔ آخر میں ارشاد فرمایا اگر تم ان کو شریک نہیں کر سکتے تو چند لقمے ان کے ہاتھ پر رکھ دو تا کہ ایسا نہ ہو کہ انھوں نے پکایا ہو اور ان کو پتہ بھی نہ چلے کہ کیسا پکایا۔ جس نے اسکی گرمی چکھی ہے وہ اس کی ٹھنڈک (مزہ) بھی چکھ لے۔

(۲۳)

﴿باب ظلم دون ظلم﴾

ایک گناہ دوسرے گناہ سے کم ہوتا ہے

(۳۱)حدثنا ابوالولید قال حدثنا شعبة ح قال وحدثنی بشر
ہم سے بیان کیا ابوولیدؒ نے کہا ہم سے بیان کیا شعبہؒ نے، دوسری سند: امام بخاریؒ نے کہا اور مجھ سے بیان کیا بشرؒ نے
قال حدثنا محمد عن شعبة عن سلیمان عن ابراھیم عن علقمة
کہا ہم سے بیان کیا محمدؒ نے، انھوں نے شعبہؒ سے، انھوں نے سلیمان سے، انھوں نے ابراہیمؒ سے، انھوں نے علقمہؒ سے
عن عبداللہ لما نزلت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْاوَلَمْ یَلْبَسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ
انھوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ جب سورت انعام کی یہ آیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ (جولوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو کفر کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے) اتری
قال اصحاب رسول اللہ ﷺ ایُّنا لم یظلم
تو صحابہؓ نے عرض کیا (یارسول اللہ یہ تو بہت مشکل ہے) ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے گناہ نہیں کیا
فانزل اللہ عز وجل: اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ [1]
تو اللہ تعالی نے (سورۃ لقمان کی) یہ آیت اتاری کہ شرک بڑا ظلم ہے

[1] انظر: ۳۳۶۰ ، ۳۴۲۸ ، ۳۴۲۹ ، ۴۶۲۹ ، ۴۷۷۶ ، ۶۹۱۸ ، ۶۹۳۷ یہ رقوم الاحادیث بخاری مطبوعہ دارالسلام الریاض کے مطابق ہیں: مرتب

﴿تحقیق و تشریح﴾

ظلم دون ظلم: ...... یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ جو حدیث ان کی شرائط کے موافق نہ ہوا گر غرضِ باب کے موافق ہو تو اس کو ترجمۃ الباب میں لاتے ہیں۔

ترجمۃ الباب کی غرض: ...... جیسے ایمان اور کفر کے درجات ہیں اسی طرح معاصی کے بھی درجات ہیں۔نیز یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ایمان عمل کے ساتھ کامل ہوتا ہے اور معاصی سے ناقص ہوتا ہے لیکن مرتکبِ معاصی ایمان سے نہیں نکلتا۔اس سے غرض مرجئہ ، کرامیہ، معتزلہ اور خارجیہ کی رد ہے۔

عبداللہ: ...... مسلّمات میں سے ہے کہ عندالاطلاق عبداللہ سے عبداللہ بن مسعودؓ مراد ہوتے ہیں کبھی عبداللہؓ بن عمر بھی مراد ہوتے ہیں لیکن یہاں پر عبداللہ ابن مسعودؓ مراد ہیں۔

فائدہ: ...... اس باب میں کل پانچ بحثیں ہیں پہلی بحث غرضِ باب میں تھی جس کا ابھی تذکرہ ہوا۔

بحث ثانی: ...... ترجمۃ الباب سے مطابقت۔صحابہ کرامؓ نے سوال کیا ایّنا لم یظلم ،صحابہ کے سوال میں ظلم سے مراد معاصی ہیں اور آیت میں شرک کو ظلم قرار دیا ہے تو ظلم کی قسمیں ثابت ہو گئیں ایک وہ قسم جو صحابہ مراد لے رہے ہیں دوسری وہ قسم جو قرآن کی مراد ہے۔

بحث ثالث: لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ میں ظلم کی تعیین: ...... صحابہ کرامؓ نے آیت میں مذکور ظلم سے کونسا ظلم مراد لیا اور آنحضرت ﷺ نے جواب میں کونسا بیان فرمایا اس میں محدثین کی دو رائیں ہیں۔

۱:...... علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ عرف میں ظلم معاصی پر بولا جاتا ہے اس لیے صحابہ کرامؓ نے معاصی پر محمول کیا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے کہ ظلم کا وہ مطلب بھی ہے کیونکہ ظلم معاصی اور شرک کو عام ہے لیکن یہاں شرک مراد ہے۔

۲:...... علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ یہ جانتے تھے کہ ظلم کا مصداق معاصی اور شرک بھی ہے اور پھر نکرہ تحت النفی واقع ہے تو صحابہ کرامؓ نے عام سمجھ لیا چھوٹے گناہ سے لیکر شرک تک۔آنحضرت ﷺ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں خاص مصداق مراد ہے یعنی شرک۔

الحاصل: ...... علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے عام مراد لیا اور صحابہ کرامؓ نے خاص۔جبکہ حافظ ابن حجرؒ کہنا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے عام مراد لیا اور حضرت نبی کریم ﷺ نے خاص۔علامہ خطابیؒ کی رائے راجح ہے کیونکہ عرف قاضی ہوتا ہے لھذا احق یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے خاص مراد لیا جو کہ عرف ہے۔

بحث رابع: سوال: ...... بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ﴿اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ بعد میں نازل ہوئی

جبکہ بخاری کی روایت ہے((**عن عبداللہ قال لمانزلت الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم ،شق ذلک علی المسلمین فقالوا یارسو ل اللہ اینا لایظلم نفسہ فقال لیس ذلک انما ھو الشرک الم تسمعوا ماقال لُقمَانُ لِابنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَاتُشرِک بِاللہِ اِنَّ الشِّرکَ لَظُلمٌ عَظِیمٌ**))[1] اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت صحابہ کرامؓ کے سوال اَیُّنَا لاَیَظْلِمُ سے پہلے نازل ہوچکی تھی؟اس کے دوجواب ہیں[2]

جواب اول:......جس مجلس میں صحابہ کرامؓ نے اَیُّنَا لاَیَظْلِمُ کہا اسی مجلس میں آیت کا حصہ ﴿اِنَّ الشِّرکَ لَظُلمٌ عَظِیمٌ﴾ نازل ہو چکا تھا۔صحابہ کرامؓ کے سوال پر آپ ﷺ نے اس اتری ہوئی آیت کی طرف توجہ مبذول کرائی اوراللہ تعالی نے دوبارہ اتاردی یعنی یہ آیت مکررالنزول کے قبیل سے ہے۔

جواب ثانی:......علامہ سیوطیؒ نے فرمایا کہ جب کوئی آیت کسی مضمون میں نازل ہوجائے پھراسی مضمون کے مشابہ کوئی واقعہ پیش آجائے تو کہہ دیتے ہیں کہ **نزلت فی کذا**۔نازل اس وقت نہیں ہوتی بلکہ پہلے نازل ہوچکی ہوتی ہے اور**نزلت فی کذا** کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ہی مواقع کے لیے نازل ہوئی علامہ زرکشیؒ نے اس جواب کو بہت سراہا ہے۔

بحث خامس:......اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جواپنے ایمان کوظلم کے ساتھ ملالیتے ہیں معلوم ہوا کہ **لبس ایمان بظلم** ہوسکتا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان شرک کے ساتھ خلط ہوسکتا ہے کیونکہ ظلم کی تفسیر شرک سے کی گئی ہے حالانکہ ایمان اورشرک دونوں ضدیں ہیں جمع نہیں ہوسکتے اورظلم سے مرادمعاصی لیں تو بھی ایمان کے ساتھ خلط نہیں ہوسکتا۔جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے مرادلیا اس لیے کہ خلط کہتے ہیں دوچیزوں کا ایک ہی ظرف میں اس طور پر ہونا کہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوسکیں۔ظاہر ہے کہ ایمان کا محل قلب ہے اورظلم سے مراد اگر معاصی ہیں تو ان کا محل جوارح ہیں تو **خلط کون الشئین فی ظرف واحد** کیسے پایا گیا؟خلط کیسے ہوگیا؟اوراگرظلم سے مرادشرک ہے تب بھی خلط نہیں ہوسکتا کیونکہ **ضدان لایجتمعان**(منطقی جہاں گھس آتے ہیں پریشان کرتے ہیں اب یہاں منطق گھس آئی ہے لوگ کہتے ہیں منطق بیکار ہے)۔

علم منطق کا فائدہ:...... میں کہتا ہوں کہ پھرمنطقیوں کے سوالات کے جوابات کیسے دوگے۔منطق فطری علم ہے بعض علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جومنطق نہیں پڑھا اس کا علم ہی معتبر نہیں منطق فطری علم ہے بچہ بچہ منطق استعمال کرتا ہے کیونکہ منطق استدلال اورقوت استدلال کو کہتے ہیں جیسے ایک بچہ سے آپ پوچھتے ہیں کہ یہاں سے تم نے چیز اٹھائی ہے وہ کہتا ہے نہیں اٹھائی کیونکہ اس کے ذہن میں استدلال ہے کہ اس نے اگر کہہ دیا کہ میں نے اٹھائی

[1] پارہ ۲۱ سورۃ لقمان آیت ۱۳ ،بخاری شریف ج۱ص ۴۸۷ [2] فیض الباری ج۱ ص۱۲۲

ہے تو چور سمجھا جاؤں گا اور چور کو سزا ہوتی ہے اور جیسے آپ کسی بچے سے پوچھتے ہیں کہ تم نے فلاں چیز اٹھائی ہے وہ کہتا ہے میں اس طرف گیا ہی نہیں کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ چیز وہی اٹھا سکتا ہے جو اس طرف گیا ہو تو وہ جانے کی ہی نفی کر دیتا ہے۔ تو اس کے ذہن میں استدلال ہے کیونکہ جب ثابت ہو گیا کہ یہ اسطرف نہیں گیا تو فقرہ مسلمہ ساتھ ملایا جائے گا کہ جو اس طرف نہیں گیا وہ اٹھا ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا اس چیز کو اس نے نہیں اٹھایا۔

جوابِ اول: ...... علامہ انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قرآن منطقی اصطلاحات کے موافق نازل نہیں ہوا بلکہ عرف کے مطابق نازل ہوا اور عرف میں کہہ سکتے ہیں کہ ایک شخص میں معاصی اور ایمان جمع ہیں کیونکہ دل بھی اسی شخص کا ہے اور جوارح بھی، تو جب دل میں ایمان ہو اور جوارح میں معاصی ہوں تو جمع کیوں نہیں ہو سکتے۔[1]

جوابِ ثانی: ...... حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ یہ اشکال لغت نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ منطقیوں کو لغت کا کیا پتہ ان کو تو عبارت بھی پڑھنی نہیں آتی۔ آیت میں لفظ لبس ہے اور انہوں نے خلط سمجھ لیا حالانکہ خلط اور لبس میں فرق ہے مثلاً آگ سے پانی گرم ہو جاتا ہے لبس تو ہو جاتا ہے لیکن اس کو خلط نہیں کہہ سکتے تو جس طرح آگ کی گرمی پانی کو پہنچ کر گرم کر دیتی ہے اسی طرح قلب پر معاصی لبس کی وجہ سے ضرور اثر انداز ہوتے ہیں لیکن خلط نہیں ہے۔[2]

(۲۴)
باب علامة المنافق
منافق کی نشانیاں

(۳۲) حدثنا سلیمان ابو الربیع قال حدثنا اسمعیل بن جعفر قال حدثنا نافع بن مالک
ہم سے بیان کیا سلیمان ابو ربیعؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا اسمعیل بن جعفرؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا نافع بن مالکؒ
ابن ابی عامر ابو سهیل عن ابیه عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال
ابن ابو عامر ابو سہیل نے، انھوں نے اپنے باپ مالک سے، انھوں نے ابو ہریرہؓ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے، فرمایا
اٰیة المنافق ثلاث، اذا حدث کذب، واذا وعد اخلف، واذا اؤتمن خان[3]
منافق کی تین نشانیاں ہیں (۱) جب بات کہے جھوٹ کہے اور (۲) جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے، اور (۳) جب اس کے پاس امانت رکھیں خیانت کرے

[1] فیض الباری ج ۱ ص ۱۲۱ [2] ایضاً [3] انظر: ۲۶۸۲، ۲۷۴۹، ۶۰۹۵ نوٹ: یہ رقوم الاحادیث بخاری مطبوعہ دار السلام الریاض کی ترتیب پر ہیں: مرتب

(۳۳)حدثناقبیصة بن عقبة قال حدثنا سفیان عن الاعمش عن عبدالله بن مرة

ہم سے بیان کیا قبیصہ بن عقبہؒ نے، کہاہم سے بیان کیا سفیانؒ نے، انھوں نے اعمشؒ سے، انھوں نے عبداللہ بن مرہ سے

عن مسروق عن عبدالله بن عمرو ان النبی ﷺ قال اربع من کن فیه

انھوں نے مسروق سے، انھوں نے عبداللہ بن عمروؓ سے کہ فرمایا نبی ﷺ نے چار باتیں جس میں ہوں گی

کان منافقا خالصا ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی

وہ پورامنافق ہوگااور جس میں ان چار باتوں میں سے ایک بات ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک کہ

یدعها اذا اؤتمن خان، واذا حدث کذب

وہ اسے چھوڑ نہ دے، جب اس کے پاس امانت رکھیں تو خیانت کرے، اور جب بات کہے تو جھوٹ کہے

واذا عاهد غدر، واذا خاصم فجر، تابعه شعبة عن الاعمش [1]

اور جب عہد کرے دغا دے، اور جب جھگڑے تو ناحق کیطرف چلے، سفیان کے ساتھ شعبہ نے بھی اس حدیث کو اعمش سے روایت کیا۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمةالباب کی غرض: ...... غرض باب کی عموماً دوتقریریں کی جاتی ہیں۔

تقریرِ اول: ...... یہ بتلانا مقصود ہے کہ معاصی ایمان کونقصان پہنچاتے ہیں جیسا کہ طاعات ایمان کو بڑھاتی ہیں [2]

تقریرِ ثانی: ...... یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ جیسے کفراور ظلم کی کئی انواع ہیں، **کفردون کفر و ظلم دون ظلم** ایسے ہی نفاق کی کئی اقسام ہیں اگر چہ **نفاق دون نفاق** کے الفاظ نہیں بولے۔

انطباق: ...... روایت الباب سے ترجمۃ الباب واضح ہے۔

منافق: ...... نافقَ سے ماخوذ ہے نافق گوہ کے اس سوراخ کو کہتے ہیں جس کووہ مخفی رکھتی ہے اس کی بل کے دوسوراخ ہوتے ہیں جب اسے کوئی پکڑنے آئے تو دوسرے سے نکل جاتی ہے مخفی سوراخ کا نام ''نافقاء'' ہےاورآنے جانے والے سوراخ کو ''قاصعاء'' کہتے ہیں [3] منافق بھی چونکہ اپنا عقیدہ چھپا کر رکھتا ہے اسی لئے اس کا نام منافق رکھا گیا۔

المنافق: ...... لغت کے لحاظ سے نفاق سے لیا گیا ہے۔ **مخالفة الباطن للظاهر** کو نفاق کہتے ہیں یہ لغوی ترجمہ ہے عام ہے کہ وہ مخالفت قبیح ہو یا حسن البتہ اصطلاح میں خاص ہے مخالفت قبیح کے ساتھ اوروہ **اظهار الاسلام مع**

[1] انظر: ۲۴۵۹، ۳۱۷۸ [2] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۱۷ [3] درس بخاری ص ۲۳۳

اعتقاد الکفر ہے۔

اقسامِ نفاق: ...... نفاق کی کئی قسمیں ہیں۔

قسمِ اول: ...... نفاقِ اعتقادی، کفر کا اعتقاد رکھتے ہوئے اسلام کا اظہار کرنا۔

قسمِ ثانی: ...... نفاقِ عملی، ایمان کا اعتقاد رکھتے ہوئے اعمال کفریہ ظاہر کرے اور ان کا ارتکاب کرے۔

قسمِ ثالث: ...... نفاقِ حالی، دو حالتوں کا مختلف ہو جانا ظاہر و باطن کے لحاظ سے۔ نفاق حالی کمال کے منافی نہیں ہے اور نفاق عملی بھی ایمان کے منافی نہیں البتہ نفاقِ اعتقادی ایمان کے منافی ہے اب آپ کو وہ حدیث بھی سمجھ آ گئی ہوگی کہ حضرت حنظلہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور پھر دونوں آنحضرت ﷺ کے پاس آ گئے کہ ہم منافق ہو گئے اور وجہ یہ بیان کی کہ جب آپ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں تو حالت اور ہوتی ہے اور آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو حالت اور ہو جاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ((**والذی نفسی بیدہ لوتدومون علی ماتکونون عندی وفی الذکر لصافحتکم الملائکة علی فرشکم وفی طرقکم ولکن یاحنظلة ساعةوساعة ثلث مرات**))[1]

میں نے آپ کو بتلایا کہ ہر ظاہر و باطن کی مخالفت مذموم نہیں ہوتی لغوی لحاظ سے عام ہے کوئی اچھی ہوگی کوئی بری۔ جیسے میں نے پہلے بتایا کہ دل میں محبت ٹھاٹھیں مار رہی ہو لیکن محبت کو ظاہر نہیں کرتا یہ بھی نفاق کی ایک قسم ہے۔

کم ذنبٍ مولّدہٗ الدلالُ	✡	وکم بعدٍ مولّدہٗ اقترابُ

اٰیة: ...... بمعنی نشانی، جس سے کوئی چیز پہچانی جائے۔

حدیث الباب میں منافق کی تین علامتیں بیان کی ہیں۔

علامتِ اول: ...... اذا حدث کذب، خلاف واقعہ خبر دینے کو کذب کہتے ہیں، کذب کی مختلف اقسام ہیں۔ کذب صریح حرام ہے لیکن کسی معصوم کی جان بچانے کے لیے کذب صریح جائز ہے بلکہ واجب ہے جیسا کہ جان بچانے کے لیے شراب پینا اور خنزیر کھانا حلال ہو جاتا ہے۔ ایک شخص کو کچھ آدمی مارنے کے لیے آ گئے اور وہ ساتھ والے کے گھر میں گھس گیا اور وہ بے گناہ ہے جس کے گھر میں گھس گیا اس کے لئے جھوٹ بولنا توریہ اور کنایہ کی صورت میں دفع شر کے لیے واجب ہے جلبِ منفعت کے لیے جائز نہیں۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کیا ان سے سفر ہجرت میں پوچھا گیا من ھذا الرجل ابوبکر صدیقؓ کے علم کا امتحان ہو گیا اور عقل و فہم کا بھی، فرمایا، ھو رجل یھدینی السبیل۔ جیسے شاہ عبدالعزیزؒ کے متعلق ذکر کیا گیا کہ انگریز نے ہندوستان پر قبضہ کر کے کہا کہ تاریخ نکالو اور گرجے کی

---

[1] مسلم شریف ج ۲ ص ۳۵۵

تعریف کرو۔انہوں نے تو یہ کیا۔

الٰہی	خانۂ	انگریز	گرجا	۞	یہ	گرجا	گھر	یہ	گرجا

علامت ثانی:......اذا وعد اخلف.

الفرق بین الوعد والمعاهده:...... ا:وعدہ ایک طرف سے ہوتا ہے اور معاہدہ دونوں طرف سے ہوتا ہے ۲۔معاہدہ کی خلاف ورزی کو غدر اور وعدہ کی خلاف ورزی کو خلاف وعد۔معاہدہ ہو یا وعدہ اگر شر پر ہو تو توڑنا واجب ہے ،مثلاً کالج کے نوجوان مرد اور عورت نے معاہدہ کرلیا کہ رات فلاں جگہ گزاریں گے تو جوان تبلیغ والوں کے ہاتھ آ گیا انہوں نے اسے دین کی باتیں سمجھائیں تو اس نے سوچا کہ یہ بہت بڑا جرم ہے ایسے معاہدہ کو توڑنا واجب ہے۔

اذا وعد اخلف :...... خلاف وعدہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ وعدہ کرتے وقت پورا کرنے کی نیت ہی نہیں تھی یہ مکروہ تحریمی ہے۔جیسے آج کل کے سیاسی معاہدے۔اگر وفا کی نیت ہو اور کوئی عذر پیش آجائے اس صورت میں خلاف وعد پر گناہ نہیں۔

علامت ثالث:......واذا ائتمن خان، خیانت بلا اجازت غیر کے مال میں تصرف کرنے کو خیانت کہتے ہیں۔اذن کی نفی عام ہے حکماً ہو یا حقیقتاً بسا اوقات اذن حکمی ہوتا ہے اذنِ حقیقی نہیں ہوتا۔

خیانت کی اقسام:...... خیانت کی دو قسمیں ہیں۔(۱) خیانتِ مالی (۲) خیانتِ قولی۔

(۱) خیانتِ مالی:...... اس کی صورت یہ ہے کہ آپ کے پاس کسی کا مال ہو اور بلا اجازت تصرف کریں آپ کے پاس اس نے بلا اذن رکھا ہو یا بالاذن۔بلا اذن لقطہ وغیرہ۔(۱) مدرسہ کے مہتمم نے مدرسے کے پیسے کاروبار میں لگائے۔(۲) مدرسہ کے ناظم نے مدرسہ کا پیسہ بنک میں سود کے طور پر جمع کرادیا سود خود کھاتا رہا اور مدرسہ کی رقم بحال رہی ۳۔مولانا مقبول صاحب جامعہ علوم شرعیہ والے راوی ہیں کہ مولانا بنوریؒ صاحب ایک مرتبہ جوش میں آ گئے فرمایا میں تمہیں (خائن) مہتمموں کو جہنم میں جلتا ہوا دکھاؤں؟ مہتمم صاحب نے حضرت بنوریؒ کو کہا کہ مولانا کو گاڑی میں چھوڑ آؤ۔حضرت نے فرمایا گاڑی کس کی ہے کہا مدرسہ کی ہے مہتمم نے کہا گاڑی تو مدرسہ کی ہے لیکن تیل ڈلواتے ہیں حضرت نے فرمایا جو گھستی ہے اس کا کون ذمہ دار ہے؟ پھر فرمایا ہم مہتمم ہیں جنت میں جانے والے نہ کہ جہنم میں جانے والے۔

مال مشتبہ سے پرهیز:...... مولانا علاؤالدین صدیقیؒ لاہوری کے حوالے سے ایک صاحب نے سنایا کہ ایک مرتبہ وہ کسی چیز پر دستخط کروانے کے لیے حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پاس گئے حضرت لاہوریؒ مکان کے دروازے پر کھڑے تھے فرمایا میری جیب میں قلم نہیں ہے اور گھر سے بھی نہیں لاسکتا کہتے ہیں مجھے حضرت لاہوری کے اس خشک جواب پر بڑا افسوس ہوا ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ گھر سے دو سکھ سپاہی نکلے اور کہا کہ جی گھر کے دوسرے

حصہ کا بھی معائنہ کروائیں ۔ پھر میں سمجھا کہ کیوں کہا تھا کہ اندر جا نہیں سکتا میں وہیں کھڑا رہا جب پورے گھر کی تلاشی لے لی تو تھانیدار کہنے لگا کہ حضرت میرے فرائض میں سے تو نہیں مگر آپ ایک بات بتلا دیں کہ پورا گھر چھان مارا آٹے کی تھیلی نظر نہیں آئی ۔ حضرت نے فرمایا تمہیں اس سے کیا مطلب؟ جاؤ اپنا کام کرو! اس نے اصرار کیا مگر حضرت نے نہ بتلایا پھر اس نے کچھ روپے دینے چاہے کہ آٹے وغیرہ کا بندوبست کرلیں حضرت نے فرمایا میں تو مسلمان بے نمازی کے ہاتھ سے نہیں لیتا تجھ سکھ کافر کے ہاتھ سے کیسے لے لوں؟ اس کی ہدایت کا وقت تھا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور آپ نے ہدیہ قبول کر لیا۔

دیانتِ دینی: ...... حضرت الاستاد نے فرمایا کہ میں نے مولانا عبیداللہ انورؒ سے خود سنا فرمایا کہ جب خاکسار تحریک زوروں پر تھی، علامہ مشرقی سے اسلام کے خلاف کچھ باتیں ظاہر ہوئیں اس وقت کا وزیر علامہ مشرقی کے خلاف فتویٰ لینا چاہتا تھا۔ لیکن جب تک حضرت لاہوریؒ کے دستخط نہ ہوتے، عوام قبول نہیں کرتے تھے۔ بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب مولانا غلام مرشدؒ صاحب سے اس نے فتوی لے لیا تھا اب اس نے حضرت لاہوریؒ سے دستخط کروانے کے لیے لاہور میں ایک بہت بڑی دعوت کی ۔ بہت سارے سرکاری مفتی مدعو تھے حضرت لاہوریؒ کو بھی بلایا گیا۔ کھانا کھایا، چائے پی، آخر میں وہ استفتاء لائے، پہلے سب سے دستخط کروالئے تا کہ حضرت لاہوری پر رُعب پڑ جائے کہ اتنے آدمیوں نے دستخط کر دیئے ہیں تو میں بھی کر دوں۔ آخر میں حضرت لاہوری کے پاس آیا حضرت نے دیکھ کر دستخط کروانے والے کے منہ پر مارا اور فرمایا کہ احمد علی کا ایمان اتنا ہی کمزور ہے کہ ایک چائے کی پیالی کے بدلے میں خریدا جا سکے اور اٹھ کر چل دیئے۔ وزیر کی بڑی توہین تھی اس نے نوکر سے کہا گاڑی لے چلو۔ نوکر نے گاڑی لے جا کر آگے کھڑی کی اور کہا جی سوار ہو جائیں ۔حضرت نے فرمایا کہ احمد علی کی جوتی کی توہین ہے کہ اس گاڑی پر پڑے۔ چنانچہ چل پڑے ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ پولیس آئی اور پکڑ کر جیل میں ڈال دیا تا کہ جمعہ کے خطبہ میں نہ کہہ دیں کہ سارا پول ہی کھل جائے کچھ عرصہ بعد چھوڑ دیا۔

(۲) خیانتِ قولی: ...... کسی کی بات اس کے پاس امانت ہو، اس میں خیانت کرنا۔ مثلاً (۱) آپ کے پاس کوئی راز رکھتا ہے آپ اس کو پھیلا دیتے ہیں (۲) آپ سے کوئی بات چھپاتا ہے مگر آپ اسے معلوم کرتے ہیں (۳) کسی نے خط بکس میں ڈالنے کے لیے آپ کو دیا آپ نے چپکے سے پڑھ لیا۔ (۴) دو آدمی آپ کو سوتا سمجھ کر بات کر رہے ہیں لیکن آپ جاگ رہے ہیں اور زیادہ کھیس وَٹ (خوب کمبل اوڑھ) کر سو جاتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے عام ترجمہ کیا کہ جس کو امین سمجھا جائے وہ خیانت کرے۔

مسئلہ: ...... حکومت اور ناظم کا فساد کو ختم کرنے کے لئے راز لینا تو اس سے مستثنیٰ ہے مگر مدرسہ میں لڑکوں کو مقرر نہ کیا جائے لڑکوں کا وقت امانت ہے اور وہ پڑھنے کے لیے آتے ہیں تم ان کے اخلاق کو بگاڑ رہے ہو کسی باہر کے آدمی کو مقرر کر لو۔ میں تو اس کو حرام سمجھتا ہوں کوئی مفتی فتوی دے نہ دے۔

حضرت شعبیؒ تابعی تھے مگر عمر میں حضرت ابن عباسؓ سے بڑے تھے حضرت عمرؓ ان کو اپنے مشورہ میں بلاتے تھے حضرت شعبیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کو تین نصیحتیں کیں ۱۔ کہ تجھ پر جو اعتماد کرتا ہے اس کی وجہ سے جھوٹ نہ آزمانا ۲۔ خیر خواہی کی بات مت چھپانا ۳۔ چغلی نہ کھانا۔ جو طالب علم لیاقت کی وجہ سے یا خدمت کی وجہ سے استاد کے قریب ہو جائے تو اسے ان باتوں کو سوچ لینا چاہیے۔

روایت الباب پر چند سوالات:......

سوالِ اول:...... اس روایت میں منافق کی تین نشانیاں بیان کی، اگلی میں چار، بظاہر دونوں میں تعارض ہوا؟

تو اس کے متعدد جوابات ہیں۔

جوابِ اول:...... قلیل کثیر کے منافی نہیں ہے۔

جوابِ ثانی:...... بیان مخاطبین کے حال کے لحاظ سے ہے۔

جوابِ ثالث:...... از دیادِ علم کے قبیل سے ہے کیونکہ آپ کی دعاء ﴿رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ کی وجہ سے آپ ﷺ کا علم بڑھتا ہی رہتا ہے۔

جوابِ رابع:...... یا بیانِ انواع ہے پہلی حدیث میں منافق کی نشانیوں کی تین نوعیں بیان کیں ہیں اور اگلی حدیث میں اس کی ایک جزی کو بیان کر دیا۔ گناہ تین قسم پر ہے ۱۔ قولی گناہ، اذا حدث کذب کے اندر اسی نوع کا ذکر ہے ۲۔ نیتی گناہ، اذا وعد اخلف کے اندر گناہ کی اسی نوع کا ذکر ہے ۳۔ تیسری نوع عملی گناہ کی ہے و اذا أوتمن خان کے اندر اسی کا ذکر ہے اور اگلی حدیث کے اندر و اذا خاصم فجر گناہِ قولی کے قبیل سے ہے۔

سوالِ ثانی:...... ان میں سے بہت ساری علامتیں تو مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں تو کیا وہ بھی کافر ہیں جبکہ ان کا عقیدہ بھی صحیح ہے؟

جوابِ اول:...... نفاق عملی مراد ہے۔

جوابِ ثانی:...... تشبیہ پر محمول ہے منافقوں کے مشابہ ہو گیا۔

جوابِ ثالث:...... یہ احادیث آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص ہیں اس زمانہ میں جس کے اندر یہ علامتیں پائی جاتی تھیں وہ منافق ہوتا تھا۔

جوابِ رابع:...... یہ ساری خصلتیں کسی مسلمان میں نہیں پائی جاتیں۔ اگر ایک آدھ پائی جائے تو اس کو منافق نہیں کہتے ہیں۔ ہر آدمی کو منافق کہہ دینا کوئی آسان بات نہیں ہے آپ یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ هذه خصلة من النفاق لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ هذا منافق مشتق کا حمل کرنے کے لیے قیامِ مبدء کافی نہیں ہے دوامِ مبدء ضروری

ہے جیسے کسی کو ایک آدھ بات معلوم ہوگئی تو عالم نہیں کہو گے سعدیؒ نے فرمایا

طلبگار باید صبور وحمول	✿	که کیمیاگر ندیده اند ملول

طالب علم کی پہچان:...... طالبِ علم وہی ہے جو دوام سے اسباق میں شریک ہوتا ہے (جسماً، وجھاً، قلباً)

(۲۵)

﴿باب قیام لیلة القدر من الایمان.﴾

شب قدر میں عبادت بجالانا ایمان میں داخل ہے

(۳۴) حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج
ہم سے بیان کیا ابو یمانؒ نے کہا ہم کو خبر دی شعیبؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا ابو زنادؒ نے، انھوں نے اعرجؒ سے
عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من یقم لیلة القدر ایمانا
انھوں نے ابو ہریرہؓ سے، کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص شبِ قدر میں عبادت کرے ایمان کے ساتھ
واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه. [۱]
ثواب کی نیت کر کے اس کے اگلے گناہ بخش دیۓ جائینگے۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

سوال:...... اس باب کو پہلے باب کے ساتھ کیا ربط ہے؟

جواب ۱:...... اصل میں امام بخاریؒ ایمان کا ذو اجزاء ہونا بیان کر رہے ہیں۔ درمیان میں **وبضدها تتبین الاشیاء** کے قبیل سے کفر وغیرہ کے ابواب قائم کر دیئے تو اب پھر رجوع الی الاصل ہے۔

جواب ۲:...... یہ جواب نہیں جواباً ہے ہم جو مناسبتیں بیان کرتے ہیں یہ تکلفات ہیں مصنف فاعل مختار ہے وہ کسی ترتیب کا پابند نہیں ہوتا اس کے اختیار میں ہے جس کو چاہے پہلے رکھے جس کو چاہے بعد میں۔ اسی لیے صحاح ستہ کی ترتیب مختلف ہو جاتی ہے البتہ روایت الباب کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت ضروری ہوتی ہے۔

جواب ۳:...... بعض نے افشاء سلام کے ساتھ اس باب، یعنی **باب قیام لیلة القدر** کو بھی جوڑا ہے کیونکہ سلام کا لفظ لیلۃ القدر میں آتا ہے پھر لیلۃ القدر کی طرف انتقال ہوا۔

قوله ایمانا واحتسابا:...... **ربط:** معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر میں کھڑا ہونا بھی ایمان ہے یعنی قیام کا منشاء

---

[۱] انظر: ۳۷، ۳۸، ۱۹۰۱، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۴ نوٹ: رقوم الاحادیث بخاری مطبع دار السلام الریاض کی ترتیب پر ہیں پاک وہند میں چھپے ہوئے بخاری کے نسخوں کے مطابق ایک نمبر کا فرق ہے۔

ایمان ہو اور دو قیدیں پائی جائیں گیں تو ثواب ملے گا ۱۔ایمان ۲۔احتساب۔احتساب کی قید بھی احترازی ہے ریاء سے احتراز ہے یعنی نیت میں فساد نہ ہو۔اگر نیت پائی جائے اور احتساب نہ ہو تب بھی ثواب مل جائے گا احتسابا کی شرط ثواب کے لیے نہیں لگائی گئی۔

☆تفصیل اس طرح ہے ایک ہے عمل، ایک ہے اجرِ عمل، صرف نیت پائی جائے تو ثواب مل جاتا ہے اور اگر نیت کے ساتھ احتساب استحضار اللہ اور استحضار فضائل بھی ہو تو زیادتی ثواب ہے تو قیدِ احتساب لازمی نہیں ہے۔لہٰذا حضور ﷺ نے احتساب کا لفظ ایسے مواقع میں استعمال فرمایا ہے کہ ۱۔جن میں انسان سمجھتا ہی نہیں کہ یہ بھی کوئی ثواب کا کام ہے جیسے مصائب وغیرہ ۲۔یا مشکل مواقع میں جن میں مشقت زیادہ ہو۔

سوال: ...... حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان ہو تو اعمال کا ثواب ہے کافر کو ثواب نہیں ملے گا یہ تو انصاف کے خلاف ہے کہ عمل کرے اور بدلہ نہ ملے؟

جوابِ اول: ...... اللہ تعالیٰ اس کی جزاء دیتے ہیں مگر دنیا میں نہ کہ آخرت میں۔

جوابِ ثانی: ...... آخرت میں تخفیف عذاب ہوگا بایں طور کہ کفر جس عذاب کا مقتضی ہے نیکی کی وجہ سے کچھ تخفیف ہو جائے گی ۱......جیسا کہ خواجہ ابو طالب کو آپ ﷺ کی مدد کرنے کی وجہ سے صرف جہنم کی جوتی پہنائی جائے گی۔ ۲......کسی نے خواب میں ابولہب کو دیکھا پوچھا کیا حال ہے اس نے کہا بہت تکلیف ہے مگر اتنی سی انگلی کے پورے کے برابر نرمی ہے وہ جو محمد بن عبد اللہ (ﷺ) کی پیدائش پر خوشی کی وجہ سے اس انگلی سے اشارہ کر کے باندی کو آزاد کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ پیدائش کی خوشی سے عذاب میں کمی ہو سکتی ہے مگر منجی نہیں۔

جوابِ ثالث: ...... ساری نیکیاں ضبط ہو جائیں گی کیونکہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ ثواب کیسے دیں گے اگر نیت میں اخلاص نہ ہو تو مسلمان کو بھی ثواب نہیں ملتا چہ جائیکہ کافر کو ملے۔

جوابِ رابع: ...... بعض جرم ایسے ہوتے ہیں جو سب نیکیوں کو ضائع کر دیتے ہیں جیسا کہ ایک شخص حکومت کا تعاون کرتا ہے سڑکیں وغیرہ بنواتا ہے لیکن حکومت کے آئین کے خلاف بغاوت کرتا ہے اب کون اس کی رعایت کرے گا اسی طریقہ سے کفر اتنا بڑا جرم ہے جو ساری نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے۔

احتسابا: ...... دوسری چیز ثواب کی نیت ہے یہاں پر علماء نے ایک بحث چلائی ہے اور امام بخاریؒ اس اختلافی مسئلہ میں فیصلہ دے رہے ہیں۔اختلافی مسئلہ اور بحث یہ ہے کہ جو آئمہ اعمال کی جزئیت کے قائل ہیں تو کیا نوافل بھی جزء ہیں یا نہیں امام بخاریؒ اس باب کو قائم کر کے بتلا رہے ہیں کہ نوافل بھی جزء ہیں اور اوپر امام بخاریؒ نے **قیام لیلة القدر من الایمان** کا باب قائم کیا ہے۔

من یقم لیلة القدر: ...... قیام سے کیا مراد ہے؟ اسکی دو تفسیریں ہیں۔ (۱) قیام فی الصلوۃ (۲) قیام بمقابلہ نوم ہے کہ سوتے نہیں احیاء لیل کے معنی میں ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے ان القیام للطاعة .[1]

غفر له ماتقدم من ذنبه: ...... ذنب کا لفظ صغیرہ پر بولا جاتا ہے معلوم ہوا کہ اعمال سے صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں

گناہ صغیرہ کی معافی کے تین طریقے

۱...... سچی توبہ ۲...... اعمال صالحہ ۳...... مشیت ایزدی

ایک عمومی شبہ: ...... اعمال سے مغفرت کے بارے میں مختلف روایات آئی ہیں جن میں ایک عمومی شبہ ہوتا ہے مثلاً ایک نماز سے دوسری نماز تک کی مغفرت کی روایت جمعہ سے جمعہ تک سارے گناہوں کا معاف ہوجانا تو اب لیلۃ القدر سے کونسے گناہ معاف ہوں گے؟

جواب: ...... ضابطہ یہ ہے کہ غفر له ماتقدم من ذنبه ان كان في ذمته ذنبٌ اور اگر ذنوب صغیرہ نہیں ہیں کبائر ہیں تو کبائر میں تخفیف ہوگی اگر دونوں نہیں ہیں تو ترقی درجات ہے یہاں سے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں مغفرت ذنوب کا لفظ استعمال ہونے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی۔ ایمانا واحتسابا کی تقریر ہر جگہ یہی ہے۔

(۲۶)

﴿باب الجهاد من الایمان﴾

جہاد ایمان میں داخل ہے

(۳۵) حدثنا حرمي بن حفص قال حدثنا عبدالواحد قال حدثنا عمارة قال حدثنا
ہم سے بیان کیا حرمی بن حفصؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا عبدالواحدؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا عمارہؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا
ابوزرعة بن عمرو بن جرير قال سمعت اباهريرة عن النبي ﷺ قال
ابوزرعہ بن عمرو بن جریرؒ نے، کہا میں نے سنا ابوہریرہؓ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے فرمایا
انتدب الله عزوجل لمن خرج في سبيله
اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں (یعنی جہاد کے لیے) نکلے
لايخرجه الا ايمان بي اوتصديق برسلي
اس کو (اس کے گھر سے) اسی بات نے نکالا ہو کہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور میرے پیغمبروں کو سچا جانتا ہے

[1] عمدۃ القاری ج۱ ص۲۲۸

ان ارجعه بما نال من اجر اوغنيمة
تو میں اس کے لیے یہ ذمہ لیتا ہوں یا تو اس کو (جہاد کا) ثواب اور لوٹ کا مال دے کر (زندہ مع الخیر اس کے گھر) لوٹا دونگا
اوادخله الجنة ولولا ان اشق على امتي
یا (شہید ہوگیا تو) اس کو بہشت میں لے جاؤں گا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا
ماقعدت خلف سرية ولوددت انى اقتل فى سبيل الله ثم احيى
تو میں ہر لشکر کے ساتھ جو جہاد کو جاتا، نکلتا۔ اور مجھے تو یہ آرزو ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں
ثم اقتل ثم احيى ثم اقتل [1]
پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض:...... جہاد بھی ایمان کا حصہ ہے۔ غرض باب میں وہی تقریریں ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اعمال ایمان کا حصہ ہیں معتزلہ، خارجیہ، کرامیہ کی رد ہے۔ اس سے یہ بھی سمجھیں کہ بعض لوگ جہاد سمجھ کر سیاست میں داخل ہوجاتے ہیں اگر وہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی نیت سے داخل ہوتے ہیں تو اس پر ثواب ملے گا اگر قاری اور مدرس کی نیت صحیح نہیں تو اس کو بھی کچھ نہیں ملے گا۔ اسلاف نے جہاد کی نیت سے سیاست میں حصہ لیا ہے۔ مدرسہ سیاست سے نہیں روکتا۔ بات صرف اتنی ہے کہ علم بھی جہاد ہے پہلے ایک جہاد کرلو پھر دوسرا کرلینا ایک ساتھ کرنے سے نہ یہ ہوگا نہ وہ۔ یہ بات یاد رہے اگر سیاست بمعنی چالاکی، دھوکا، خیانت، سازش ہو تو یہ حرام ہے ایسی سیاست منافق کرسکتا ہے یا کافر۔ یہ مسلمان نہیں کرسکتا۔ تو سیاست کے دو معنی ہوگئے معنی اول دین کا شعبہ ہے اور دوسرا علامتِ منافق۔ دھوکے خیانت والی سیاست پر لعنت ہے اور موجودہ سیاست تقریباً نفاق پر مبنی ہے لہٰذا اس پر لعنت۔ علماء کرام کی سیاست پر نہیں۔ علماء تو دھوکے والی سیاست کے خلاف جہاد کرتے ہیں۔ سرمایہ دار دین سے ناواقف، اپنی سیاست میں پہلے جھوٹ بولے گا کہ میں آپ کے ساتھ ہوں پھر منکر ہوجائے گا۔ حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان سرمایہ داروں کے غرور کو اپنے استغناء سے پامال کرو۔ سرمایہ دار کے ذہن میں مولوی کا دینا، لینا نہ ہو ورنہ سارا مرتبہ ختم ہوجائے گا۔ سیاست قولی میں خیانت کے ذریعہ باطل ترقی کی کوشش کرتا ہے اہل حق کی ترقی نبی ﷺ کے طریقہ پر ہے جو ان فریبوں سے خالی ہے۔

---

[1] انظر: ۳۶، ۲۷۹۷، ۲۹۷۲، ۳۱۲۳، ۷۲۲۶، ۷۲۲۷، ۷۴۵۷، ۷۴۶۳ رقوم الاحادیث بخاری مطبوعہ دارالسلام الریاض کی ترتیب پر ہیں۔

انتدب اللہ :......١۔اللہ ضامن ہے ٢۔اللہ نے قبول کرلیا۔انتداب اصل میں کسی کے بلانے پر آنے کو کہتے ہیں۔

لایخرجه الا ایمان بی او تصدیق برسلی:......

اشکال: ''اَوْ'' احدالامرین کے لیے ہے اس ''اَوْ'' سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت کے لیے **احدالامرین** کافی ہے اللہ پر ایمان ہونا یا رسولوں کی تصدیق۔

جوابِ اول:...... ''اَوْ'' بمعنی واو ہے چنانچہ بعض نسخوں میں واو بھی ہے یہ قرینہ ہو جائے گا۔

جوابِ ثانی:...... یہ شک راوی ہے دونوں میں سے کسی ایک کا ذکر ہے اور یہ ایک دوسرے کو لازم ہے جونسا بھی ایک ہو دوسرے کی نفی نہیں۔

جوابِ ثالث:...... ''اَوْ'' تسویہ کے لیے ہے جیسا کہ **جالس الحسن اَوْ ابن سیرین** میں ہے۔

جوابِ رابع:......''اَوْ'' تنویع کے لیے ہے ایمان کی نوعیں بیان کیں۔ **ایمان بی** بھی ایک نوع ہے اور **تصدیق برسلی** دوسری نوع ہے۔

جوابِ خامس:......اَوْ **انفصال مانعة الخلو** کے لیے ہے اشکال اس صورت میں ہوتا ہے جب مانعۃ الجمع کے لیے بنائیں۔

من اجر او غنیمة :......**اشکال**: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں سے ایک چیز ملے گی اجر یا غنیمت۔ دونوں نہیں ملیں گیں کیونکہ اَوْ تردید یہ لائے ہیں؟

جوابِ اول :...... یہاں کلام محذوف ہے **من اجر او اجر وغنیمة** ۔

جوابِ ثانی:...... بزرگوں نے مجاہد کی چار قسمیں بتائیں ہیں۔مجاہد ابتداً دو حال سے خالی نہیں۔مخلص ہوگا یا غیر مخلص پھر انتہاءً دو حال سے خالی نہیں فاتح ہوگا یا غیر فاتح۔جو مخلص اور فاتح ہوگا اس کو اجر ملے گا اور غنیمت بھی۔مخلص غیر فاتح کو صرف اجر ملے گا۔غیر مخلص فاتح کو غنیمت ملے گی اجر نہیں ملے گا۔غیر مخلص غیر فاتح کو نہ اجر ملے گا اور نہ ہی غنیمت۔تو اس حدیث میں دو قسموں کا بیان ہے ١۔فاتح غیر مخلص ٢۔مخلص غیر فاتح اول الذکر محض غنیمت کا مستحق ہے اور ثانی الذکر کو محض اجر ملتا ہے۔

جوابِ ثالث:......اَوْ منفصلہ مانعۃ الخلو کے لیے ہے یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کچھ بھی نہ ملے البتہ دونوں مل سکتے ہیں۔

(١) **او ادخله الجنة**:...... مطلب یہ ہے کہ بلاحساب جنت میں داخل کرتا ہوں۔ (٢) یا مرتے ہی جنت میں داخل کروں گا۔یہ اجر ہی کی تفسیر ہے۔

لولا ان اشق علی امتی:......**سوال:** آنحضرت ﷺ اگر ہر سریہ میں تشریف لے جاتے تو امت پر کیا مشقت تھی؟

جواب اول:......امت سے مراد امراء وخلفاء ہیں اگر آپ ﷺ کسی بھی سریہ سے پیچھے نہ رہتے تو امراء وخلفاء کے لیے کسی بھی سریہ سے پیچھے رہنا جائز نہ ہوتا تو ان پر مشقت ہوتی۔

جواب ثانی:......امت سے مراد مجاہدین ہیں کیونکہ اگر آنحضرت ﷺ نکلتے تو سارے صحابہ کرامؓ بھی نکلتے تو سواری نہ ملتی تو امت پر مشقت ہوتی۔

جواب ثالث:......امت سے مراد ضعفاء امتی ہیں جو کمزور تھے نہیں جاسکتے تھے اگر حضور ﷺ نکلتے تو وہ روتے کہ آپ ﷺ جہاد میں گئے ہیں اور ہم یہاں۔ان کو صدمہ ہوتا چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ یہاں رہ کر بھی جانے والوں کے برابر ثواب پالیتے ہیں۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا وہ کیسے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا خدا نے ان کو روکا مگر وہ دعائیں کرتے ہیں۔

ولوددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی:......**سوال:** آنحضرت ﷺ نے بار بار ایک چیز کی تمنا کی اور اللہ تعالیٰ نے پوری ہی نہیں کی باوجودیکہ اللہ تعالیٰ پوری کرنے پر قادر تھے؟

جواب اول:......دو چیزیں آپ ﷺ کی تمنا کے پورا ہونے سے مانع تھیں۔(۱) آپ ﷺ کی شان رحمت اللعالمینی۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بڑا عذاب اس کو ہوتا ہے جو نبی کو قتل کرے تو جس نے سب سے بڑے نبی کو قتل کیا اس کو سب سے بڑا عذاب ہوگا یہ رحمۃ اللعالمین کی شان کے خلاف ہے۔(۲) آپ ﷺ کی عظمت کہ آپ ﷺ کا کسی کافر کے ہاتھ سے واصل بحق ہونا آپ ﷺ کی شان کے خلاف ہے۔

جوابِ ثانی:......آپ ﷺ کی یہ تمنا پوری ہوئی۔نواسوں کی شہادت گویا آپ کی شہادت ہے کہتے ہیں کہ آدھا جسم حضرت حسنؓ کے مشابہ تھا اور آدھا جسم حضرت حسینؓ کے مشابہ تھا تو بالواسطہ یہ تمنا پوری ہوگئی۔

جوابِ ثالث:......آپ ﷺ کی وفات زہر کے اثر کی وجہ سے ہوئی تو آپ ﷺ کی شہادت ہے۔

جوابِ رابع:......تمناء شہادت بھی شہادت ہے چنانچہ ابوداؤد میں ہے بہت سے لوگ بستر پر جان دے دیتے ہیں اور وہ شہید ہوتے ہیں[1]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

[1] (درس بخاری ص ۲۳۹ از مرتب)

(۲۷)
﴿باب تطوع قیام رمضان من الایمان﴾
رمضان میں راتوں کو نفل نماز پڑھنا ایمان میں داخل ہے

(۳۶)حدثنااسمٰعیل قال حدثنی مالک عن ابن شهاب عن حمید بن
ہم سے بیان کیا اسمٰعیلؒ نے، کہا مجھ سے بیان کیا مالکؒ نے، انھوں نے ابن شہابؒ سے، انھوں نے حمید بن
عبدالرحمن عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال من قام رمضان ایمانا
عبدالرحمٰنؒ سے، انھوں نے ابو ہریرہؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو کوئی رمضان میں (راتوں کو) ایمان رکھ کر
واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه.
اورثواب کے لیے عبادت کرے اس کے اگلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض:......اس باب میں دوباتوں کی طرف اشارہ ہے ا۔لیلۃ القدر کا قیام واجب نہیں نفل ہے ۲۔قیام لیلۃ القدر جونفل ہے یہ بھی ایمان کے اجزاء میں سے ہے قیام سے مراد تراویح ہیں اوردوتفسیریں پہلے گزرچکی ہیں کہ **قیام من النوم** بھی مراد ہوسکتا ہے اور **قیام الی الصلوۃ** بھی۔

سوال:......اس باب کو **باب الجهاد من الایمان** سے کیا ربط ہے؟

جواب:......چونکہ رمضان المبارک کی رات میں قیام مجاہدہ ہوتا ہے تو امام بخاریؒ نے جہاد کی فضیلت بیان کردی۔

مسئلہ تراویح پر چند مناظرے

ترجمۃ الباب میں قیام سے مراد تراویح ہیں اس مناسبت سے غیر مقلدین سے چند مناظرے۔

پہلامناظرہ:......مولانا محمد امین صاحب اوکاڑویؒ کو اللہ تعالی نے مناظرے کا بڑا ملکہ دیا تھا غیر مقلدین کے کسی مناظرے میں تشریف لے گئے تو فرمایا کہ بھائی تعداد کی بات تو بعد کی ہے پہلے یہ تو طے کرلیں کہ حیثیت کیا ہے وہ پریشان ہوگیا وہ تو یہ سوچ کر آیا ہی نہیں تھا آخرکار کہنے لگا کہ مستحب ہے مولانا نے فرمایا مستحب تو وہ ہوتا ہے کہ کرلو تو ثواب نہ کرو تو گناہ نہیں پھر تو بیس کی جگہ تیس پڑھ لینی چاہییں وہ خاموش ہوگیا۔

دوسرا مناظرہ:......ایک مرتبہ یہاں (خیرالمدارس) چند حنفی آئے کہ جی فلاں جگہ غیر مقلد آیا ہوا ہے مناظرہ کرنا چاہتا ہے حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کا زمانہ تھا انہوں نے مجھے بھیج دیا اور فرمایا کہ مؤطا وغیرہ ساتھ لیتے جانا۔ میں چوک شہیداں (ملتان کے ایک چوک کا نام ہے) گیا تو وہاں انہوں نے کہا کہ یہاں پولیس کی چوکی قریب ہے کوئی فساد ہوگیا تو گرفتار ہوجائیں گے۔ کسی بستی کی مسجد میں مناظرہ رکھ لیتے ہیں میں نے کہا کہ میں اپنے ساتھیوں کی ضمانت دیتا ہوں کہ وہ فساد نہیں کریں گے تم اپنے ساتھیوں کی ضمانت دو اس نے کہا میں ضمانت نہیں دیتا۔ چنانچہ بستی میں پہنچے وہاں بہت مجمع تھا ان کے آدمی زیادہ تھے ہمارے کم۔ مناظرہ شروع ہوا اس نے سب سے پہلے آیت پڑھی ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ [1] پھر اس نے وہ مشہور حدیث پڑھی جس میں آتا ہے کہ آپ رات کو آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ میں نے کہا یہ تو تہجد کے بارے میں ہے تراویح کے متعلق حدیث لاؤ۔ پھر میں نے چار پانچ آثار پیش کردیے۔ پھر اس نے وہی حدیث پڑھی، میں نے پھر یہی کہہ کر کہ یہ تہجد کے بارے میں ہے چار پانچ آثار رعب ڈالنے کے لیے اور سنادیئے۔ اس نے تیسری بار وہی حدیث پڑھی، میں نے پھر یہ کہہ کر کہ یہ تو تہجد کے بارے میں ہے چار پانچ اور سنادیئے۔ پھر اس نے کہا یہ جو آپ عن عن پڑھ رہے ہیں یہ حرف جر ہے اور حرف جر کسی کے متعلق ہوتا ہے میں نے کہا ہاں! اس نے کہا یہ کس کے متعلق ہے میں نے رُوِی کے ساتھ بتایا۔ اس نے کہا رُوِی کونسا صیغہ ہے میں سمجھ گیا کہ یہ مجھ سے مجہول کا لفظ کہلوانا چاہتا ہے اور پھر یہ شور مچادے گا کہ مجہول کا کیا اعتبار ہے میں نے لوگوں سے مخاطب ہوکر کہا دیکھا! اب یہ جان چھڑانا چاہتا ہے مسئلہ کی بحث کو صرفی بحث میں لے جانا چاہتا ہے اس نے پھر پوچھا میں نے پھر لوگوں کو مخاطب کرکے کہا دیکھا! اب یہ بحث سے نکلنا چاہتا ہے صرفی بحث کرنی ہے تو اس میں مقابلہ رکھ لے۔ پھر جو بات مجھ سے کہلوانا چاہتا تھا خود ہی اس نے کہہ دی کہ یہ مجہول کا صیغہ ہے فاعل نامعلوم ہے تو مجہول کا کیا اعتبار ہے۔ میں نے کہا تم نے شروع میں آیت پڑھی تھی ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ تمہارا دعوٰی ہے کہ ہم ہر بات قرآن وحدیث سے بتاتے ہیں لٰہذا قرآن وحدیث سے ثابت کردو کہ یہ مجہول کا صیغہ ہے؟ پس وہ خاموش ہوگیا اور میں جیت گیا۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀

[1] پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۵۹

(۲۸)

﴿باب صوم رمضان احتسابا من الایمان.﴾

رمضان کے روزے رکھنا ثواب کی نیت سے ایمان میں داخل ہے

(۳۷)حدثناابن سلام قال اخبرنا محمدبن فضیل قال حدثنا یحیی بن سعید
ہم سے بیان کیا ابن سلامؒ نے، کہا ہم کو خبر دی محمد بن فضیلؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا یحییٰ بن سعیدؒ نے، انھوں نے
عن ابی سلمة عن ابی ہریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من صام رمضان ایمانا
ابوسلمہؒ سے، انھوں نے ابو ہریرہؓ سے، کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جوشخص رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں
و احتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه.
اور ثواب کی نیت سے رکھے اسکے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے

﴿تحقیق و تشریح﴾

(باب) ای هذاباب، (صوم رمضان) کلام اضافی مرفوع بالابتداء وخبره قوله من الایمان

(احتسابا)......حال بمعنی محتسبااومفعول له اوتمییز[۱]

اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی ﷺ نے رمضان کی راتوں کے قیام اوردن کے روزوں کومغفرت کاذریعہ قراردیااورامام بخاریؒ نے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق انہیں ایمان میں داخل بتایا[۲]

(۲۹)

﴿باب الدین یسر، قال النبی ﷺ احب الدین الی الله الحنیفیة السمحة﴾

دین اسلام آسان ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ کو وہ دین بہت پسند ہے جوسچا، سیدھا، آسان ہو

(۳۸)حدثناعبدالسلام بن مطهر قال ناعمربن علی عن معن بن محمد الغفاری
ہم سے بیان کیا عبدالسلام بن مطہرؒ نے کہا خبر دی ہم کو عمر بن علیؒ نے انھوں نے معن بن محمدؒ غفاری سے انھوں نے

---

[۱] (عمدۃ القاری ج ا ص ۲۳۴) [۲] (درس بخاری ص ۲۴۱)

عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ان الدین یسر
سعید ابن ابو سعید مقبریؒ سے انھوں نے ابو ہریرہؓ سے انھوں نے نبی ﷺ سے کہ فرمایا بیشک (اسلام کا) دین آسان ہے
ولن یشاد الدین احد الا غلبه فسددوا وقاربوا وابشروا
اور دین میں جو کوئی سختی کرے گا تو دین اس پر غالب آئے گا، اس لئے بیچ کی چال چلو اور ثواب کی امید رکھ کر اس سے خوش رہو
واستعینوا بالغدوة والروحة وشیء من الدلجة [1]
اور صبح کے چلنے اور شام کے چلنے اور اخیر رات کے چلنے سے مدد لو۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

سوال: ...... اس باب کو یہاں ذکر کرنے میں اشکال ہے کہ یہ (دین میں آسانی کا ہونا) نہ تو جزء ایمان ہے اور نہ ہی مکملات ایمان میں سے ہے۔ لہٰذا اس کو کتاب الایمان کے اخیر میں ذکر کر دیتے تو مناسب ہوتا۔

جواب: ...... اس باب کو کتاب الایمان سے متعدد طرق کے ساتھ ربط ہے۔

ربطِ اول: ...... جب ایمان کے بارے میں ذکر کیا تھا کہ اس کے درجات ہوتے ہیں کمی وبیشی ہوتی ہے تو اس کو ثابت کرنے کے لیے ابواب قائم کئے۔ تو اب اس باب کے اندر دو درجے ذکر کیے ہیں۔ (۱) یسر (۲) عسر

ربطِ ثانی: ...... قرآن پاک میں جہاں رمضان المبارک کا ذکر ہوا، وہاں بیمار اور مسافر کے لیے یسر کا ذکر کیا ہے تو امام بخاریؒ نے یسر کا باب قائم کیا۔

ربطِ ثالث: ...... معتزلہ اور خارجیہ کا رد ہے کہ وہ ہر بات پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ تو فرمایا دین میں اتنی تنگی نہیں ہے یُسر ہے۔ تارکِ اعمال خارج عن الایمان نہیں ہے۔

ربطِ رابع: ...... پہلے مجاہدہ کا ذکر تھا اب فرمایا کہ مجاہدہ بھی اپنی وسعت کے مطابق کرنا چاہیئے زیادہ تنگی برداشت نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ دین میں آسانی ہے۔

حنیفیه: ...... حنیف، جو تمام باطل دینوں سے ہٹ کر حق کی طرف مائل ہو۔ یا تمام ماسوا سے ہٹ کر اللہ پاک کی طرف مائل ہو یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے [2]

السمحه: ...... بمعنیٰ آسانی۔

---

[1] انظر ۵۶۷۳، ۶۴۶۳، ۷۲۳۵، [2] الحنیف: المائل عن الباطل الی الحق وسمی ابراهیم علیه الصلوة والسلام حنیفا لانه مال عن عبادة الاوثان: عمدۃ القاری ج۱ ص۲۳۵

حق دوقسم پر ہوا۔(۱)حق مشکل (۲)حق آسان۔ حنیفیت کا معنیٰ حق ہوا۔**الحنیفیة السمحة ای الملة السمحة التی لاحرج فیھا ولاتضیق فیھاعلی الناس وھی ملة الاسلام**۔[۱]

فریدالدین عطارؒ نے کہا

از یکے گو وز ہمہ یکسوئے باش	❁	یک دل یک قبلہ یک روئے باش

ولن یشاد الدین احد الاغلبه:...... **مشادة** کالفظی معنی ایک دوسرے کوگرانے کی کوشش کرنا جسے کشتی کہتے ہیں یعنی ایک دوسرے پرغالب آنے کے لیےسختی کرنا، اس جملہ کی دوتفسیریں کی گئی ہیں۔

تفسیرِ اول:......اعمال کے دودرجے ہیں۔(۱)درجۂ عزیمت (۲)درجۂ رخصت۔

ا: درجۂ عزیمت وہ درجہ ہے جومقصود بالعبادت ہواور رخصت اصل کوچھوڑ کرجسکی اجازت ہو۔تو اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں عزیمت پر ہی عمل کروں گا رخصت پرعمل نہیں کروں گا توکسی نہ کسی وقت وہ عاجز آجائے گااوررخصت پرعمل کرناپڑے گا۔

تفسیر ثانی:...... پہلی تفسیر میں 'اِلَّاغَلَبَه' کامطلب یہ لیاکہ اس کوکسی نہ کسی وقت رخصت پرعمل کرنا پڑے گا دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ عاجز آجائے گا یعنی اگراس نے یہ سوچاکہ عزیمت پر ہی عمل کروں گااوررخصت پرعمل نہیں کروں گاتووہ دونوں میں سے کسی پربھی عمل نہیں کرسکے گادونوں چھوڑ بیٹھے گا۔اس پرحضرت تھانویؒ نے ایک قصہ لکھا ہے ایک شخص ہردلعزیز تھاہرکسی کا کام کرتاتھاایک شخص نے اس سے کہا کہ دریاپارکروادو۔جب اس کولیکر درمیان میں پہنچاتو دوسرے نے آواز دی اس نے کہا کہ آدھاتجھے پارکروادیاہے اب آدھااسکوکروالوں۔توذرایہاں ٹھہر،اس کو درمیان میں چھوڑکردوسرے کولینے آیا۔پہلاغوطے کھاتارہاجب درمیان میں پہنچاتواس کوچھوڑکرپہلے کوپکڑنے لگاتو پہلاہاتھ نہ آیااوردوسرے کی طرف آیاتووہ بھی ہاتھ سےنکل گیااس طرح دونوں ڈوب گئے۔

سددواوقاربوا:...... سددو کی تین تفسیریں ہیں، قاربوا کی دو۔اس طرح اس جملہ کی کل چارتفسیریں بن جائیں گی۔

تفسیرِ اول:......سددوا، سَداد سے لیا گیا ہے سداد درست عمل کو کہتے ہیں۔معنی ہوگا درست عمل کرو۔ قاربوا کا مطلب یہ ہوگا کہ درست عمل پورانہیں کرسکتے تو درست کے قریب قریب تو کرو۔

تفسیرِ ثانی:......درست کام کرواورایک دوسرے کےقریب رہو۔

تفسیرِثالث:...... سددوا میانہ روی اختیارکرو۔قاربوا اس کےقریب قریب عمل کرو۔

تفسیرِرابع:...... سددوا، سداد بمعنی ڈاٹ سے لیا گیا ہے مطلب یہ ہوگا کہ مضبوطی سے عمل کروکہ برائی

---

[۱] عمدۃ القاری ج۱ ص۲۳۵

قریب نہ آئے برائی کوڈانٹ لگ جائے کما قال الشاعر:

اضاعونی وای فتیً اضاعوا	۞	لیوم کریھة وسداد ثغرٍ

وابشروا:...... عمل کے ثواب میں خوشی محسوس کرو۔

واستعینوا بالغدوۃ والروحة:...... صبح وشام کے وقت چلنے سے مدد طلب کرو۔ **وشیء من الدلجة** اور کچھ اندھیرے سے۔ **غدوۃ والروحة** لفظی معنی صبح کو چلنا اور شام کو چلنا، **غدوۃ** کا اطلاق **سیر من اول النھار الی الزوال** ہوتا ہے اور **روحه** کا اطلاق **سیر من الزوال الی الغروب** پر ہوتا ہے۔ اس دوران میں چلنے کو کہتے ہیں۔ تینوں اوقات نشاط کے ساتھ چلنے کے ہیں مقصد یہ ہے کہ ان اوقات میں عبادت کرنی چاہیے نفل وغیرہ پڑھنے چاہیں۔ حضرت گنگوہیؒ نے یہاں سے استدلال کیا ہے کہ ان اوقات میں دوام کے ساتھ کچھ عبادت کو معمول بنالینا چاہیے۔

(۳۰)

باب الصلوة من الایمان وقول اللہ تعالیٰ (وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُضِیۡعَ اِیۡمَانَکُمۡ) یعنی صلوتکم عندالبیت

نماز ایمان میں داخل ہے اور حق تعالی نے (سورۃ البقرہ میں جو) فرمایا اور ایسا نہیں جو تمہارا ایمان اکارت کردے یعنی بیت اللہ کے پاس جو تم نے نماز پڑھی (بیت المقدس کی طرف منہ کرکے)

(۳۹) حدثنا عمرو بن خالد قال نا زھیر قال نا ابو اسحاق عن البراءؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہم سے عمرو بن خالدؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیرؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسحاق نے براءؓ سے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کان اول ماقدم المدینة نزل علی اجداده اوقال اخواله من الانصار و انه

جب مدینہ میں تشریف لائے تو اپنے ننھیال یا فرمایا ممہیال میں اترے جو انصاری لوگوں میں تھے اور آپ

صلی قبل بیت المقدس ستة عشر شهرا او سبعة عشر شهرا و کان یعجبه ان

سولہ یا سترہ مہینے تک (مدینہ میں) بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے تھے کہ

تکون قبلته قبل البیت و انه صلی اول صلوٰة صلاها صلوٰة العصر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ کعبہ کی طرف ہو جائے، اور پہلی نماز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کعبہ کی طرف) پڑھی وہ عصر کی نماز تھی

وصلی معه قوم فخرج رجل ممن صلی معه فمر علی اهل مسجد

اور آپ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے، ان میں سے ایک شخص جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ چکا تھا ایک اور مسجد والوں کی طرف سے گذرا

وهم راکعون فقال اشهد بالله لقد صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم

اور وہ نماز پڑھ رہے تھے (بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے) اس نے کہا میں اللہ کا نام لے کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے (ابھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

قبل مکة فداروا کماهم قبل البیت وکانت الیهود قد اعجبهم

کعبہ کی طرف نماز پڑھی، یہ سنتے ہی وہ لوگ نماز ہی میں کعبہ کی طرف پھر گئے، اور یہودی اور دوسرے اہل کتاب (نصاری) خوش ہوتے تھے

اذ کان یصلی قبل البیت المقدس واهل الکتاب فلما ولی وجهه قبل البیت انکروا ذلک

جب آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ کعبہ کی طرف پھیر لیا تو انھوں نے برا مانا

قال زهیر حدثنا ابو اسحاق عن البراء فی حدیثه هذا انه مات علی القبلة قبل ان تحول رجال

زہیر نے کہا ہم سے بیان کیا ابو اسحاق نے انھوں نے براء سے اسی حدیث میں کہ قبلہ بدل جانے سے پہلے کچھ لوگ مر گئے تھے جو (اگلے) قبلہ ہی کی طرف نماز پڑھتے رہے

وقتلوا فلم ندر ما نقول فیهم فانزل الله تعالی وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ.[1]

اور کچھ شہید ہو گئے تھے، ہم ان کے حق میں کیا کہیں (ان کو نماز کا ثواب ملا یا نہیں؟) تب اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری: اللہ ایسا نہیں ہے جو تمہارا ایمان اکارت کر دے (یعنی تمہاری نماز)

﴿تحقیق و تشریح﴾

حدیث کی سند میں چار راوی ہیں، چوتھے حضرت براءؓ ہیں (براء بتخفیف الراء وبالمد علی المشهور) ان کی کل مرویات ۳۰۵ ہیں، توفی ایام مصعب بن الزبیرؓ بالکوفة [2]

ترجمة الباب کی غرض: ...... اس باب میں امام بخاریؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ نماز ایمان کا اہم جزء ہے۔ یہاں تک کہ آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے صلوٰۃ کو ایمان سے تعبیر کیا۔

وقول الله وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ: ...... اس آیت کو ذکر کرنے سے مقصود دلیلِ ترجمہ ہے یا ترجمة الباب کا جزء بنانا؟ عند البعض ترجمة الباب کا جزء بنانا مقصود ہے اور روایت الباب سے دونوں جزؤں کا ثبوت ہے، فانزل الله تعالی ﴿وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾[3] ساری روایت ذکر کرنے کے بعد آیت کو ذکر کیا اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ا...... آیت میں ایمان سے مراد نماز ہے تو جب ایمان سے مراد صلوۃ ہے تو الصلوة من الایمان ثابت ہو گیا کہ نماز

---

[1] انظر: ۳۹۹، ۴۴۸۶، ۴۴۹۲، ۷۲۵۲، رقوم الاحادیث بخاری مطبوعہ دار السلام الریاض کی ترتیب پر ہیں جو ہماری ترتیب سے ایک نمبر آگے ہے۔ اخرجه مسلم فی الصلوة والنسائی ایضا فی الصلوة وفی التفسیر اخرجه الترمذی فی الصلوة وفی التفسیر [2] عمدة القاری ج ۱ ص ۲۴۲ [3] پارہ ۲ سورة البقرہ آیت ۱۴۳

ایمان کا اتنا اہم جزء ہے کہ اس کو ایمان سے ہی تعبیر کر دیا تو ترجمۃ للباب کے دونوں جزء ثابت ہو گئے ۲...... وقال البعض آیت دلیلِ ترجمۃ الباب ہے تو ترجمۃ الباب کے اندر آیت کی تفسیر کر دی کہ ایمان سے مراد صلوٰۃ ہے یعنی صلوتکم عندالبیت۔ ﴿وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیعَ اِیْمَانَکُمْ﴾ کی تفسیر امام بخاریؒ نے صلوتکم عندالبیت سے کی۔ اس تفسیر پر زبردست اشکال ہے اس اشکال اور اس کے جواب کو سمجھنے کے لیے آیت کا شانِ نزول جاننا ضروری ہے۔

شان نزول: ...... نبی پاک ﷺ مکہ مکرمہ میں نمازیں پڑھتے تھے اس وقت یہ بات واضح نہیں تھی کہ آپ ﷺ کس طرف منہ کرتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ جب ہجرت کی تو آپ ﷺ نے تقریبا ۱۶، ۱۷ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ بیت اللہ قبلہ بن جائے اس کی دو وجہیں تھیں ۱۔ آپ کا مولد تھا ۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ بھی وہی تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نظریں اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے کہ کب حکم آئے چنانچہ حکم نازل ہوا ﴿فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾[1]

سوال: ...... یہ حکم کب نازل ہوا؟

جواب: ...... آپ ﷺ بنوسلمہ کے کسی قضیہ کے فیصلہ کے لیے گئے ہوئے تھے۔ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے صفیں چیر کر پیچھے آکر بیت اللہ کی طرف منہ کر لیا۔ صحابہ کرامؓ نے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور تمام نمازیں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھیں اور مسجد بنوسلمہ ذو القبلتین کہلائی۔ مسجد قبا والے فجر کی نماز ادا کر رہے تھے کہ کسی نے آواز لگائی اَلاَ اِنَّ الْقِبلة قد حولت. سن لو قبلہ تبدیل ہو گیا پس تمام لوگ نماز میں ہی قبلہ رخ ہو گئے[2]

اشکال: ...... امام بخاریؒ کی اس تفسیر پر اشکال یہ ہے بیت اللہ کے پاس جو نمازیں پڑھی گئیں ان میں تو کوئی شبہ نہیں ہے اور صلوتکم عند البیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھی جانے والی نمازوں کے بارے سوال ہے کیونکہ البیت جب معرف باللام ہو تو بیت اللہ مراد ہوتا ہے جیسا کہ الکتاب جب معرف باللام ہو تو کتاب اللہ مراد ہوتی ہے بلکہ شبہ تو ان نمازوں میں ہے جو مدینہ منورہ میں بیت اللہ سے دور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ادا کی گئیں۔ تو اس کے تین جواب دیے گئے ہیں۔

جوابِ اول: ...... بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ تو تصحیف رواۃ ہے۔

جوابِ ثانی: ...... عند بمعنی الیٰ ہے اور البیت سے مراد بیت اللہ نہیں بلکہ بیت المقدس ہے۔

سوال: ...... البیت سے مراد بیت المقدس لینا عرف کے خلاف ہے؟

جواب: ...... صحیح یہ ہے کہ عندالاطلاق عرف میں بیت اللہ ہی مراد ہوتا ہے لیکن قرینہ کی وجہ سے یہاں خلاف

---

[1] پارہ ۲، سورۃ البقرہ آیت ۱۴۴ [2] مسلم شریف ج ۱ ص ۲۰۰

عرف پر محمول ہے کیونکہ کبھی کسی لفظ کو قرائن کی وجہ سے خلاف عرف پر بھی محمول کر لیا جاتا ہے۔

جواب ثالث:...... بیت سے مراد بیت اللہ ہی ہے صورت یہ تھی کہ بیت اللہ کے پاس بھی آپ ﷺ رخ بیت المقدس کا کرتے تھے جس کی تفصیل شان نزول کے تحت گزر چکی ہے تو آیت کا معنی یہ ہوا کہ جو نمازیں بیت اللہ کے پاس پڑھی ہیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ان کو اللہ پاک ضائع نہیں کریں گے تو جو بیت اللہ سے دور رہ کر یعنی مدینہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھیں ان کو کیسے قبول نہیں کریں گے؟

اس باب کے متعلق چند بحثیں

البحث الاول:...... تحویل کتنے ماہ بعد ہوئی؟ اس بارے میں چار روایتیں ہیں۔ (۱) ۱۶ ماہ (۲) ۱۷ ماہ (۳) ۱۸ ماہ (۴) وفی روایۃ ابی داؤد ۱۳ ماہ۔ مسلم ونسائی میں ۱۶ ماہ کی روایت بلا شک ہے مسند بزاز وطبرانی میں ۱۷ ماہ کی روایت بلا شک ہے اور بخاری شریف میں ۱۶ یا ۱۷ ماہ شک کے ساتھ ہیں۔

تطبیق:...... آنحضرت ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اگلے سال نصف رجب میں تحویل ہوئی جنہوں نے حذف کسر کیا انہوں نے ۱۶ ماہ کہا اور جنہوں نے کسروں کو ملا کر کہا تو ۱۷ ماہ کہہ دیا اور جنہوں نے جبر کسر کیا انہوں نے ۱۸ ماہ کہہ دیا اور ابوداؤد کی روایت مقابل نہیں ہو سکتی [۲] اور ۱۸ ماہ والی روایت کے مطابق کہہ سکتے ہیں کہ تحویل قبلہ شعبان میں ہوئی [۳]

البحث الثانی:...... آپ کا اول قبلہ کیا تھا اور آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں کس طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے یہ تحقیق اس بات پر مبنی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا قبلہ وحی سے متعین کیا یا عرف سے۔

تحقیق اول:...... محققین کی رائے یہ ہے کہ وحی سے متعین کیا جب مکہ مکرمہ میں تھے تو وحی سے حکم تھا کہ بیت اللہ کی طرف منہ کرو جب مدینہ منورہ گئے تو وحی سے حکم ہوا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرو ۱۶ یا ۱۷ ماہ کے بعد تحویل قبلہ کی وحی آئی۔

اشکال:...... اس صورت میں نسخ مرتین لازم آئے گا جس کے بعض حضرات قائل نہیں؟

جواب:...... تو انہوں نے یہ کہا کہ متعین تو وحی سے کیا لیکن مکہ مکرمہ میں بھی وحی سے بیت المقدس ہی مقرر تھا لیکن آپ ﷺ اس طریقہ سے نماز پڑھتے تھے کہ امتیاز نہیں ہوتا تھا کونسا قبلہ ہے کیونکہ دونوں کیطرف رخ مبارک ہو جاتا تھا جب مدینہ منورہ میں دونوں قبلے ایک رخ پہ نہ رہے تو بیت المقدس کی طرف آپ ﷺ کا رخ واضح ہو گیا تو قبلہ اول مدینہ میں بھی اور مکہ میں بھی بیت المقدس تھا لھذا نسخ مرتین لازم نہ آیا۔ تو ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ کا مطلب واضح ہو گیا کہ جب آپ ﷺ بیت اللہ کے پاس ہوتے تھے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے تھے ان کو اللہ ضائع نہیں کرتے تو جو

---

[۱] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۰، ۲۴۵ [۲] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۵ [۳] حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ یہ تیرہ ماہ والی روایت بالکل غلط ہے اور کسی طرح بھی صحیح نہیں تقریر بخاری ج ۱ ص ۱۴۴

تحقیق ثانی:...... آپ ﷺ نے وحی کے ذریعہ قبلہ متعین نہیں کیا۔ بلکہ عرف سے متعین کیا اہل مکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ سمجھتے تھے اور ان کی اولاد تھے اور بیت اللہ کو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اس لیے مشرکین اس کو قبلہ مانتے تھے اور یہود و نصاریٰ بیت المقدس کو، کیونکہ وہ اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور بیت المقدس کو ان کی اولاد نے قبلہ بنایا ہوا تھا ویسے نصاریٰ کا اصل قبلہ بیت اللحم ہے لیکن وہ مشہور نہیں ہوا تو مکہ مکرمہ میں بھی عرف سے متعین کیا اور مدینہ منورہ میں بھی۔ لیکن اندر کی تڑپ یہی تھی کہ بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہو جائے لہٰذا حکم نازل ہوا ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ یہ پہلی وحی ہے تحویل قبلہ اور تعیین کے اعتبار سے۔

البحث الثالث:...... تحویل قبلہ کے بعد سب سے پہلی نماز کون سی ہے؟ اس بحث کا تعلق حدیث کے ان الفاظ سے ہے ((وان صلی اول صلوة صلاها صلوة العصر)) اس میں دو تحقیقیں ہیں۔

تحقیق اول:...... ظہر اور عصر کے درمیان مسجد نبوی میں حکم نازل ہوا آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں تحویل قبلہ کے بعد پہلی نماز عصر کی ادا کی۔ ایک آدمی بنو سلمہ میں گیا وہ عصر کی نماز ادا کر رہے تھے اس نے جا کر بتلایا تو انہوں نے نماز ہی میں رخ پھیر لیا۔

تحقیق ثانی:...... آنحضرت ﷺ کسی قضیہ کے فیصلہ کے سلسلہ میں بنو سلمہ میں گئے ہوئے تھے اور ظہر کی نماز وہاں ادا کر رہے تھے تو تحویل قبلہ کا حکم نازل تو آپ نے نماز ہی میں بیت اللہ کا رخ کر لیا [۲]

نزل علی اجداده او قال اخواله:...... اجداد اور اخوال کا مصداق ایک ہی ہے ننھیال۔

راکعون:...... رکوع میں تھے یا مراد یہ ہے کہ نماز پڑھ رہے تھے۔

فمر علی مسجد:...... عند البعض بنو سلمہ مراد ہیں [۳] ہمارے نزدیک راجح یہ ہے بنو حارثہ مراد ہیں۔

البحث الرابع:...... **سوال:** جب بیت المقدس کا قبلہ ہونا قطعی تھا تو کس بنا پر ایک آدمی کے کہنے پر صحابہ کرامؓ نے قبلہ کو تبدیل کر لیا حالانکہ حکم قطعی خبر واحد سے منسوخ نہیں ہوتا؟

جواب اول:...... علامہ ابن حجرؒ نے شرح نخبہ میں ایک اصول قائم کیا ہے کہ اگر خبر واحد **محتف بالقرائن** ہو تو یقین کا فائدہ دیتی ہے چونکہ حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ میں اس بات کا چرچا تھا کہ قبلہ بدلنے والا ہے آپ ﷺ دعائیں کر رہے تھے تو جب انہوں نے سنا تو یقین کر لیا۔

جواب ثانی:...... دوسرا جواب، دوسرے اصول کا سمجھ لینا ہے خبر واحد یا جس حدیث کو امت تلقی بالقبول کر لے اور استدلال کرے تو وہ حدیث فی درجة المشهور ہو جاتی ہے لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ تحویل قبلہ خبر واحد سے ہے درست نہیں۔

---

[۱] فیض الباری ج ا ص ۱۳۳ میں ہے فلم تكن القبلتان في مكة والمدينة من اجتهاده ﷺ بل كانتا على الاصل يعني من لدن ابراهيم عليه السلام ولكنه توجه النبي ﷺ في الموضعين بحسب تقسيم البلاد۔ [۲] وفي فيض الباري ج ا ص ۱۳۳: وفي السير انها الظهر وجمع الحافظ بينهما بان اول صلاة صليت الى بيت الله هي صلوة الظهر نزل النسخ فيها بعد الركعتين وكان النبي ﷺ اذ ذاك في المسجد ذي القبلتين واول صلوة صلاها بتمامها الى البيت هي صلوة العصر وكانت في المسجد النبوي: [۳] قال العيني ان هؤلاء اهل المسجد القبلتين ومر عليهم المار في صلاة العصر واما اهل قباء فاتاهم ات في صلوة الصبح: فيض الباري ج ا ص ۱۳۴

اور استدلال کرے تو وہ حدیث فی درجۃ المشہور ہو جاتی ہے لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ تحویل قبلہ خبر واحد سے ہے درست نہیں۔

واھل الکتاب:...... اس کا عطف الیھود پر ہے۔ اس سے مراد نصاریٰ ہیں [۱]

سوال:...... نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس تو نہیں ہے وہ تو بیت اللحم ہے پھر ان کے بیت المقدس کو پسند کرنے کی کیا وجہ ہے؟ جب کہ حدیث میں قد اعجبھم کے الفاظ ہیں۔

جواب اول:...... دونوں کی جہت ایک تھی اس لئے پسند تھا۔

جواب ثانی:...... اس لیے کہ دونوں اہل کتاب تھے جیسا کہ ﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾ میں مشرکوں کو خوشی ہوئی۔

فلم ندر ما نقول فیھم:......**سوال:** اور بھی بہت سارے احکام منسوخ ہوئے جیسے کلام فی الصلوۃ و دیگر احکام کا کسی کو خوف نہ ہوا مثلاً جو کلام فی الصلوۃ کرتے فوت ہو گئے ان کی نمازوں کا کیا بنے گا لیکن تحویل قبلہ کے بعد پہلوں کی نماز کا اتنا خوف کیونکر ہوا؟

جواب اول:...... دو مقام میں صحابہ کرامؓ کو فکر لاحق ہوئی ۱۔ تحویلِ قبلہ کے موقع پر ۲۔ تحریم خمر کے موقع پر وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ دونوں مواقع ایسے ہیں کہ ان میں صحابہ کرامؓ تبدیلی حکم کے منتظر تھے شراب کے بارے میں قطعی حکم کا انتظار تھا اور تحویل قبلہ میں بھی۔ جب نسخ ہو گیا تو ان کو معلوم ہوا کہ اصل حکم یہی تھا اب جو فوت ہو چکے ہیں ان کا کیا بنے گا۔

جواب ثانی:...... یہود کو تحویل قبلہ پر غم ہوا کیونکہ قبلہ اول ان کا قبلہ تھا تو انہوں نے یہ تردد ڈالا اور صحابہ کرامؓ متاثر ہو گئے لہذا سوال کر دیا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُمْ:......**سوال:** اس آیت سے سوال کا جواب کیسے ہو گیا؟ سوال تو یہ تھا کہ جو مر گئے ان کی نمازوں کا کیا بنے گا؟

جواب:...... یہ ہے کہ زندوں نے بھی تو ان کے ساتھ نمازیں پڑھی تھیں تو جب زندوں کی ٹھیک ہو گئیں تو مردوں کی بھی ٹھیک ہو گئیں جبکہ زندے نمازوں کو لوٹا بھی سکتے ہیں بخلاف مُردوں کے۔

انه مات علی القبلة قبل ان تحول رجال وقتلوا:......**سوال:** کیا تحویل قبلہ سے قبل کوئی جہاد ہوا جو قتل ہوئے؟

جواب اول:...... علامہ ابن حجرؒ نے جواب دیا ہے کہ قتل کا ذکر صرف روایت زہیر میں ہے اور کسی جگہ نہیں ملا کہ کوئی مسلمان تحویل قبلہ سے پہلے قتل ہوا [۲] کیونکہ عدم ذکر سے عدم وجود لازم نہیں آتا لیکن یہ جواب درست نہیں۔

جواب ثانی:...... قتل کے لیے ضروری نہیں کہ لڑائی میں ہی قتل ہوا ہو بلکہ ظلماً بھی مراد ہو سکتا ہے۔

جواب ثالث:...... یہ بیانِ شرف موت ہے نہ کہ بیانِ واقعہ۔

---

[۱] فیض الباری ج ۱ ص ۱۳۲ [۲] ایضاً

(۳۱)

باب حسن اسلام المرء

یہ باب اسلام کی خوبی کے بیان میں ہے

قال مالک اخبرنی زید بن اسلم ان عطاء بن یسار اخبرہ ان ابا سعید الخدریؓ اخبرہ
امام مالکؒ نے کہا مجھ کو زید بن اسلمؒ نے خبر دی، ان کو عطاء بن یسارؒ نے خبر دی ان کو ابوسعید خدریؓ نے خبر دی
انه سمع رسول الله ﷺ يقول اذا اسلم العبد فحسن اسلامه
انھوں نے آنحضرت ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے جب کوئی بندہ مسلمان ہو جائے پس اچھا ہوا اس کا اسلام تو
يكفر الله عنه كل سيئة كان زلّفها وكان بعد ذلك القصاص
اللہ اسکا ہر ایک گناہ اتار دے گا جو وہ (اسلام سے پہلے) کر چکا تھا، اور اس کے بعد جب حساب شروع ہوگا
الحسنة بعشر امثالها الى سبع مائة ضعف والسيئة بمثلها
ایک نیکی کے بدلے ویسی دس نیکیاں سات سو نیکیوں تک (لکھی جائیں گی) اور برائی کے بدل ویسی ہی ایک برائی (لکھی جائے گی)
الا ان يتجاوز الله عنها
مگر جب اللہ اسے معاف کر دے
۞۞۞۞۞۞
(۴۰) حدثنا اسحق بن منصور قال حدثنا عبدالرزاق قال اخبرنا معمر عن همام
ہم سے بیان کیا اسحٰق بن منصورؒ نے کہا ہم سے بیان کیا عبدالرزاقؒ نے کہا خبر دی ہم کو معمرؒ نے انھوں نے ہمامؒ سے
عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا احسن احدكم اسلامه فكل حسنة
انھوں نے ابوہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب تم میں سے کوئی ایک اپنے اسلام کو اچھا کر لے تو اس کے بعد جو نیکی وہ
يعملها تكتب له بعشر امثالها الى سبع مائة ضعف وكل سيئة يعملها تكتب له بمثلها
کرے گا وہ دس گنے سے سات سو گنا تک لکھی جائے گی اور جو برائی کرے گا وہ ویسی ہی ایک لکھی جائے گی

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض:...... اس سے بھی مقصود اسلام کے درجات کوثابت کرنا ہے ۱۔حسن ۲۔غیرحسن دودرجے ثابت ہوگئے۔

فحسن اسلامه:...... ظاہروباطن میں اسلام ہواوران معاصی کاارتکاب ترک کردے جن کواسلام سے پہلے کرتا تھا[۱]

زلفها:...... جو پہلے کیے۔

الی سبع مائة ضعف:...... اس سے اسلام کے درجات معلوم ہوئے۔

الاان یتجاوز الله عنها:...... یہاں سے معتزلہ اور خوارج کی رد ہوگئی اور اہل سنت کا مذہب ثابت ہوگیا۔

سوال:...... امام بخاریؒ نے ابوسعید خدریؓ کی روایات میں اس قطعہ عبارت کو ذکر کیوں نہیں کیا جو دیگر بعض روایات میں ہے۔جس کا مفہوم یہ ہے کہ کافر جب اچھی طرح مسلمان ہوجائے تو کفروشرک کے زمانہ میں کی ہوئی تمام نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں؟

جواب اول:......**قال البعض هذه القطعة کانت خلافا لامورمسلمة فی الدین فلذا ترک**[۲] اورامور مسلمہ فی الدین یہ ہے کہ کافروں کوثواب نہیں ملے گا لیکن یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ کسی حدیث کوکسی مسئلہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے نہیں چھوڑا جاسکتا بلکہ حدیث کو بیان کرکے اس کی توجیہ کی جائے گی ہم نہیں تسلیم کرتے کہ کافروں کوثواب کا نہ ملنا امورِ مسلمہ سے ہے بلکہ کافر نے جو بھی نیکی کی ہے اس کواس پرثواب ملتا ہے اگرثواب نہ ملے تو یہ عدل کے خلاف ہے لہٰذا احسانات آخرت میں ضرورنافع ہونگی اورعذاب میں تخفیف ہوگی۔اس کی دودلیلیں ہیں

دلیلِ اوّل:...... مسلم شریف میں حکیمؓ بن حزام کی روایت ہے انہوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ ہم جاہلیت میں کچھ کام کرتے تھے توکیا ہمیں انکاثواب ملے گاتو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا ((**اسلمت علی مااسلفت من خیر**)) [۳]

دلیلِ ثانی:...... کافراگردنیا میں نیکی کرے تواس کا ثواب اسکو دنیا میں بھی ملے گااورآخرت میں بھی ملے گا۔چنانچہ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ سب سے ہلکا عذاب میرے چچا کو ہوگااس کوآگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے اسکا دماغ کھولے گا[۴] بعض روایات میں ہے کہ ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھاتواس نے کہا جس دن محمد(ﷺ) پیداہوئے تھے اس دن میں نے ثویبہ لونڈی کوآزاد کیا تھا جب وہ دن آتا ہے توعذاب ہلکا ہوجاتا ہے[۵] جنت کے درجات کی طرح دوزخ کے بھی درکات ہیں (جواوپر چڑھے وہ درجہ اور جو نیچے اترے وہ درکہ) اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام بخاریؒ نے یہ قطعہ اس لیے ساقط کردیا کہ کافرکوثواب کاملنا امورِ مسلمہ کے خلاف ہے۔

---

[۱] قلت والمرادمن احسان الاسلام عندی ان یسلم قلبه ویتضمن اسلامه التوبة عمافعل فی الکفرفلم یعدبعدالاسلام الیهافهذاالذی غفرله ذنبه:فیض الباری ج ۱ ص ۱۳۵ ، ۱۳۶ [۲] فیض الباری ج۱ ص۱۳۵ [۳] فیض الباری ج ۱ ص۱۳۶ [۴] مسلم شریف ص۱۱۵ ج۱ [۵] سیرت مصطفیٰ کاندھلوی ص۶۶ ج۲ مکتبہ عثمانیہ لاہور

جوابِ ثانی:...... حضرت انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ متدلین کو بھی مغالطہ لگا ہے اور شراح مجیبین کو بھی کیونکہ حسناتِ کفار دو قسم پر ہیں ۱......از قبیلِ صلہ رحمی جیسے صدقہ ، اعتاق ، رحم علی الخلوق وغیرہ ۲......از قبیلِ عبادات کافر کو عبادت کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔ کیونکہ اللہ پاک کو مان کر اس کے لئے عبادت کرے تو ثواب ملے گا کافر کی تو نیت ہی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت انور شاہ صاحبؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ روایت متعدد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے اور اس جملہ کو نقل کرنے والے بھی صرف حضرت ابو سعیدؓ خدری سے نقل کرتے تھے اور ان کے بھی بعض طرق میں ہے اور بعض میں نہیں تو چونکہ اس جملہ کا مرتبہ شرائط بخاری سے کم تھا اس لیے اس کو ذکر نہیں کیا۔

قال مالک:......**سوال:** قال کیوں کہا اخبرنا اور حدثنا کیوں نہیں کہا؟

جواب:...... یہ تعلیق ہے امام بخاریؒ کا استاد نہیں ہے یہ حدیث امام مالکؒ کی ہے اور دار قطنی نے اپنی کتاب ''غرائب مالک'' میں یہ حدیث درج فرمائی ہے۔

(۳۲)
باب احب الدین الی اللہ عزوجل ادومہ
اللہ کو وہ عمل بہت پسند ہے جو ہمیشہ کیا جائے

(۴۱) حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا یحییٰ عن ھشام قال اخبرنی ابی

ہم سے بیان کیا محمد بن مثنیٰؒ نے کہا ہم سے بیان کیا یحییٰؒ نے، انھوں نے ہشامؒ سے، کہا مجھ کو خبر دی میرے باپ (عروہ) نے

عن عائشةؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیھا وعندھا امرأة قال

انھوں نے عائشہ صدیقہؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے وہاں ایک عورت (بیٹھی) تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا

من ھذہ قالت فلانة تذکر من صلاتھا

یہ کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا فلانی عورت ہے اور اس کی نماز کا یہ حال بیان کرنے لگیں (کہ یہ رات بھر عبادت کرتی ہیں)

قال مه علیکم بما تطیقون فواللہ لا یمل اللہ حتی تملوا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس بس! وہ کام کرو جو (ہمیشہ) کر سکو۔ کیونکہ خدا کی قسم اللہ تو (ثواب دینے سے) نہیں تھکے گا یہاں تک کہ تم ہی تھک جاؤ

وکان احب الدین الیه مادام علیه صاحبه. (انظر: ۱۱۵۱)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عمل بہت پسند تھا جس کا کرنے والا اس کو ہمیشہ کرے

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض:...... **اول:** دین سے مراد عمل ہے۔امام بخاریؒ کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ الایمان یزید وینقص۔دین کے دو درجے ہیں ۱۔احب ۲۔غیر احب۔اس سے ایمان کا یزید وینقص ہونا ثابت ہوا۔

ثانی:...... دین سے مراد عمل ہے اس سے ثابت کیا کہ دین کا لفظ اعمال پر بھی بولا جاتا ہے لہٰذا اعمال دین کا جزء ہیں ایک اور حدیث میں ہے ((خیر الاعمال الی اللہ مادیم علیہ))

لایمل اللہ حتی تملوا:...... ملال: رنجیدہ خاطر ہونا۔ملال اس تھکان کو کہتے ہیں جو مشقت کرنے کے بعد لاحق ہوتی ہے [۱]

سوال:...... اللہ تعالیٰ تو نفسیات سے پاک ہیں اور ملال رنجیدہ خاطر ہونا نفسیات کی شان سے ہے؟

جواب:...... مشاکلت کے طور پر کہا[۲] اللہ تعالیٰ کے ملول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ثواب منقطع کر دیتے ہیں جیسے ﴿جزآءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِثْلُهَا﴾[۳] اور ﴿یُخَادِعُوْنَ اللہ﴾[۴] تو قائل اور فاعل کے بدلنے سے فعل کی حقیقت بدل جاتی ہے جیسے رحمت بندہ کی صفت ہو تو رقت قلب مراد ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو جود واحسان کے معنی میں ہوتی ہے۔

ماداوم علیہ صاحبہ:...... تھوڑا عمل دوام کے ساتھ اللہ پاک کو زیادہ پسندیدہ ہے بنسبت اس زیادہ عمل کے جس میں دوام نہ ہو۔دوام عمل کی وجوہ احبیت (زیادہ پسندیدہ ہونے کی وجوہات) محدثینؒ نے متعدد بیان کی ہیں۔

الاول:...... قلیل عمل دوام کے ساتھ کثیر ہو جاتا ہے بنسبت اس کثیر کے جس پر دوام نہ ہو۔

الثانی:...... امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ قطرہ قطرہ اگر پتھر پر گرتا ہے تو سوراخ کر دیتا ہے اور ایک مرتبہ اگر سیلاب بھی گزر جائے تو کچھ نہیں ہوتا[۵] معلوم ہوا کہ دوام عمل میں تاثیر بھی ہے۔

الثالث:...... دوام عمل استطاعت کے مطابق ہوتا ہے تو نشاط ہوتا ہے تو ثواب بھی ملتا ہے۔

رابع:...... عزم عملِ دوام عمل سے ہوتا ہے جو آج بہت زیادہ کرتا ہے وہ کل کو کرنے کا عزم نہیں رکھتا۔

الخامس:...... دائمی عمل پوری زندگی کی خدمت کی طرح ہے چاہے تھوڑی ہو۔

السادس:...... دوامِ عمل کی مثال روزانہ ملاقات کی طرح ہے کثرتِ عمل بلا دوام کی مثال ایسے ہے کہ ایک مرتبہ دن رات بیٹھے رہے پھر دونوں ایک دوسرے سے بیزار ہو گئے۔

السابع:...... کثرت میں توغل ہوتا ہے اور حضور ﷺ نے افراط سے منع فرمایا ہے۔

الثامن:...... بعض اوقات کثرتِ عمل سے طبیعت میں انقباض ہو جاتا ہے یعنی بسا اوقات آدمی جس عمل کو کثرت سے کرتا اس سے طبیعت منقبض ہو جاتی ہے۔

خلاصہ:...... دوامِ عمل سے محبت بڑھتی ہے۔

---

[۱] درس بخاری ص۲۶۰ [۲] فیض الباری ج۱ ص۱۳۶ ، درس بخاری ص۲۶۰ [۳] پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۴۰ [۴] پارہ ۱ سورۃ البقرۃ آیت ۹ [۵] فیض الباری ج۱ ص۱۳۶

(۳۳)
﴿باب زیادة الایمان ونقصانه﴾
ایمان کے بڑھنے اور گھٹنے کے بیان میں

وقول الله تعالیٰ، وَزِدْنَاهُمْ هُدیً وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَاناً

اوراللہ تعالیٰ نے (سورہ کہف میں) فرمایا اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دی، اور (سورہ مدثر میں) ایمان داروں کا ایمان اور بڑھے

وقال اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ، فاذاترک شيئاً فن الكمال فهو ناقص

اور فرمایا (سورہ مائدہ میں) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین پورا کیا اور (جب کوئی) پورے میں سے کوئی کچھ چھوڑ دے تو وہ ادھورا رہ جاتا ہے

✿✿✿✿✿

(۴۲) حدثنامسلم بن ابراهيم قال حدثنا هشام قال حدثنا قتادة عن انسؓ

ہم سے بیان کیا مسلم بن ابراہیمؒ نے کہا ہم سے بیان کیا ہشام نے کہا ہم سے بیان کیا قتادہؒ نے انھوں نے انسؓ سے

عن النبی ﷺ قال يخرج من النار من قال لااله الاالله وفی قلبه وزن شعيرة من خير

انھوں نے نبی ﷺ سے فرمایا جس نے لاالہٰ الااللہ کہا اور اس کے دل میں جو کے برابر بھلائی (ایمان) ہو تو وہ (ایک نہ ایک دن ضرور) دوزخ سے نکلے گا

ويخرج من النار من قال لااله الاالله وفی قلبه وزن برة من خير

اور جس نے لاالہٰ الااللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی ہو وہ (ایک نہ ایک دن ضرور) دوزخ سے نکلے گا

ويخرج من النار من قال لااله الا الله وفی قلبه وزن ذرة من خير

اور جس نے لاالہٰ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی ہو وہ (ایک نہ ایک دن ضرور) دوزخ سے نکلے گا

قال ابو عبدالله قال ابان حدثنا قتادة حدثنا انسؓ

امام بخاریؒ نے فرمایا ابان نے اس حدیث کو روایت کیا، کہا ہم سے قتادہؒ نے بیان کیا (کہا) ہم سے انسؓ نے بیان کیا

عن النبی ﷺ من ايمان مكان خير [1]

انھوں نے حضور ﷺ سے (اس روایت میں) خیر (کے الفاظ) کی بجائے من ایمان (کے الفاظ ذکر کئے)

---

[1] انظر: ۴۴۷۶، ۶۵۶۵، ۷۴۱۰، ۷۴۴۰، ۷۵۰۹، ۷۵۱۰، ۷۵۱۶ (یہ احادیث کے نمبر ہیں صفحات کے نہیں)

۞۞۞

(۴۳)حدثناالحسن بن الصباح سمع جعفر بن عون حدثنا ابوالعمیس اخبرنا
ہم سے بیان کیا حسن بن صباحؒ نے انھوں نے جعفر بن عونؒ سے سنا کہا ہم سے بیان کیا ابوعمیسؒ نے کہا ہم کو خبر دی
قیس بن مسلم عن طارق بن شهاب عن عمر بن الخطاب
قیس بن مسلمؒ نے انھوں نے طارق ابن شہابؒ سے انھوں نے عمرابن خطابؓ سے کہا کہ
ان رجلا من اليهود قال له ياامير المومنين اية فی كتابكم تقرء ونها
ایک یہودی آدمی نے ان سے کہا، اے امیرالمومنین: تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے رہتے ہو
لوعلينا معشر اليهود نزلت لا تخذنا ذلک اليوم عيدا، قال ای اية ؟
اگر وہ آیت ہم یہود لوگوں پر اترتی تو ہم اس دن کو (جس دن وہ آیت اتری) عید کا دن ٹھہرا لیتے، انھوں نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟
قال (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً)
اس نے کہا یہ آیت (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین پورا کیا اور اپنا احسان تم پر تمام کر دیا اور اسلام کا دین تمہارے لئے پسند کیا)
قال عمرؓ قد عرفنا ذلک اليوم والمكان الذی نزلت فيه علی النبی ﷺ
حضرت عمرؓ نے کہا ہم اس دن کو جانتے ہیں اور اس جگہ کو بھی جس میں یہ آیت آنحضرت ﷺ پر اتری تھی
وهو قائم بعرفة يوم جمعة. (انظر: ۴۴۰۷، ۴۶۰۶، ۷۲۶۸)
وہ جمعہ کا دن تھا جب آپ ﷺ عرفات میں کھڑے تھے۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض: ...... غرض باب ترجمۃ الباب سے واضح ہے۔

فاذاترک شياء: ...... یہاں سے امام بخاریؒ ایک شبہ کا جواب دے رہے ہیں کہ امام بخاریؒ نے دلیل ترجمۃ الباب میں جو آیات ذکر کیں ہیں ان سے تو صرف زیادتی ایمان ثابت ہوئی جبکہ ترجمۃ الباب میں ونقصانہ کا بھی ذکر ہے تو شبہ کو اس طریقہ سے زائل کیا کہ جب کچھ کمال کو چھوڑے گا تو نقصان ثابت ہو جائیگا۔

من ایمان مکان من خیر: ......**سوال:** باب تفاضل اهل الايمان فی الاعمال میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی۔ اور اس باب میں حضرت انسؓ کی روایت نقل کی حالانکہ بظاہر اس کے برعکس میں مطابقت زیادہ

ہے کیونکہ حضرت انسؓ کی روایت کے اندر من خیر کالفظ ہے جس سے مراد اعمال ہیں جبکہ ترجمۃ الباب کے اندر زیادۃ الایمان ونقصانہ کی صراحت ہے اور ابوسعید خدریؓ کی جو کہ باب تفاضل اھل الایمان فی الاعمال کے تحت درج ہے اس میں من الایمان کی صراحت ہے۔ لہٰذا معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیئے تھا کہ حضرت انسؓ کی روایت کو تفاضل اھل الایمان کے تحت درج کردیتے اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت کو اس باب میں درج کرتے۔ حضرت انسؓ کی روایت میں من خیر اصل ہے اور متابع میں من ایمان ہے جبکہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت کے اندر اس کے برعکس ہے۔

جوابِ اول:...... امام بخاریؒ صرف الفاظِ حدیث ہی کو نہیں دیکھتے بلکہ سیاق وسباق پر بھی نظر رکھتے ہیں روایت ابوسعید خدریؓ میں اصل اعمال کا ذکر ہے اس لیے اس کو وہاں ذکر کیا اور حضرت انسؓ کی روایت میں اعمال کا ذکر کم ہے ایمان کا ذکر زیادہ ہے تو حدیثِ انسؓ کا اصل موضوع ایمان ہے اس لیے یہاں ذکر کیا۔

جوابِ ثانی:...... حدیث ابوسعید خدریؓ میں جن اعمال کا ذکر ہے وہ اجزاءِ ایمان ہیں اور حدیث انسؓ میں جن اعمال کا ذکر ہے وہ ثمراتِ ایمان ہیں۔

سوالِ ثانی:...... یہاں پر من ایمان کو اصل روایت کے طور پر لانا چاہیے تھا کیونکہ ترجمۃ الباب میں ایمان کا ذکر ہے اور باب تفاضل اھل الایمان فی الاعمال میں من خیر والی روایت جس کو بطریقِ متابعت ذکر کیا ہے اس کو اصل کے طور پر ذکر کرنا چاہیئے تھا؟

جواب:...... امام بخاریؒ من خیر والی روایت کو متابعت میں ذکر کر کے باب تفاضل اھل الایمان میں اور من ایمان والی روایت کو اس باب میں متابعت میں لاکر مفصّل بنانا چاہتے ہیں تا کہ تاکید ہوجائے۔

من قال لاالہ الااللہ :......سوال: اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ صرف کلمہ توحید منجی ہے، کلمہ رسالت ضروری نہیں ہے؟

جواب اول:...... یہاں پر مقصود ساری امم کے مومنین کی نجات کا ذکر کرنا ہے ساری امم کے مومنوں کی نجات کے لیے جزءِ مشترک لاالہ الا اللہ ہے جزءِ مشترک کے بیان سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسالت ضروری نہیں۔

جواب ثانی:...... بسااوقات کسی چیز کا ایک عنوان اور لقب مقرر ہوجاتا ہے تو اس ساری شئی کو اسی عنوان اور لقب سے ذکر کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں الحمد للہ، قل ھو اللہ، تو لا الہ الا اللہ بطور عنوان اور لقب کے ہے۔

جواب ثالث:...... اللہ پاک پر ایمان لانا رسالت پر ایمان لانے کو مستلزم ہے تو رسالت پر ایمان استلزاماً مقصود ہے کیونکہ لاالہ الا اللہ کو بتانے والے رسول پاک ہیں تو رسول پر ایمان ہوگا تو لاالہ الااللہ پر بھی ایمان ہوگا۔

ان رجلا من الیھود: ...... کہتے ہیں کہ رجل کعب احبار تھے ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے [1]

الیوم اکملت لکم دینکم: ...... زیادتی ونقصان ثابت ہوا تو ترجمۃ الباب سے مطابقت ہوئی [2]

لاتخذنا ذلک الیوم عیدا: ......**سوال:** یہودی کہتے ہیں کہ ہم عید بنا لیتے اور حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ کب نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی تو سوال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے عید بنانا تسلیم کیا ہے یا نہیں؟

جواب اول: ...... تسلیم کیا ہے کہ ہم نے یوم جمعہ اور یوم عرفہ کو عید بنا رکھا ہے جیسا کہ دوسری روایت سے ثابت ہے۔

جواب ثانی: ...... حضرت عمرؓ نے عید بنانا تسلیم نہیں کیا کہ ہم اپنی مرضی سے عید نہیں بناتے بلکہ ہمارے نبی ﷺ نے جس کو ہمارے لیے عید بنایا ہم اسی کو بناتے ہیں۔

(۳۴)

باب الزکوۃ من الاسلام

زکوٰۃ دینا اسلام میں داخل ہے

وقولہ تعالی وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ
اور اللہ تعالی کا (سورہ بینہ میں) فرمان حالانکہ ان کافروں کو یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے ایک طرف ہو کر اس کو پوجیں
وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ
اور نماز کو ٹھیک کریں اور زکوٰۃ دیں، اور یہی پکا دین ہے

(۴۴) حدثنا اسمٰعیل قال حدثنی مالک بن انس عن عمه ابی سھیل بن مالک
ہم سے اسمٰعیلؒ نے بیان کیا کہا مجھ سے امام مالک بن انسؒ نے بیان کیا، انھوں نے اپنے چچا ابو سہیل بن مالکؒ سے
عن ابیه انه سمع طلحة بن عبیدالله یقول
انھوں نے اپنے باپ (مالک بن ابوعامرؒ) سے، انھوں نے طلحہ بن عبیداللہ سے، وہ کہتے تھے

[1] فیض الباری ج ۱ ص ۱۳۷ [2] نزلت الایة فی حجة الوداع فی یوم عرفة فی عرفات لتاسع من ذی الحجة: فیض الباری ج ۱ ص ۱۳۷

جاء رجل الی رسول اللہ ﷺ من اهل نجد ثائر الرأس نسمع دوی صوته
نجد والوں میں سے ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، سر پریشان (یعنی اسکے بال بکھرے ہوئے تھے) ہم بھن بھن اسکی آواز سنتے تھے
ولا نفقه ما یقول حتی دنا فاذا هو یسأل عن الاسلام
اور اسکی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی یہاں تک کہ وہ نزدیک آپہنچا، جب (معلوم ہوا) کہ وہ اسلام کا پوچھ رہا ہے
فقال رسول اللہ ﷺ خمس صلوات فی الیوم واللیلة فقال هل علیَّ غیرها
آنحضرت ﷺ نے فرمایا! اسلام، دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا ہے، اس نے کہا اس کے سوا تو اور کوئی نماز مجھ پر نہیں؟
قال لا الا ان تطوع ،قال رسول اللہ ﷺ وصیام رمضان
فرمایا نہیں! مگر یہ کہ تو نفل پڑھے (تو اور بات ہے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور رمضان کے روزے رکھنا
قال هل علی غیره؟قال لا،الا ان تطوع، قال وذکرله رسول اللہ ﷺ الزکوٰة
اس نے کہا اور تو کوئی رزوہ مجھ پر نہیں؟ فرمایا نہیں! مگر یہ تو نفلی روزے رکھے۔ طلحہؓ نے کہا اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے زکوٰۃ کا بیان کیا
قال هل علیَّ غیرها قال لا الّا ان تطوع، قال
وہ کہنے لگا، بس اور تو کوئی مجھ پر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! مگر نفل صدقہ دو (تو اور بات ہے)۔ راوی نے کہا کہ
فادبرالرجل وهویقول واللہ لاازید علی هذا ولاانقص،قال رسول اللہ ﷺ
وہ شخص پیٹھ موڑ کر یہ کہتا ہوا کہ خدا کی قسم میں نہ اس سے بڑھاؤں گا نہ گھٹاؤں گا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا
افلح ان صدق [1]
اگر یہ سچا ہے تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

حدیث کی سند میں پانچ راوی ہیں پانچویں طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کی کل مرویات ۸۸ ہیں، جنگِ جمل میں شہید ہوئے، آخری آرام گاہ بصرہ (عراق) میں ہے [2]

ترجمة الباب کی غرض: ...... زکوٰۃ اسلام کا جزء ہے امام بخاریؒ ثابت کر رہے ہیں کہ جیسے اسلام کے اوراجزاء ہیں ایسے ہی زکوٰۃ بھی اسلام کا جزء ہے۔ حنفیہ زکوٰۃ کو مکملات ایمان پر محمول کرتے ہیں۔

---

[1] انظر: ۱۸۹۱ ، ۲۶۷۸ ، ۶۹۵۶ رقوم الاحادیث بخاری مطبوعہ دارالسلام الریاض کی ترتیب پر ہیں۔ [2] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۶۵

وذلک دین القیمه:...... یہ محل استدلال ہے کہ **اشیاء مذکورة فی الأیه** دین مستقیم ہے تو معلوم ہوا کہ زکوٰۃ دین ہے اور قرآن میں ہے ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام﴾۔ لہٰذا زکوٰۃ اسلام میں سے ہوئی۔

سوال:...... آیت ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے کیونکہ ترجمۃ الباب میں ہے کہ زکوٰۃ اسلام سے ہے اور آیت الباب کے اندر زکوٰۃ کو دین کہا گیا ہے؟

جواب:...... اللہ پاک کے نزدیک جو دین معتبر ہے وہ صرف اسلام ہے لہٰذا زکوٰۃ اسلام سے ہوئی۔

جآء رجل:...... رجل کا نام ضمام بن ثعلبہ ہے[۱] اور بعض نے کہا ہے کہ ضمام بن ثعلبہ والا واقعہ اور ہے اور یہ اور ہے۔

من نجد:...... نجد اونچی جگہ کو کہتے ہیں اس کے مقابلہ میں تہامہ ہے تہامہ پست علاقہ کو کہتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان حجاز کا علاقہ ہے۔

دَوِیَّ صَوْتِہٖ:...... اس کی آواز کی بھنبھناہٹ، شہد کی مکھیوں کی طرح کی آواز کو دَوِیٌّ کہتے ہیں۔

سوال:...... یہ آواز کیوں کرتا آ رہا تھا؟

جوابِ اول:...... یہ سرعت سیر کی آواز تھی۔

جوابِ ثانی:...... مسافر تنہائی میں سفر کرتے ہوئے کچھ گنگناتا رہتا ہے تو یہ اپنی زبان میں کچھ گنگنا رہا تھا۔

جوابِ ثالث:...... جو بات پوچھنی تھی اسے دہراتا ہوا آ رہا تھا۔

جوابِ رابع:...... یا یہ دور ہی سے اونچی آواز دے رہا تھا لیکن دوری کی وجہ سے مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔

ثائر الرأس:...... بکھرے بالوں والا، اس سے معلوم ہوا کہ طالب علم کو بن ٹھن کر نہیں رہنا چاہیئے۔

خمس صلوات فی الیوم والیلة:...... **سوال اول:** آپ ﷺ نے جواب میں شہادتین کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

جوابِ اول:...... شہادتین کا جواب دیا لیکن طلحہؓ نے سنا نہیں۔

جوابِ ثانی:...... شہرت کی وجہ سے نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ وہ مسلمان تھا۔

سوالِ ثانی:...... جواب شرائع اسلام کے بارے میں ہے جبکہ سوال اسلام کے بارے میں ہے؟

جواب:...... سوال ہی شرائع اسلام کے بارے میں ہے کیونکہ آپ ﷺ اس کے سوال کو زیادہ سمجھتے ہیں۔ بعض روایات میں صراحت ہے **یسئل عن شرائع السلام.**

---

[۱] عمدۃ القاری ج۱ ص۲۶۷ وفی فیض الباری واعلم ان قصة هذاالرجل تشبه بقصة ضمام بن ثعلبة فاختلفوافی انهاواقعتان او واقعة واحدة واتی ضمام فی سنة الخامسة فاعلمه: ج۱ ص۱۳۷

الاان تطوع: ...... دومسئلوں میں جمہورؒکا احناف ؒ سے اختلاف ہے اور یہ جملہ احناف ؒ کے خلاف جمہور کا مستدل ہے

مسئله اولی: ...... ان النوافل تلزم بالشروع عندالاحناف ،بخلاف الجمهور لان عندهم لا تلزم

دلائلِ احناف: ...... ا۔قرآن پاک میں ہے﴿ وَلَاتُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ ﴾[۱] اعمال کو باطل کرنے سے نہی وارد ہوئی ہے اورضابطہ ہے کہ النهى عن الشئى امربخلافه اور دوسراضابطہ ہے الامرللوجوب. ان دونوں ضابطوں کوملانے سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ اعمال کو پورا کرنا واجب ہے۔

۲۔ ﴿يٰۤاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ [۲] عقداور عہد ایک قولی ہوتا ہے اور ایک فعلی ۔قولی جیسے کوئی منت مان لے علیَّ رکعتان اور علیَّ صوم۔فعلی جیسے کسی کام کی نیت کر کے شروع کر دے تو یہ عہدِ فعلی ہے جس طرح قولی نذر کا پوار کرنا ضروری ہے ایسے ہی فعلی نذر کا پورا کرنا بھی ضروری ہے۔

۳۔روزے اور حج میں جمہور بھی اسکے قائل ہیں کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں۔

دلیلِ جمهورؒ: ...... الاان تطوع میں استثناء منقطع مان کر دلیل بناتے ہیں۔

جواب: ...... احنافؒ کہتے ہیں کہ اصل استثناء میں متصل ہونا ہے، متصل ماننے کی صورت میں یہ حنفیہ کی دلیل بن جاتی ہے اور ترجمہ یوں ہوگا مگر یہ کہ تونفل شروع کر دے تو وہ بھی شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں۔

مسئله ثانیه: ...... احنافؒ کے نزدیک وتر واجب ہیں عندالجمہورؒ واجب نہیں۔

دلیل جمهور: ...... یہی جملہ ہے استثناء منقطع مان کر دلیل بنتی ہے۔

جوابِ اول: ...... یہ وجوبِ وتر سے پہلے کا واقعہ ہے۔

جوابِ ثانی: ...... تطوع سے مراد عام ہے کہ فرض نہ ہو تو اس میں واجب بھی آ گئے۔

جوابِ ثالث: ...... وتروں کی نفی ہی نہیں ہوئی کیونکہ وہ عشاء کی نماز میں آ گئے اس لیے کہ وتر عشاء کے تابع ہیں جب حضورﷺ نے خمس صلوات کا ذکر فرمایا تو اس کے توابع واجبات اور سنن وغیرہ بھی تو ذکر کئے ہوں گے تو نماز عشاء میں وتر بھی بتلائے ہوں گے۔

جوابِ رابع: ...... انوکھا جواب یہ ہے کہ بحث یہاں چھیڑنا ہی غیر مناسب ہے کیونکہ نومسلم کو احکام آہستہ آہستہ بتلائے جاتے ہیں۔

جوابِ خامس: ...... الاان تطوع کا ذکر صیام رمضان اور صدقہ فطر کے بارے میں بھی آتا ہے اور صدقہ فطر بالاجماع واجب ہے تو جیسے صدقہ فطر دیگر دلائل سے واجب ہے ایسے ہی وتر بھی دیگر دلائل سے واجب ہیں۔

---

[۱] پارہ ۲۶ سورۃ محمد آیت ۳۳ [۲] پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۱

سوال: ...... آپ نے کہا کہ مستثنیٰ متصل ہے تو نفل تو شروع کرنے سے واجب ہوتے ہیں فرض تو نہیں ہوتے جبکہ دوسری نمازیں فرض ہیں تو استثناء متصل تو نہ ہوا؟

جواب: ...... اتحادِ جنس باعتبار عمل کے ہے کیونکہ واجب عمل کے لحاظ سے فرض ہے تو نفل کا وجوب بالشروع فرضِ اعتقادی تو نہیں ہے لیکن فرضِ عملی ہے۔

سوال: ...... جب استثناء منقطع بن سکتا ہے اور سب بناتے ہیں تو تم کیوں نہیں بناتے یہ تو تعصب ہے؟

جواب: ...... جب اور دلائل سے بھی وجوب نفل بالشروع کا ثبوت ہے تو تعصب پر محمول نہیں کرنا چاہیئے بلکہ تائید پر محمول کرنا چاہیے۔

ذکرله رسول الله ﷺ: ...... یہ راوی کی احتیاط ہے راوی کو الفاظ بھول گئے تو احتیاطاً یہ کہہ دیا۔

الاان تطوع: ...... **سوال:** زکوٰۃ کے بارے میں جب **هل علی غیرها** سے سوال کیا تو یہاں پر آپ نے **الاان تطوع** کے ترجمہ میں شروع کرنے کے معنی کیوں نہیں لیے؟

جواب: ...... اس فعل میں امتداد نہیں ہے کیونکہ جب زکوۃ دے گا تو فعل پورا ہو جائے گا اس میں امتداد نہیں کہ شروع کرے اور پھر ابھی پورا کرنے سے پہلے درمیان میں چھوڑنے کی گنجائش ہو۔

لاازید علی هذا و لاانقص: ...... **اشکال:** اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ زیادۃ کا حکم نازل ہوا تو بھی نہیں مانے گا۔

جوابِ اول: ...... مطلب یہ ہے کہ من حیث الفرض زیادہ نہیں کروں گا اور کمی بھی نہیں کروں گا۔

جوابِ ثانی: ...... یہ مبلغ تھا قوم کی طرف سے آیا تھا تو کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنی طرف سے کچھ کمی وبیشی نہیں کروں گا۔

جوابِ ثالث: ...... قائل نے لغوی معنی مراد نہیں لئے بلکہ یہ عہد اطاعت سے کنایہ ہے جیسے دوکان پر چیز خریدنے جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کچھ کمی وبیشی نہیں ہوگی یعنی بات پکی ہے۔ اس سے آپ کو آیت کی تفسیر سمجھ آجائے گی۔ ﴿اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾[1] حالانکہ استقدام محال ہے تو جواب یہی ہے کہ یہ محاورہ کے طور پر ہے اس کا ایک اور جواب یہ بھی ہے کہ ﴿لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾، ﴿اِذَا جَآءَ﴾ کے نیچے نہیں ہے جب ﴿اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ، لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ﴾ کہا تو سوال ہوا کہ کیا تقدیم بھی نہیں ہوسکتی تو فرمایا تقدیم بھی نہیں ہوسکتی۔

افلح ان صدق: ...... بعض روایات میں شرط نہیں ہے تو بظاہر تعارض ہوا؟

جوابِ اول: ...... فلاح کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ فلاحِ کامل ۲۔ فلاحِ مطلق یہ شرط فلاحِ کامل کے اعتبار سے ہے۔

---

[1] پ۱۱ س یونس آیت ۴۹

جوابِ ثانی:...... دوحالتیں ہوتی ہیں ۱۔حالتِ موجودہ ۲۔حالت مستقبلہ۔ حالت موجودہ کے لحاظ سے بلاشرط ہےاور حالت مستقبلہ کے لحاظ سے بالشرط ہے۔

سوال:...... ایک اور روایت میں افلح وابیه ہےاور آپ ﷺ نے فرمایا((من حلف بغیر الله فقد کفر و اشرک))[۱] نیز فرمایالا تحلفوا اباباٸکم .[۲]

جواب اول:...... یہ واقعہ قبل ممنوعیتِ حلف بغیر اللہ کا ہے۔

جواب ثانی:...... حذف مضاف ہے افلح ورب ابیه۔قائل اور فاعل کے بدلنے سے کلام کی توجیہ بدل جاتی ہے۔

جواب ثالث:...... ایک قسم لغوی ہے دوسری قسم شرعی ہے۔قسم شرعی جس میں قسم کا ارادہ بھی ہواور الفاظ بھی جبکہ قسم لغوی یا عرفی میں الفاظ توقسم کے ہوں ارادہ نہ ہواس کو یمینِ لغو بھی کہتے ہیں مختصر جواب یہ ہے کہ یمین لغو پر محمول ہے۔

جواب رابع:...... ہر جگہ واؤ قسم کے لیے نہیں ہوتی للہذا یہاں واؤ قسمیہ نہیں ہے بلکہ استشہادیہ ہے واشهد ابیه نہ کہ اقسم ابیه۔

(۳۵)
﴿باب اتباع الجنائز من الایمان﴾
جنازے کے ساتھ جانا ایمان میں داخل ہے

(۴۵)حدثنااحمد بن عبدالله بن علی المنجوفی قال حدثنا روح قال حدثنا عوف
ہم سے احمد بن عبداللہ بن علیؒ منجوفی نے بیان کیا، ہم سے بیان کیاروحؒ نے کہاہم سے بیان کیاعوفؒ نے انھوں نے
عن الحسن ومحمد عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال من اتبع جنازة مسلم
حسنؒ اور محمدؒ سے، انھوں نے ابوہریرہؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جوکوئی کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے
ایمانا واحتسابا وکان معه حتی یصلی علیها ویفرغ من دفنها فانه یرجع من الاجربقیراطین
ایمان کے ساتھ کر اور ثواب کی نیت سے۔اور نماز اور دفن سے فراغت تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا
کل قیراط مثل احد ومن صلی علیها ثم رجع قبل ان تدفن
ہر قیراط اتنا بڑا ہوگا جیسے احد کا پہاڑ، اور جوکوئی شخص جنازے پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ جائے
فانه یرجع من الاجر بقیراط، تابعه عثمان المؤذن قال حدثنا عوف
تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا،روحؒ کے ساتھ اس حدیث کو عثمان مؤذنؒ نے بھی روایت کیا،کہاہم سے بیان کیاعوف نے

[۱] (ترمذی شریف ج۱ص۲۸۰) [۲] بخاری شریف ج۲ص۹۸۳

عن محمد عن ابی هریرة عن النبی ﷺ نحوه [1]
انھوں نے محمد ابن سیرین سے سنا، انھوں نے ابو ہریرہؓ سے، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے گزشتہ روایت کی طرح

﴿تحقیق و تشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض: ...... غرض بخاریؒ یہ ہے کہ اتباع جنائز بھی ایمان کا شعبہ ہے۔

والمشی عندنا خلف الجنائز اولی لانه للتعظیم وعند الشافعیؒ امامها اولیٰ لانه للشفاعة. [2]

ایمانا و احتسابا: ...... اس پر تقریر گزر چکی ہے کہ جنازہ پڑھنے کے لئے نیت خالص ہونی چاہئے۔

اخلاص نیت پر ایک واقعه: ...... ایک بزرگ کا جنازہ تھا دوسرے بزرگ جنازے کے لیے گئے مگر جنازہ میں شریک نہیں ہوئے پوچھا گیا تو بتلایا کہ نیت سیدھی نہیں تھی اور میں نیت سیدھی کرتا رہا اس لیے جنازے میں شریک نہ ہوسکا۔ یہ غالباً علامہ ابن سیرینؒ کا واقعہ ہے۔

مسئله مختلف فیه: ...... یہ ہے کہ جنازہ سے آگے چلنا چاہیے یا پیچھے۔ من اتبع سے معلوم ہوا کہ پیچھے چلنا چاہیے۔ اسی طرح الجنازة متبوعة سے بھی معلوم ہوا، جو کہ دوسری حدیث میں ہے، حنفیہؒ اسی کے قائل ہیں، شوافع کے نزدیک جنازے کے آگے چلنا چاہیے۔

(۳۶)

﴿باب خوف المؤمن ان یحبط عمله وهو لایشعر﴾

مومن کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اسکے عمل مٹ نہ جائیں اور اس کو خبر نہ ہو

وقال ابراهیم التیمی ماعرضت قولی علی عملی الاخشیت
اور ابراہیم تیمیؒ نے کہا (جو اعظ تھے) میں نے اپنی گفتار اور کردار کو جب ملایا تو مجھ کو ڈر ہوا
ان اکون مکذبا وقال ابن ابی ملیکة ادرکت ثلثین من اصحاب النبی ﷺ
کہ کہیں میں (شریعت کے) جھٹلانے والوں (کافروں) میں سے نہ ہوں۔ اور ابن ابو ملیکہؒ نے کہا کہ میں حضور ﷺ کے تیس صحابہؓ سے ملا
کلهم یخاف النفاق علی نفسه مامنهم احد یقول انه علی ایمان جبریل و میکائیل
ان میں ہر ایک کو اپنے آپ پر نفاق کا ڈر لگا ہوا تھا، ان میں سے کوئی نہ کہتا تھا کہ میرا ایمان جبریل یا میکائیل کے ایمان کا سا ہے
ویذکر عن الحسن ماخافه الا مومن ولا امنه الا منافق
اور حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ نفاق سے وہی ڈرتا ہے جو مومن ہوتا ہے اور اس سے نڈر وہی ہوتا ہے جو منافق ہے

[1] انظر: ۱۳۲۳، ۱۳۲۵، [2] فیض الباری ج ۱ ص ۱۴۱

ومايحذرمن الاصرار على التقاتل والعصيان من غير توبة لقول اللّٰه تعالى

اس باب میں آپس کی لڑائی اور گناہ پر اڑے رہنے اور توبہ نہ کرنے سے بھی ڈرایا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا

(وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَافَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ)

اور وہ اپنے (برے) کام پر جان بوجھ کر نہیں اڑتے۔

۞

(۴۶) حدثنامحمد بن عرعرة قال حدثنا شعبة عن زبيد قال سألت اباوائل

ہم سے بیان کیا محمد ابن عرعرہؒ نے کہا ہم سے بیان کیا شعبہؒ نے، انھوں نے زبید (ابن حارثؒ) سے کہا میں نے ابووائلؒ

عن المرجئة فقال حدثني عبداللّٰه ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے مرجئہ کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا مجھ سے عبداللہ ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال سباب المسلم فسوق وقتاله كفر[۱]

فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور مسلمان سے لڑنا کفر ہے۔

۞

(۴۷) حدثناقتيبة بن سعيد حدثنا اسمٰعيل بن جعفر عن حميد عن انس

ہم سے بیان کیا قتیبہ بن سعیدؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا اسمعیل بن جعفرؒ نے، انھوں نے حمیدؒ سے انھوں نے انسؓ سے

قال اخبرني عبادة بن الصامتؓ ان رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم خرج يخبربليلة القدر

کہا مجھ کو خبر دی عبادہ بن صامتؓ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے حجرے سے) نکلے (لوگوں کو) شب قدر بتانا چاہتے تھے

فتلاحى رجلان من المسلمين فقال انى خرجت لاخبركم بليلة القدر

(یہ دونوں کی رات ہے) اتنے میں دو مسلمان لڑ پڑے، آپ نے فرمایا میں تو اس لیے باہر نکلا تھا کہ تم کو شب قدر بتاؤں

وانه تلاحى فلان وفلان فرفعت وعسى ان يكون خيرا لكم، التمسوهافى السبع

اور فلاں فلاں آدمی لڑ پڑے تو وہ (میرے دل سے) اٹھالی گئی، اور شاید اسی میں تمہاری کچھ بہتری ہو (اب) تم اسے ستائیس

والتسع والخمس[۲]

انتیس اور پچیس رمضان کی راتوں میں تلاش کرو۔

[۱] انظر: ۶۰۴۴، ۷۰۷۶۔ اخرجه مسلم فى الايمان والترمذى فى البر والنسائى فى المحاربة [۲] انظر: ۲۰۲۳، ۶۰۴۹،

﴿تحقیق وتشریح﴾

ربط: ...... یہاں سے امام بخاریؒ ایمان کو بیان کررہے ہیں۔اس سے پہلے زیادہ ترمکملات ایمان کا بیان تھا۔گویا اس باب کاتعلق کفردون کفراورظلم دون ظلم سے ہے۔

ترجمة الباب کی غرض: ...... امام بخاریؒ کی غرض اس سے مرجئہ کی رد ہے!جوکہ اس بات کے قائل ہیں کہ معصیت ایمان کے ساتھ نقصان دہ نہیں ہے جیسا کہ کفر کے ساتھ نیکی فائدہ مند نہیں ہے۔توترجمہ کا مقصد یہ ہوا کہ معصیت،ایمان کے ساتھ نقصان دہ ہے۔

وھو لایشعر: ...... اس جملہ کی دوتفسیریں ہیں۔

ا: اس طرف اشارہ ہے کہ بسااوقات انسان کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ مجھ سے گناہ ہوا ہے۔

۲: گناہ کاتوعلم ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس گناہ سے میراایمان باقی رہے گا یا چلا جائے گا۔(بعض اوقات انسان کوئی عمل اللہ تعالی کی رضاہی کے لئے کرتا ہے لیکن اس میں کوئی ایسا نفسانی امر شامل ہوجاتا ہے جوثواب سے محروم کردیتا ہے اور انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

مسئلہ: ...... **وھو لایشعر** اس سے علماء کرام نے علم الکلام کا مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ بے شعوری میں اگر کلمہ کفر کہہ لےتو کافر ہوگا یانہیں؟علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ کلمات کفر جب قصد کے ساتھ کہے جائیں تو کفر ہے اور اگر بلا قصد کہے جائیں تو کفرنہیں۔علامہ کرمانیؒ نے علامہ نوویؒ پر رد کیا ہے اور فرمایا کہ کلمات کفر کے کہنے سے کافر ہوجاتا ہے خواہ قصد وخبر کے ساتھ کہے یا بغیر قصد وخبر کے کہے،یہی جمہورؒ کی رائے ہے امام بخاریؒ نے اسی قول ثانی کی تائید فرمائی چنانچہ **وھو لایشعر** بڑھا کر اسی کی طرف اشارہ فرمایا[۲]

واقعہ: ...... شیخ عبداللہ اندلسیؒ حج کو جارہے تھے دیکھا کہ عیسائی صلیب کو پوج رہے ہیں تو کہا یہ کیسے بے وقوف ہیں۔دل میں تحقیر آئی تو حبطِ عمل ہوگیا۔آگے لڑکیاں کنویں پر پانی پی رہی تھیں ایک لڑکی پر عاشق ہوگئے۔اس کے باپ کو کہا کہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔باپ نے تین شرطیں لگائیں۔(۱)لبس صلیب (۲)خنزیروں کا ریوڑ چرانا (۳)توہین قرآن۔پہلی دوباتیں قبول کرلیں۔دومرید حال دیکھنے آئے،خنزیر چرارہے تھے،شاگردوں نے شیخ سے سوال کیا!قرآن یاد ہے؟کہا ایک آیت یاد ہے﴿یُضِلُّ مَنْ یَشَآءُ﴾۔احادیث کے بارے میں پوچھا تو فرمایا ایک حدیث یاد ہے((من بدل دینه فاقتلوه)) شاگردوں(مریدوں)نے کہا!ہمارے ساتھ چلو،کہا میں تمہارے کام کانہیں ہوں!گڑگڑا کرانہوں نے دعا کی،اللہ پاک نے شیخ کو واپس کردیا۔

ترجمہ ثانیہ: ......ومایحذر من الاصرار علی التقاتل والعصیان بغیر توبہ کے اگر کوئی شخص گناہ کرتا رہتا ہے تو اصرار سے ڈرایا جائے گا۔پہلے ترجمہ کا حاصل یہ ہے کہ صالحین بےفکر نہ ہوجائیں دعوے میں مبتلانہ

[۱] فیض الباری ج۱ص۱۴۲ [۲] تقریر بخاری ج۱ص۱۵۰

ہو جائیں، ان کو ڈرنا چاہیے کہ عمل حبط نہ ہو جائے۔ دوسرے ترجمہ کا مقصد طالحین کو توبہ کی ترغیب دلانا کہ گناہوں پر اصرار نہ کریں۔ خلاصہ دونوں کا ایک ہے کہ معصیت نقصان دہ ہے اور مرجئہ کی رد ہے۔

دلائل مرجئہ

اول:...... ان کی دلیل عقلی ہے کہ جیسے کفر کے ساتھ طاعت فائدہ مند نہیں ہے ایسے ہی ایمان کے ساتھ معصیت نقصان دہ نہیں ہے۔

جواب:...... یہ استدلال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ کفر کے ساتھ طاعت تخفیفِ عذاب کا فائدہ دیتی ہے یا اس دنیا میں نعمتیں مل جاتی ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے ہلکا عذاب میرے چچا ابوطالب کو ہوگا آگ کے دلدل میں ہوں گے یا جوتے پہنائے جائیں گے جس سے دماغ اُبلے گا یہ تخفیف صرف آپ ﷺ سے محبت کی وجہ سے ہے۔

اعتراض:...... قرآن پاک میں ﴿فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ﴾ ہے تو تعارض ہوا؟

جواب اول:...... مبتلا بہ کو تخفیف کا احساس نہیں ہوگا لیکن نسبتاً ہلکا ہو جائے گا۔

جواب ثانی:...... رفع تعارض کے لئے آیت کا مطلب سمجھنے کی ضرورت ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ عذاب مجوزہ (تجویز شدہ) میں تخفیف نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہیں پہلے ہی سے مناسب عذاب دیں گے۔

دلیل ثانی:...... جب ایمان اندر ہے تو دوزخ میں نہیں جا سکتا۔ کیونکہ ایمان دوزخ کے منافی ہے، بڑی ذات کا کلمہ پڑھنے والا جہنم میں جائے یہ ایمان کی شان کے خلاف ہے۔

جوابِ اول:...... ایمان کا محل قلب ہے تو دل تک آگ نہیں پہنچے گی۔ باقی جن کے دلوں میں ایمان نہیں ہوگا ان کے دلوں تک پہنچے گی ﴿تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ﴾

جوابِ ثانی:...... عاصی کو جب تہذیب کے لیے داخل کیا جائے گا تو ایمان نکال کر رکھ لیا جائے گا کافروں کا داخلہ تعذیب کے لیے اور مؤمنوں کا داخلہ تہذیب کے لئے ہوگا۔ حضرت مدنیؒ سے منقول ہے کہ اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوتا تھا کہ ایمان نکال لیا جائے گا۔ پھر جب باہر نکالیں گے تو ایمان داخل کر دیا جائے گا۔ فرمایا ایک مرتبہ انگریز کے خلاف تقریر کی تو جیل میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا کہ جیل کے کپڑے پہن لیں اور اپنے کپڑے اتار دیں ایسے ہی پڑے رہیں گے واپسی پر آپ کو پہننے کے لیے دئے جائیں گے تو اس مسئلہ کی بھی سمجھ آگئی، شرح صدر ہو گیا۔

قال ابراهيم التيمي:...... یہاں سے امام بخاریؒ دلائل شروع کر رہے ہیں اور یہ پہلی دلیل ہے۔

ماعرضت قولي:...... قول سے مراد عقیدہ ہے یا وعظ ہے۔

الاخشيت ان اكون مكذبا:...... مکذباً فاعل کا صیغہ ہے یا مفعول کا صیغہ ہے؟ اس کی تین تفسیریں کی جاتی ہیں۔

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۵۴۸

تفسیرِ اول:...... مجھے ڈر ہے جب میں وعظ کرتا ہوں اور اس پر عمل نہیں کرتا کہ نفس کو جھٹلانے والا نہ بن جاؤں۔
تفسیرِ ثانی:...... جب میں کہتا ہوں کہ مؤمن ہوں اور حقیقت میں ایمان نہ ہو تو مجھے خطرہ ہے کہ اپنے آپ کو جھٹلانے والا نہ بن جاؤں، ان دونوں صورتوں میں یہ فاعل کا صیغہ ہے۔
تفسیر ثالث:...... یا اس کو مفعول مانیں کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں جھٹلایا نہ جاؤں کہ وعظ تو فلاں کیا اور عمل نہ کیا۔ یہ سب تواضع پر محمول ہے۔

واعظاں کہ جلوہ برمحراب ومنبر می کنند	۞	چوں بخلوت می رسند آں کارِ دیگر می کنند

قال ابن ابی ملیکۃالخ:...... یہ غایتِ ورع اور خوف کا اثر تھا۔ ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا عام حال یہ تھا کہ ڈرتے تھے کہ نفاق عملی کا الزام اللہ پاک کی بارگاہ میں ان پر نہ آ جائے اس کا اثر یہ تھا کہ وہ بہت محتاط زندگی گزارتے تھے اور ہر وقت اخلاص کی راہ تلاش کیا کرتے۔[1]
سوال:...... کس نفاق کا خوف تھا؟ نفاق تو واضح چیز ہے جب ان کا عقیدہ درست ہے اللہ پاک کو ایک مانتے ہیں تو پھر کس نفاق کا خوف ہے؟
جواب:...... نفاق چار قسم پر ہے۔ ۱۔**نفاق اعتقادی:** اس کا خوف نہیں تھا ۲۔**نفاق عملی:** فسق ہے اس کا بھی خوف نہیں تھا ۳۔**نفاق حالی:** یعنی تغیر حالت اس کا خوف تھا کہ جو کہ نہ کفر ہے اور نہ فسق ہے
۴۔**نفاق دلالی:**...... کہتے ہے کہ دل میں محبت ٹھاٹھیں مار رہی ہو اور اوپر سے اسکے خلاف ظاہر کیا جائے اسکو ہماری اصطلاح میں ناز کہتے ہیں مثلاً دلہن کا شوہر کے گھر روانہ ہوتے وقت رونا، لیکن اندر سے خوش ہوتی ہے لغتاً اس کو نفاق کہا جاتا ہے۔ **عن عائشۃ قالت قال لی رسول اللہ انی لاعلم اذا کنت عنی راضیۃ واذا کنت علی غضبیٰ قالت فقلت من این تعرف ذلک فقال اما اذاکنت عنی راضیۃ فانک تقولین لا ورب محمد واذا کنت غضبیٰ قلت لا ورب ابراھیم قالت قلت اجل واللہ یا رسول اللہ ما اھجر الا اسمک.** [2]

۞ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضرت حنظلہؓ ملے رو رہے تھے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا جب حضور ﷺ کے پاس ہوتے ہیں تو حالت اور ہوتی ہے اور بیوی بچوں کے پاس ہوتے ہیں تو اور حالت ہوتی ہے۔ نافق حنظلۃ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا حالت تو میری بھی یہی ہے دونوں آپ ﷺ کے پاس آ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ((ساعۃ ھذہ وساعۃ ھذہ))
مامنھم احد یقول انہ علی ایمان جبریلؑ ومیکائیلؑ:...... یعنی جس طرح جبریلؑ اور میکائیلؑ کے ایمان میں جزم ہے اور جیسے ان کے ایمان کو نفاق عارض نہیں ہو سکتا ایسا ہی ان کے ایمان کو بھی نفاق عارض نہیں ہو سکتا نہیں بلکہ ایسا نہیں ہے۔

---
[1] (درس بخاری ص ۱۷۲) [2] بخاری شریف ج ۲ ص ۷۸۷

امام بخاریؒ کا مقصود اس جملہ سے کیا ہے اس میں تین قول ہیں۔

القول الاول:...... بعض نے کہا کہ امام بخاریؒ نے مرجئہ کی رد کی ہے کہ صدیقین اور غیر صدیقین کا ایمان ایک ہے۔

القول الثانی:...... بعض نے کہا کہ یہ امام اعظمؒ پر تعریض ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا ایمانی کایمان جبریل ومیکائیل۔

جواب:...... امام اعظم ابوحنیفہؒ سے تین قسم کی روایتیں منقول ہیں۔

۱...... اُومنُ کایمان جبریل ومیکائیل لامثل ایمان جبریل ومیکائیل.

۲...... اکرہ ان اقول ایمانی کایمان جبریل ومیکائیل بل اومن بماامن به جبریل ومیکائیل

۳...... ایمانی کایمان جبریل ومیکائیل یہ تیسری روایت غیر تام ہے مکمل بات کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ ہم کہیں گے کہ امام بخاریؒ کو پوری بات نہیں پہنچی۔

شرح قول الامام ابی حنیفةؒ:...... دو چیزیں ہیں جن کا سمجھنا اہم ہے ۱۔ کیفیت ایمان ۲۔ مومن بہ۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ مومن بہ کے لحاظ سے تشبیہ دے رہے ہیں نہ کہ کیفیت ایمان کے لحاظ سے۔ کہ جتنی چیزوں پر ایمان لانا جبریل اور میکائیل کے لیے ضروری ہے اتنی ہی چیزوں پر ایمان لانا ابوحنیفہ کو بھی ضروری ہے ابوبکر صدیقؓ کو بھی انہی چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے لامثل ایمان جبریل ومیکائیل۔ البتہ کیفیت ایسی نہیں ہے جیسی جبرئیل ومیکائیل کے ایمان کی۔

القول الثالث:...... بعض نے کہا کہ اس جگہ ایک اختلافی مسئلہ بیان کرنا مقصود ہے جو کہ ائمہ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ امام بخاریؒ جمہور کی طرف سے امام صاحب کی رد کرتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو انا مومن کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں قطعاً دعویٰ کر سکتا ہے۔ جمہورؒ کہتے ہیں کہ ان شاء اللہ کے ساتھ کہہ سکتا ہے۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ان شاء اللہ کے ساتھ نہ کہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنے ایمان میں شک ہے اور شک کے ساتھ ایمان قبول نہیں ہوتا تو امام بخاریؒ ابن ابی ملیکہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں ۳۲ صحابہ کرامؓ سے ملا کوئی بھی ایمان کا دعویٰ نہیں کرتا تھا بلکہ ہر ایک نفاق سے ڈرتا تھا۔

جواب:...... جواب علی سبیل المحاکمہ ہے ایک ہے حالت موجودہ راہنہ۔ حالت موجودہ کے اعتبار سے اس کو بلاتردد کہنا چاہیے دوسری ہے حالت مستقبلہ۔ حالت مستقبلہ کے لحاظ سے ان شاء اللہ کہنا چاہیے تو امام صاحبؒ کا قول حالت موجودہ کے لحاظ سے ہے۔ اور جمہور آئمہ کا قول حالت مستقبلہ کے لحاظ سے ہے۔

واقعہ:...... حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے حضرت مدنیؒ کے حوالہ سے ایک مرتبہ ترک عالم کا قصہ سنایا کہ حدیث پڑھاتے ہوئے کبھی آہ بھر کر کہتے کہ چرواہا بازی لے گیا۔ شاگردوں کے پوچھنے پر بتایا کہ ایک دفعہ مجھے اور ایک

چرواہے کوشبِ قدر نصیب ہوئی دونوں نے دعا کی چرواہے نے دعا مانگی اے اللہ ایمان کے ساتھ کلمہ پڑھتے ہوئے دنیا سے لے جا۔ چنانچہ وہ میرے سامنے کلمہ پڑھتے ہوئے فوت ہوگیا میں نے دعا کی کہ اے اللہ! حلقہ درس وسیع کر دے۔ میرا حلقہ درس تو بہت وسیع ہو چکا ہے لیکن خاتمہ کی سوچتا ہوں تو کہتا ہوں کہ چرواہا بازی لے گیا۔

ویذکر عن الحسن ماخافه الامؤمن: ...... خافہ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں ۱۔اللہ تعالی ۲۔نفاق جس کے پاس کچھ ہو وہی ڈرتا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اسے کیا ڈر ہے۔

لنگکے زیرو لنگکے بالا	۞	نے غم دزدو نے غم کالا

گناہوں پر اصرار نہ ہونا چاہیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول **مااصر من استغفر** توبہ سے اصرار زائل ہو جاتا ہے اور اصرار سے ایمان کے زائل ہونے کا خوف ہے اور توبہ تین حرفوں کا نام نہیں صرف لفظ توبہ بول دینا اور چھوڑنے کا ارادہ نہ کرنا یہ استہزاء ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا **((التوبة الندم))**

توبہ کے ارکان: ...... توبہ کے تین رکن ہیں ۱۔گزشتہ پر ندامت ہو ۲۔معافی کی طلب ہو ۳۔آئندہ نہ کرنے کا عزم، میں کہا کرتا ہوں آجکل دعا بھی مذاق ہے ہم دعائیں پڑھتے ہیں کرتے نہیں۔

حدثنا محمد بن عرعرة: ...... **المرجئة:** مرجئہ ایک فرقہ ہے جو مرجئہ کے لقب سے ملقب ہے ان کو مرجئہ کہنے کی دو وجہیں ہیں ۱۔چونکہ یہ لوگ عمل کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں اور غیر ضروری قرار دیتے ہیں ۲۔یبالغون فی الرجآء اور وہ (مبالغه فی الرجآء) یہی ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نقصان دہ نہیں ہے۔

مرجئه کی اقسام: ...... مرجئہ کی دو قسمیں ہیں ۱۔مرجئہ اعتقادی جو اعتقادا اعمال کو غیر ضروری سمجھتے ہیں ۲۔مرجئہ عملی جو اعمال کو ایمان کا جزء نہیں مانتے ایمان سے مؤخر مانتے ہیں۔

تعبیر ثانی: ...... یا یوں کہہ لیں کہ مرجئہ دو قسم پر ہیں۔ ۱۔مرجئہ بدعی۔ جن کا عقیدہ ہے کہ اعمال ضروری نہیں ۲۔مرجئہ سنی: جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جزء نہیں اور اعمال کو ایمان سے مؤخر مانتے ہیں البتہ ضروری مانتے ہیں۔ لفظ کے التباس کی وجہ سے معنی کا التباس نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ حنفیہ میں سے کسی سے منقول نہیں کہ وہ اعمال کو غیر ضروری سمجھتے ہوں۔ بعض نے حنفیہ کو مرجئہ کہا ہے تو مذکورہ طریقہ پر فرق واضح ہو چکا۔

سباب المسلم فسوق: ...... اس سے ثابت ہوا کہ عمل ضروری ہے اور معصیت سے ایمان کو نقصان ہوتا ہے ورنہ آپ ﷺ یہ ارشاد نہ فرماتے اسی طرح **وقتاله کفر** ہے۔

سوال: ...... مرجئہ کی رد تو ہوگئی لیکن خارجیہ کی تائید ہوگئی کیونکہ وہ کبیرہ سے **دخول فی الکفر** کے قائل ہیں؟

جواب: ...... اس کی مختلف توجیہات ہیں ۱۔تغلیظاً بولا گیا ۲۔**مفضی الی الکفر** ہو جائے گا ۳۔تشبیہاً ہے ۴۔**مستحل** پر محمول ہے جو مومن کو **من حیث المؤمن** قتل کرنا حلال سمجھتا ہو یہ وعید اس کے بارے میں ہے۔

یخبر بلیلة القدر :......لیلۃ القدر سارے سال میں گھومتی ہے یا رمضان المبارک کے ساتھ خاص ہے؟

۱۔بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ خاص تو نہیں لیکن اکثر رمضان میں ہوتی ہے۔

۲۔بعض کے نزدیک رمضان المبارک کے ساتھ خاص ہے ان کے پھر دو قول ہیں ۱۔پورے رمضان میں ہوسکتی ہے اور اکثر عشرہ اخیرہ میں ہوتی ہے ۲۔جمہور کا قول یہ ہے کہ عشرہ اخیرہ میں ہی ہوتی ہے پھر ان میں سے طاق راتوں میں۔زیادہ مشہور ستائیسویں رات ہے۔۲۷ کی تعیین بالنص نہیں ہے لیکن بزرگوں کے مشاہدات اسی رات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

فتلاحی رجلان :...... مراد کعب بن مالکؓ اور عبداللہ بن حدردؓ ہیں، یہ دونوں جھگڑ پڑے، ان کا قرض کا جھگڑا تھا۔حضور ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ کعب سے فرمایا آدھا لے لے اور عبداللہ کو فرمایا آدھا دیدے[1]

فرفعت :......اس کی ایک تشریح شیعہؒ نے کی کہ رات ہے ہی نہیں، سرے سے اٹھالی گئی لیکن یہ صحیح نہیں ہے رفعت کا معنیٰ **رفعت تعیینہا** ہے قرینہ **التمسوھا** ہے۔

عسٰی ان یکون خیرا لکم :......**سوال**: چھپانے میں کیا خیر ہوسکتی ہے؟

جواب :......جب طالبین تلاش میں زیادہ کوشش کریں گے تو ثواب زیادہ ہوگا۔مختصر لفظ میں عرض کروں کہ اس کے چھپانے میں عاشقوں کے لیے بیداری ہے۔فاسقوں کے لیے ستاری ہے، عاشق کوشش کرکے ہر رات عبادت کریں گے ہم جیسے گناہگاروں کے لیے ستاری ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ شب قدر ہو اس طرح گناہوں سے بچیں گے۔

التمسوھا فی السبع والتسع والخمس :......**سوال**: دوسری روایت میں **التمسوھا فی العشر الاواخر** کا ذکر ہے تو دونوں روایتوں میں تعارض ہوا؟

جوابِ اول :......تعارض نہیں ہے اس لیے کہ مقصد یہ ہے کہ مہینہ کے آخر میں تلاش کرو۔اب مہینے کی تقسیم کبھی عشر سے ہوتی ہے اور کبھی اسبوعات سے۔جب سبع کہا تو مراد سبع اخیر ہے تسع بولا تو مراد تسع اخیر ہے **علی ھذاالقیاس**۔

جوابِ ثانی :...... اگر تعارض مان بھی لیں تو رفع تعارض کی صورت یہ ہے کہ ان کے ساتھ عشرین کا لفظ بھی لگادیا جائے تو اس سے اخیر عشرہ کی طاق راتوں کی طرف اشارہ ہوگا۔

انطباق :......انطباق کی دو صورتیں ہیں۔

الصورۃ الاولی :......دوسری حدیث پہلے ترجمہ کے مطابق ہے کہ جس طرح لیلۃ القدر کی تعیین ایک گناہ کی وجہ سے اٹھ گئی اسی طرح ایمان بھی اٹھ سکتا ہے اور دوسری حدیث ((**سباب المسلم فسوق وقتاله کفر**)) کا تعلق

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۶۵

دوسرے ترجمہ سے کرو ومایحذرمن الاصرار علی التقاتل والعصیان.

الصورة الثانیه: ......اب میں ترقی کر کے کہتا ہوں دونوں سے دونوں ثابت ہیں اور یہ تبرع ہے ورنہ پورے باب سے ترجمہ ثابت ہو جائے تو کافی ہے سباب المسلم فسوق وقتاله کفر۔ قتال کفر کا سبب بنتا ہے اور کفر سے حبطِ اعمال ہو جاتا ہے اور دوسری حدیث دوسری ترجمہ سے اس طرح منطبق ہے کہ تلاحی کبھی قتال کا سبب بن جاتی ہے تو تنازع سے روک دیا گیا تا کہ تقاتل کی نوبت نہ آئے تو ما یحذرمن التقاتل کے ساتھ بھی انطباق ہو گیا۔

(۳۷)

باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعة

حضرت جبریل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا کہ ایمان کیا ہے اسلام کیا ہے اور قیامت جانتے ہو (کب آئیگی؟)

وبیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم له ثم قال جاء جبریل علیه السلام یعلمکم دینکم

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (ان باتوں کو) ان سے بیان کرنا، پھر یہ فرمانا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے جو تمہارا دین تم کو سکھانے آئے تھے

فجعل ذلک کله دینا ومابین النبی صلی اللہ علیہ وسلم لوفد عبدالقیس

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں کو دین فرمایا، اور اس باب میں اس کا بھی بیان ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالقیس (قبیلہ) کے

من الایمان و قوله تعالی (وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ)

پیغام پہنچانے والوں کو ایمان کے معنی بتلائے اور اللہ تعالی کا (سورہ آل عمران میں) فرمان اور جو کوئی اسلام کے سوا دوسرا کوئی دین چاہے تو ہرگز قبول نہ ہوگا اس کی طرف سے۔

۞

(۴۸) حدثنامسددقال حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم اخبرنا ابوحیان التیمی عن

ہم سے بیان کیا مسددؒ نے کہا ہم سے بیان کیا اسمٰعیل بن ابراہیمؒ نے، کہا ہم کو خبر دی ابوحیان تیمیؒ نے، انھوں نے

ابی زرعة عن ابی هریرةؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بارزًا یوما للناس

ابوزرعہ سے، انھوں نے ابوہریرہؓ سے، انھوں نے کہا (ایک دن) ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے

فاتاه رجل فقال ماالایمان قال ان[1] تؤمن بالله وملآئکته

اتنے میں ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اسکے فرشتوں کا

وبلقآئه ورسله وتؤمن بالبعث قال ماالاسلام؟

اور اس سے ملنے کا اور اس کے پیغمبروں کا یقین کرے، اور مر کر جی اٹھنے کو مانے اس نے پوچھا اسلام کیا ہے؟

قال الاسلام ان تعبد الله ولاتشرک به وتقیم الصلوٰة وتؤدّی الزکوٰة المفروضة

آپ ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ اللہ کو پوجے اس کے ساتھ شریک نہ کرے، نماز کو ٹھیک کرے اور فرض شدہ زکوٰۃ ادا کرے

وتصوم رمضان، قال ماالاحسان؟ قال ان تعبدالله

اور رمضان کے روزے رکھے، اس نے پوچھا: احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ اللہ کو ایسا (دل لگا کر) پوجے

کانک تراه. فان لم تکن تراه فانه یراک قال متی الساعة ؟

گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے، اگر یہ نہ ہو سکے تو اتنا خیال رکھ کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے اس نے کہا قیامت کب آئیگی؟

قال ماالمسئول باعلم من السائل وسأخبرک عن اشراطها

آپ ﷺ نے فرمایا جس سے پوچھتا ہے وہ بھی پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا اور میں تجھ کو اس کی نشانیاں بتلائے دیتا ہوں

اذا ولدت الامة ربها واذا تطاول رعاة الابل البهم فی البنیان

جب لونڈی اپنے میاں کو جنے اور جب کالے اونٹ چرانے والے لمبی لمبی عمارتیں ٹھونکیں (بڑے بن جائیں)

فی خمس لایعلمهن الاالله ثم تلاالنبی ﷺ

قیامت کا علم غیب کی ان پانچ باتوں میں ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر آنحضرت ﷺ نے (سورہ لقمان کی) یہ آیت پڑھی

(اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ (الایة) ثم ادبر فقال ردوه

بیشک اللہ ہی جانتا ہے قیامت کب آئیگی آخر آیت تک پھر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پھر (میرے سامنے) لاؤ۔

فلم یرواشیئا فقال هذا جبریل جاء یعلم الناس دینهم

(لوگ گئے) تو وہاں کسی کو نہ دیکھا، آپ نے فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام تھے، لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔

قال ابوعبدالله جعل ذلک کله من الایمان!

امام بخاریؒ نے کہا آنحضرت ﷺ نے ان سب باتوں کو (دین کہہ کر) ایمان میں شامل کر دیا

[1] انظر ۔۔۔ اخرجه مسلم فی الایمان وابن ماجة فی السنة وابوداود فی السنة والنسائی فی الایمان

﴿تحقیق و تشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض:...... غرضِ مصنف میں دو تقریریں ہیں۔

تقریرِ اول:...... امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ دین، ایمان، اسلام شئ واحد ہے۔ حدیثِ جبریلؑ میں آپ ﷺ نے فرمایا ((یعلمکم دینکم)) سوال ایمان واسلام کے بارے میں تھا اور امام بخاریؒ نے جو آیت ذکر کی ہے اس میں بھی اسلام کو دین کہا ہے۔

تقریرِ ثانی:...... غرض رفعِ تعارض ہے کہ حضرت جبریلؑ نے ایمان، اسلام اور احسان کے بارے میں سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا ((یعلمکم دینکم)) تو معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام دونوں پر دین کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے اور قرآن کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا﴾[1] کہ دین کا لفظ صرف اسلام پر بولا جاتا ہے رفعِ تعارض دو طریقے سے ہے۔

الوجه الاول:...... ایمان اور اسلام میں اتحاد ذاتی اور تغایر اعتباری ہے کہ ایمان تصدیق باطنی مع انقیاد ظاہری کا نام ہے اور اسلام انقیادِ ظاہری مع انقیادِ باطنی کا نام ہے۔ تو جب اتحاد ذاتی ہوا تو کہیں اکٹھے بھی ہو سکتے ہیں اور تغایر اعتباری ہے تو کہیں مقابلے میں بھی آ سکتے ہیں علماء اس کو یوں تعبیر کرتے ہیں اذا اجتمعا افترقا و اذا افترقا اجتمعا۔ تو جب دونوں متقابل استعمال ہوں گے تو دونوں کے مختلف معنٰی مراد لیے جائیں گے اور اگر اکیلا لفظ ایمان یا اکیلا لفظِ اسلام استعمال ہوگا تو وہاں اتحاد ذاتی ہوگا کہ اس لفظ سے دونوں مراد ہوں گے۔

نکتہ:...... لفظِ **وسط** کے بارے میں آتا ہے **الساکن متحرک والمتحرک ساکن**ؑ کہ جب سین کے سکون کے ساتھ ہوگا تو متحرک اور اگر سین کی حرکت کے ساتھ ہوگا تو ساکن۔ یعنی کسی چیز کے بالکل بیچ کے ایک نقطے کو **وَسط بفتح السین** کہتے ہیں ایسے کہا **المتحرک ساکن** اور کسی چیز کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک کے علاقے کو **وَسْط** کہتے ہیں اسے کہا **الساکن متحرک**۔ جب **وَسْط** سین کے سکون کے ساتھ ہوگا تو اسکا مصداق بین الطرفین کئی ہو سکتے ہیں اور اگر **وَسَط** سین کی حرکت کے ساتھ ہوگا تو اس کا مصداق ایک ہی ہوگا یعنی عین درمیان۔

الوجه الثانی:...... ایک مقام درس ہے اور ایک مقامِ وعظ۔ مقامِ درس میں ایمان اور اسلام جدا جدا ہوتے ہیں اور مقامِ وعظ میں ایک ہی ہوتے ہیں۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے تو یہ مقامِ درس تھا تو یہاں پر ایمان اور اسلام کو جدا جدا بیان کر دیا اور قرآن کی آیت میں اکٹھا ہے تو وہ مقامِ وعظ ہے۔

سوال:...... جبریل علیہ السلام نے یہ سوال کب کیا؟

---

[1] پ ۳ سورۃ آل عمران ۸۵

جواب: ...... راجح یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے بعد وفات سے چند ماہ قبل۔ چونکہ حجۃ الوداع میں اسلام مکمل ہو چکا تھا تو اللہ تعالی نے جبریلؑ کو بھیجا تا کہ اسلام کا خلاصہ صحابہ کرامؓ کو دُہرا دیا جائے۔ جبریلؑ نے چار چیزوں کے بارے میں سوال کئے۔ (۱) ایمان (۲) اسلام (۳) احسان (۴) ساعۃ۔

بارزا یوما للناس: ...... نمایاں ہو کر بیٹھے ہوئے تھے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ تعلیم کے لیے بیٹھتے تو نمایاں ہو کر بیٹھتے۔ (معلم کے لیے نمایاں ہو کر بیٹھنا ثابت ہوا) اور کبھی ایسے بیٹھتے کہ آنے والوں کو پتہ ہی نہ چلتا تھا۔

ان تؤمن باللہ: ...... حضرت جبریل علیہ السلام نے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اَنْ تُؤمن الخ

اعتراض: ...... سوال میں تعریف پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے ایمان کی تعریف تو بتلائی نہیں اور اگر یہی تعریف ہے تو تعریف الشئی بنفسہ لازم آئی۔

جواب اول: ...... مخاطب سائل کے منشاء کو سمجھ کر جواب دیتا ہے اور سائل کا منشاء حقیقتِ ایمان کا سوال نہیں ہے بلکہ مؤمن بہ کی تفصیل ہے چنانچہ آپ ﷺ نے مؤمن بہ کی تفصیل بیان کر دی۔

جواب ثانی: ...... منشاء ایمان کی تعریف ہی ہے۔ سوال میں ایمانِ اصطلاحی مراد ہے اور جواب اور معرِف والی جانب میں ایمانِ لغوی مراد ہے یعنی تصدیق ای ان تصدق باللہ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا ای بِمُصَدِّقٍ لَّنَا[۱]

سوال: ...... ایمان باللہ کا کیا مقصد ہے؟

جواب: ...... اس بات کی تصدیق کہ اللہ واجب الوجود ہے تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع ہے یعنی نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ جنا گیا ہے۔

وملائکتہ: ...... ملائکہ، مَلَک (بفتح اللام) کی جمع، فرشتہ۔ مَلِک (بکسر اللام) بمعنی بادشاہ، یہ لفظ اُلوکہ سے لیا گیا ہے۔ مَلَک اصل میں ملئک تھا اور ملئک اصل میں مئلک تھا قلب مکانی ہوئی تو ملئک ہوا۔ یرٰی والا قاعدہ جاری ہوا تو مَلَک ہو گیا کہ ہمزہ متحرک ماقبل ساکن، حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دی پھر ہمزہ گر گیا۔ (مَلَک کی جمع ملائکہ، مَلِک کی جمع ملوک اور مِلک کی جمع املاک اور مُلک کی جمع ممالک آتی ہے: مرتب)

سوال: ...... ایمان بالملائکہ کا مطلب کیا ہے؟

جواب: ...... مطلب یہ ہے کہ ھو جسم نورانی یتشکل باشکال مختلفۃ لایذکرولایؤنث پر ایمان لانا۔ قرآن میں ہے ﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾[۲] مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی ایسی مخلوق ہیں جو اس کے حکم پر کام کرتے ہیں اور سفراء الرحمن اور عباد مکرمون ہیں[۳]

---

[۱] سورۃ یوسف پارہ ۱۲ آیت ۱۷ [۲] پارہ ۲۸ سورۃ تحریم آیت ۶ [۳] درس بخاری ص ۲۸۵

بلقائه:......یقین رکھے کہ اللہ تعالی سے لقآء(ملاقات)ہوگی۔

سوال:......سائل سوال کرتا ہے کہ ایک شخص کیسے یقین رکھے کہ اللہ پاک کا دیدار ہوگا یا لقآء ہوگا جب کہ حسن خاتمہ کا پتہ نہیں؟

جواب اول:...... نفس الامر میں لقآء ہوگا خاتمہ اگر اچھا ہوا تو بالفعل نصیب ہوجائے گا اور اگر خاتمہ اچھا نہ ہوا تو محروم رہے گا۔

جواب ثانی:......اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ انتقال من دار الدنیا الی دار الاخرہ پر ایمان لائے۔ایک حدیث میں ہے((من لم یومن بلقائی ولم یقنع بعطائی ولم یرض بقضائی فلیطلب رباً سوآئی))

مسئلہ رؤیۃ باری تعالیٰ

رؤیت باری تعالی ممکن ہے لیکن اس دنیا میں وقوع نہیں ہے اسی لیے اس لقاء سے مراد رؤیت اخروی ہے حضور ﷺ کو معراج میں رؤیت نصیب ہوئی یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

جمہور محققینؒ کے نزدیک رؤیت باری تعالی ہوئی ہے لیکن اس کی کیفیت ﴿لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ﴾ ہے کیونکہ رؤیت کے لئے حد اور حدود ضروری ہیں اللہ تعالی اس سے پاک ہے۔حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ رؤیت باری تعالی رؤیت تجلیات ہے۔آنحضرت ﷺ کو جو رؤیت حاصل ہوئی وہ عالمِ آخرت کی ہے اسی طرح مومنوں کو بھی حاصل ہوگی۔

معتزلہ انکاری ہیں۔

دلیل معتزلہ:......﴿لَاتُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ﴾[1]

دلائل جمہور

اول:...... مفصل روایات میں آتا ہے هل نری ربنا کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا تم چاند کی طرح اللہ کو دیکھو گے کوئی مزاحمت نہیں ہوگی۔

ثانی:...... قرآن پاک نے کفار کا خسران بتلاتے ہوئے ﴿کَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾[2] اگر مومنوں کو رؤیت نہ ہو تو ان کو پردہ میں رکھنے کا کیا فائدہ؟ فائدہ تو تب ہوگا جب مومنوں کو رؤیت حاصل ہو اور کافروں کو نہ ہو۔

دلیل معتزلہ کا جواب ۱:......الابصار پر الف لام عہدی ہے ابصارِ دنیا مراد ہیں۔ہم اخروی رؤیت کے قائل ہیں۔

---

[1] پارہ ۷ سورۃ الانعام آیت ۱۰۳ [2] پارہ ۳۰ سورۃ المطففین آیت ۱۵

جواب ۲:...... آیت میں ابصار کے مدرِک ہونے کی نفی ہے اپنے مدرَک ہونے کی نفی نہیں ہے۔ ابصار کا مدرک نہ ہونا کسی مانع کی وجہ سے ہے جب وہ مانع زائل ہو جائے گا تو رؤیت ہوگی۔

جواب ثالث:...... ﴿لَاتُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ﴾ ای بالاحاطة کیونکہ اللہ تعالی مکان اور مکانیات سے پاک ہیں۔

واقعه:...... حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ نے یہاں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ معتزلہ اس کے منکر ہیں تو اس کا جواب ایک عالم نے بڑی عمدگی سے نمٹا دیا عالم نے معتزلہ سے کہا کہ اللہ پاک کا وجود مانتے ہو کہا مانتے ہیں! فرمایا باکمال مانتے ہو، کہا ہاں! پھر فرمایا باکمال چیز دیکھنے کو جی چاہتا ہے معتزلہ نے کہا ہاں! عالم نے فرمایا کہ جی چاہنا ہی امکان کی دلیل ہے محال کو دیکھنے کو جی نہیں چاہا کرتا۔

نصیحت اساتذه:...... ہمارے اساتذہ نے ہمیں ایک نصیحت کی تھی کہ جو بات جس سے سنی ہو اسی کے حوالہ سے بتلایا کرو اس سے علم میں برکت ہوگی ورنہ تدلیس کی صورت ہے۔ اگر یہ مسئلہ ہم اپنی طرف سے بھی کہہ دیتے تو آپ سمجھتے کہ بڑا عالم ہے اب آپ کہیں گے کہ سنی سنائی باتیں کرتا ہے۔ آج اکثر یہ دھوکا لگا ہوا ہے کہ اپنے آپ کو علامہ اور عالم سمجھتے ہیں حالانکہ ہم مدرس ہیں باتیں نقل کرتے ہیں عالم اور علامہ تو کوئی کوئی ہوتا ہے جس کو اللہ کی طرف سے علم آئے۔

ورسله:...... رسل، رسول کی جمع ہے۔

رسول کی تعریف:...... انسان بعثه الله لتبليغ الاحكام مع كتابٍ وشريعةٍ. رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود اور ان کی تبلیغ برحق ہیں۔

تقیموا:...... اقام العود اذا قومه سے ہے بمعنی سیدھا کرنا تو نماز کو بھی آداب وسنن کے ساتھ سیدھا کر کے پڑھے۔ بیضاوی شریف (ص۱۹) پر ہے اویواظبون علیها من قامت السوق اذانفقت واقمتها اذاجعلتها نافقة قال.

اقامت غزالة سوق الضراب	۞	لاهل العراقين حولاقميطا

فانه اذاحوفظ عليها كانت كالنافق الذى يرغب فيه واذاضيعت كانت كالكاسد المرغوب عنه اويتشمرون لادائهامن غيرفتورولاتوان من قولهم قام بالامرواقامه اذاجدّفيه وتجلد الخ

۲۔ یا یہ اقام الحرب سے ماخوذ ہے جبکہ دوام حرف ہو تو اقامتِ صلوة، دائماً نماز پڑھنے سے ہوگی۔

اقامتِ صلوٰة کی شرائط:...... اقامتِ صلوٰة تین شرائط سے ہے

۱...... سنن اور آداب کے ساتھ پڑھے ۲...... ہمیشہ پڑھے ۳...... جماعت سے پڑھے۔

سوال:...... حج کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: ...... بعض نے کہا کہ حج کی فرضیت ابھی تک نہیں ہوئی تھی اس لئے ذکر نہیں کیا۔لیکن اس کے برعکس راجح یہ ہے کہ یہ سہوراوی ہے یا اختصار راوی۔کیونکہ بعض روایتوں میں صوم کا ذکر بھی نہیں حالانکہ وہ تو بہت پہلے فرض ہوچکے تھے یہ بالکل آخرِ اسلام کا واقعہ ہے۔

سوالِ ثالث: ...... مالاحسان ؟ درجہ احسان کیا ہے؟احسان کسے کہتے ہیں ؟قرآن پاک میں متعدد جگہ احسان کا ذکر آیا ہے ﴿اِنَّ اللهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ﴾ [1]

جواب: ......اس حدیث میں آپ ﷺ نے جواب دیا کہ احسان یہ ہے عبادت اس طریقہ پر کرے کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے۔اس سے کیا مقصود ہے اس میں دو قول ہیں۔

اول: ...... علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ کمال فی العبادت مقصود ہے اور یہ جب ہی ہوتا ہے کہ یہ دھیان ہو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔جواب کے دو جملے ہیں کہ تو خدا کو دیکھ رہا ہے ورنہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔اس درجہ کا نام مقامِ اخلاص ہے۔

ثانی: ...... علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں عبادت کے درجات بیان کرنا مقصود ہے۔درجاتِ عبادت تین ہیں۔

۱...... براَتِ عہدہ: عبادت اس طریقہ سے کرے کہ ذمہ تکلیف سے بری ہوجائے **بحيث يتفرع ذمة التكليف** یعنی عبادت **بجميع الشرائط والاركان** ہو۔

۲...... مقامِ مشاہدہ: اللہ پاک کے ساتھ اتنا حضور ہوجائے کہ گویا اللہ سامنے ہیں جیسے حضور ﷺ فرماتے ہیں ((**قرّة عيني في الصلوة**)) [2] ٹھنڈک جبھی ہوگی کہ مقام مشاہدہ نصیب ہو۔

۳...... مقامِ مراقبہ: اگر یہ دوسرا درجہ حاصل نہ ہو تو یہ سوچ حاصل ہوجائے کہ اللہ پاک دیکھ رہا ہے اب شرح الفاظ یوں ہوگی **فان لم تكن تراه فاستمرّ في العبادة فانه يراک "فا" تعليليه** ہے پہلا درجہ تو ہم کو بھی نصیب ہے اور جمہور کو نصیب ہے پہلا درجہ فرض ہے دوسرے درجے مستحب ہیں۔

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں کسی وقت تو اللہ کا دھیان ہر ایک کو نصیب ہوجاتا ہے اور کہیں نہیں تو تکبیر اولیٰ کے وقت تو دھیان ہو ہی جاتا ہوگا۔اگر کوئی آدمی کمزور اور بوڑھا ہو تو اس کو قتل تو نہیں کردیا جاتا اسی طرح اگر بالکل دھیان نہیں پھر بھی نقشہ تو ہے اگر نقشہ ہو تو روح پڑتی ہے اگر نقشہ نہ ہو تو روح کیسے پڑے گی؟

ماالمسئول باعلم من السائل: ......اس سے مقصد یہ ہے کہ عدمِ علم میں دونوں مساوی ہیں قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے اعلم نہیں ہے۔اس سے کیا مقصد ہے؟عدمِ علم میں تساوی یا علم میں تساوی؟

شرحِ اول: ...... لغوی لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ الفاظ مشیر ہیں کہ تیرا میرا علم مساوی ہے وہ کیسے؟ کیونکہ دونوں

---

[1] پارہ۱۴ سورۃ النحل آیت ۱۲۸ [2] فضائل نماز ص ۲۲ بحوالہ منبہات لحافظ ابن حجرؒ

کو اتنا علم ہے کہ قیامت آنی ہے اور یہ بھی علم ہے کہ وقت کی تعیین نہیں ہے۔

شرحِ ثانی: ...... مقصود عدم علم میں تساوی ہے کہ تعیین کا علم نہ تمہیں ہے نہ ہمیں۔ دوسری شرح میں قضیہ سالبہ ہے اور پہلی شرح میں موجبہ معدولۃ المحمول ہے۔

تساوی فی عدمِ العلم کی دلیل اول ...... یہ دوسرا معنیٰ تساوی، تساوی فی عدم العلم محاورے میں استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ لغتاً وہ پہلی شرح ہے اسی لئے آپ ﷺ نے اس کے بعد فرمایا **سأخبرک عن اشراطھا** نیز جبرئیلؑ نے کہا **اخبرنی عن اماراتھا** یہ تساوی فی عدم العلم مراد ہونے کی دلیل ہے۔

دلیلِ ثانی: ...... شراح محدثینؒ نے بھی اسی پر محمول کیا ہے۔ میں اس پر زور اس لیے لگا رہا ہوں کہ تم کسی کی تزویر میں نہ آجاؤ کہ جی! حضور ﷺ کو علم تھا اور جبرئیلؑ کو بھی۔ لیکن آپ ﷺ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ راز کی بات ہے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تحریف کرنے والوں کا ایک قصہ بھی سن لیجئے۔ ﴿**قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ**﴾[1] لوبدل ہی لو۔ مفسرین و محدثینؒ اس کا ترجمہ کرتے ہیں، ضرور بدل دیں گے اس قبلہ کی طرف جس پر آپ راضی ہیں۔ لوبدل ہی لو۔ لیکن ملحدین، منحرفین یوں ترجمہ کرتے ہیں ''ہم ضرور بدل دیں گے اس قبلہ کی طرف جس پر آپ راضی ہیں اس پر ہم بھی راضی ہیں اس لئے کہ آپ کی رضا کے خلاف ہم کر ہی نہیں سکتے۔ مفسر کی تفسیر ہوگی، خطیب کا خطبہ ہوگا نعرہ تکبیر لگا اور مختار کل ثابت کیا۔

دوسرا خطیب کہتا ہے ہم آپ کے چہرے کے پلٹنے کو دیکھتے ہیں تو آپ پلٹتے رہیں اختیار تو ہمارا ہے ہم جب چاہیں گے آپ کے چہرے کو پلٹ دیں گے تو لو پلٹ دیتے ہیں۔

سوال: ...... آپ ﷺ نے جواب میں طول کیوں اختیار فرمایا؟ اتنا کیوں نہیں کہہ دیا لااعلم؟

جوابِ اول: ...... اس میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جبریلؑ سے یہی سوال کیا تھا تو حضرت جبریلؑ نے یہی جواب دیا تھا تو آپ ﷺ نے تأسیاً وہی جواب دیا۔

جوابِ ثانی: ...... تاکہ مخاطبین کو معلوم ہو جائے کہ اللہ پاک کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس جواب میں مبالغہ فی النفی ہے کہ افضل البشر والرسل اور افضل الملائکہ جب دونوں ہی نہیں جانتے تو معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

سأخبرک عن اشراطھا: ...... اشراطِ ساعت ابتداءً دو قسم پر ہے۔ (۱) بعیدہ (۲) قریبہ۔ پھر ان میں سے ہر ایک دو قسم پر ہے (۱) خیر (۲) شر۔ تو کل چار قسمیں ہوئیں (۱) بعیدہ خیر (۲) بعیدہ شر (۳) قریبہ خیر (۴) قریبہ شر۔ ہر ایک کی مثال **بعیدہ خیر بعثت نبوی** ﷺ **،بعیدہ شر ان تلد الامۃ ربتھا قریبہ خیر نزول عیسیٰؑ ،قریبہ شر ہدم بیت اللہ شریف۔**

---

[1] پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۴

اذاولدت الامة ربها:...... جب لونڈی اپنے مالک کو جنے گی بعض روایتوں میں ربتھا ہے دونوں کا ایک ہی مطلب ہے تانیث بطور نسمہ کے ہے۔

اذا ولدت الامة ربها:......اس جملہ کی متعدد شرحیں ہیں۔

الشرح الاول:......لونڈیاں بہت ہوجائیں گی پھرلوگ ان کو ام الولد بنائیں گے امِ ولد کثیر ہوجائیں گی۔تو ظاہر ہے کہ ماں بیٹے کی وجہ سے آزاد ہوجائے گی تو یہ کثرتِ اِماء کی طرف اشارہ ہے۔

الشرح الثانی:...... بیع امہات الولد کنایہ ہے **تضییع حقوق** سے یعنی اس میں اشارہ ہے کہ امہات لولد کی بیع جائز تو نہیں لیکن **تضییع حقوق** کر کے بیچیں گے۔بکتی رہے گی (فروخت ہوتے) کبھی بیٹا بھی اس کو خرید لے گا۔

الشرح الثالث:...... کثرتِ فساد سے کنایہ ہے اتنے فساد ہوں گے کہ لوگ عورتوں کو پکڑ کر بیچنا شروع کردیں گے گڑ بڑ بڑھے گی پتہ نہیں چلے گا کہ ماں کہاں ہے اور بیٹا کہاں اور کبھی ایسا بھی ہوگا کہ ماں کو خرید لے گا۔

واقعہ:......ایک مرتبہ ہم حج کے لیے گئے ہوئے تھے مکہ مکرمہ میں یہ بات مشہور ہوئی کہ ماں بیٹا مل گئے جو کہ تقسیمِ ہند کے وقت بچھڑ گئے تھے اکھٹے طواف کررہے تھے بڑھیا بیٹے کو بہت غور سے دیکھ رہی ہے، بیٹا کہتا ہے، بڑھیا کیوں دیکھ رہی ہو؟ کہنے لگی بیٹا تم میں مجھے اپنے بیٹے کی جھلک نظر آتی ہے۔اس نے بیٹا ہونا تسلیم کیا، تقسیمِ ہند کے فسادات کے بعد ایک دوسرے سے ملے۔

الشرح الرابع:...... عقوق والدین سے کنایہ ہے کہ نوجوان اپنی ماں سے وہی سلوک کریں گے جو آقا اپنی لونڈی سے کرتا ہے۔رعب سے کام لیتا ہے کام نہ کرنے پر ڈانٹتا ہے۔میں یہاں ایک بات کہا کرتا ہوں کہ جب تم بچے تھے ماں تمہاری خدمت کرتی رہی اب نہ کرواؤ۔اب تم ان کے کپڑے دھوؤ۔ایسا نہ ہو کہ تم چارپائی پر بیٹھو اور ماں باپ نیچے۔کھانا نہ پکے تو ڈانٹ دو۔ہم جب پڑھنے لگ گئے تو چھٹیوں میں گھر جا کر ماں سے کپڑے نہیں دھلواتے تھے۔حضرت مولانا محمد قاسمؒ صاحب کی گھر والی حضرت مولانا محمد طیبؒ صاحب کی دادی فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو سب سے پہلے بات یہ کہی کہ میں غریب ہوں اور تو امیر ہے میرا تمہارا نباہ مشکل ہے یا میں امیر ہوجاؤں یا پھر تو غریب ہوجا۔کئی بار یہی بات کہی یہاں تک کہ میں نے سب زیورات صدقہ کردیئے۔پھر میں جب بھی میکے جاتی لت پت (زیورات سے آراستہ) ہو کے آتی۔شوہر کے گھر پہنچ کر سب صدقہ کردیتی۔اس طرح میرے دل سے بھی دنیا کی محبت نکل گئی تھی ایک مرتبہ کسی نے ایک خوبصورت چادر ہدیہ کی تو فرمایا کہ یہ تو رکھنے کے قابل ہے میں سمجھ گئی کہ ان کا مقصد ہے کہ صدقہ کردے تا کہ ذخیرہ آخرت بن جائے۔ان کا ایک اور واقعہ ہے جو یہاں سنانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ والدہ صاحبہ کو بڑھاپے میں اسہال لگ گئے تو کپڑے ہر روز ناپاک ہوجاتے تھے تو بیوی سے فرمانے لگے کہ

تجھے نفرت ہوگی میری تو ماں ہے میں اپنی ماں کے کپڑے دھوؤں گا بیوی نے کہا میں خدمت کے لئے آئی ہوں میں دھوؤں گی، کافی دیر نزاع ہوتا رہا آخر فیصلہ ہوا کہ ایک دن تُو اور ایک دن میں دھوؤں گا۔

الشرح الخامس: ...... انقلاب احوال سے کنایہ ہے کہ عالی، سافل ہو جائیں گے اور سافل عالی۔ نہیں سمجھے تو سمجھ لو! مرد نیچے ہو جائیں گے اور عورتیں اوپر۔ (بے نظیر کی حکومت کی طرف اشارہ ہے)

باپ کی بے ادبی کا ایک واقعہ: ...... ایک شخص اپنے بیٹے کے ہاں مہمان ہوا باپ دیہاتی تھا بیٹا افسر۔ بیٹے کے پاس دوست واحباب بیٹھے تھے اس نے ذرا بے اعتنائی سے کہا ادھر بیٹھ جاؤ تا کہ دوستوں کو پتہ نہ چلے کہ کون ہے۔ دوستوں نے پوچھ لیا کہ یہ کون ہے؟ بیٹے نے کہا ہمارا نوکر ہے۔ باپ نے سن لیا تو کہا نوکر نہیں ہوں اس کی ماں کا خصم ہوں اور یہ کہہ کر اٹھ کر چلا گیا۔

باپ کے ادب کا ایک واقعہ: ...... مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی جن کے کتابوں پر حواشی کثرت سے پائے جاتے ہیں خصوصاً منطق کی کتابوں پر۔ آجکل تو کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا بہت کم حضرات مستفید ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ جب تصنیف کرتے تو پاؤں پنڈلیوں تک بادام روغن میں ڈبو کر بیٹھتے تھے۔ مغلیہ خاندان کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ نے ان سے کہا کہ مولانا آپ کے والد صاحب کا بیان سننا چاہتے ہیں۔ مولانا نے گوارہ نہ کیا کہ والد صاحب کا ناخواندہ ہونا ظاہر ہو جائے۔ کہا ٹھیک ہے اپنے والد صاحب کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ بادشاہ نے یہ خواہش کی ہے آپ منبر پر کھڑے ہو کر فارسی میں کہہ دینا کہ جو کچھ میں نے پڑھا وہ عبدالحکیم کو سکھلا دیا۔ لہٰذا اس سے سن لو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عالی کے سافل ہونے کا ایک واقعہ: ...... ایک سکھ نے اپنی ملازمہ کو کہا کہ طبیب کو میرا قارورہ دکھلاؤ، ملازمہ کے ہاتھ سے وہ قارورہ گر گیا اس نے اپنا قارورہ طبیب کو دکھا دیا، طبیب نے کہا فکر کی بات نہیں، کچھ ماہ کا حمل ہے ملازمہ نے یہ بات جا کر سکھ کو بتلائی تو وہ گھر جا کر اپنی بیوی سے جھگڑنے لگا کہ تجھے کہا تھا مجھ پر سوار نہ ہوا کر اب نتیجہ مجھے بھگتنا پڑے گا۔

رعاۃ الابل البھم: ...... بہم ابل کی صفت ہے یا رعاۃ کی۔ ابل کی صفت ہو تو مجرور ہوگا معنی سیاہ اونٹ اگر رعاۃ کی صفت ہو تو معنی ہوگا، اونٹوں کو چرانے والے کالے کلوٹے تھے۔

فی خمس لایعلمھن الا اللہ: ...... **سوال:** کیا صرف پانچ چیزیں ہیں جن کو صرف اللہ پاک جانتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے ﴿وَلَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ[1]﴾

جواب: ...... اصل میں سوال صرف پانچ چیزوں کے بارے میں تھا ورنہ علم غیب متناہی نہیں ہے اس کے علاوہ بھی چیزیں ہیں مثلاً قرآن میں ہے لَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ پس یہ قید واقعی ہے احترازی نہیں کیونکہ مذکور فی السوال آیت سے پانچ کی قید تو ٹوٹ گئی۔

---

[1] پ۲۹ سورۃ المدثر آیت ۳۱

سوال:...... بہت سارے لوگ کشف سے بتادیتے ہیں کہ کیا ہوگا لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ایسے آلات بھی تیار ہوگئے حضرت ابوبکر صدیقؓ جب فوت ہونے لگے تو بیوی سے فرمایا بچی کا حصہ رکھ لینا بچی ہی پیدا ہوئی جو کہ **لا یعلمھن الا اللہ** کے خلاف ہے۔

جواب:...... کشف جزئیات کا نام علم نہیں۔علم قانون کلی کا نام ہے جس سے پتہ چل جائے کہ بچہ ہے یا بچی۔اسی طرح کسی کو اپنے کلیات کا علم ہو جائے کہ کل کیا کرنا ہے اور کہاں مرنا ہے،اس کا نام علم ہے ا۔مثلاً میاں جی کو نماز کے سو مسئلے معلوم ہوگئے تو کیا کہو گے کہ میاں جی عالم فقہ یا فقیہہ ہوگئے؟ بلکہ فقیہہ اسے کہو گے جو فقہ کی کلیات جانتا ہو۔ ۲۔جیسے طب کی کتاب ایک آدمی کے ہاتھ لگ گئی اس نے طب کے چالیس پچاس مسئلے یاد کر لیے تو کیا طبیب بن گیا؟ یہی بات علم غیب کی ہے کشف جزئیات اور چیز ہے اور علم کلیات اور چیز ہے۔بریلوی اس میں فرق نہیں کرتے۔

لطیفہ:...... لطیفہ کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ علم غیب اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کو کب دیا تھا ہجرت سے پہلے یا بعد میں مذکورہ بالا باتیں وفات سے چند دن پہلے کی ہیں علم غیب مرض الوفات میں مل گیا تھا؟ جبکہ مرض الوفات میں آپ ﷺ سوال کرتے ہیں **اَصلّی الناسُ**؟ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں پڑھی۔پھر جب آپ ﷺ پر غشی طاری ہو جاتی ہے پھر جب افاقہ ہوتا تو استفسار فرماتے۔عالم آخرت کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے امتی آئیں گے اللہ تعالی درمیان میں پردہ حائل کر دیں گے۔آپ ﷺ فرمائیں گے **اصحابی**، اللہ تعالی فرمائیں گے **انک لاتدری مااحدثوا بعدک**[1] آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ پاک کی تعریف کروں گا **یلھمنی المحامد احمدہ بھا لم یحضرنی الآن**[2]

سوال:...... ایمان،احسان،اسلام اور قیامت ان چار چیزوں کی حضرت جبریل علیہ السلام نے تخصیص کیوں کی؟

جواب:...... ترتیب واقعی کا تقاضا یہی تھا کہ سب سے پہلے دل میں ایمان آتا ہے جب دل میں تائید کرتا ہے تو بدن میں اعمال،اسلام آتا ہے پھر اعمال کرتے کرتے احسان پیدا ہو جاتا ہے پھر جب احسان پیدا ہوتا ہے تو اللہ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔درجہ احسان میں رؤیت حکمی ہے یہ دنیا ہی میں نصیب ہو جاتی ہے لیکن حقیقی رؤیت مرنے کے بعد ہوگی۔

(۳۸)
باب

(۴۹) حدثنا ابراھیم بن حمزۃ قال حدثنا ابراھیم بن سعد عن صالح

ہم سے بیان کیا ابراہیم بن حمزہؒ نے،کہا ہم سے ابراہیم بن سعدؒ نے بیان کیا،انھوں نے صالح بن کیسانؒ سے

عن ابن شھاب عن عبید اللہ بن عبداللہ ان عبداللہ بن عباس اخبرہ

انھوں نے ابن شہابؒ سے،انھوں نے عبیداللہ بن عبداللہ سے یہ کہ ان کو عبداللہ بن عباسؓ نے خبردی،

[1] بخاری شریف ج ۲ ص ۹۷۴ [2] بخاری شریف ج ۲ ص ۱۱۸

قال اخبرنی ابوسفیان بن حرب ان هرقل قال له سألتک هل یزیدون
کہا مجھ کو ابوسفیانؓ بن حرب نے خبر دی کہ ہرقل (شاہ روم) نے ان سے کہا میں نے تجھ سے پوچھا کہ (اس پیغمبر کے تابعدار) اور بڑھ رہے ہیں
ام ینقصون فزعمت انهم یزیدون وکذلک الایمان حتی یتم
یا گھٹ رہے ہیں؟ تو نے کہا بڑھ رہے ہیں اور ایمان والوں کا یہی حال رہتا ہے یہاں تک کہ وہ پورا ہو (اپنے زور کو پہنچے)
وسألتک هل یرتد احد سخطة لدینه بعد ان یدخل فیه فزعمت ان لا وکذلک الایمان
اور میں نے تم سے پوچھا کہ کوئی اسکے دین میں آ کر پھر اس کو برا سمجھ کر پھر جاتا ہے؟ تو نے کہا نہیں! اور ایمان کا یہی حال ہے
حین تخالط بشاشته القلوب لا یسخطه احد
جب اس کی خوشی دل میں سما جاتی ہے تو پھر کوئی اس کو برا نہیں سمجھتا

﴿تحقیق و تشریح﴾

باب بلا ترجمہ کی حکمتیں اور فوائد:......

فائدہ اول:...... یا تو پہلے باب کا نتیجہ ہوگا اگر اس کو پہلے باب کا تتمہ بنائیں تو بات آسان ہے کہ پہلے باب میں دین و اسلام کا ایک ہونا ثابت کیا اور اس باب میں بھی۔

فائدہ ثانی:...... یا کبھی طلبہ کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ طلبہ خود ترجمہ قائم کریں۔

وکذلک الایمان حین تخالط:......**سوال:** استدلال نہ قول صحابی سے ہے اور نہ ہی آنحضرت ﷺ کے فرمان سے، بلکہ ہرقل کے قول سے استدلال ہے تو یہ استدلال صحیح نہ ہوا کیونکہ استدلال اس طرح ہے کہ ہرقل نے اپنے سوال میں دین کا لفظ استعمال کیا ہے **سخطة لدینه**۔ اور جواب کے بعد اسی دین کو ایمان سے تعبیر کیا **وکذلک الایمان حین تخالط**.

جواب اول:...... قولِ ہرقل پہلی کتابوں پر مبنی ہے لہٰذا قولِ ہرقل سے یہ استدلال نہیں بلکہ کتبِ سابقہ سے ہے تو کتبِ سابقہ میں بھی یہ بات ہے کہ ایمان و دین ایک ہے۔

جوابِ ثانی:...... ناقل حضرت ابن عباسؓ ہیں اور بغیر انکار کے نقل کر رہے ہیں تو یہ استدلال ابن عباسؓ کی تقریر سے ہے۔

فائدہ ثالث:...... یا یہ اختبار طلبہ کے لیے ہے تو اس کے مختلف تراجم کئے جا سکتے ہیں

ا......من یشرح صدرہ للاسلام لایرتد قط ۲......باب الایمان اذا خالطه بشاشته القلوب تویزید وینقص ثابت ہوا کیونکہ بشاشت کسی کو کم ہوتی ہے اور کسی کو زیادہ۔ ۳......باب الایمان یزیدوینقص کمّاً وکیفاً۔ کیف کے لحاظ سے تو آپ سن چکے ہیں "یزید" میں زیادتی کم کے لحاظ سے ہے۔

اس موقع پر استادِ محترم نے یہ شعر پڑھا۔

ایک طرف رُوئے جاناایک طرف بہشت	۞	بتاروح جلدی کدھر جائے گی؟

(۳۹)
﴿باب فضل من استبرأ لدینه﴾
جو شخص اپنا دین قائم رکھنے کے لیے (گناہ سے) بچے اس کی فضیلت۔

(۵۰)حدثناابونعیم حدثنازکریا عن عامر قال سمعت النعمان بن بشیر
ہم سے ابونعیمؒ نے بیان کیا کہا ہم سے زکریاؒ نے بیان کیا، انھوں نے عامرؒ سے، کہا میں نے نعمان بن بشیرؓ سے سنا
یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الحلال بین والحرام بین
وہ کہتے تھے میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے: حلال کھلا ہوا ہے اورحرام کھلا ہوا ہے
وبینهما مشتبهات لایعلمهاکثیرمن الناس فمن اتقی المشبهات
اوران دونوں کے بیچ میں بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جوکوئی شبہ کی چیزوں سے بچا
استبرألدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات کراع
اس نے اپنے دین اورعزت کو بچالیا اور جوکوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑگیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے
یرعی حول الحمی یوشک ان یواقعه اَلاوَاِنَّ لکل ملک حمی
جو (شاہی) چراگاہ کے آس پاس (اپنے جانوروں کو) چرائے وہ قریب ہے کہ چراگاہ کے اندر گھس جائے، سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی
الاان حمی اللہ فی ارضه محارمه الاوان فی الجسد مضغة اذا صلحت
ہے سن لو اللہ کی چراگاہ اسکی زمین میں حرام چیزیں ہیں، سن لو بدن میں ایک (گوشت کا) لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہوگا

صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الاوھی القلب[۱]
سارا بدن درست ہوگا اور جب وہ بگڑا سارا بدن بگڑ گیا، سن لو وہ لوتھڑا (آدمی کا) دل ہے

﴿تحقیق وتشریح﴾

حدیث کی سند میں چار روای ہیں، چوتھے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں وھواول مولودوُلد للانصاربعدالھجرۃ والاکثرون یقولون وُلد ھووعبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم فی العام الثانی من الھجرۃ وقال ابن الزبیرھواکبرمنی رُوی لہ مائۃ حدیث واربعۃ عشرہ حدیثا قتل فی مابین دمشق وحمص یوم واسط سنۃ خمس وستین ولیس فی الصحابۃ من اسمہ النعمان بن بشیرغیرھذافھومن الافراد[۲]

ترجمۃالباب کی غرض:...... امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ پرہیزگاری مکملاتِ ایمان سے ہے۔ ایمان کی طرح پرہیزگاری کے بھی درجات ہیں ۱۔شرک سے پرہیز ہے ۲۔کبائر سے بچنا ۳۔مکروہات سے بچنا ۴۔مشتبہات سے بچنا ۵۔مباحات سے بھی اپنے آپ کو بچانا ۶۔ہروہ چیز جواللہ پاک سے غافل کرنے والی ہے اس سے اپنے آپ کو بچانا۔

صوفی کے بارے میں کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہوتا ہے جو اکیلا ہو، اکیلے کے ساتھ رہے دیکھنے کو تو مجمع میں بیٹھا ہو لیکن مجمع میں نہیں ہوتا اس کی توجہ اللہ پاک کی طرف ہوتی ہے۔ سائیں بلھے شاہ کہتے ہیں۔ جودم غافل سودم کافر

یک چشم زدن ازآں شاہ غافل نباشی	۞	شاید کہ نگاہ کنند توآگاہ نباشی
صوفی نشود صافی تادرنکشد جامے	۞	بسیارسفر باید تاپختہ شود خامے

ایک موقع پر استادِ محترم نے درس بخاری میں مولانا رومؒ نے یہ شعر پڑھا۔

قال رابگزارمرد حال شو	۞	پیش مرد کاملے پامال شو

حمیٰ:......حمیٰ اس جگہ کو کہتے ہیں جس کو بادشاہ اپنے لیے خاص کر لیتا ہے اسلام میں اس کی اجازت نہیں۔

وبینھما مشتبھات:......**سوال:** مشتبہات کے متعلق چھ روایتیں ملتی ہیں۔ (۱) روایت الباب (۲)متشبھات (بضم المیم وتشدید الباء المکسورہ) (۳)مشبھات (بضم المیم وفتح الشین وفتح الیاء المشددہ) (۴)مشبھات (بکسر الباء علی صیغۃ الفاعل (۵) مشبھات (بضم المیم وسکون الشین وکسر الباء المخففہ)[۳] اور ابوداؤد کی روایت ہے وبیھما امور متشابھات[۴] ان میں بظاہر تعارض ہے؟

---

[۱] انظر: ۲۰۵۱ [۲] عمدۃ القاری ج۱ ص۱۹۶ [۳] عمدۃ القاری ص۲۹۷ج۱ [۴] ابوداؤدج۲ص۱۱۷

جواب :...... پہلی تین روایتوں میں کوئی تعارض نہیں بلکہ بیان انواع ہے تین قسمیں ہیں۔

۱ : مشبہات :...... جن میں تعارض ادلہ ہوان کو مشبہات کہتے ہیں تو ان میں اشتباہ فی الدلیل ہوتا ہے۔

۲ : مشتبہات :...... تعارضِ اجتہاد ہو مجتہدین کا، اختلاف ہوایک حلال کہے دوسرا حرام۔

۳ : متشابہات :...... ایک جانب حلال کی طرف ہواور دوسری جانب حرام کی طرف اور وہ حلال کے مشابہ ہے اور حرام کے بھی۔ اس کو متشابہات کہتے ہیں۔ اس کو مکروہ کہتے ہیں۔

ان تین روایتوں میں کوئی تعارض نہیں البتہ ابوداؤد کی روایت سے تعارض ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑنا ضروری نہیں ہے جبکہ باقی ان سب روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑنا چاہیئے۔

جواب اول :...... بخاری شریف کی روایت میں درجہ ورع کا بیان ہے اور ابوداؤد کی روایت میں درجۂ جواز کا بیان ہے۔

جواب ثانی :...... بخاری شریف کی روایت کا مصداق وہ ہے جس میں تعارض ادلہ ہو جو کہ مشبہات کا درجہ ہے اور ابوداؤد کی روایت و ماسکت عنہ سے مراد وہ درجہ ہے جس میں تعارض ادلہ نہ ہو بلکہ مسکوت عنہ ہو۔

ان فی الجسد مضغةً :...... طب ظاہری کے لحاظ سے بھی یہی ہے کہ دل بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا اور طب باطنی کے لحاظ سے بھی اگر دل کے اندر محبت الٰہی، محبت رسول ﷺ، خشیت، ورع، تقویٰ، ایمان اور خدا کا خوف ہو تو اس کے اعمال آخرت کے لئے ہو جاتے ہیں۔ اگر دنیا کی محبت بھری ہو، بغض، حسد ہو تو اعمال دنیا کے لئے ہو جاتے ہیں۔

عقل کہاں ہے ؟ :...... عقل دل میں ہے یا دماغ میں؟ احناف ؒ کہتے ہیں عقل دماغ میں ہے۔ شوافع ؒ کہتے ہیں عقل دل میں ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ؒ فرماتے ہیں عقل کا مرکز دل ہے اظہار دماغ سے ہوتا ہے۔ جیسے بجلی کا مرکز بٹن ہے اور اظہار پنکھے وغیرہ سے ہوتا ہے۔ دل سے برقی روئیں جب دماغ تک پہنچتی ہیں تو دماغ سوچتا ہے اس لیے دل کو ذرا دیکھ لیا کرو کہ کس طرف ہے لیکن ہے یہ بڑا مشکل کام۔ کیونکہ دل ہی جانتا ہے اور دل ہی نے جاننا ہے۔ شعر ؎

دل دریا سمندروں ڈونگا کون دِلاں دیاں جانے ھو

حدیث پاک میں آیا ہے کہ دل ایسے ہے جیسے ایک میدان میں پرندے کا پر پڑا ہوا ہو اور ہوائیں کبھی اس کو اس طرف پلٹ دیتی ہیں اور کبھی اس طرف، ایک حال پر نہیں رہتا۔ ماسمی القلب الالیتقلب۔ حضرت عبداللہ اندلسی کا قصہ پہلے گزر چکا ہے۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں		ایں خیال است و محال است و جنوں

(۴۰)

(۴۰)باب اداء الخمس من الایمان

غنیمت کے مال میں سے پانچواں حصہ دینا ایمان میں داخل ہے

(۵۱)حدثناعلی بن الجعد قال اخبرناشعبة عن ابی جمرة قال کنت اقعد مع ابن عباس

ہم سے بیان کیا علی بن جعدؒ نے، کہا ہم کو خبر دی شعبہؒ نے، انھوں نے ابوجمرہؒ سے، کہا میں ابن عباسؓ کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا

فیجلسنی علی سریره فقال اقم عندی حتی اجعل لک سهما من مالی

وہ مجھ کو خاص اپنے تخت پر بٹھاتے، ایک بار کہنے لگے تو میرے پاس رہ جا میں اپنے مال میں تیرا حصہ لگا دوں گا

فاقمت معه شهرین ثم قال ان وفد عبدالقیس لما اتواالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

تو میں دو مہینہ تک ان کے پاس رہا، پھر کہنے لگے، عبدالقیس کے بھیجے ہوئے لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے

قال من القوم اومن الوفد قالواربیعة قال مرحبا بالقوم

تو آپ نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ یا فرمایا کون بھیجے ہوئے ہیں؟ انھوں نے کہا ربیعہ کے لوگ ہیں! آپ نے فرمایا مرحبا ان لوگوں کو

اوبالوفدغیرخزایاولا ندامیٰ فقالوا یارسول اللہ انا لانستطیع ان نأتیک الا

یا ان بھیجے ہوئے لوگوں کو، نہ ذلیل کئے ہوئے نہ شرمندہ کئے ہوئے۔ وہ کہنے لگے یارسول اللہ ہم آپ کے پاس نہیں آسکتے لیکن

فی الشهر الحرام بیننا وبینک هذاالحی من کفار مضرفمرنا بامر فصل

ادب والے مہینہ میں، کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا قبیلہ ہے، تو ہم کو خلاصہ ایک ایسی بات کا بتلا دیجئے

نخبربه من وراء نا و ندخل به الجنة

کہ جس کی خبر (ہم) ان لوگوں کو کر دیں جو یہاں نہیں آئے، اور اس پر عمل کر کے ہم بہشت میں جائیں، اور انھوں نے

وسألوه عن الاشربة فامرهم باربع ونهاهم عن اربع،امرهم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرابوں کے بارے میں بھی پوچھا، آپ نے چار باتوں کا انکو حکم دیا اور چار باتوں سے منع کیا، ان کو یہ حکم دیا کہ

بالایمان باللہ وحده قال اتدرون ماالایمان باللہ وحده؟قالوا

اکیلے (سچے) خدا پر ایمان لاؤ، آپؐ نے فرمایا جانتے ہو اکیلے (سچے) خدا پر ایمان لانا کیا ہے؟ انھوں نے کہا (ہم کیا جانیں)

اللہ ورسوله اعلم ، قال شهادة ان لاالٰه الااللّٰه وان محمدا
اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے، آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد
رسول الله واقام الصلٰوة وايتاء الزكوة وصيام رمضان وان تعطوامن المغنم
اس کے رسول ہیں، اور نماز ٹھیک ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا، اور (کافروں سے) جو لوٹ ملے اس کا
الخمس ونهاهم عن اربع، عن الحنتم والدباء
پانچواں حصہ (بیت المال کو) دینا اور چار برتنوں سے ان کو منع کیا، سبز لاکھی اور کدو کے تونبے
والنقير والمزفت وربما قال المقير وقال احفظوهن واخبروابهن من ورائكم[1]
اور کریدے ہوئے لکڑی کے برتن اور مزفت سے اور بسا اوقات فرمایا مقیر (یعنی روغنی برتن) سے، اور فرمایا ان باتوں کو یاد رکھو اور جو لوگ تمہارے پیچھے (اپنے ملک میں) ہیں ان کو بھی بتلا دو

﴿تحقیق وتشریح﴾

تعارف حضرت ابو جمرہ:...... ابو جمرہ تابعی ہیں ان کا نام نصر اور والد کا نام عمران ہے جو کہ قبیلہ ضبعیہ سے ہیں ضبعیہ عبدالقیس کی ایک شاخ ہے اسی وجہ سے غالباً ابن عباسؓ نے انہیں ان کی قوم کے متعلق حدیث سنائی۔

ترجمۃ الباب کی غرض:...... اس سے مقصود ایمان کا ذو اجزاء ہونا بیان کرنا ہے اور یہ کہ اداء خمس ایک جزء ہے۔

فیجلسنی علی سریرہ:...... اپنے ساتھ سریر پر بٹھلانے کی دو وجہیں بتلائی جاتی ہیں۔

الوجه الاول:...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے امیر تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس عجمی سائل آتے تھے تو ابو جمرہ فارسی جاننے کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ترجمان کی حیثیت سے بیٹھتے تھے۔

الوجه الثانی:...... ایک مسئلہ میں اختلاف تھا کہ حج تمتع کرنا چاہیے یا نہ۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حج تمتع کا احرام نہیں باندھتے تھے۔ جو باندھتا اس پر نکیر کرتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی قائلین تمتع میں سے تھے تو ابو جمرہ نے حج تمتع کا احرام باندھا لوگوں نے انہیں منع کیا۔ حضرتؓ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا جائز ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فتوی کے مطابق عمل کر لیا تو خواب میں دیکھا کوئی کہہ رہا ہے، **حج مبرور وعمرة متقبلة** انہوں نے لوٹ کر ابن عباسؓ کو خبر دی تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس سے بہت خوشی ہوئی کہ میرا بتایا ہوا مسئلہ درست ہوا۔ پھر ان سے کہا تم میرے پاس ٹھہرو میرے کھانے سے کھایا کرو[2] تو معلوم ہوا کہ صالحین کی خدمت کرنی چاہیے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ترجمان کی اجرت مقرر کرنا جائز ہے۔[3]

---

[1] انظر: ۸۷ ، ۵۲۳ ، ۱۳۹۸ ، ۳۰۹۵ ، ۳۵۱۰ ، ۴۳۶۸ ، ۴۳۶۹ ، ۶۱۷۶ ، ۷۲۶۶ ، ۷۵۵۶ :رقوم الاحادیث بخاری مطبوعہ دارالسلام الریاض کی ترتیب پر ہیں[2] بخاری شریف ج ۱ ص ۳۲۱۲[3] تقریری بخاری ج ۱ ص ۱۸۵

وفد عبدالقیس: ...... وفدعبدالقیس دومرتبہ آیا۔پہلی مرتبہ ۶ھ میں ۱۲آدمی آئے۔دوسری مرتبہ ۸ھ میں چالیس آدمی آئے۔ان کے سردار کا نام اشج تھا۔مدینہ منورہ پہنچے تو باقی ساتھی والہانہ انداز میں حضورﷺ کی مجلس میں آ گئے لیکن اس نے سواریوں کو سنبھالا، نہایا، پھر حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپﷺ نے فرمایا تیرے اندر دو خصلتیں بہت پسندیدہ ہیں، الحلم، والاناۃ۔

من القوم او من الوفد: ...... شک راوی ہے۔

مرحباً: ...... فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔

غیر خزایا: ...... خزایا، خزیان کی جمع ہے (بمعنی نہ ذلیل کئے ہوئے)، کیونکہ یہ لوگ خوشی سے مسلمان ہو گئے تھے۔

ندامیٰ: ...... ندامیٰ، ندمان کی جمع ہے شراب پینے والا ساتھی۔لیکن یہاں یہ معنی درست نہیں بنتا بلکہ نادم کی جمع مانیں تو معنیٰ صحیح ہیں کیونکہ معنیٰ ہوگا نہ نادم کئے ہوئے۔تو یہ جمع بھی نادم کی ہی ہے خلاف قاعدہ اس کو جمع ازدواجی کہتے ہیں یعنی جوڑا بٹھانے کے لیے۔جیسے غدایا، وعشایا۔جیسے لا ملجاء ولا منجاً اصل میں منجی تھا یہ ہمزہ ازدواجی ہے ورنہ منجأ کا مطلب جلدی کرنا اور یہ معنی یہاں درست نہیں بنتا۔

ھذاالحی: ...... مراد کفار مضر کا قبیلہ ہے۔

اشھر حرم: ...... ا۔ذوالقعدہ ۲۔ذوالحجہ ۳۔محرم ۴۔رجب۔

اشھر حج: ...... ا۔شوال ۲۔ذوالقعدہ ۳۔دس دن ذوالحجہ کے۔

لانستطیع: ...... **سوال:** وفد عبدالقیس نے کہا کہ ہم صرف اشھر حرم میں آ سکتے ہیں حالانکہ یہ فتح مکہ کے بعد آئے جبکہ اسلام غالب ہو چکا تھا اب کون روک سکتا تھا تو کیسے کہہ دیا انالانستطیع۔

جواب: ...... انالانستطیع والا واقعہ ۶ھ کا ہے اس وقت اسلام غالب نہیں ہوا تھا۔ ۸ ہجری میں دوسری بار آئے تھے (انہوں نے آپ ﷺ سے دو سوال کئے) (۱) امر فصل (۲) ...... عن الاشربہ۔

فامرھم باربع: ...... **سوال:** اجمال و تفصیل میں مطابقت نہیں؟

جوابِ اول: ...... ایک ہی چیز بیان کی ہے باقی سب اس کی تفصیل ہے باقی تین کو کسی وجہ سے چھوڑ دیا۔

جوابِ ثانی: ...... شھادتین کا ذکر تو تمہید اور تبرک کے لیے ہے۔

جوابِ ثالث: ...... نماز اور زکوۃ کو شدت اتصال کی وجہ سے ایک ہی شمار کیا۔

جوابِ رابع: ...... وان تعطوا من المغنم الخمس اس کا عطف اربع پر ہے یہ اربع کے تحت داخل نہیں ہے یعنی آپﷺ نے تبرعاً حالات کے تقاضے کے تحت اہمیت کے ساتھ بیان کیا کیونکہ راستے میں کافر پڑتے تھے

لڑائی ضروری تھی اس لیے امام بخاریؒ نے علیحدہ باب باندھا(باب اداء الخمس من الایمان)

فنھاھم عن اربع: ...... **سوال:** وفد نے اشربہ کے متعلق سوال کیا اورآپ ﷺ جواب میں برتنوں کے احکام بیان فرمارہے ہیں؟

جواب: ...... سائل کے سوال کومخاطب بہترطریقہ سے سمجھتا ہےاصل سوال ہی برتنوں کے متعلق تھا۔

حنتم: ...... سبزرنگ کا گھڑا۔

الدبآء: ...... کدو سے بنایا ہوابرتن۔

نقیر: ...... کھجورکی لکڑی کھودکربنایاہوابرتن،نقیربمعنی منقر۔

المذفت: ...... زفت ملاہوا۔لُک کی طرح کی چیز ہےاس سے ذراہلکی سیاہی مائل ہوتی ہےاورلیس دارزیادہ ہوتی ہے۔

فائدہ: ...... ان برتنوں سے نہیں منسوخ ہوچکی ہے دلیل مسلم شریف ص۱۶۶ج۲ کی روایت ہے۔

(۴۱)

باب ماجآء ان الاعمال بالنیة والحسبة ولکل امرءٍ مانویٰ

اس بات کابیان کہ عمل بغیرنیت اورخلوص کے(صحیح)نہیں ہوتے اورہرآدمی کووہی ملے گاجونیت کرے

فدخل فیه الایمان والوضوء والصلٰوة والزکوٰة والحج والصوم والاحکام
توعمل میں ایمان اوروضواورنماز اورزکوۃ اورحج اورروزہ اورسارے معاملات (جیسے بیع وشراء،نکاح وطلاق وغیرہ) آگئے
وقال اللّٰہ تعالیٰ:(قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ) علٰی نیته
اوراللہ تعالی نے(سورہ بنی اسرائیل میں)فرمایا:اے پیغمبرکہہ دوہرکوئی اپنے طریقے یعنی اپنی نیت پرعمل کرتا ہے
نفقة الرجل علٰی اھله یحتسبھا صدقة وقال النبی ﷺ ولکن جھاد ونیة
اور(اسی وجہ سے)آدمی اگرثواب کے لیے خداکاحکم سمجھ کراپنے گھروالوں پرخرچ کرے توصدقہ کاثواب ملتا ہے(اورجب مکہ فتح ہوگیا)توآنحضرت ﷺ نے فرمایا(اب ہجرت نہیں رہی)اورلیکن جہاداورنیت باقی ہے۔
✿
(۵۲)حدثناعبداللہ بن مسلمة قال اخبرنا مالک عن یحییٰ بن سعید
ہم سے بیان کیا عبداللہ ابن مسلمہؒ نے،کہا خبردی ہم کو امام مالکؒ نے،انھوں نے یحیٰ بن سعیدؒ سے

عن محمدبن ابراھیم عن علقمة بن وقاص عن عمر ان رسول الله ﷺ

انہوں نے محمد بن ابراہیم سے، انھوں نے علقمہ بن وقاص سے، انھوں نے حضرت عمرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ

قال الاعمال بالنیة ولکل امرئ مانویٰ فمن

نے فرمایا عمل نیت ہی سے (صحیح) ہوتے ہیں (یا نیت ہی سے ان میں ثواب ملتا ہے) اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے، پھر جو کوئی

کانت ھجرته الی الله ورسوله فھجرته الی الله ورسوله

اپنا دیس اللہ اور اس کے رسول کے لئے چھوڑے گا اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی طرف ہوگی

ومن کانت ھجرته لدنیا یصیبھا او امرأة یتزوجھا فھجرته الی ماھاجرالیه

اور جو کوئی دنیا کمانے کے لیے یا کسی عورت کو بیاہنے کے لیے دیس چھوڑے گا تو اس کی ہجرت انہی کاموں کے لئے ہوگی جن کے لئے اس نے ہجرت کی

۞

(۵۳) حدثنا حجاج بن منھال قال حدثنا شعبة قال اخبرنی عدی بن ثابت قال

ہم سے حجاج بن منہالؒ نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہؒ نے بیان کیا، کہا مجھ کو عدی بن ثابتؒ نے خبر دی، کہا

سمعت عبدالله بن یزید عن ابی مسعودؓ[1] عن النبی ﷺ قال

میں نے عبداللہ بن یزیدؒ سے سنا، انھوں نے ابو مسعودؓ سے، انھوں نے نبی کریم ﷺ سے، آپ ﷺ نے فرمایا

اذا انفق الرجل علیٰ اھله یحتسبھا فھی له صدقة[2]

جب کوئی اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے (اللہ کا حکم سمجھ کر) خرچ کرے تو صدقہ کا ثواب پائے گا۔

۞

(۵۴) حدثنا الحکم بن نافع قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال حدثنی

ہم سے ابو یمان حکم بن نافعؒ نے بیان کیا کہا ہم کو شعیبؒ نے خبر دی، انھوں نے زہریؒ سے کہا مجھ سے بیان کیا

عامر بن سعد عن سعد بن ابی وقاصؓ انه اخبره ان رسول الله ﷺ قال انک لن تنفق نفقة

عامر بن سعدؒ نے کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو جو کچھ خرچ کرے

تبتغی بھا وجه الله الاجرت علیھا حتی ماتجعل فی فم امرأتک[3]

اور اس سے تیری نیت اللہ کی رضامندی ہو تو تجھ کو اس کا ثواب ملے گا یہاں تک کہ اس پر بھی جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے

---

[1] نام عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ ہے کل مرویات ۱۰۲ ہیں کوفہ میں رہے وہیں انتقال ہوا دوسرا قول مدینہ کا ہے: [2] انظر: ۴۰۰۶ ، ۵۳۵۱ [3] انظر: ۱۲۹۵ ، ۲۷۴۲ ، ۲۷۴۴ ، ۳۹۳۶ ، ۴۴۰۹ ، ۵۳۵۴ ، ۵۶۵۹ ، ۵۶۶۸ ، ۶۳۷۳ ، ۶۷۳۳

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض:...... اس باب سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ صرف زبانی ایمان کوئی چیز نہیں جب تک دل کے اندر تصدیق نہ ہو۔

الحاصل:...... کرامیہ کا رد ہے محققین نے لکھا ہے کہ ایمان کے تین درجے ہیں۔

ا: **وجودِ عینی:**...... یہ ایک محسوس چیز ہے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے یہ **یزید وینقص** ہے جب اس کا وجود ہوتا ہے تو سب سے پہلے انسان شرک سے بچتا ہے پھر دوسرے کبائر سے رکتا ہے۔ اہل مکاشفہ کو اس کا احساس ہوتا ہے۔

۲: **وجودِ ذھنی:**...... کہ ذہن میں تصدیق وتسلیم کرے۔

۳: **وجودِ لفظی:**...... شھادتین کا تلفظ کرے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں اس سے صرف لوگوں کو دھوکا دے سکتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔

امام بخاریؒ فرمارہے ہیں **الاعمال بالنیة** اور **الایمان ھوالعمل**۔ لہٰذا **الایمان بالنیة ای بالتصدیق القلبی**۔ تو کرامیہ پر رد ہوگئی۔

نیت اور حسبہ میں فرق:...... ا. بعض کہتے ہیں کہ نیت اور حسبہ ایک ہی چیز ہے معنی ثواب کی نیت کرنا۔ ۲...... علامہ انورشاہ صاحبؒ فرماتے ہیں حسبہ نیت صحیحہ کے علاوہ ہے حسبہ نیت سے اونچا درجہ ہے نیت کے پائے جانے سے حسبہ کا پایا جانا ضروری نہیں جبکہ جہاں بھی حسبہ پائی جائے گی نیت ضروری پائی جائے گی۔

والوضوء:...... یہاں سے امام بخاریؒ حنفیہ پر رد کرنا چاہتے ہیں جن کے ہاں وضو میں نیت ضروری نہیں۔

جوابِ اول:...... احناف وسائل اور مقاصد میں فرق کرتے ہیں۔ وسائل کے لیے نیت ضروری نہیں مقاصد کے لئے نیت ضروری ہے۔ کپڑا بدن وغیرہ بغیر نیت کے بھی پاک ہوجاتے ہیں، البتہ مقاصد میں مقصد ہی ثواب ہوتا ہے نیت بھی ضروری ہوگی۔ وضو وسائل کے قبیل سے ہے۔

جوابِ ثانی:...... وضو میں دو چیزیں ہیں ا۔ تطہیرِ بدن ۲۔ ثواب۔ ثواب کے لیے حنفیہ کے نزدیک بھی نیت شرط ہے تو امام بخاریؒ وضو کا ذکر کر کے رد علی الحنفیہ نہیں کررہے بلکہ تائید کررہے ہیں کیونکہ امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں کہا ہے **الحسبة ای طلب ثواب** اور طلبِ ثواب کے لیے نیت ضروری ہے نہ کہ تطہیر کے لیے۔

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ:

تفسیرِ اول:...... شاکلہ اصل میں طبیعت کو کہتے ہیں اور یہاں نیت کے معنی میں ہے۔

تفسیرِ ثانی:...... امام بخاریؒ نے ایک تفسیر کو ذکر کیا ہے دوسری تفسیر شاکلہ کی بواطن سے کی جاتی ہے یعنی جو اس کے اندر ہوگا اسکے لحاظ سے ظاہری عمل کرے گا اگر معصیت کے جذبات ہوں تو معصیت، اور اگر طاعت کے جذبات ہوں تو طاعت۔ اگر اندر گالیاں بھری ہوں گی تو گالیاں ہی دے گا۔

یحتسبھاصدقة:...... ثواب کی نیت کرتا ہے تو ثواب ملے گا ورنہ حقوق تو ادا ہو جائیں گے ثواب نہیں ملے گا۔ یہ بھی حنفیہ کی تائید ہے۔

جهاد و نية: معلوم ہوا کہ عملوں میں نیتوں کا اعتبار ہے جہاد شروع ہے تو جہاد ورنہ نیت جہاد کوئی امیر المومنین جہاد کے لیے بلائے تو ہم جائیں گے۔

حدثناعبدالله:...... **فهجرته الى الله ورسوله : اشكال:** اتحادِ شرط وجزا ہے؟

جوابِ اوّل:...... شرط کی جانب **فی الدنیا** اور جزاء کی جانب **فی الآخرہ** محذوف ہے۔

جوابِ ثانی:...... شرط کی جانب **نیة** محذوف ہے اور جزاء کی جانب **ثواباً**.

جوابِ ثالث:...... **وهوالجواب:** جزا کی جانب جو لفظ ہے یہ **مقبولة** سے کنایہ ہے۔

فهجرته الى ماهاجراليه:......**سوال:** اس سے پہلے جملہ میں جزاء کی جانب یہ اختصار نہیں کیا گیا جو یہاں کیا گیا؟

جواب:...... تعلیم ادب ہے کہ محبوب چیزوں کا تکرار باعث لذت ہوتا ہے اور غیر محبوب چیزوں کا تکرار اچھا نہیں ہوتا۔ دنیا اور عورت مستہجن چیزیں ہیں۔ ہمیں بڑی حیرانی ہوتی ہے اس جہالت پر کہ ایک طرف عورت کہتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ باہر نکلنے کا حق ہے۔

فائدہ:...... قرآن پاک میں سورۃ مریم وغیرہا میں حضرتِ مریمؑ کے سوا کسی عورت کا نام نہیں آیا اور مردوں کا نام کئی جگہ آیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی تصریح ہو جائے۔

(۴۲)

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ للّٰہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم وقولہ تعالیٰ (اِذَا نَصَحُوا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا (کہ دین کیا ہے؟) سچے دل سے اللہ کی فرمانبرداری اور اس کے پیغمبر اور مسلمان حاکموں کی اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی اور اللہ تعالی کا فرمان (سورۂ توبہ میں) جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی میں رہیں

(۵۵) حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ عن اسماعیل قال حدثنی قیس بن

ہم سے مسددؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحیٰی (ابن سعید قطانؒ) نے بیان کیا، انھوں نے اسمٰعیلؒ سے، کہا مجھ سے قیس بن

ابی حازم عن جریر بن عبداللّٰہ البجلی[1] قال بایعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابوحازمؒ نے بیان کیا، انھوں نے جریر ابن عبداللہ بجلیؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے بیعت کی

علی اقام الصلٰوۃ وایتاء الزکوٰۃ والنصح لکل مسلم[2]

نماز درستی کے ساتھ ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر (خیر خواہ رہوں گا)

۞

(۵۶) حدثنا ابوالنعمان قال حدثنا ابوعوانۃ عن زیاد بن علاقۃ قال

ہم سے ابونعمانؒ نے حدیث بیان کی، کہا ہم سے ابوعوانہؒ نے بیان کیا، انھوں نے زیاد ابن علاقہؒ سے، کہا

سمعت جریر بن عبداللّٰہ یوم مات المغیرۃ بن شعبۃ قام فحمد اللّٰہ

میں نے جریر بن عبداللہؓ سے سنا، جس دن مغیرہ بن شعبہ (کوفہ کے حاکم) نے وفات پائی تو وہ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف کی

---

[1] حدیث کی سند میں پانچ راوی ہیں پانچویں جریر بن جریر بن عبداللہ بن جابر بن مالک بن نضر بن ثعلبہ البجلی الاحمسی ہیں قرقیسیا میں ۵ہجری کو انتقال ہوا (وقیل غیر ذلک) کل مرویات ۱۰۰ انظر: ۵۲۴، ۱۴۰۱، ۲۱۵۷، ۲۷۱۴، ۲۷۱۵، ۷۲۰۴

واثنى عليه وقال عليكم باتقاء الله وحده لاشريك له والوقار والسكينة حتى
اوراس کی خوبی بیان کی اور کہا تم کواللہ کا ڈر رکھنا چاہیے اس کا کوئی ساجھی نہیں، اور تحمل اور اطمینان سے رہنا چاہیے اس وقت تک کہ
يأتيكم امير فانما يأتيكم الان ثم قال استعفوا لاميركم ،فانه كان
کوئی دوسرا حاکم تمھارے اوپر آئے وہ اب آتا ہے، پھر یہ کہا کہ اپنے (مرے ہوئے) حاکم کے لیے مغفرت کی دعا مانگو، کیونکہ وہ
يحب العفو ثم قال اما بعد فانى اتيت النبى ﷺ قلت
(مغیرہؓ) بھی معافی کو پسند کرتا تھا، پھر کہا اس کے بعد تم کو معلوم ہو کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ
ابايعك على الاسلام فشرط علّى والنصح لكل مسلم
میں آپ ﷺ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے اسلام کی شرط مجھ پر لگائی اور ہر ایک مسلمان کی خیر خواہی کی
فبايعته على هذا ورب هذا المسجد انى لناصح لكم ثم استغفر
میں نے اس شرط پر آپ ﷺ سے بیعت کرلی، اس مسجد کے مالک کی قسم میں تمہارا خیر خواہ ہوں، پھر استغفار کیا
ونزل
اور (منبر سے) اتر آئے

﴿تحقيق وتشريح﴾

ترجمۃالباب کی غرض: ...... اس باب سے بھی امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اجزاء دین میں نصیحت بھی ہے بلکہ نصیحت اتنا اہم جزء ہے کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ دین نصیحت ہی ہے تو بھی مناسب ہے۔

قاعدہ کلیہ: ...... مبتداء اور خبر کی تعریف حصر کا فائدہ دیتی ہے پھر حصر کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) مبتدا کا حصر خبر پر (۲) خبر کا حصر مبتدا پر۔ اگر پہلی صورت ہو تو اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ دین نصیحت ہی ہے حالانکہ یہ تو ٹھیک نہیں ہے حالانکہ اور بہت ساری چیزیں دین ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ حصر مبالغہ کے لیے ہے۔ اگر دوسری صورت ہو تو اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ نصیحت تو دین ہی ہے اس صورت پر کوئی اشکال نہیں۔

نصيحة کاماخذ: ...... نصيحة، فعيلة کے وزن پر ہے۔ لغتِ عرب میں اس کا استعمال دو طریقے پر ہے ا۔ نصحت العسل (میں نے شہد کو صاف کیا) ۲۔ نصحت الثوب (میں نے کپڑے کو سیا اور جوڑا) تو لفظ نصیحت ان دونوں سے لیا گیا ہے۔ نصیحت کا مطلب ہوا کہ ہر وہ عمل جو خلوص کے ساتھ ہو اور جوڑ پیدا کرے اگر کوئی عمل توڑ

پیدا کرے اور اخلاص کے ساتھ ہو تو آدھی نصیحت۔ اسی طرح ایک بات اگر جوڑ پیدا کرے اور اخلاص کے ساتھ نہ ہو تو وہ بھی آدھی نصیحت ہے۔ جیسے **الله الصمد** کا پورا ترجمہ اردو میں نہیں ہوتا۔ **الصمد الذی یصمد الیه**۔ ایسی ذات کہ وہ کسی کی محتاج نہ ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔ شاہ عبدالقادرؒ نے سب سے پہلے اردو میں ترجمہ لکھا تو اس کا ترجمہ کیا ''نرادھار'' تو ایک ہندو نے سن کر کہا یہ ترجمہ تم نے کہاں سے لیا ہے؟ پھر ہندو نے بتایا کہ یہ ہندی زبان کا لفظ ہے اسکا معنی ہے کہ جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔ تو لفظِ نصیحت جب دونوں محاوروں سے لیا گیا ہے تو کبھی اس کے معنی اخلاص کے لئے جائیں گے اور کبھی خیر خواہی کے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوگا تو اخلاص کے معنی ہوں گے اور جب مخلوق کے لئے استعمال ہوگا تو خیر خواہی کے معنٰی میں ہوگا۔

النصیحة لله: ...... یعنی اللہ کی ذات وصفات اور عظمت کا قائل ہو جائے بایں طور کہ جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے خلاف بولے یا شرک کا ارتکاب کرے ان کی تردید کرے۔

النصیحة لرسوله: ...... یعنی رسول اللہ ﷺ کے حقوق کا خیال رکھے، طاعت، عظمت، محبت کرے اور جمیع **ماجآء به النبی** ﷺ کی تصدیق کرے۔

النصیحة لائمة المسلمین: ...... ائمہ کا مصداق دو ہیں ۱۔ حُکام، تو مطلب یہ ہوگا کہ جائز کاموں میں انکی اطاعت کرے بغاوت نہ کرے لوگوں کو اطاعت کی طرف مائل کرے ۲۔ اگر آئمہ مجتہدین مراد ہوں تو پھر اس کا مطلب ہے کہ ان پر اعتماد کرے ان کی باتوں پر عمل کرے خود بھی ان کی عزت کرے اور دوسروں سے بھی کروائے۔

النصیحة لعامة الناس: ...... عامة الناس میں اختلاف اور شقاق نہ ڈالے۔ دینی و دنیاوی لحاظ سے مدد کرے، خدمت کرے مخدوم نہ بنے، طریقت اصل میں یہی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے **طریقت بجز خدمت خلق نیست**۔ اس لئے معاشرہ نے مولوی کو ٹھکرا دیا۔ دین کی قدر رہے نہیں، دنیاوی خدمت کرتے نہیں تو وہ ان سے کٹتے ہیں۔ تبلیغ میں یہی ہے کہ دوسرے بیمار ہیں ان کے پاس جاؤ، سخت سست کہیں برداشت کرتے رہو۔ دینی تعلیم اخروی خدمت ہے دنیاوی مدد دنیاوی خدمت ہے۔

حدثنا مسدد عن جریر بن عبدالله البجلی: ...... جریر بن عبداللہ آنحضرت ﷺ کی وفات سے ایک ماہ قبل یا چھ ماہ قبل اسلام لائے **علی اختلاف الروایتین**۔ بہت زیادہ حسین تھے آپ ﷺ نے فرمایا ((**یوسف هذه الامة**)) اسلام سے قبل ہزار درہم کا جوڑا پہنتے تھے اور بعد میں موٹا کپڑا اور بٹن کی جگہ کانٹا لگاتے تھے۔

علی اقامة الصلوة: ...... اس سے معلوم ہوا کہ عمومی بیعت کے ساتھ ساتھ خصوصی فعل پر بھی بیعت لی جاسکتی ہے یعنی جس میں کوئی خاص عیب نہ ہو اس کو عمومی عیب سے روکنا۔

حدثنا ابو النعمان سمعت جریر بن عبداللہ:...... حضرت مغیرہ بن شعبہؓ طاعون کی بیماری کی وجہ سے ۵۰ھ میں کوفہ میں فوت ہوئے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں بصرہ کے والی تھے۔ بصرہ میں سب سے پہلے لوگوں کی دیکھ بھال اور انصاف کا انتظام کیا اور حضرت معاویہؓ کے زمانے میں کوفہ کے والی تھے بہت مدبر تھے۔ لوگوں کو جرائم میں معافی دینے کو ترجیح دیتے تھے یہ ان کی خصوصیت تھی انہوں نے فوت ہونے سے قبل جریر بن عبداللہؓ کو وصیت کی تھی کہ جب تک امیر معاویہؓ کی طرف سے کوئی امیر بن کر نہ آئے اس وقت تک آپ نمازیں پڑھاتے رہیں اور امت کی نگرانی کریں۔ وقال البعض انہوں نے ان کو وصیت نہ کی تھی بلکہ امیر نہ ہونے کی وجہ سے خود ہی ایسا کیا تا کہ نظم ونسق خراب نہ ہو۔

استعفوا لامیرکم:...... جیسے لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کریں گے۔

استغفر و نزل:...... امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ تواضعاً باب کے آخر میں استغفار فرماتے ہیں۔ کتاب الایمان کے آخر میں بھی استغفار کیا۔ نیز باب کے آخر میں ایسا لفظ لاتے ہیں جس سے باب کے اختتام کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اخیر میں نزل ای ختم لائے جیسے کہ حدیث ہرقل کے اخیر میں ایسے ہی الفاظ لائے تھے۔

سوال: ...... بعض نسخوں میں بسم اللہ پہلے ہے اور یہاں پر بعد میں ایسا کیوں؟

جواب: ...... یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ناقلین کا نسخوں میں اختلاف ہوتا ہی ہے۔ زیادہ راجح یہ ہے کہ بسم اللہ پہلے ہو۔

کتاب الایمان سے ربط: ...... امام بخاریؒ نے کتاب الایمان سے فارغ ہو کر کتاب العلم کو شروع کیا کیونکہ ایمان کے بعد انسان احکام کا مکلّف ہوتا ہے۔ اور احکام کا دارومدار علم پر ہے۔ اس لیے کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم کو ذکر کیا [۱]

سوال: ...... دوسرے احکام کا مدار بھی علم ہے، ایمان کا مدار بھی علم ہے تو پھر کتاب الایمان کو کتاب العلم سے کیوں مقدم کیا؟

جوابِ اول: ...... ایمان مبدء کل خیر علماً و عملاً ہے اس لئے اس کو مقدم کیا [۲]

جوابِ ثانی: ...... اعتقاد بھی علم ہی کی ایک قسم ہے جسکو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے چونکہ ایمان ایک امتیازی شان رکھتا ہے اس لیے اس کو علم کے تابع نہیں کیا بلکہ علیحدہ عنوان میں ذکر کیا۔

جوابِ ثالث: ...... امام بخاریؒ نے ترتیب میں نہایت لطافت ملحوظ رکھی کہ ایمان و عمل کا مدار وحی ہے، علم و عمل کا مدار بھی وحی ہے اس لیے پہلے وحی کا ذکر کر کے گویا علم کا اجمالاً پہلے ذکر کر دیا اور چونکہ مقصود بالذات اور "مبدء کل خیر" ایمان ہے اس لئے اس کے بعد ایمان کو ذکر کیا اور پھر کتاب العلم کو تفصیل سے ذکر کیا۔

العلم [۳]

علم کا لغوی معنی: ...... دانستن، جاننا

علم کا اصطلاحی معنی: ...... اصطلاحی معنی میں متکلمین اور فلاسفہ کا اختلاف ہے۔

العلم: ...... علماء متکلمین کے دو گروہ ہیں۔

۱۔ اشاعرہ ۲۔ ماتریدیہ

---

[۱] عمدۃ القاری ج۲ ص۲ [۲] وایضا [۳] علم اور معرفت میں فرق: ادراک جزئیات کا نام معرفت ہے اور ادراک کلیات کو علم کہتے ہیں۔

۱۔عندالماتریدیه:......" صفةٌ مودعة فی القلب کالقوة الباصرة فی العین من شانها الانجلاء بشروطها اللائقة بها" ۱

۲۔عندالاشاعره:...... " صفة من صفات النفس توجب تمییزا لایحتمل النقیض فی الامور المعنویة" ۲ (فوائدقیود):......توجب تمییزاء مالم یوجب تمییزاً (کالحیاة) سے احتراز ہے۔ لایحتمل النقیض کے ذریعے ظن اور شک سے احتراز ہے۔فی الامور المعنویة سے حواسِ ظاہرہ سے احتراز کیا ہے:لان ادراکها فی الامور الظاهرة المحسوسة. ۳

۳۔عندالفلاسفة:...... ۱۔حصول صورة الشئی عندالعقل ۲۔الحاضر عندالمدرک ۴

اقسام العلم عندالفلاسفة:......فلاسفہ کے نزدیک علم دو قسم پر ہے ۱۔حصولی ۲۔حضوری

حصولی:......جو صورت کے واسطہ کا محتاج ہو۔

حضوری:......جو صورت کے واسطہ کا محتاج نہ ہو۔

علم حضوری کا مدار تین امور پر ہے۔

۱۔عینیت:......معلوم عالم کا عین ہو جیسے نفس ناطقہ کو اپنا علم۔

۲۔موصوفیت:......معلوم عالم کی نعت اور وصف ہو جیسے نفس ناطقہ کو اپنی صفات کا علم۔

۳۔معلولیت:...... معلوم عالم کے لیے معلول ہو اور عالم اسکی علت ہو جیسے باری تعالیٰ کو ممکنات کا علم۔

الفرق بین تعریف المتکلمین و الفلاسفة:...... کل تین فرق ہیں۔

(۱)......فلاسفہ کے نزدیک علم صورت کا محتاج ہوتا ہے ۵ متکلمین کے نزدیک علم صورت کا محتاج نہیں۔

(۲)......فلاسفہ کے نزدیک علم و معلوم متحد بالذات ہیں اور ان میں تغایر اعتباری ہے، متکلمین کے نزدیک ان میں تغایر ذاتی ہے کہ معلومات ذوات و عوارض ہوں گے اور علم صفتِ انجلائیہ جو مقولہ کیف سے ہے ان سے الگ ہے۔

(۳)......فلاسفہ کے نزدیک علمِ معدوم سے متعلق نہیں ہو سکتا اور متکلمین کے نزدیک علم معدوم سے متعلق ہو سکتا ہے۔

علم کی اقسام

علم دو قسم پر ہے ۱۔علم دنیاوی ۲۔علم دینی

علم دنیاوی:......وہ علم ہے جس کا قرب خداوندی میں کوئی دخل نہ ہو۔

---

۱ فیض الباری ج۱ ص۱۶۱ ۲ عمدة القاری ج۲ ص۲ ۳ ایضاً ۴ فانهم قالوا انه حصول الصورة او الصورة الحاصلة :فیض الباری ج۱ ص۱۶۱ ۵ ایضا ۶ المعلوم: عبارة عن الصورة من حیث هی هی :فیض الباری ج۱ ص۱۶۱

علم دینی:...... جس کے حاصل کرنے سے قربِ خداوندی حاصل ہو۔

علم دُنیاوی کی اقسام

(۱)......جو مفضی الی الکفر والمعصیة ہو، جیسے علم نجوم اور علم سحر اور شراب بنانے کا علم۔

حکم:......جو مفضی الی الکفر ہو اس کا حصول کفر اور جو مفضی الی المعصیة ہو اسکا حصول معصیت ہے۔

(۲)......جو مفضی الی الکفر والمعصیة نہ ہو۔

حکم:......اس کا حصول مباح ہے۔

علمِ دینی کی اقسام

تقسیمِ اول:

(۱)...... **ظاہری احکام کا علم:** قرآن وحدیث سے جو احکام مستنبط ہوتے ہیں مثلاً وضوء کیسے کرنا ہے؟ نماز کیسے پڑھنی ہے؟

(۲)...... **احکام باطنہ کا علم:** دل کی کیفیات، ان کی بیماریاں اور ان کا علاج۔

ماہرین علوم دینیہ کی اقسام

الاول:...... احکام ظاہرہ کے جاننے والے علماء کو فقیہ کہتے ہیں۔

الثانی:...... احکام باطنہ کے جاننے والے علماء کو صوفی کہتے ہیں۔

الثالث:...... دونوں کے جاننے والے کو جامع کہتے ہیں۔

فائدہ:...... ائمہ مجتہدینؒ کی شہرت احکام ظاہری کے لحاظ سے ہے اس لئے انہیں صوفی کوئی نہیں کہتا، مگر حقیقتاً حضرات ائمہ مجتہدینؒ دونوں کے جامع تھے اس لیے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے فقہ کی تعریف یوں منقول ہے ''**معرفة النفس مالها وما عليها**'' علامہ تفتازانیؒ، امام رازیؒ احکام ظاہرہ کے عالم تھے۔ سید احمد شہیدؒ نے ہدایت النحو تک پڑھا تھا ہندوستان میں شاہ ولی اللہؒ کا خاندان ''جامع'' ہے پھر حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت انور شاہؒ کشمیری، حضرت مدنیؒ، حضرت تھانویؒ اور حضرت سہارنپوریؒ۔

برکفِ جام شریعت برکف سندانِ عشق	✿	ہر ہوسناکِ ندانند برجام وسنداں باختن

حکمِ حصولِ علم:...... حصولِ علم، فرض عین ہے؟ یا فرض کفایہ؟ ایسا علم کہ جس کے بغیر چارہ نہیں، فرض ہے، تو حصولِ علم بھی فرض ہے[۱] ج جیسے فقہی مسائل کہ جن کے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ ان سے ہی حلال وحرام کا علم ہوتا ہے اس کو حاصل کرنا فرض عین ہے اس لئے کہ کتب فقہ کتب تصوف ہی ہیں اور فرض کفایہ کا درجہ یہ ہے کہ ہر مدت مسافت میں ایک پورا عالم ہونا چاہیئے۔

---

[۱] حدیث پاک میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ((طلب العلم فريضة على كل مسلم: مشکوٰۃ ص۳۴ بحوالہ بیہقی وابن ماجہ)) وفی روایۃ ((مسلمة))

تقسیمِ ثانی:......

علم دینی کی دوسری تقسیم کی بھی دوقسمیں ہیں۔

(۱)**علمِ کسبی:** ...... جس میں کسب واختیار کادخل ہو۔

(۲)**علمِ وہبی:**...... جس میں کسب واختیار کادخل نہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔

علمِ وہبی کی تقسیم اول:......

(۱)......بصورتِ وحی: یہ انبیاء علیہم السلام کوہوتا ہے اور یہ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرختم ہوگیا۔

(۲)......بصورتِ الہام: یہ نبیوں کو بھی ہوتا ہے، ولیوں کو بھی ہوتا ہے، دل میں اللہ تعالیٰ کسی آیت کی تفسیر یا کوئی تطبیق ڈال دیتے ہیں۔

علم وہبی کی تقسیمِ ثانی:......

(۱)......ایک مقام نبوت ہے۔

(۲)......ایک مقام ولایت ہے،

مقام نبوت ختم ہوگیا مقام ولایت باقی ہے۔ نبوت وہبی ہوتی ہے اور ولایت کسبی بھی ہوتی ہے اور وہبی بھی ہوتی ہے۔

مقام نبوت افضل ہے یا مقام ولایت؟

اس میں محققین کے دوگروہ ہیں۔

مذہبِ اول:...... مقامِ نبوت افضل ہے اس لئے کہ مقامِ نبوت میں نبی کو عامۃ الناس اور خواص کو تبلیغ کرنی پڑتی ہے تو مقامِ نبوت سے اس کی عبادت متعدی ہوئی، تو چونکہ مقامِ نبوت میں تبلیغ ہے اور تبلیغ متعدی ہے اس لیے بہتر ہے۔

مذہب ثانی:...... دوسرا گروہ کہتا ہے کہ مقامِ ولایت افضل ہے کیونکہ مقام نبوت میں **توجہ الی المخلوق** ہوتی ہے اور مقام ولایت میں **توجہ الی اللہ** ہوتی ہے لہٰذا مقامِ ولایت افضل ہے **لِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا**.

تنبیہ:...... لیکن اس سے کسی کو غلطی نہ لگ جائے کہ ولی نبی سے افضل ہے کیونکہ یہ فرق نبی کے دو مقاموں کا ہے ولی اور نبی کے مقاموں کا فیصلہ نہیں ہے۔ نبی کی ایک حالت یہ ہے کہ تبلیغ کر رہا ہے دوسری حالت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ ہم کلام ہے۔((**لی مع اللہ وقت لایسعنی فیہ ملک مقرب ولانبی مرسل**)) خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ایک وقت احکام کی بجا آوری کا ہے اور ایک وقت دربار میں حاضری کا ہے دونوں میں کون سا افضل ہے؟

استحقاقِ خلافت کامدار :...... استحقاق خلافت علم سے ہے؟ یا عبودیت سے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کس بنیاد پر خلیفہ بنایا؟ اس میں تین رائیں ہیں۔

پہلی رائے :...... استحقاق خلافت علم کی وجہ سے ہے [۱] فرشتوں کو وہ اسماء نہیں آئے اور حضرت آدم علیہ السلام کو آ گئے تو انکو خلیفہ بنا دیا یہ رائے علماءِ ظاہریہ کی ہے۔

دوسری رائے :...... علامہ انور شاہ کشمیریؒ فیض الباری میں لکھتے ہیں کہ عبودیت کی وجہ سے خلیفہ بنائے گئے کیونکہ تین گروہ تھے ۱...... ابلیس ۲...... ملائکہ علیھم السلام ۳...... آدم علیہ السلام [۲] ابلیس میں عبودیت تو تھی ہی نہیں انانیت تھی ، ملائکہ میں عبودیت تھی لیکن شائبہ دعویٰ تھا انھوں نے کہا تھا ﴿نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ﴾ [۳] آدم علیہ السلام میں عبودیت ہی عبودیت تھی اس لیے مستحقِ خلافت ہوئے۔

تیسری رائے :...... اکیلی کسی چیز سے استحقاق نہیں ہے نہ محض علم سے اور نہ محض عبادت سے، علم کے ساتھ عمل ہو تو پھر استحقاقِ خلافت ہوتا ہے۔

☆ خلاصہ یہ ہے کہ پہلی رائے محض احکامِ ظاہرہ کے جاننے والوں کی ہے، دوسری رائے محض احکامِ باطنہ کے جاننے والوں کی ہے اور تیسری رائے جامعین کی ہے۔

فائدہ :...... بعض اوقات شیخ خلافت دے دیتا ہے، شیخ کا خلافت دینا تو ظاہری استعداد، عبودیت اور علم کو دیکھ کر ہوتا ہے، یہ شیخ کی اجتہادی چیز ہے اس میں خطاء بھی ہو سکتی ہے، اس میں شیخ قصوروار نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

[۱] فیض الباری ج ۱ ص ۱۶۱ [۲] وھی عندی عبودیته لان الخلافة یستحقها باعتبار الظاهر ثلاثة، ادم ، ملائکة ، ابلیس فیض الباری ج ۱ ص ۱۶۱
[۳] پارہ ۱ سورۃ البقرۃ آیت ۳۰

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

(۴۳)

باب فضل العلم وقول اللہ عزوجل

﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ. وقولہ (رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً)﴾

علم کی فضیلت، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان (سورہ مجادلہ میں) جو تم میں ایمان والے ہیں اور جن کو علم ملا اللہ ان کے درجے بلند کرے گا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان (سورہ طٰہٰ میں) پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃ الباب کی غرض:...... امام بخاریؒ نے باب باندھ کر صرف دو آیتیں ذکر کی ہیں کسی روایت کو ذکر نہیں فرمایا شراح ایسے موقع پر چند توجیہات بیان فرمایا کرتے ہیں۔

الاول:...... تراجم کے بیان میں ذکر ہوا تھا کہ امام بخاریؒ کے تراجم میں ابوابِ مجردہ غیر محضہ بھی ہیں کہ تراجم میں دلیل تو ہوتی ہے لیکن ترجمہ کے تحت حدیث ذکر نہیں ہوتی۔

الثانی:...... قرآن قوی حجت ہے اس لئے اسی پر اکتفا کیا گیا [۱]

الثالث:...... علامہ کرمانیؒ کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ ابواب پہلے باندھ دیتے تھے احادیث تدریجاً ذکر کرتے تھے مگر یہاں حدیث لاحق کرنے سے پہلے رخصت ہوگئے [۲]

الرابع:...... شرطوں کے مطابق حدیث نہیں ملی [۳]

خامس:...... تشحیذ اذہان کے لئے۔ [۴] **سادس:**...... تکثیرِ فوائد یعنی فضائل ودلائل میں مختلف احادیث بیان فرمائیں گے تو فائدہ زیادہ ہوگا۔

اعتراض:...... اس باب پر اعتراض یہ ہے کہ صفحہ ۱۸ پر باب فضل العلم قائم کیا ہے تو یہ تکرار ہوگیا؟

---

[۱] عمدۃ القاری ج۲ ص۳ [۲] ایضاً [۳] تقریر بخاری ج۲ ص۴ [۴] تو پھر صحیح مسلم کی یہ حدیث منطبق ہوسکتی ہے ((من سلک طریقا یلتمس فیہ علما سہل اللہ بہ طریقا الی الجنۃ (درس بخاری ص۳۱۲)

جوابِ اول: ...... یہاں یہ باب ناسخین کی غلطی سے درج ہوگیا ہے ورنہ مصنفؒ نے کتاب العلم کا عنوان قائم کر کے آیات ذکر کیں تھیں۔

جوابِ ثانی: ...... یہاں فضیلتِ علماء ہے اور وہاں فضیلتِ علم، اور تکرارِ حقیقی تو تب ہوتا ہے جبکہ غرض ایک ہو [۱]

جوابِ ثالث: ...... فضل بمعنی فضیلت بھی آتا ہے اور بمعنی زیادتی بھی، پہلے باب میں فضل بمعنی فضیلتؔ ہے اور دوسرے باب میں فضل بمعنی زیادتی ہے۔

یرفع اللہ: ...... **قیل یرفعهم فی الثواب والکرامة وقیل یرفعهم فی الفضل فی الدنیا والمنزلة، وقیل یرفع اللہ درجات العلماء فی الآخرة علی المؤمنین الذین لم یؤتوا العلم** [۲]

درجات: ...... درجات درجہ کی جمع ہے درکہ کے مقابلے میں ہے، اوپر کو چڑھتے ہوئے جو منزل ہوتی ہے اس کو درجہ کہتے ہیں اور نیچے کو اترتے ہوئے جو منزل ہوتی ہے اس کو درکہ کہتے ہیں، جنت میں درجات ہیں اور جہنم میں درکات۔

والذین اوتوا العلم درجات: ...... عطفِ خاص علی العام ہے کہ ایمان والوں کو بھی اونچا کرتے ہیں مگر ان میں علم والوں کو تو بہت ہی اونچا کرتے ہیں۔

واللہ بما تعملون خبیر: ...... اس میں اشارہ ہے کہ علم وہی مفید ہے جو کہ **مفضی الی العمل** ہو۔ علماء نے لکھا ہے، علم بلا عمل عقیم ، عمل بلا علم سقیم ، علم مع العمل صراط مستقیم۔

☆**قصہ:** ...... جاہل عابد کا قصہ ہے۔ ایک شہزادہ، بڑی عیش میں رہتا تھا تو بہ نصیب ہوئی جنگل میں چلا گیا، ریاضت شروع کی، شیطان نے کہا کہ تو نے جو اتنی خوشبوئیں سونگھی ہیں انکا کفارہ اسی طرح ادا ہوگا کہ پاخانے کی ایک ڈلی لیکر ناک میں رکھ لے اور عبادت کرتا جا، اس نے ایسا ہی کیا تو ساری عبادتیں بے علم ہونے کی وجہ سے بے کار گئیں۔

بحث: ...... اس میں بحث چلی ہے کہ فرائض کی ادائیگی (یعنی مطلوب من الشارع کو ادا کرنے) کے بعد زائد وقت کہاں صرف کرنا چاہیے؟ علم میں یا عمل میں؟ اس میں ائمہ مجتہدینؒ کا اختلاف ہے۔

۱...... امام اعظمؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ علم میں مشغول ہونا افضل ہے۔

۲...... امام احمدؒ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ (۱) علم میں لگنا افضل ہے (۲) جہاد میں مشغول ہونا افضل ہے۔

۳...... حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عمل میں مشغول رہنا زیادہ بہتر ہے [۳]

۴...... شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تعلیم و تعلم میں مشغولی زیادہ افضل ہے۔

---

[۱] عمدۃ القاری ج۲ ص۳ [۲] ایضاً [۳] وفی فیض الباری انما مالک وابا حنیفة ذهبا الی ان الاشتغال بالعلم خیر من الاشتغال بالنوافل علی عکس ماذهب الیه الشافعی وعن احمد روایتان احداهما فی فضل العلم والاخری فی فضل الجهاد: ج ۱ ص ۱۶۲

فائدہ:...... امام غزالیؒ نے انسان کی چار حالتیں بیان کیں ہیں کہ **بعدالفرائض اولاً**...... **تواشتغال بالعلم** ہے ثانیاً:...... تسبیح وتقدیس ہے اگراس سے بھی قاصر ہوتو ثالثاً:...... خدمتِ علماء وصلحاء ہے رابعاً:...... بعدالفرائض کسبِ معاش ہے دوسرے کوتکلیف نہ دے، حلال کمائے، غیر کا مال نہ کھائے۔

شیخ الحدیثؒ نے لکھا ہے کہ بعض صوفی ذکر کررہے ہوں کوئی مسئلہ پوچھ لے تو ناک بھوں چڑھا لیتے ہیں فرمایا یہ بھی تو ذکر ہے بلکہ یہ اس سے افضل ذکر ہے۔

رب زدنی علما:...... آپ ﷺ نے زیادتی علم کی دعا مانگی اور قبول ہوئی، تو "طلبِ زیادتی علم" کی وجہ سے علم کی فضیلت معلوم ہوگئی کہ آپ ﷺ دعاء مانگ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ حکم فرمارہے ہیں اس لیے آپ ﷺ نے خصوصیت سے ذکرفرمایا ((**انمابعثت معلما**)) ظاہر ہے کہ آپکی یہ دعاء قبول ہوئی تو زیادتی علم متحقق ہوا اور امر (زِدْ) دوام واستمرار کے لیے ہے۔ تو معلوم ہوا کہ زیادتی علم آپکی دواماً واستمراراً ہے تو برزخ اور جنت میں بھی زیادتی ثابت ہوئی۔ ﴿وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾[1] آپکی ہر آنے والی گھڑی پہلی والی گھڑی سے بہتر ہوگی، اور یہ جب ہی ہوگا کہ علم بڑھتا رہے لھذا جمہور اہلسنت والجماعت کے نزدیک آپکا علم **لایقف عندحدٍ** ہے چنانچہ آپکا علم گنتی کی طرح ہے کہ کہیں رکتی ہی نہیں دوسری تعبیر یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ علم دے رہا ہے اور حضور ﷺ لے رہے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک ہی مرتبہ **ماکان ومایکون** کا علم دیدیا، گٹھری باندھ کردیدیا اور سلسلہ بند ہوگیا تو گویا انہوں نے آپکے علم کو محدود کردیا اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ احمد رضا کہتا ہے[2] **ولانثبت بعطاء اللہ تعالیٰ ایضاً الا البعض لکن بون بیّن بین البعض والبعض کالفرق بین السمآء والارض الخ** یہ انگریز کی چال ہے کہ جو چیز نہیں ہے اسکو اتنا دہراؤ اور دعویٰ کرو کہ معاملہ مبہم ہوجائے اور پتہ ہی نہ چلے کہ کیا ہے کہیں معجزات کا انکار کروادیا ،مختارکل کہلوا کر شفاعت کا انکار کروادیا، عالم الغیب کہلوا کر وحی کا انکار کروادیا، حاضر ناظر کہلوا کر معراج کا انکار کروادیا۔

(۴۴)

﴿باب من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثه فاتم الحدیث ثم اجاب السائل﴾

جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ دوسری بات کررہا ہو پھر اپنی بات پوری کرکے پوچھنے والے کا جواب دے

---

[1] پارہ ۳۰ سورۃ الضحیٰ آیت ۴ [2] الدولۃ المکیہ ص ۸۰ مکتبہ رضویہ کراچی

(۵۷) حدثنا محمدبن سنان قال ثنا فلیح ح قال وحدثنی ابراھیم بن

ہم سے بیان کیا محمد ابن سنانؒ نے کہا ہم سے بیان کیا فلیحؒ نے دوسری سند اور مجھ سے بیان کیا ابراہیم بن

المنذر قال ثنا محمد بن فلیح ثنا ابی قال حدثنی ھلال بن علی

منذرؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا محمد بن فلیحؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا میرے باپ فلیحؒ نے، کہا مجھ سے بیان کیا ہلال بن علی نے

عن عطاء بن یسار عن ابی ھریرة قال بینما النبی ﷺ فی مجلس

انھوں نے عطاء بن یسار سے، انھوں نے ابوہریرہؓ سے، کہا ایک بار رسول اللہ ﷺ لوگوں میں بیٹھے ہوئے

یحدث القوم جاءه اعرابی فقال متی الساعة؟

ان سے باتیں کر رہے تھے اتنے میں ایک گنوار آپ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا قیامت کب آئے گی؟

فمضی رسول اللہ ﷺ یحدث فقال بعض القوم سمع ما قال فکره ما قال

آپ ﷺ اپنی بات میں مصروف رہے (اور گنوار کا جواب نہ دیا) بعضے لوگ (جو اس مجلس میں حاضر تھے) کہنے لگے آپ ﷺ نے گنوار کی بات سنی مگر پسند نہ کی

وقال بعض بل لم یسمع حتی اذا قضی حدیثه

اور بعضے کہنے لگے نہیں، آپ ﷺ نے اس کی بات سنی ہی نہیں، جب آپ ﷺ اپنی باتیں پوری کر چکے تو

قال این اراه السائل عن الساعة قال ھا انا یارسول اللہ . قال

میں سمجھتا ہوں یوں فرمایا وہ قیامت کو پوچھنے والا کہاں گیا؟ اس گنوار نے کہا میں حاضر ہوں یارسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا

فاذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة فقال کیف اضاعتھا

تو (سن لے) جب امانت (ایمانداری دنیا سے) ضائع کی جانے لگی تو قیامت کا منتظر رہ، اس نے کہا ایمانداری کیونکر اٹھ جائے گی؟

قال اذا وسد الامر الی غیر اھله فانتظر الساعة. (انظر: ۶۴۹۶)

آپ ﷺ نے فرمایا جب کام نالائق کو دیا جائے تو قیامت کا منتظر رہ

﴿تحقیق و تشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض: ...... اس باب میں آدابِ تعلیم وتعلم[1] بیان فرما رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص بات

[1] عمدة القاری ج ۲ ص ۷ پر ہے: ان من اداب المتعلم ان لایسئل العالم مادام مشتغلا بحدیث اوغیره الخ

میں مشغول ہوتو جب تک فارغ نہ ہو سوال نہیں کرنا چاہیے۔اگر کوئی شدتِ ضرورت یا نادانی کیوجہ سے کرلے تو جواب دینے والے کو اختیار ہے کہ اپنی بات پوری کرلے یا درمیان میں ہی اسکو جواب دے دے۔اسکا مدار سوالی پر ہے اگر سائل کا سوال شدتِ ضرورت کی بناء پر ہوتو جواب دیدے اور اگر نادانی کیوجہ سے ہوتو چاہے بعد میں دے، اور اگر کوئی درمیان میں سوال کرہی دے تو رفق کا معاملہ کرنا چاہیئے، اور اگر سوال ناپسندیدہ ہوتو جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

اُراہُ: ...... راوی [۱] کو شک ہوا کہ استاد نے من یسئل کہا یا السائل کہا [۲]

یارسول اللہ کھنے کا حکم

یہ کہنا حکایتاً جائز ہے۔خطاب بھی اس عقیدے سے جائز ہے کہ جب میرا یہ سلام وکلام فرشتے روضہ اقدس پر پہنچائیں اس وقت میں یہ سلام عرض کرتا ہوں اور حضور فی التصور کے اعتبار سے بھی جائز ہے، چوتھی صورت بریلویوں والی ناجائز ہے کہ جہاں آپ ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے وہیں تشریف لے آتے ہیں یہ بے ادبی ہے۔

کیف اضاعتھا: ......**سوال:** اس آدمی نے ساعت (قیامت) کے بارے میں سوال کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا ((اذاضیعت الامانة فانتظر الساعة)) بظاہر سوال وجواب میں کوئی جوڑ معلوم نہیں ہوتا؟

جواب: ...... یہ جواب علی اسلوب الحکیم ہے یعنی جب سوال سائل کی سمجھ سے بالاتر تھا تو حضور ﷺ نے اشارہ فرمادیا کہ سوال یوں نہیں کرنا چاہیئے تھا بلکہ قیامت کی نشانیوں کا سوال کرنا چاہیئے تھا اور پھر آپ ﷺ نے مذکورہ جملے میں قیامت کی نشانی کا ذکر کیا۔حاصل اس کا یہ ہے کہ امر کو اہل کے سپرد کرنے میں برکت ہوتی ہے یعنی خلافت اہل کو دینی چاہیئے نااہل کو نہیں دینی چاہیئے ایسے ہی پیر بھی اہل کو ماننا جائے۔

پیروں کی اقسام

☆ پیروں کی تین قسمیں ہیں ۱۔پتہ ۲۔پتھر ۳۔لکڑی۔ پتہ اگر دریا میں تیر رہا ہو کوئی اسکا سہارا لینا چاہے گا تو نیچے سے نکل جائے گا، اور یہ سہارا لینے والا ڈوب جائے گا۔پتھر خود بھی ڈوب جاتا ہے جو سہارا لے گا وہ بھی ڈوب جائیگا لکڑی خود بھی تیرتی رہتی ہے اگر کوئی سہارا لے لے تو اسکو بھی تیراتی رہتی ہے تو ہم پیروں کے مخالف نہیں لیکن پتے اور پتھروں کے مخالف ہیں لکڑی کے مخالف نہیں ہیں پیر بھی اسی کو بنانا چاہیے جو پیر بننے کا اہل ہو شریعت کا پابند ہونا اہل کو پیر ماننا عقل مندی نہیں۔

---

[۱] محمد بن فلیح عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲ ۔ [۲] اس لیے انہوں نے اراہ بڑھایا کیونکہ ان کو اپنے استاد کے الفاظ یاد نہیں تھے کہ استاذ نے این کے بعد یا فرمایا: این السائل عن الساعۃ فرمایا یا کوئی اور لفظ فرمایا اس شک کی وجہ سے راوی نے اراہ بڑھادیا محدثینؒ نے کس قدر احتیاط سے کام لیا ہے۔

(۴۵)
﴿باب من رفع صوته بالعلم﴾
جس نے علم کی بات پکار کر کہی

(۵۸)حدثنا ابو النعمان قال حدثنا ابوعوانة عن ابی بشرعن یوسف بن ماهک
ہم سے بیان کیا ابونعمانؒ نے کہا ہم سے بیان کیا ابوعوانہؒ نے انھوں نے ابوبشرؒ سے، انھوں نے یوسف بن ماہکؒ سے
عن عبدالله بن عمرو قال تخلف عنا النبی ﷺ فی سفرة سافر نا ها
انھوں نے عبداللہ بن عمروؓ سے، کہا ایک سفر میں جو ہم نے کیا تھا آنحضرت ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے (وہ سفر مکہ سے مدینہ کا تھا)
فادر کنا وقد ارهقنا الصلوٰة ونحن نتوضأ
پھر آپ ہم سے اس وقت ملے جب ہم نے نماز کو دیر کر دی تھی اور ہم (جلدی جلدی) وضوکر رہے تھے
فجعلنا نمسح علی ارجلنا فنادیٰ با علیٰ صوته
پاؤں کو (خوب دھونے کے بدلے) یوں ہی سادھور ہے تھے آپ نے (یہ حال دیکھ کر) بلند آواز سے پکارا
ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلثا۔[1]
:دیکھو! ایڑیوں کی خرابی دوزخ سے ہونے والی ہے، دوبار یا تین بار یہ فرمایا

﴿تحقیق و تشریح﴾

مطابقة الحدیث للترجمة ظاهرة.

ترجمة الباب کی غرض: ...... ضرورت کے وقت اونچی آواز سے تعلیم جائز ہے[2] امام بخاریؒ نے یہ باب تعارض کو رفع کرنے کے لیے قائم کیا ہے۔ بعض دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اونچی آواز کو پسند نہیں کیا گیا جبکہ اس حدیث میں بلند آواز سے پکارنے کا تذکرہ ہے۔

۱...... قرآن پاک میں ہے کہ حضرت لقمانؑ نے بیٹے کو نصیحت کی کہ اونچی آواز سے نہ پکارا کرو بے شک کہ گدھے کی

[1] انظر: ۹۶ ، ۱۶۳ اخرجہ مسلم فی الطهارة والنسائی فی العلم اخرجہ الطحاوی: عمدة القاری ج ۲ ص ۸

[2] رفع الصوت بالعمل جائز عندالحاجة : فیض الباری ج ۱ ص ۱۶۳

آواز سب سے بری آواز ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ آواز اونچی نہیں ہونی چاہیے۔

۲......حدیث پاک میں آپ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ ((ولا صخابا فی الاسواق۱)) بازاروں میں اونچی آواز سے نہیں پکارتے تھے۔

۳......تیسرا یہ کہ وقارِ علمی اور عظمت کا تقاضا بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

الحاصل : ......دلائل سے معلوم ہوا کہ اونچی آواز ناپسندیدہ ہے۔تو امام بخاریؒ یہ باب باندھ کر بتلا رہے ہیں کہ عندالضرورۃ جائز ہے۔

ویل : ......دوزخ کا ایک طبقہ ہے ان ایڑیوں کے لئے جن کے دھونے میں تقصیر کی گئی ۲

ویل للاعقاب من النار : ......اعقاب سے صاحب اعقاب مراد ہے یعنی ان ایڑیوں والوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا ۳

نادیٰ باعلیٰ صوته : ......اس سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔

یوسف بن ماهک ۴ : ......اختلاف ہوا کہ یہ لفظ عربی ہے یا عجمی؟ پھر جو عربیت کے قائل ہیں ان میں اختلاف ہے کہ، ہے تو عَلَم لیکن صیغہ ماضی کا ہے یا اسم فاعل؟ ۱۔بعض کے نزدیک ماضی ہے اور غیر منصرف ہے ۲۔بعض کے نزدیک اسم فاعل ہے اور منصرف ہے۔اور جو عجمیت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ "ماہ" اور "ک" تصغیر والا ہے چھوٹا سا چاند ۵

ارهقنا الصلوة : ......نماز میں ہمیں دیر ہو گئی تو سرعت وضوء کا منشاء تاخیر صلوٰۃ ہے۔

نمسح علی ارجلنا ۶ : ......سوال: کیا اسلام میں ننگے پاؤں پر مسح ہے؟

جواب : ......یاد رکھنا چاہیے کہ ننگے پاؤں پر مسح اسلام میں نہیں ہے اس حدیث کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ جلدی جلدی دھو رہے تھے دھونے میں مبالغہ نہیں کر رہے تھے جسکی وجہ سے کچھ جگہ رہ رہی تھی اسکو **نمسح علی ارجلنا** سے تعبیر کر دیا۔

ویل للاعقاب من النار : ......اس سے اہل سنت نے استدلال کیا ہے کہ پاؤں کا دھونا ضروری ہے اس سے معلوم ہوا کہ پاؤں کا وظیفہ غسل ہے اور غسل میں بھی استیعاب ہے۔

---

۱ شمائل ترمذی ص۲۳ ۲ ویل اور ویح دونوں ہم معنی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اگر مستحق ہلاکت ہے تو لفظ ویل بولتے ہیں اور اگر مستحق ہلاکت نہیں تو لفظ ویح استعمال ہوتا ہے درس بخاری ص۳۱۵ ۳ مشکوۃ ص۴۶ پر یہ حدیث تفصیل سے مذکور ہے: عن عبداللہ بن عمروؓ قال رجعنا مع رسول اللہ ﷺ من مکۃ الی المدینۃ حتی اذا کنا بماء بالطریق تعجل قوم عندالعصر فتوضأوا وهم عُجّال فانتهينا اليهم واعقابهم تلوح لم يمسها الماء فقال رسول اللہ ﷺ ويل للاعقاب من النار اسبغوا الوضوء ۴ بفتح الهاء غير منصرف لانه اسم اعجمی عَلَمٌ وفی رواية الاصيلی منصرف :عمدۃ القاری ج۲ ص۸ ۵ ماهک ::معناه القمير واما العلمية فظاهر واما العجمة فان ماهک بالفارسية تصغير ماه وهو القمر بالعربية: عمدۃ القاری ج۲ ص۸ ۶ سوال: اللہ پاک نے ہر انسان کو دو ٹانگوں سے نوازا ہے ارجل تو جمع کے لیے استعمال ہوتا ہے قیاساً تو رجلينا آنا چاہیے؟ جواب: ان الجمع اذا قوبل بالجمع بغير التوزيع فتوزع الارجل على الرجال :عمدۃ القاری ج۲ ص۱۰ مطبوعہ دار الفکر

(۴۶)

باب قول المحدث حدثنا و اخبرنا و انبأنا وقال لنا الحمیدی كان عند ابن عیینة حدثنا و اخبرنا و انبأنا و سمعت واحدا

محدث کا یوں کہنا ہم سے بیان کیا اور ہم کو خبر دی اور ہم کو بتلایا، اور امام حمیدی نے ہم سے کہا کہ سفیان ابن عیینہ کے نزدیک ہم سے بیان کیا اور ہم کو خبر دی اور ہم کو بتلایا اور میں نے سنا، ان سب لفظوں کا ایک ہی مطلب تھا

وقال ابن مسعود حدثنا رسول الله صلی الله علیہ وسلم وهو الصادق المصدوق

اور ابن مسعودؓ نے کہا ہم سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ سچے تھے اور جو آپ سے کہا گیا وہ بھی سچ تھا

وقال شقيق عن عبدالله سمعت النبی صلی الله علیہ وسلم كلمة كذا وقال حذيفة[1]

اور شقیق نے عبداللہ (بن مسعودؓ) سے نقل کیا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی، اور حذیفہؓ نے کہا

حدثنا رسول الله صلی الله علیہ وسلم حديثين وقال ابو العالية عن ابن عباسؓ

ہم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثیں بیان کیں اور ابو العالیہؒ نے روایت کیا ابن عباسؓ سے،

عن النبی صلی الله علیہ وسلم فيما يروى عن ربه وقال انسؓ عن النبی صلی الله علیہ وسلم

انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے، اور انسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی

يرويه عن ربه، وقال ابو هريرةؓ عن النبی صلی الله علیہ وسلم يرويه عن ربكم تبارك وتعالىٰ.

آپ نے پروردگار سے، اور ابو ہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، کہا کہ آپ اس کو تمہارے پروردگار سے روایت کرتے ہیں جو برکت والا اور بلند ہے

---

[1] كان صاحب سر النبی صلی الله علیہ وسلم فی المنافقين يعلمهم وحده وسأله عمرؓ هل فی عمالهم احد منهم قال نعم واحد قال من هو قال لا اذكره فعزله عمرؓ كانما دل عليه وكان عمرؓ اذا مات ميت فان حضر الصلوة عليه حذيفة صلى عليه عمرؓ والا فلا وحديثه ليلة الاحزاب مشهور فيه معجزات وكان فتح همدان والرى والدينور على يده ولاه عمرؓ المدائن وكان كثير السوال لرسول الله صلی الله علیہ وسلم عن الفتن والشر ليجتنبهما ومناقبه كثيرة روى له عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم عشرون حديثا توفى حذيفة بالمدائن سنة ست وثلثين بعد قتل عثمانؓ باربعين ليلة روى له الجماعة: عمدة القارى ج ۲ ص ۱۲

﴿تحقیق و تشریح﴾

امام بخاریؒ دلیل میں چند تعلیقات پیش کر رہے ہیں [1]

قال لنا الحمیدی: ...... سوال: قال لنا کیوں کہا، حدثنا اور اخبرنا کیوں نہیں کہا؟ حالانکہ حمیدیؒ استاد ہیں۔

جواب اول: ...... بلاواسطہ نہیں سنا ہوگا بالواسطہ سنا ہوگا اس لیے حدثنا اور اخبرنا نہیں کہا۔

جواب ثانی: ...... مجلس تعلیم میں نہیں سنا ہوگا بلکہ مجلس مذاکرہ میں سنا ہوگا۔

جواب ثالث: ...... یا لطافت پیدا کرلو کہ اس میں نکتہ ہے کہ چونکہ وہ ان الفاظ کے بارے میں بتلا رہے ہیں کہ ان میں فرق نہیں ہے تو قال لنا حمیدی کہہ کر اشارہ کردیا کہ یہ بھی ان دونوں کی طرح ہے

نکتہ کی تعریف: ...... نکتہ کے لغوی معنی ہیں کریدنا اور جس چیز کو کرید کر نکالا جائے اسکو نکتہ کہتے ہیں۔

النکتتین لنکتة: ...... نکتے کے لیے بھی دو نکتے ہیں ۱ النکتة للفار لا للقار یعنی جو بات قاعدے سے ہٹی ہوئی ہو اس کے لیے نکتہ تلاش کیا جاتا ہے۔ ۲۔ نکتے کے لیے جامع مانع ہونا ضروری نہیں ہے یعنی کسی جگہ پر ادنیٰ مناسبت کیوجہ سے نکتہ قائم کردیتے ہیں ضروری نہیں ہے کہ ہر ایسی جگہ میں نکتہ قائم ہو جیسے بعض مرتبہ جو رمضان میں پیدا ہوتا ہے اسکا نام رمضان رکھ دیتے ہیں اور رات کو پیدا ہونے والے کا نام طارق رکھ دیتے ہیں اب یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر رمضان میں پیدا ہونے والے کا نام رمضان اور ہر رات کو پیدا ہونے والے کا نام طارق ہو۔

فیمایروی عن ربه: ...... یعنی جو حضور ﷺ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں اسکو حدیثِ قدسی کہتے ہیں یہ حدیث کی ایک اعلیٰ قسم ہے۔

سوال: ...... جب اس حدیث کے الفاظ اللہ تعالیٰ سے ہیں تو قرآن میں کیوں نہیں رکھا؟

جواب : ...... حدیث قدسی اور قرآن میں تین فرق ہیں۔

الاول: ...... قرآنِ پاک مصاحف میں مکتوب ہے اور صحابہ کرام نے مابین الدفتین جمع کیا اس میں حدیث قدسی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ قرآن نہ ہوا۔

الثانی: ...... حدیثِ قدسی روایة عن الله ہے والقرآن لیس کذلک یعنی قرآن میں قال لی الله وغیرہ نہیں کہہ سکتے جبکہ حدیثِ قدسی میں یوں کہہ سکتے ہیں۔

الثالث: ...... ثبوتِ قرآن کے لیے نقلِ متواتر ضروری ہے بخلاف حدیثِ قدسی کے کہ اس میں نقل متواتر ضروری نہیں۔

---

[1] هذه ثلث تعاليق (قال ابن مسعودؓ قال شقيقؒ قال حذيفةؓ) اوردهاتنبيهاعلى ان الصحابى تارة كان يقول حدثنا وتارة كان يقول سمعت فدل ذلك على انه لافرق بينهما: عمدة القارى ج۲ ص۱۲ وقال ابو العاليه: ......هذه ثلث تعاليق اخرى اوردهاتنبيها على حكم العنعنة وان حكمها الوصل عندثبوت اللقى وفيه تنبيه اخروهوان رواية النبى ﷺ انماهى عن ربه سواء صرح بذلك الصحابى ام لا: عمدة القارى ج۲ ص۱۲

(۵۹) حدثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا اسمٰعيل بن جعفر عن عبدالله بن دينار عن
ہم سے قتیبہ بن سعیدؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفرؒ نے بیان کیا، انھوں نے عبداللہ بن دینارؒ سے انھوں
ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان من الشجر شجرة لايسقط ورقها
نے (عبداللہ) ابن عمرؓ سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے
وانها مثل المسلم حدثوني ماهي فوقع الناس في شجر البوادي
اور مسلمان کی مثال وہی درخت ہے تم مجھ سے بیان کرو وہ کون سا درخت ہے؟ یہ سن کر لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا
قال عبدالله و وقع في نفسي انها النخلة فاستحييت ثم قالوا
عبداللہ نے کہا میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر شرم کی وجہ سے کہہ نہ سکا آخر صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
حدثنا ماهي يا رسول الله قال هي النخلة [1]
آپ ہی بیان فرمادیجئے یارسول اللہ وہ کون سا درخت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے

﴿تحقیق وتشریح﴾

حدثنا قتيبة بن سعيد:...... روایۃ الباب کا ترجمۃ الباب کے ساتھ انطباق

انطباق کے بارے میں دو تقریریں ہیں ۱...... بیرونی تقریر ۲...... اندرونی تقریر

بیرونی تقریر: ...... امام بخاریؒ نے اس روایت کو اپنی کتاب میں بہت جگہ ذکر کیا ہے اس جگہ حدثونی فرمایا دوسری جگہ اخبرونی کے الفاظ ہیں تو معلوم ہوا کہ حدثنا اور اخبرنا برابر ہیں۔

اندرونی تقریر: ...... اس حدیث سے انطباق اس طرح ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا تو ''حدثونی'' فرمایا، اسی طرح جب صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو ''حدّثنا'' کہا، لھذا معلوم ہوا کہ استاد تلمیذ سے سوال کرے اس وقت بھی تحدیث بولا جاسکتا ہے اور جب شاگرد استاد سے سوال کرے تو اسوقت بھی تحدیث کا لفظ استعمال کیا جاسکتا ہے [2]

سوال: ...... اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چیستان یعنی ایک پہیلی پوچھی، اسکو بجھارت اور معمہ بھی کہتے ہیں جبکہ ابوداؤد کی روایت میں ہے ((نهى النبي صلی اللہ علیہ وسلم عن الاغلوطات)) [3]

---

[1] انظر: ۶۲، ۷۲، ۱۳۱، ۲۲۰۹، ۴۶۹۸، ۵۴۴۴، ۵۴۴۸، ۶۱۲۲، ۶۱۴۴ اخرجہ مسلم فی تلو کتاب التوبۃ [2] عمدۃ القاری ج۲ ص۱۳ [3] عمدۃ القاری ج۲ ص۱۵

جوابِ اول:...... اُن اغلوطات سے منع کیا ہے جو تضییع اوقات کا باعث بنتے ہیں اور کوئی علمی فائدہ ان سے متعلق نہ ہو لیکن اگر علمی فائدہ ہو تو وہ تعلیم کی مانند ہے۔

جوابِ ثانی:...... منع ان اغلوطات سے ہے جن کو بوجھنے کے لیے قرینہ نہ ہو قرینہ ہو تو وہ جائز ہے، تفصیلی روایتوں میں آتا ہے کہ جب یہ سوال کیا گیا اس وقت جمار پیش کیا گیا تھا۔

جوابِ ثالث:...... منع وہاں ہے جہاں تشحیذ اذہان کا فائدہ نہ ہو۔

انها مثل المسلم:...... حضور ﷺ نے کھجور کو مسلمان کے ساتھ تشبیہ دی تشبیہ کے بارے میں دو قسم کی روایات ہیں ا۔ بعض روایات میں **تشبیه بالانسان** ہے ۲۔ اور بعض میں **تشبیه بالمسلم** ہے۔

تشبیه بالانسان:...... (۱):...... جیسے انسان کے سارے کمالات سر میں ہیں ایسے ہی اسکے سارے فوائد سر میں ہیں، کہ انسان کا سر باقی ہو باقی سارا جسم ڈوب جائے تو یہ صحیح سلامت رہے گا ایسے ہی کھجور ہے۔

(۲):...... جیسے انسان مستقیم القامت ہے ایسے ہی یہ بھی مستقیم القامت ہے۔

مسلم کے ساتھ تشبیہ کی بھی دو وجہیں ہیں۔ (۱):...... **تشبیه بالبرکت** ہے، کثرتِ نفع کو برکت کہتے ہیں تو جس طرح مسلم بتمامِ اجزائه نافع ہے ایسے ہی کھجور گٹھلی سے لیکر پتے تک بتمامِ اجزائه نافع ہے۔

(۲):...... **مثل المسلم ای مثل کلمة المسلم** جیسے قرآن مجید میں کلمہ طیبہ کو کھجور کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے ﴿**اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ**﴾[1]

قال هی النخلة[2]:...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا "وہ کھجور ہے"

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

---

[1] پارہ ۱۳ سورۃ ابراهیم آیت ۲۴ تعریف شجرہ: ماکان علی ساق من نبات الارض (عمدۃ القاری ج۲ ص۱۴)

[2] استنباط الاحکام من هذا الحدیث: ۱. فیه استحباب القاء العالم المسئلة علی اصحابه لیختبر افهامهم ویرغبهم فی الفکر ۲. توفیر الکبار وترک التکلم عندهم ۳. فیه جواز ضرب الامثال والاشباه لزیادة الافهام وتصویر المعانی فی الذهن وتحدید الفکر والنظر فی حکم الحادثة (عمدۃ القاری ج۲ ص ۱۵)

(۴۷)

باب طرح الامام المسئلة علی اصحابه لیختبر ماعندهم من العلم

استاد اپنے شاگردوں کا علم آزمانے کے لیے کوئی سوال کرے، اسکا بیان

(۶۰) حدثنا خالد بن مخلد قال ثنا سلیمان بن بلال قال ثنا عبداللہ بن دینار
ہم سے بیان کیا خالد بن مخلدؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا سلیمان بن بلالؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن دینارؒ نے
عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال ان من الشجر شجرة
انھوں نے عبداللہ ابن عمرؓ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے، آپ ﷺ نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے
لایسقط ورقها وانها مثل المسلم حدثونی ماهی؟ قال
جس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمان کی وہی مثال ہے، مجھ سے بیان کرو وہ کون سا درخت ہے؟
فوقع الناس فی شجر البوادی قال عبداللہ فوقع فی نفسی انها النخلة
یہ سن کر لوگ جنگل کے درختوں میں پڑے (ان کا خیال ادھر گیا) عبداللہ نے کہا میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے
فاستحییت ثم قالوا حدثنا یارسول اللہ ماهی؟ قال هی النخلة
لیکن (بزرگ لوگ بیٹھے تھے) مجھ کو شرم آئی، آخر صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ﷺ ہی فرمائیے! تو آپؐ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے

تحقیق وتشریح

ترجمۃ الباب کی غرض:...... اس میں چند اقوال ہیں (۱)...... باب سے مقصود اہتمام شانِ علم کو بیان کرنا ہے کہ علم کو یاد بھی رکھا جائے اور امتحان ذریعہ ہے یاد رکھنے کا لہٰذا امتحان سے اہتمامِ علم ثابت ہوتا ہے (۲)...... یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ استاد شاگردوں کا امتحان لیتا رہے (۳)...... تشحیذ اذہان کے لئے، کہ استاد طلباء کے ذہن کو تیز کرنے کے لئے کوئی مسئلہ ان کے سامنے رکھ سکتا ہے (۴)...... **نهی النبی ﷺ عن الاغلوطات** میں بظاہر ابہام تھا کہ بطور اختبار استاذ تلامذہ سے سوال نہ کرے اس لئے امام بخاریؒ نے اسکا جواز ثابت فرمایا[1]

[1] تقریر بخاری کتاب العلم ج ۱ ص ۹

(۴۸)

باب القراءة والعرض على المحدث

شاگرد استاد کے سامنے پڑھے اور اس کو سنائے، اس کا بیان

ورأى الحسن والثوری ومالک القراءة جائزة واحتج بعضهم فی القرآءة علی العالم

اور امام حسن بصریؒ اور سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ نے شاگرد کے پڑھنے کو جائز رکھا ہے، اور بعضوں نے استاد کے سامنے پڑھنے کی دلیل

بحدیث ضمام بن ثعلبة انه قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم آاللہ امرک

ضمام ابن ثعلبہؓ کی حدیث سے لی ہے، یہ کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کیا اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ

ان نصلی الصلوة قال نعم فھذہ قراءة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہم لوگ نماز پڑھا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، تو یہ (گویا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنا ہی ٹھہرا

اخبر ضمام قومه بذلک فاجازوہ، واحتج مالک بالصک

ضمام نے (پھر جا کر) اپنی قوم سے یہ بیان کیا تو انھوں نے اس کو جائز رکھا، اور امام مالکؒ نے دستاویز سے دلیل لی

یقرأ علی القوم فیقولون اشھدنا فلان ویقرأ علی المقری

جو پڑھ کر لوگوں کو سنائی جاتی ہے وہ کہتے ہیں، ہم کو فلاں شخص نے اس دستاویز پر گواہ کیا، اور پڑھنے والا پڑھ کر استاذ کو سناتا ہے

فیقول القارئ اقرأنی فلان

پھر پڑھنے والا کہتا ہے کہ مجھ کو فلاں نے پڑھایا

(۶۱) حدثنا محمد بن سلام قال ثنا محمد بن الحسن الواسطی عن عوف

ہم سے محمد بن سلامؒ بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن حسنؒ واسطی نے بیان کیا، انھوں نے عوف سے

عن الحسن قال لابأس بالقراءة علی العالم وحدثنا عبیداللہ بن موسیٰ

انھوں نے امام حسن بصریؒ سے، انھوں نے کہا عالم کے سامنے پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں، اور ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا

عن سفیان قال اذا قرأ علی المحدث فلا بأس

انھوں نے سفیان ثوریؒ سے سنا، وہ کہتے تھے، جب کوئی شخص محدث کو حدیث پڑھ کر سنائے تو کچھ قباحت نہیں

ان یقول حدثنی قال و سمعت اباعاصم یقول عن مالک وسفیان

اگر یوں کہے کہ اس نے مجھ سے بیان کیا اور میں نے ابو عاصمؒ سے سنا وہ امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ کا قول بیان کرتے تھے

القراءة	علی	العالم	وقراءته	سواء
کہ عالم کو پڑھ کر سنانا		اور عالم کا	شاگردوں کے سامنے پڑھنا	دونوں برابر ہیں

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃ الباب کی غرض : ......امام بخاریؒ اس باب کو قائم کر کے علم اصول حدیث کے دو مسئلوں میں فیصلہ دینا چاہتے ہیں ۱۔**قرأة علی المحدث** ۲۔**عرض علی المحدث** بعض حضرات کے نزدیک **قرأة علی المحدث والعرض علی المحدث** جائز نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک **قرأة المحدث علی التلمیذ وعرض المحدث علی التلمیذ** ہونی چاہئے۔

قرأة علی المحدث کی تین صورتیں ہیں۔

(۱):......طالب علم پڑھے استاد سنے اور اکیلا ہو۔ (۲)......طالب علم پڑھے استاد سنے اور جماعت ہو۔

(۳)......استاد کے پاس پڑھا جا رہا ہے اور یہ مجلس میں موجود ہے۔قرأة علی المحدث کے مقابلے میں عرض علی المحدث خاص ہے ان دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔

عرض علی المحدث کی بھی تین صورتیں ہیں۔(۱)......طالب علم کو احادیث یاد ہوں اور وہ استاد کو سنا دے اور استاد نعم کہہ دے۔(۲):......یا استاد کی لکھی ہوئی احادیث اس کے پاس ہوں اور وہ پیش کر کے اجازت طلب کرے اور استاد صراحتاً اجازت دے دے۔(۳):......استاد کی لکھی ہوئی احادیث اس کے پاس ہوں اور وہ پیش کرے اجازت طلب کرے تو استاد خاموش رہے، اگر استاد انکار کر دے تو پھر جائز نہیں ہے تو اس باب سے مقصود عدمِ قائلین کی ردّ ہے۔

دلیلِ فریقِ مخالف: ......حضور علیہ السلام احادیث بیان کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ سنتے تھے لہٰذا سنت یہی ہے کہ محدث پڑھے اور طالب علم سنے تو عرض علی المحدث خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

جواب: ......صحابہ کرامؓ کے پاس نہ کوئی مجموعہ پہلے سے لکھا ہوا تھا نہ کوئی حدیث ان کو پہلے سے معلوم تھی، احادیث تو آپ علیہ السلام ابھی فرما رہے تھے لہٰذا اس کو عدمِ جواز کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

استدلالِ اول: ......جبکہ یہ ثابت ہے کہ طالب علم نے آ کر تصدیق چاہی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا نعم [۱]

استدلالِ ثانی: ......امام مالکؒ نے استدلال کیا ہے کہ چیک رجسٹری پڑھی جاتی ہے تو سارے سننے والے کہتے ہیں کہ ہمیں گواہ بنایا ایسے ہی یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ **اقرء نی فلان**۔فلاں شخص نے مجھے پڑھایا۔

استدلال ثالث: ......یا جیسے قاری کو کوئی اپنی گردان سناتا ہے وہ سن کر کہہ دیتا ہے نعم تو یہ سنانے والا کہتا ہے۔

[۱] حضرت ضمام بن ثعلبہ حضور اقدس علیہ السلام کے سامنے **آللہ امرک بھذا** (کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے) کہتے جاتے اور آپ علیہ السلام صرف نعم فرماتے جاتے جیسے شاگرد پڑھتا جائے اور استاذ ہاں ہاں کرتا جائے تقریر بخاری کتاب العلم ص۹

اقرء نی فلاں حالانکہ اس نے تو صرف سن کر نعم کہا تھا تو جب یہ صورتیں جائز ہیں تو قراۃ علی المحدث والعرض علی المحدث بھی جائز ہونی چاہیئے۔

واحتج بعضهم:...... ''بعض'' کا مصداق عندالبعض حمیدیؒ ہیں جو کہ امام بخاریؒ کے استاد ہیں (اراد بالبعض هذاشیخه الحمیدی فانه احتج فی جوازالقرأة علی المحدث فی صحةالنقل عنه[1] بعض نے کہا کہ ابوسعید حدادؒ ہیں[2]

(٦٢)حدثناعبداللّٰہبن یوسف قال حدثنا اللیث عن سعیدهو المقبری عن شریک
ہم سے عبداللہ بن یوسفؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے لیثؒ نے بیان کیا، انھوں نے سعید مقبریؒ سے، انھوں نے شریک
ابن عبداللّٰہبن ابی نمرانه سمع انس بن مالک یقول بینمانحن جلوس مع النبی ﷺ
ابن عبداللہ بن ابونمر سے، انھوں نے انس ابن مالک سے سنا ایک بار ہم مسجد میں آنحضرت ﷺ کیساتھ بیٹھے تھے
فی المسجددخل رجل علی جمل فاناخاه فی المسجد ثم عقله قال لهم ایکم محمد
اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور اونٹ کو مسجد میں بٹھا کر باندھ دیا، پھر پوچھنے لگا (بھائیو) تم میں محمد کون ہے؟
والنبی ﷺ متکئ بین ظهرانیهم فقلنا هٰذا الرجل الابیض المتکئ
آنحضرت ﷺ اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے ہم نے کہا محمد یہ سفید رنگ کے شخص ہیں جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں
فقال له الرجل یاابن عبدالمطلب! فقال له النبی ﷺ قد اجبتک فقال له الرجل
تب وہ آپ ﷺ سے کہنے لگا عبدالمطلب کے بیٹے! آپؐ نے اس سے فرمایا (کہہ) میں نے تیری تصدیق کردی وہ کہنے لگا میں آپ
انی سائلک فمشددعلیک فی المسئلة فلاتجدعلیّ فی نفسک ،فقال
سے پوچھنا چاہتا ہوں اور سختی سے پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برا نہ مانیے گا آپ ﷺ نے فرمایا
سل عمابدا لک فقال اسألک بربک ورب من قبلک
(نہیں) جو تیرا جی چاہے پوچھ تب اس نے کہا میں آپ کو آپ کے پروردگار اور آپ سے پہلے لوگوں کے پروردگار کی قسم دے کر پوچھتا ہوں
آللّٰہ ارسلک الی الناس کلهم فقال اللهم نعم، فقال
کیا اللہ نے آپ کو (دنیا کے) سب لوگوں کی طرف بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، یا میرے اللہ، تب اس نے کہا
انشدک باللّٰہ آللّٰہامرک ان تصلی الصلوات الخمس فی الیوم واللیلة؟قال
میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

[1] عمدۃ القاری ج۲ ص۱۷ [2] درس بخاری ص۳۲۲

اللهم نعم،قال انشدک باللہ آللہ امرک ان تصوم هذاالشهرمن السنة؟

ہاں، یامیرے اللہ، پھر کہنے لگا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ سال بھر میں اس مہینہ میں (یعنی رمضان میں) روزے رکھو؟

قال اللهم نعم قال انشدک باالله آلله امرک

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، یامیرے اللہ، پھر کہنے لگا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ

ان تأخذهذه الصدقة من اغنياءنا فتقسمهاعلى فقراءنا؟فقال النبی ﷺ

ہم میں جو مالدار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ لے کر ہمارے محتاجوں کو بانٹ دو؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

اللهم نعم فقال الرجل اٰمنت بما جئت به

ہاں، یامیرے اللہ، تب وہ شخص کہنے لگا جو حکم آپ (اللہ کے پاس سے) لائے ہیں میں ان پر ایمان لایا

وانارسول من ورائي من قومي وانا ضمام بن ثعلبة اخوبني سعدبن بكر

اور میں اپنی قوم کے لوگوں کا جو یہاں نہیں آئے بھیجا ہوا ہوں، میرا نام ضِمام بن ثعلبہ ہے بنی سعد ابن بکر کے خاندان سے

رواه موسى وعلي بن عبدالحميد عن سليمان عن ثابت

اس حدیث کو (لیث کی طرح) موسیٰؒ اور علی بن عبدالحمیدؒ نے سلیمانؒ سے روایت کیا، انھوں نے ثابتؒ سے انھوں نے

عن انس عن النبی ﷺ بهذا

انسؓ سے، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے یہی مضمون

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿
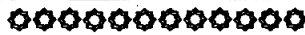
(۶۳)حدثنا موسى بن اسمٰعيل قال ثناسليمان بن المغيرة قال ثنا ثابت

ہم سے بیان کیا موسیٰ بن اسماعیلؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا سلیمان بن مغیرہؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا ثابتؒ نے

عن انس قال نهينافي القرآن ان نسأل النبی ﷺ وكان يعجبنا

انھوں نے انسؓ سے وہ کہتے تھے ہم کو تو قرآن میں آنحضرت ﷺ سے سوالات کرنا منع ہوا تھا اور ہم یہ بہت پسند کرتے تھے

ان يجئ الرجل من اهل البادية العاقل فيسأله ونحن نسمع

کہ کوئی شخص دیہات سے آئے (جس کو اس ممانعت کی خبر نہ ہو) وہ آپ سے سوالات کرے ہم سنیں

فجاء رجل من اهل البادية فقال اتانا رسولک فاخبرنا

آخر دیہات والوں میں سے ایک شخص آن ہی پہنچا اور کہنے لگا آپ کا ایلچی ہمارے پاس پہنچا، اس نے یہ بتایا ہے

انک تزعم ان اللہ عزوجل ارسلک قال صدق فقال فمن خلق السماء؟قال

آپ کہتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سچ کہا، پھر کہنے لگا اچھا آسمان کس نے بنایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا

اللہ عزوجل قال فمن خلق الارض والجبال قال اللہ عزوجل قال

اللہ نے، کہنے لگا زمین کس نے بنائی اور پہاڑ کس نے بنائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے، کہنے لگا

فمن جعل فیھا المنافع قال اللہ عزوجل قال فبالذی

بھلا (پہاڑوں) میں فائدے کی چیزیں کس نے بنائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے، تب اس نے کہا قسم اس (خدا) کی جس

خلق السماء وخلق الارض ونصب الجبال وجعل فیھا المنافع آللہ ارسلک

نے آسمان کو بنایا اور زمین کو بنایا اور پہاڑوں کو کھڑا کیا اور ان میں فائدے کی چیزیں بنائیں، کیا اللہ نے آپ کو بھیجا ہے

قال نعم قال زعم رسولک ان علینا خمس صلوات وزکوٰۃ فی اموالنا

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، پھر اس نے کہا آپ کے ایلچی نے کہا ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور اپنے مالوں کی زکوۃ دینا ہے

قال صدق قال بالذی ارسلک آللہ امرک بھذا؟قال نعم

آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا، تب وہ کہنے لگا تو قسم اس کی جس نے آپ کو بھیجا ہے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے

قال وزعم رسولک ان علینا صوم شھرفی سنتناقال

تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، پھر اس نے کہا آپ کا ایلچی کہتا ہے کہ ہم پر سال بھر میں ایک مہینہ کے روزے فرض ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا

صدق قال فبالذی ارسلک آللہ امرک بھذا؟ قال نعم

سچ کہتا ہے تب وہ کہنے لگا قسم اس کی جس نے آپ کو بھیجا ہے کیا اللہ نے آپ کو اسکا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں

قال وزعم رسولک ان علینا حج البیت من استطاع الیہ سبیلا؟

تب وہ کہنے لگا آپ کے ایلچی نے یہ بھی کہا کہ ہم پر حج فرض ہے یعنی اس پر جو وہاں تک پہنچنے کا راستہ پاسکے؟

قال صدق قال فبالذی ارسلک اللہ امرک بھذا؟قال

آپ ﷺ نے فرمایا سچ کہا! تب وہ کہنے لگا قسم اسکی جس نے آپ کو بھیجا ہے کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

نعم قال فوالذی بعثک بالحق لاازید علیھن شیئا

ہاں تب اس نے کہا قسم اس (خدا) کی جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا میں نہ ان کاموں پر کچھ بڑھاؤں گا

ولاانقص فقال النبی ﷺ ان صدق لیدخلن الجنۃ

اور نہ میں کمی کروں گا یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر یہ سچ بولتا ہے تو ضرور جنت میں جائے گا

﴿تحقیق و تشریح﴾

حدثنا عبداللہ بن یوسفؒ[۱]:......**فاناخه فی المسجد**:امام مالکؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اونٹ کا بول و براز پاک ہے اس لئے کہ ناپاک چیز کا مسجد میں لانا تو جائز نہیں ہے اور یہاں حضورﷺ کے سامنے آنے والا اپنے اونٹ کو مسجد میں باندھ رہا ہے۔

جواب:......یہ مطلب ٹھیک نہیں ہے بلکہ مسجد کے قریب جو احاطہ مسجد ہے اس میں بٹھایا نہ کہ مسجد میں [۲] کیونکہ حضورﷺ جب **القاء بصاق فی المسجد** برداشت نہیں کرتے تو اونٹ کا بول و براز کیسے برداشت کریں گے؟ امام بخاریؒ نے (بخاری ص ۳۳۵ پر) **باب من عقل بعیره علی البلاط**[۳] **او باب المسجد** قائم کیا اور اس روایت کو ذکر کر کے ثابت کیا ہے کہ **اناخه فی المسجد ای فی قرب المسجد**۔ مسند احمد بن حنبل میں بھی ہے **((فاناخ بعیره علی باب المسجد فعقله ثم دخل**[۴]**))**۔ لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

دلیل ثانی:......یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹنی پر مسجد میں طواف کیا۔

جواب ۱:......یہ خصوصیت پر محمول ہے آپکی اونٹنی مسجد میں پیشاب نہیں کرتی تھی یہ آپکی صحبت کا اثر تھا۔

جواب ۲:......یا آپ ﷺ نے طواف علی الناقہ (یعنی اونٹنی پر طواف) بوجہ ضرورت فرمایا۔

والنبی متکئی:......**سوال**: آپ ﷺ، صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں جب ابیض ہیں اور متکئی بھی ہیں تو پھر سوال کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ خواجہ ابوطالب نے آپ ﷺ کی مدح میں کہا ۔

ابیض یُستسقیٰ الغمام لوجهه	۞	ثمال الیتامیٰ غنیة للارامل

ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ آپ زیادہ خوبصورت ہیں یا یوسف علیہ السلام؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **((انا ملیح واخی یوسف ابیض))** آپ ﷺ کے حسن میں ملاحت تھی جس میں کشش ہوتی ہے۔

جوابِ اول:......بے شک آپ ﷺ نے تکیہ لگایا ہوا تھا مگر آپ ﷺ اس طریقے سے ملے جلے بیٹھے تھے کہ آنے والا پہچان نہیں سکتا تھا۔

---

[۱] اخرجه ابو داؤد فی الصلوة والنسائی فی الصوم وابن ماجة فی الصلوة [۲] ان المراد من قوله فی المسجد فی هذا الحدیث فی رحبة المسجد ونحوها (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۲) چنانچہ دوسری روایات میں تصریح ہے کہ اونٹ مسجد کے قریب بٹھلایا پھر مسجد میں داخل ہوئے (درس بخاری ص ۳۲۴) [۳] معنی البلاط: حجارة مفروشة عند باب المسجد [۴] انه اناخه خارج المسجد فلا حجة فیه للمالکیة علی طهارة اذبال ماکول اللحم وابواله (فیض الباری ج ۱ ص ۱۶۵) تنبیه: رقم الحدیث (۶۳) لیس بموجود فی البخاری مطبوعه دار السلام الریاض کتاب العلم ص ۱۵ فافهم

جوابِ ثانی: ......صحابہ کرامؓ بھی لباس، وضع قطع میں مکمل آپ کی مشابہت اختیار فرماتے تھے اس لیے امتیاز نہ ہوسکا۔

جوابِ ثالث: ......ہوسکتا ہے کہ تشخص ہوگیا ہو لیکن سائل تثبیت چاہتا ہو تو یہ سوال للتثبیت ہے۔

جوابِ رابع: ......ہم نے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے سنا اور اساتذہ نے توثیق کی کہ وہ کفر کے اندھیرے سے مسجد کی روشنی میں آیا جہاں آپ ﷺ کے انوارت کی بارش ہو رہی تھی تو جب آدمی اندھیرے سے روشنی میں آتا ہے تو اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ آپ ﷺ عام طور پر صحابہ کرامؓ کے درمیان ملے جلے بیٹھتے تھے کبھی تعلیم مقصود ہوتی تو دور تک آواز پہنچانے کے لیے منبر پر یا کسی اونچی جگہ پر بھی بیٹھ جاتے۔

بین ظھرانیھم: ......ظھران کے بارے میں دو رائیں ہیں۔

۱: ......یہ لفظ مقحم کہلاتا ہے یعنی یہ زائد ہوتا ہے اسکے معنی نہیں کیے جاتے تو یہ اس صورت میں تقدیری عبارت ہوگی **بینھم**۔ یہ لفظ ظھر کا تثنیہ ہے پھر کثرت استعمال کی وجہ سے اسکو مفرد قرار دیکر تثنیہ کرلیا تو ظھرانین ہوگیا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا[۱] جیسے آپ **حدثنا عبدان** پڑھتے ہیں یہ دراصل عبدانِ بالکسر تثنیہ کا صیغہ تھا[۲] لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے اسکو علَم اور مفرد بنادیا جیسے **لم یک، لم تک، ان یک** جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

لایدرکِ الواصف المطری خصائصه	۞	وان یک واصفاً کل ماوصفا

ان یک وغیرہ میں پہلے تو جازم کی وجہ سے صرف حرف علت کو حذف کردیا پھر کثرت استعمال کی وجہ سے جازم کو دوبارہ عمل دیکر نون کو بھی حذف کردیا۔

۲: ......حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ فرماتے تھے کہ اسکو زائد ماننے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب آپ ﷺ درمیان میں ہوں اور دوسرے لوگ آپ ﷺ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھے ہوں تو آپ ﷺ چہروں کے درمیان ہوں گے ایسے ہی پشتوں کے درمیان بھی تو ہوں گے [۳]

ھذاالرجل الابیض: ......مراد خالص بیاض نہیں بلکہ **بیاضِ مشوب بحمرۃ** مراد ہے جیسے گلاب چونکہ اس میں سفیدی غالب ہوتی ہے اس لیے بیاض سے تعبیر کیا [۴]

یاابن عبدالمطلب: ......دادا کی طرف نسبت تو عرب والے عام طور پر محمود سمجھتے ہیں۔ ان کے ہاں یہ اکرام ہے غزوہ حنین میں آپ ﷺ نے فرمایا **انا ابن عبدالمطلب** [۵]

---

۱ سوال: نون تو عندالاضافۃ گر جاتا ہے یہاں کیوں نہیں گرا؟ جواب: ظھر کا تثنیہ تو ظھران ہے لیکن کثرۃ استعمال کی وجہ سے اس تثنیہ کو بمنزلہ مفرد کے قرار دیکر پھر اس کو تثنیہ بنایا تو ظھرانین ہوگیا اضافت کی وجہ سے نون ثانی گر گیا اور یہ نون باقی رہا تو ظھرانیھم ہوگیا۔ درس بخاری ص ۲۶۴ پر لکھا ہے ظھر کا تثنیہ ظھران ہے پھر ظھران کو مفرد کے حکم میں قرار دیکر دوبارہ تثنیہ کی علامت اسکے ساتھ لگادی اور ایسا بطور شیوع ہوتا ہے اور یہ لفظ اسوقت بولتے ہیں جب مجمع کثیر ہو اور ایک دوسرے کی طرف پیٹھ کیے بیٹھے ہوں ۲ فیض الباری ج ۱ ص ۱۶۵ ۳ تقریر بخاری ج ۱ کتاب العلم ص ۱۰ ۴ درس بخاری ص ۳۲۴ ۵ عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۳

قد اجبتک:...... **سوال:**...... ابھی تو سوال کیا ہی نہیں تو قد اجبتک کا کیا مطلب ہوا؟

جوابِ اول:...... اجبتک بمعنی سمعتک ہے۔

جوابِ ثانی:...... مجاز پر محمول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں آپ بات کیجئے [۱]

جوابِ ثالث:...... جب اس نے سوال کیا **ایکم محمد؟** پھر کسی نے جواب دیدیا **هذا الرجل الابیض المتکئی** پھر اس نے کہا یا **ابن عبدالمطلب!** تو حضور ﷺ نے تصدیق کی کہ جواب پہلے ہو چکا وہ صحیح ہے میں ہی محمد ہوں، اس سے علم کلام کا مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی کہے میں محمد کو مانتا ہوں مگر اس محمد کو نہیں مانتا جو عبدالمطلب کا بیٹا ہے یا اس محمد کو نہیں مانتا جو مہاجر مدنی ہے جس پر قرآن نازل ہوا تو وہ کافر ہے۔ آپ نہیں سمجھے! یہ لوگ کہتے ہیں کہ ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر آمنہ کی گود میں رکھ دیے گئے۔ یہ اس لئے کہ جب ہم انہیں کہتے ہیں کہ تم تو نور مانتے ہو پھر یوم میلاد کس چیز کا مناتے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ بقعہ نور کو لپیٹ کر جبریل علیہ السلام نے آمنہ کی گود میں رکھ دیا۔

اللهم نعم[۲]:...... اس جملہ سے **قرأت علی المحدث** ثابت ہوگئی کہ ادھر تو حضور ﷺ نے فرمایا **اللهم نعم** تصدیق کر دی اور واپس جا کر یہ کہے گا کہ آپ ﷺ نے یوں یوں فرمایا۔

انا ضمام بن ثعلبة:...... **سوال:** یہ شخص مؤمن تھا یا اب ایمان لایا؟

جواب:...... دو روایتیں ہیں ۱۔ اب ایمان لایا پہلے مؤمن نہ تھا ۲۔ محققین اس بات کے قائل ہیں کہ **امنت بما جئت به** یہ الفاظ تجدید ایمان کے لیے ہیں پہلے بھی وہ مؤمن تھا [۳] یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر مبنی ہے کہ یہ شخص کب آیا؟ اس میں دو قول ہیں ۱...... ۵ھ کو آیا یہ علامہ واقدی کی رائے ہے [۴] ۲...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ۹ھ کو آیا علامہ ابن حجرؒ نے ابن اسحاق کی رائے کو ترجیح دی ہے اور دو وجوہ ترجیح بیان کی ہیں۔

وجه الاول:...... بعض روایتوں میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں سوال سے منع کر دیا گیا تھا ہم چاہتے تھے کہ کوئی عاقل آدمی آئے سوال کرے اور سوال کی نہی ۹ ہجری میں ہوئی۔

وجه ثانی:...... یہ اس وقت آیا جبکہ حج فرض ہو چکا تھا اور حج ۹ ہجری میں فرض ہوا لہٰذا پانچ ہجری والی روایت مرجوح ہے۔

رواه موسیٰ:...... امام بخاریؒ نے اس کو استشہاداً پہلی روایت کی تائید میں ذکر کیا نیز تعلیقاً ذکر کیا موصولاً ذکر نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ اپنے شیخ موسیٰ سے بالواسطہ روایت کرتے ہوں۔

---

[۱] درس بخاری ص ۳۲۵ [۲] اس عبارت سے پہلے **فمشدد علیک** بے بختی سے مراد یہ ہے کہ وہ سوالات آپ کی شان کے خلاف ہونگے یہ کمال فطانت ہے کہ پہلے معذرت خواہی اختیار کرتے ہوئے ناگواری کے خوف سے آگے کے لیے روک لگا دی: درس بخاری ص ۳۲۵ [۳] عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱
[۴] فیض الباری ج ۱ ص ۱۶۶ مطبع حجازی قاہرہ

(۴۹)
باب مایذکر فی المناولة و کتاب اهل العلم بالعلم الی البلدان

مناولہ کا بیان اور عالموں کا علم کی باتوں کو لکھ کر دوسرے شہروں میں بھیجنے کا بیان

وقال انس نسخ عثمان المصاحف فبعث بها الی الأفاق ورأی عبداللّٰہ بن عمرو یحیی بن سعید
اور حضرت انسؓ نے کہا حضرت عثمانؓ نے مصحف لکھوائے اور ملکوں میں بھجوائے اور عبداللہ بن عمرؓ اور یحییٰ بن سعید انصاریؒ
ومالک ذلک جائزا واحتج بعض اهل الحجاز فی المناولة
اور امام مالکؒ نے اس کو جائز رکھا ہے (یعنی مناولہ کو) اور حجاز کے بعض عالموں نے مناولہ کے لیے
بحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث کتب لامیر السریة کتابا و قال لا تقرأه
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے دلیل پکڑی کہ آپؐ نے فوج کے ایک سردار کو ایک خط لکھ کر دیا اور فرمایا کہ اس کو (کھول کر) پڑھنا نہیں
حتی تبلغ مکان کذاو کذافلمابلغ ذلک المکان قرأه علی الناس
جب تک تو فلاں مقام تک نہ پہنچ جائے، جب وہ اس مقام پر پہنچا تو لوگوں کو اس نے وہ خط پڑھ کر سنایا
و اخبرهم بامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ان کو بتلایا

تحقیق و تشریح

ترجمة الباب کی غرض : ......اس باب میں امام بخاریؒ دو مسئلے بیان فرمارہے ہیں

۱۔مناولہ ۲۔مکاتبہ۔امام بخاریؒ کے نزدیک مناولہ اور مکاتبہ برابر ہے، **لافرق بینهما۔**

تعریفِ مناوله: ......کوئی شیخ اپنی لکھی ہوئی مرویات یا تصنیف کسی کے حوالے کردے [۱]

تعریفِ مکاتبه: ......کوئی شیخ اپنی تصنیف کسی کے ذریعے کسی کی طرف روانہ کردے۔

---

[۱] مرویات حوالے کرنے کے بعد کہے کہ میں تجھے اجازت دیتا ہوں تو اس کو بیان کر: درس بخاری ص ۳۲۸

فرق: ...... یہ ہوا کہ مناولہ میں مشافہہ ہے کہ جس کو دے رہا ہے وہ حاضر ہو اور مکاتبت میں مشافہت نہیں ہے۔

مناوله کی اقسام: ...... مناولہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱): ...... مقرون بالاجازت۔ یعنی دینے کے بعد کہے کہ روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں اس صورت میں طالب علم حدثنا اور اخبرنا کہہ کر روایت کرسکتا ہے۔

(۲): ...... غیر مقرون بالاجازت۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں ۱۔ سکوت اختیار کیا ہو ۲۔ روایت کرنے سے منع کردیا ہو۔ سکوت کی صورت میں دو رائیں ہیں:

رأی اول: ...... اخبرنا اور حدثنا سے روایت جائز ہے۔

رأی ثانی: ...... عندالبعض جائز نہیں ہے لیکن جمہورؒ جواز کے قائل ہیں۔

جمہورؒ کی دلیل اوّل: ...... دینے کا مقصد ہی روایت کرنا ہے اگر منع کردیا تو علیحدہ بات ہے کہ اس صورت میں جائز نہیں ہوگا۔

اقسام و احکام مکاتبه: ...... مکاتبہ اقسام و احکام میں مناولہ کی مثل ہے۔

اس باب میں امام بخاریؒ مناولہ اور مکاتبہ کی قسم اول یعنی مقرون بالاجازۃ کا حکم بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ دونوں برابر ہیں یا انکے حکم میں فرق ہے؟ نیز ایک راجح اور دوسرا غیر راجح ہے؟ تو امام بخاریؒ کے نزدیک تو برابر ہیں لیکن عندالبعض مناولہ راجح ہے[۱]۔ **هذاهو غرض الباب.**

بعث بهاالی الأفاق: ...... اس جملہ سے معلوم ہوا کہ مکاتبت جائز ہے حضرت عثمانؓ نے چند نسخے مختلف علاقوں میں بھیجے تھے[۲] وجہ استدلال یہ ہے کہ ظاہر ہے کہ سب نے اس کو معتبر قرار دیا، پڑھا پڑھایا معلوم ہوا کہ مکاتبت معتبر ہے۔

دلیلِ ثانی: ...... دوسری دلیل امام بخاریؒ نے یہ ذکر کی کہ عبداللہ بن عمرؓ اور یحیی بن سعید اور امام مالکؒ نے اس کو جائز سمجھا ہے۔

بعض اهل الحجاز: ...... بعض اہل حجاز سے مراد حمیدیؒ، استاد بخاری ہیں[۳]

مناولۃ کے جواز کی دلیل: ...... **کتب لامیرالسریة کتابا:** آپ ﷺ نے ایک مرتبہ عبداللہ بن جحشؓ کو بطن نخلہ کیطرف احوال قریش کی تفتیش کے لیے بھیجا اور ان کو ایک خط دیا اور فرمایا کہ جب تم مدینہ سے دو منزل دور ہو جاؤ تو

---

[۱] المناولة ایضاحجة وان اقترنت بالاجازة فهی الاقوی واماالمکاتبة فهی ایضا حجةبشرط تعیین المکاتب والمکتوب الیه وقال بعض القاصرین ان الخط یشبه الخط فلا تکون حجة . فیض الباری ج۱ ص۱۶۶ [۲] المکتوب فی عمدةالقاری ج۲ ص۲۵ وفی غیرالبخاری ان عثمان بعث مصحفاالی الشام ومصحفا الی الحجاز ومصحفا الی الیمن ومصحفا الی البحرین وابقی عنده مصحفا لیجتمع الناس علی قرأة مایعلم ویتیقن وقال ابوعمروالدانی اکثرالعلماء علی ان عثمان کتب اربع نسخ فبعث احدهن الی البصرة واخری الی الکوفة واخری الی الشام وحبس عنده اخری وقال ابوحاتم السجستانی کتب سبعة فبعث الی مکة واحدا والی الشام آخر والی الیمن آخروالی البحرین آخروالی البصرة آخروالی الکوفة آخرودلالة هذاعلی تجویزالروایة بالمکاتبة ظاهرة [۳] المرادمن بعض اهل الحجاز هوالحمیدی شیخ البخاری فانه احتج فی المناولة ای فی صحةالمناولة بحدیث النبی ﷺ (عمدةالقاری ج۲ ص۲۶)

اس خط کو کھول اپنی جماعت کو سنا دینا۔ چنانچہ انہوں نے وہاں جا کر پڑھا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ حضور ﷺ نے یہ یہ فرمایا[1] تو معلوم ہوا کہ مناولہ میں روایت جائز ہے۔

سوال: ......اس خط میں کیا تھا اور اتنی دور جا کر کھولنے کا حکم کیوں فرمایا؟

جواب: ......وہیں پر کھولنے کا حکم اس لیے نہیں فرمایا تا کہ منافقوں کو پتہ نہ چل جائے اس میں لکھا ہوا تھا کہ تمہیں فلاں کام کے لیے بھیجا جا رہا ہے جو چاہے آگے بڑھے اور جو چاہے واپس آ جائے۔ چنانچہ دو آدمی واپس آ گئے (انہوں نے ضرورت نہ سمجھی اور اجازت مل ہی گئی تھی[2]

(۶۴) حدثنا اسمعیل بن عبداللہ قال حدثنی ابراھیم بن سعد عن صالح عن ابن
ہم سے اسمٰعیل بن عبداللہؒ نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابراہیم ابن سعدؒ بیان کیا، انھوں نے صالحؒ سے، انھوں نے ابن
شھاب عن عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبۃ بن مسعود ان عبداللہ بن عباسؓ اخبرہ ان
شہابؒ سے انھوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؒ سے ان سے عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ
رسول اللہ ﷺ بعث بکتابہ رجلا وامرہ ان یدفعہ الی عظیم البحرین
آنحضرت ﷺ نے ایک خط لکھ کر ایک شخص (عبداللہ بن حذافہؓ) کو دیا اور ان سے فرمایا کہ وہ اس محط کو بحرین کے حاکم (منذر بن ساوی) کو دیں
فدفعہ عظیم البحرین الی کسری فلماقرأ مزقہ فحسبت
بحرین کے حاکم نے وہ خط کسریٰ (پرویز) کو بھیج دیا اس نے اسے پڑھ کر پھاڑ ڈالا، ابن شہابؒ نے کہا: میں سمجھتا ہوں
ان ابن المسیب قال فدعاعلیھم رسول اللہ ﷺ ان یمزقوا کل ممزق
ابن مسیّب نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے ایران والوں پر بددعاء کی خدا کرے وہ بھی بالکل پھاڑ ڈالے جائیں

﴿تحقیق و تشریح﴾

حدثنا اسماعیل بن عبداللہ: ......**عظیم البحرین:** اسکا نام منذر بن ساوی تھا یہ حدیث مکاتبۃ میں حجت ہے۔

فدعاعلیھم: ......چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی خط پھاڑنے والے کا نام پرویز بن ہرمز تھا اسکی بیوی شیریں تھی اس پر اسکا بیٹا شیرویہ عاشق ہو گیا اس نے سوچا کہ شیریں تک رسائی کے لیے باپ کا پیٹ پھاڑنا ضروری ہے۔ چنانچہ پیٹ پھاڑ دیا، یہ کام چھ مہینے میں ہو گیا۔ پرویز بن ہرمز کو جب موت کا یقین ہو گیا تو اس نے ایک دوا کے اوپر لکھ دیا ''دواء نافع للجماع'' جب خاوند مر گیا تو بیوی نے بھی زہر کھا لیا۔ شیرویہ نے جب خزانہ کھولا تو وہاں یہ دوا ملی اسکو کھایا تو وہ

---

[1] تقریر ج ۱ ص ۱۱ [2] درس بخاری ص ۳۲۸

بھی مر گیا اور بھائی کو تو حکومت حاصل کرنے کے لیے پہلے ہی ہلاک کر چکا تھا اسکی حکومت پر ایک عورت تخت نشین ہوئی جس کو بعد میں تخت سے اتارا گیا، حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بھیجا تو ساری حکومت ختم ہوگئی۔ (فان قلت لم لم يقل الى ملك البحرين وقال عظيم البحرين قلت لانه لاملك و لاسلطنة للكفار اذالكل لرسول الله ﷺ ولمن ولاه)[۱]

(٦٥) حدثنا محمد بن مقاتل ابوالحسن قال ثنا عبدالله قال اخبرنا
ہم سے بیان کیا محمد بن مقاتلؒ نے جن کی کنیت ابوالحسن ہے کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا ہم کو خبر دی
شعبة عن قتادة عن انس بن مالك قال كتب النبي ﷺ كتابا
شعبہؒ نے، انھوں نے قتادہؒ سے، انھوں نے انس بن مالکؓ سے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے (عجم یا روم کے بادشاہ کو) ایک خط لکھا
اواراد ان يكتب فقيل له انهم لايقرؤن كتابا الامختوما
یا لکھنے کا قصد کیا۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا: وہ لوگ (عجم کے یا روم کے) وہی خط پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہو
فاتخذخاتمامن فضة نقشه محمدرسول الله كاني انظرالى بياضه
تو آپ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اس پر یہ کندہ تھا "محمد رسول اللہ" انسؓ نے کہا: گویا میں دیکھ رہا ہوں اس انگوٹھی کی سفیدی
في يده فقلت لقتادة من قال نقشه محمدرسول الله؟قال انس[۲]
آپ کے ہاتھ، میں شعبہؒ نے کہا: میں نے قتادہ سے پوچھا: اس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا، یہ کس نے کہا؟ انھوں نے کہا انسؓ نے

﴿تحقیق و تشریح﴾

حدثنا محمدبن مقاتل:...... **نقشه محمدرسول الله**: محمد نیچے تھا رسول درمیان میں اور اللہ اوپر۔

[۱] عمدۃ القاری ج۲ ص۲۸ [۲] اخرجه مسلم في اللباس والنسائي في الزينة وفي السيروفي العلم وفي التفسير: عمدة القاری ج۲ ص۲۶

اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے لیے چار ماشے چاندی کی انگشتری جائز ہے[۱]۔ پھر مہر پر اپنا نام لکھنا ہی ضروری نہیں کوئی علامت متعین کرسکتا ہے۔

۱.....حضرت عمرؓ کی انگشتری پر تھا ''کفی بالموت واعظاً'' موت واعظ ہونے کے لحاظ سے کافی ہے [۲]

۲.....حضرت امام اعظمؒ کی انگوٹھی پر تھا '' قل الخیر والافاسکت''

۳.....حضرت شیخ الھندؒ کی انگوٹھی پر تھا ''الٰھی عاقبت محمود گرداں۔

۴.....حضرت تھانویؒ کی انگوٹھی پر تھا ''از گروہِ اولیآء اشرف۔علی''

۵.....حضرت مولانا خیر محمدؒ کے استاد حضرت مولانا کریم بخش صاحبؒ کی انگوٹھی پر تھا ''یا کریم، بخش''

۶.....حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی انگوٹھی پر تھا ''خیر المطلوب خیر محمد''

۷.....مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ کی انگوٹھی پر تھا ''المتوکل علی العزیز الرحمن''

۸.....حضرت الاستاد مولانا محمد صدیق صاحب کی انگوٹھی پر ہے خلیفۂ محمد، بلافصل صدیق۔

(۵۰)

باب من قعد حیث ینتھی به المجلس ومن رأی فرجة فی الحلقة فجلس فیھا

اس شخص کا بیان جو مجلس کے اخیر میں (جہاں جگہ ہو) بیٹھے اور جو حلقہ میں کھلی جگہ پاکر اس میں بیٹھ جائے۔

(۶۶) حدثنا اسمٰعیل قال حدثنی مالک عن اسحٰق بن عبداللّٰہ بن ابی طلحة

ہم سے اسماعیلؒ نے بیان کیا کہا مجھ سے امام مالکؒ نے بیان کیا، انھوں نے اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہؓ سے، ان کو

ان ابامرة مولیٰ عقیل بن ابی طالب اخبره عن ابی واقد اللیثی ان رسول

ابومرہ، عقیل بن ابو طالب کے غلام نے خبر دی، انھوں نے ابوواقد لیثیؓ سے سنا، کہ آنحضرت ﷺ

اللّٰہ ﷺ بینما ھو جالس فی المسجد والناس معه اذ اقبل ثلثة نفر فاقبل اثنان

ایک بار مسجد میں بیٹھے تھے اور لوگ آپ کے ساتھ (بیٹھے) تھے اتنے میں تین آدمی (باہر سے) آئے، دو تو ان میں سے

الی رسول اللّٰہ ﷺ وذھب واحد قال فوقفا علی رسول اللّٰہ ﷺ

آنحضرت ﷺ کے پاس آگئے (آپ کا کلام سننے کو) اور ایک چل دیا، ابوواقدؓ نے کہا: پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آن ٹھہرے

[۱] فیه جواز استعمال الفضة للرجال عند التختم عمدة القاری ج۲ ص۳۰ [۲] فیض الباری ج۱ ص۱۶۷

فاما احدهما فرأى فُرجة في الحلقة فجلس فيها واما الآخر فجلس خلفهم واما الثالث
ان میں سے ایک نے تو تھوڑی سی خالی جگہ حلقہ میں دیکھی وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا تو
فادبر ذاهبا، فلما فرغ رسول الله ﷺ قال الا اخبركم عن النفر الثلثة
پیٹھ موڑ کر چل دیا، جب آنحضرت ﷺ (وعظ سے) فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں تم کو تین آدمیوں کا حال نہ بتلاؤں
اما احدهم فاوى الى الله فاواه الله واما الآخر فاستحيى فاستحيى الله منه
ایک نے تو ان میں سے اللہ کی پناہ لی، اللہ نے اسے جگہ دیدی، دوسرے نے (اندر گھسنے میں لوگوں سے) شرم کی اللہ نے اس سے شرم کی
واما الآخر فاعرض فاعرض الله عنه. [1] (انظر: ۴۷۴)
اور یہ تیسرے نے منہ پھیر لیا، اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔

﴿تحقیق و تشریح﴾

ترجمۃ الباب کی غرض:...... امام بخاریؒ اس باب میں طلبہ کو مجلس درس میں بیٹھنے کا طریقہ بتلارہے ہیں کہ مجلسِ درس جہاں ختم ہو وہیں بیٹھ جانا چاہئے البتہ آگے اگر جگہ خالی ہے تو گردن پھلانگے بغیر آگے جا کر بھی بیٹھ سکتا ہے۔

اما احدهم:...... اس جملہ سے ترجمہ ثانی ثابت ہوا اور واما الآخر سے ترجمہ اولیٰ۔

سوال:...... اس باب کو کتاب العلم سے کیا مناسبت ہے؟ حالانکہ پوری حدیث میں کہیں علم کا ذکر نہیں ہے۔

جواب:...... هو جالس في المسجد والناس معه وہ حلقے میں بیٹھے تھے اور حلقہ عند البخاریؒ علم کا تھا۔

قرینه:...... فلما فرغ سے معلوم ہوا کہ کوئی کام کر رہے تھے تو عند البخاریؒ وہ تعلیم تھی کیونکہ امام بخاریؒ نے اس روایت کو کتاب العلم میں ذکر کیا ہے۔ ویسے احتمال "حلقہ ذکر اور خطبہ" کا بھی ہے۔ اس باب میں دو بحثیں ہیں

بحثِ اول:...... الفاظ کی شرح میں ہے۔ آواہ الله اور استحيى الله، فاعرض الله عنه وغیرہ الفاظ میں صنعتِ مشاکلہ ہے [2]

فرجه:...... بضم الفاء او بفتح الفاء دونوں احتمال ہیں بلکہ علماء لغت سے منقول ہے کہ تینوں لغتیں اس میں جائز ہیں۔

لفظ فُرجه سے متعلق ایک قصه:...... حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے ابوعمرو نحوی کا قصہ لکھا ہے کہ ان کی قرأت بالفتح تھی کسی نے حجاج کو شکایت کر دی کہ وہ آپ کی مخالفت کرتا ہے حجاج نے بلایا، ابوعمرو نے اس کو

---

[1] اخرجه الترمذی ومسلم فی الاستئذان واخرجه النسائی فی العلم:: حدیث کی سند میں پانچ راوی ہیں:: الخامس ابو واقد اسمه الحارث بن عوف وقیل الحارث بن مالک توفی بمکة ودفن بمقبرة المهاجرین روی عن النبی ﷺ اربعة وعشرون حدیثا وفی الصحابة من یکنی بهذا الکنیة ثلثة هذا احدهم وثانیهم ابو واقد مولی رسول الله ﷺ وثالثهم ابو واقد النمیری:: عمدة القاری ج ۲ ص ۲۳۲ [2] واما قوله فاستحیی الله منه فمبنی علی صنعة المشاکلة:: فیض الباری ج ۱ ص ۶۸

ثابت کرنے کے لیے مہلت مانگی۔حجاج نے کہا کہ پندرہ دن کے اندر دلیل لاؤ۔ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا۔ چند سپاہی اس پر مقرر کردیے۔وعدہ کے وقت تک کوئی دلیل نہ تلاش کرسکے تو سپاہیوں نے اسے گھسیٹنا شروع کردیا تاکہ حجاج کے پاس لے جائیں راستے میں ایک چرواہا پڑھ رہا تھا۔

ربما تجزع النفوس عن الام	۞	ر،له فرجة كحل العقال

ابوعمرونحوی نے پوچھا فُرجة یافَرجة اس نے کہالنافیه ثلث لغات فُعلة بفَعلة بفِعلة پھر چرواہے سے پوچھا کہ یہ شعر کیوں پڑھ رہاتھا اسنے کہاہم حجاج سے خوف کھاتے ہیں اورابھی خبرپہنچی ہے کہ حجاج مرگیا۔(علم کی بات اگرمل جائے تو بہت خوشی ہوتی ہے)نحوی کہتاہے کہ میں فرق نہ کرسکا کہ کس بات پر مجھے زیادہ خوشی ہوئی حجاج کی موت کی خبر پر یاعلم کی بات مل جانے پر؟ [1]

بحثِ ثانی: ......ان تین شخصوں میں سے افضل کون ساہے؟ محدثینؒ کااس میں اختلاف ہواہے۔

(۱)......بعض نے کہاہے کہ خالی جگہ میں جو جاکر بیٹھ گیاوہ افضل ہے کیونکہ اس کے بارے میں الفاظ ہیں **آواہ الله** دوسرے نے حیا کیااللہ نے بھی حیا کیا۔

(۲)......لیکن بعض نے کہاہے کہ ایسانہیں ہے بلکہ حیا کرنے والا افضل ہے کیونکہ مجلس میں بھی شرکت کی اور حیا بھی کیا ((**الحياء شعبة من الايمان**)) دونوں کاثواب لیالہٰذا یہ افضل ہے بعض تفصیل کے قائل ہیں کہ جزاء جواس حدیث میں ذکر ہے وہ جزا **عن جنس العمل** کی قبیل سے ہے جیساعمل ویسی ہی جزا۔حیاوالےعمل کی ایک جہت بیٹھنے کے لحاظ سے ہے کہ گیانہیں بلکہ بیٹھ گیایعنی حیا کرکے بیٹھ گیا،دوسری جہت یہ ہے کہ حیا کیااور پیچھے بیٹھ گیا آگے نہیں بڑھا گردنیں نہیں پھلانگیں تواگرحیاسے پہلی حیامرادہےتو آگے آنے والا افضل ہےاگر دوسری قسم مرادہےتو یہ افضل ہےاس کوکہتے ہیں **هؤلآء لايشقىٰ جليسهم** تو یہ پیچھے بیٹھنے والااسی قبیل سے ہے۔

تیسرے شخص کے بارے میں فرمایا **اعرض فاعرض عنه** (۱)......بعض نے کہا کہ اس اعراض سے پیش نظراسکوثواب نہیں ملے گا(۲)......بعض نے کہاہے کہ اس اعراض کے پیش نظراس کواعراض کی سزاملی۔

(۳)......تیسرا مطلب یہ ہے کہ اسکوجزااورسزادینے سے اعراض کیااب اعراض دوقسم پر ہے اگر **تکبراً** اور **تهاوناً** ہے کہ مجلس کواپنے بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھا تو گناہ ہوگااور اگر ضرورتِ دنیاوی کے پیش نظر ہے تو سزانہیں ہے اگر ضرورت دینی کے پیش نظرنہیں بیٹھا تو ثواب ہے۔

مسائلِ مستنبطه :......۱۔امام بخاریؒ نے یہ بتلایا کہ حلقہ درس میں جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جاناچاہیئے۔ ۲۔اگرقریب جگہ ہوتووہاں بیٹھے۔ ۳۔مجالسِ علم سے استغناءنہیں ہوناچاہیئے۔ ۴۔مسجد میں تعلیم وتعلم جائز ہے[2] کیونکہ احادیث میں مجالسِ ذکر سے مرادعموماً تعلیم وتعلم ہی ہوتی ہے۔

---

[1] نفحة العرب ص ۱۴ [2] مکتبه امدایه ملتان وفي فيض الباري ج ۱ ص ۱۶۸ [2] عمدة القاري ج ۲ ص ۳۴

(۵۱)

﴿باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعٰی من سامع﴾

آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس کو (میرا کلام) پہنچایا جائے وہ اس سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے جس نے مجھ سے سنا

(۶۷)حدثنامسددقال حدثنا بشرقال حدثنا ابن عون عن ابن سیرین عن
ہم سے بیان کیا مسددؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا بشرؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا ابن عونؒ نے، انھوں نے ابن سیرینؒ سے
عبد الرحمن بن ابی بکرة عن ابیه قال ذکر النبی ﷺ
انھوں نے عبدالرحمٰن بن ابو بکرہؓ سے، انھوں نے اپنے باپ ابوبکرہؓ سے، انھوں نے آنحضرت ﷺ کا ذکر کیا
قعد علی بعیره وامسک انسان بخطامه اوبزمامه قال ای یوم هذا
آپ ﷺ اونٹ پر بیٹھے تھے (منی میں دسویں ذی الحجہ کو) اور ایک آدمی اونٹ کی نکیل یا اس کی باگ تھامے تھا، آپؐ نے (لوگوں سے) فرمایا یہ کون سا دن ہے؟
فسکتنا حتی ظننا انه سیسمیّه سوٰی اسمه قال الیس یوم النحر؟
ہم لوگ چپ ہو رہے، یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ آپ اس دن کا اور نام رکھیں گے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ یوم النحر نہیں؟
قلنا بلٰی قال فای شهر هذا؟ فسکتنا حتی ظننا انه سیسمیّه
ہم نے کہا: کیوں نہیں! یوم نحر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم چپ رہے یہاں تک کہ ہم سمجھے آپ ﷺ اس کا جو نام ہے
بغیر اسمه قال الیس بذی الحجة؟ قلنا بلٰی
اس کے سوا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں! یہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے
قال فان دمائکم واموالکم واعراضکم بینکم حرام
آپ ﷺ نے فرمایا تو تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں
کحرمة یومکم هذا فی شهر کم هذا فی بلدکم هذالیبلغ الشاهدالغائب فان
جیسے تمہارے اس دن کی حرمت اس مہینہ میں، اس شہر میں، جو یہاں موجود ہے وہ اس کو خبر کردے جو موجود نہیں کیونکہ
الشاهد عسی ان یبلغ من هو اوعیٰ له منه
جو حاضر ہے شاید وہ ایسے شخص کو خبر کردے جو اس بات کو اس سے زیادہ یاد رکھے

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض: ...... امام بخاریؒ اس باب میں یہ بتلارہے ہیں کہ اگر عالم سے کچھ سنے تو چاہیئے کہ دوسروں کو پہنچائے کیونکہ کبھی وہ اس قدر محفوظ نہیں رکھتا جتنا کہ دوسرا سننے والا محفوظ رکھ سکتا ہے تو آنحضرت ﷺ صحابہ کو حکم دے رہے ہیں جو جس نے سنا وہ دوسروں کو پہنچائے کیونکہ دوسرا کبھی زیادہ محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے) [۲]

☆ حدیث میں ''اوعی'' ہے اس سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔ اوعیٰ کے دو معنی ہیں۔ (۱) اَحْفَظَ (۲) اَفْهَمَ حضور ﷺ جنکو یہ خطاب فرمارہے ہیں یہ صحابہ کرامؓ ہیں۔ صحابہ کرامؓ جنکو پہنچائیں گے وہ تابعین۔ تو معلوم ہوا کہ تابعی، صحابی سے اوعیٰ اور افہم ہوسکتا ہے لیکن یہ فضیلت جزئی ہے صحبتِ نبی ﷺ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔ اور معلوم ہوا کہ شاگرد استاد سے بڑھ کر اوعیٰ اور افہم ہوسکتا ہے یہ بھی فضیلت جزئی ہے یہ سمجھے کہ استاد کو فضیلتِ کلی حاصل ہے اور استاد کو بنظر تحقیر نہ دیکھے کیونکہ وہ وسائطِ علم میں سے ہے۔ اور استاد کو بھی خوش ہونا چاہیے کیونکہ اس شاگرد کے علم وعمل سے استاد ہی کو فائدہ ہوگا علماء نے لکھا ہے کہ تین شخصوں پر تین شخصوں کو حسد نہیں ہوتا۔

۱۔ شاگرد پر استاد کو ۲۔ مرید پر پیر کو ۳۔ بیٹے پر باپ کو بلکہ تمنا ہونی چاہیے کہ اس میں اضافہ ہو۔ انھیں تین کو تین سے سوال کرنے میں کوئی عیب نہیں ہوتا ۱۔ بیٹے کو باپ سے ۲۔ شاگرد کو استاد سے ۳۔ مرید کو پیر سے۔ مبلغ اور سامع کا ایک معنی تو ہو چکا دوسرے معنی یہ ہے کہ مبلغ سے مراد بالواسطہ سننے والا اور سامع سے مراد بلاواسطہ سننے والا۔

علی بعیرہ: ......اپنے اونٹ پر یا ابوبکرہ کے اونٹ۔ پر دونوں احتمال ہیں۔

ذکر: ......**سوال:** ذکر کا فاعل ابوبکرہ ہے یا کوئی اور؟

جواب: ...... صحیح ترجمہ تب ہی بنتا ہے کہ ذکر کا فاعل ابوبکرہ ہو اور بعیرہ کی ضمیر کا مرجع حضور ﷺ ہوں۔

امسک انسان: ......قال البعض کان بلالؓ وقال البعض کان ابابکرہؓ [۳]، اراد نفسه.

بخطامه او بزمامه: ......زمام اور خطام میں بعض فرق کے قائل نہیں ہیں حافظ ابن حجرؒ کا یہی نظریہ ہے اور بعض کے نزدیک خطام وہ چھوٹی رسی ہوتی ہے جو ناک پر ہوتی ہے زمام لمبی رسّی [۴]

او: ......شک راوی کے لیے ہے اور تنویع کے لیے بھی ہوسکتا ہے۔

---

[۱] حدیث کی سند میں چھ راوی ھیں: :ابوہ ابوبکرہ اسمه نفیع بضم النون وفتح الفاء :اخرجه النسائی فی الحج انظر:۱۰۵، ۱۷۴۱، ۳۱۹۷، ۴۴۰۷، ۴۶۶۲، ۵۵۵۰، ۷۰۷۸، ۷۴۴۷ [۲] درس بخاری ص ۳۳۲ [۳] عمدۃالقاری ج۲ص ۳۸

[۴] الخطام بکسر الخاء الزمام الذی یشدفیه :البرۃ: بضم الباء وفتح الراء حلقة من صفر تجعل فی لحم انف البعیر :عمدۃالقاری ج۲ص ۳۷ چھوٹی رسی ہو یا بڑی یہاں بہرحال نکیل مراد ہے

فسکتا: ......یا تو اس لیے خاموش رہے کہ تثبیت مقصود تھی محض توجہ دلانا ۲۔ بعض نے کہا اس لئے کہ شاید آپ ﷺ نام بدلیں گے۔

کحرمة یومکم: ......حقیقت میں انسان کے جان و مال کی حرمت اس سے بھی زیادہ ہے لیکن تشبیہ ان کے ساتھ اس لئے ہے کہ وہ ان کو بہت حرمت والا سمجھتے تھے۔

(۵۲)
باب العلم قبل القول والعمل
علم مقدم ہے قول اور عمل پر

لقول الله عزوجل (فَاعْلَمْ اَنَّهُ لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ)[۱] فبدأ بالعلم
بوجہ اللہ تعالیٰ کے فرمان تو جان رکھ کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اللہ نے علم کو پہلے بیان کیا، اور (حدیث میں ہے)
وان العلماء هم ورثة الانبياء ورثوا العلم من اخذه اخذ بحظ وافر
کہ عالم لوگ وہی پیغمبروں کے وارث ہیں پیغمبروں نے علم کا ترکہ چھوڑا، پھر جس نے علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ (اس ترکہ کا) لیا
ومن سلک طريقا يطلب به علما سهل الله له طريقا الى الجنة. وقال
اور (حدیث میں ہے) جو کوئی علم حاصل کرنے کے لیے راستہ چلے تو اللہ اسکے لیے بہشت کا راستہ آسان کردے گا اور اللہ نے فرمایا
(اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا)[۲] وقال (وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ)[۳]
خدا سے اسکے وہی بندے ڈرتے ہیں جو عالم ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ ان مثالوں کو وہی سمجھتے ہیں جو علم والے ہیں
وقال (وَقَالُوْا لَوْكُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَاكُنَّا فِىْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ)[۴]
اور فرمایا وہ (دوزخی) کہیں گے اگر ہم پیغمبروں کی بات مانتے یا عقل رکھتے ہوتے تو (آج) دوزخیوں میں سے نہ ہوتے
وقال (هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ)[۵] وقال النبی ﷺ
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے پیغمبر) کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے (دونوں) برابر ہیں؟ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا
من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين وانما العلم بالتعلم. وقال ابوذر لو
اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ دیتا ہے اور فرمایا: علم سیکھنے ہی سے آتا ہے۔ اور ابوذرؓ نے کہا اگر

[۱] پارہ ۲۶ سورۃ محمد آیت ۱۹ [۲] پارہ ۲۱ سورۃ فاطر آیت ۲۸ [۳] پارہ ۲۰ سورۃ عنکبوت آیت ۴۳ [۴] پارہ ۲۹ سورۃ ملک آیت ۱۰ [۵] پارہ ۲۳ سورۃ زمر آیت ۹

وضعتم الصمصامة علی هذه واشارالی قفاه ثم ظننت انی
تم تلوار یہاں رکھ دو اوراشارہ کیا انھوں نے اپنی گردن کی طرف ،اس وقت بھی میں سمجھوں کہ بے شک میں
انفذکلمة سمعتها من النبی ﷺ قبل ان تجیزوا علیّ لانفذتها
ایک ہی وہ بات سناسکتاہوں جوآنحضرت ﷺ سے میں نے سنی ہے پہلے اس سے کہ تم میری گردن مارو توالبتہ میں اسکو سنادوں
وقول النبی ﷺ لیبلغ الشاهد الغائب وقال ابن عباس کُونُوا رَبَّانِیِّیْنَ
اورآنحضرت ﷺ نے فرمایا حاضر کو چاہیے کہ جوموجودنہیں ہےاس کو(میرا کلام) پہنچادے۔اورابن عباسؓ نے کہاتم ربانی بن جاؤ یعنی
حکماء علمآء فقهآء ویقال الربانی الذی یربی الناس بصغار العلم قبل کباره
دانا،عالم،سمجھدار،بعضوں نے کہا ربانی وہ ہے جولوگوں کو بڑی باتیں سکھانے سے پہلے چھوٹی چھوٹی باتیں ان کو سکھا کر تربیت کرے۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمةالباب کی غرض: ......امام بخاریؒ اس باب میں بتلاتے ہیں کہ وعظ اورعمل سے پہلے علم حاصل کرنا چاہیے [1] (علم پڑھنے کی ترغیب دے رہے ہیں) قبل سے مراد قبلیت زمانی ہے یارتبی ہے۔علم کا زمانہ بھی عمل سے مقدم ہےاوررتبہ بھی۔

۱ .قبلیتِ زمانی: ......امام بخاریؒ اس باب میں بتلانا چاہتے ہیں کہ چونکہ زمانہ علم عمل سے قبل ہے لہٰذا اس بناء پر کہ عمل ہوسکے یانہ ہوسکے علم حاصل کرنے کا کیافائدہ؟اس سے متاثر ہوکر کوئی سستی یاترک اختیار نہ کرے کیونکہ جب علم حاصل ہوگا تو داعی الی العمل ہوگا۔

۲ .قبلیتِ رتبی: ......فرائض وواجبات وسنن کی ادائیگی کے بعد خالی وقت علم میں صرف کرنا چاہیے یا عبادت میں؟توامام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ علم کارتبہ زیادہ ہے لہٰذا فرائض،واجبات وسنن کی ادائیگی کے بعد زائد وقت تعلیم وتعلم میں صرف کرنا چاہئیے۔

تعبیرِ ثانی: ...... علم وہ معتبر ہے جوکہ صحیح ہواورقوی ہواورصحیح اورقوی علوم دینیہ ہیں اس لحاظ سے علوم دینیہ کو حاصل کرکے آگے پہنچانا چاہیے۔علم صحیح وہ ہے جوشریعت کے مطابق ہواورقوی وہ ہے جواسکے اعضاء وجوارح پراثر انداز ہو۔امام غزالیؒ نے اس کوایک مثال سے سمجھایا مثلاً ایک شخص جارہاہےاس نے آگے سے دیکھا کہ کوئی جانورآرہاہے، تھا گھوڑا،اس نے شیر سمجھ لیا اس نے بھاگنا شروع کردیا تو یہ بے فائدہ ہے اور یہ اس لئے کہ اسکا علم قوی تو ہے مگر صحیح نہیں ہے اگر اس کو پہچان لے کہ شیر ہے مگر بھاگے نہیں تو یہ شیر اسکو کھا جائے گا تو یہ علم صحیح ہے مگر قوی نہیں ہے۔

---

[1] اراد ان الشیء یعلم اولاثم یقال ویعلم به فالعلم مقدم علیها بالذات وکذامقدم بالشرف:عمدةالقاری ج۲ص۳۹

فائدہ: ......یہ ترجمہ، تراجمِ مجردہ غیر محضہ میں سے ہے امام بخاریؒ اس باب کو ثابت کرنے کے لیے کوئی مسند روایت نہیں لائے مجردہ غیر محضہ وہی ہوتا ہے کہ کوئی مسند روایت دلیل نہ ہو کوئی قول سلف اور آیت وغیرہ بھی نہ ہو تو مجردہ محضہ ہے۔

ورثوا العلم: ......ورثوا کو باب تفعیل سے پڑھیں تو متعدی ہوگا اور ضمیر راجع الی الانبیاء ہوگی مجرد سے ہو تو لازمی ہوگا اور ضمیر راجع الی العلماء ہوگی تو مقام نبوت ہے ہی یہی کہ اللہ سے علم حاصل کر کے آگے پہنچائے تو جو ایسا کرے وہ انبیاء کا وارث ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی فضیلت بھی اسی وجہ سے ہے لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انبیاء کا علم قوی ہوتا ہے جو طاعت کی طرف مفضی اور نواہی سے اجتناب کرواتا ہے تو جو علماء علمِ قوی رکھیں وہی وارثِ انبیاء کہلانے کے حق دار ہیں ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ جتنا علم ہوگا اتنی ہی خشیت ہوگی تو سب سے زیادہ علم آپ ﷺ کا ہے اس لیے فرمایا ((انا اخشاکم و اتقاکم)) ۔خیر المدارس کا فاضل عالم نہیں ہے سندیں مل جائیں نمبر بھی مل جائیں اس آیت کا مصداق عرفی علماء نہیں بلکہ وہ علماء ہیں جو ذات وصفات کے عالم وعارف ہوں۔

قصہ: ......ایک دیہات کا چوہدری اپنے چھوٹے بیٹے کے ساتھ شہر میں آیا پتہ چلا کہ بادشاہ کی سواری آ رہی ہے چوہدری دیوار کے ساتھ لگ کر خاموش ہو کر کھڑا ہو گیا بچے نے کہا ابا جان! آپ اتنے کیوں ڈر رہے ہیں، باپ نے کہا بیٹا خاموش رہو، جب بادشاہ وہاں سے گزر گیا تو چوہدری نے کہا بیٹا! یہ بادشاہ کی سواری تھی اس لئے ڈرا، چوہدری چونکہ بادشاہ کی قدر ومنزلت اور رعب ودبدبہ سے آگاہ تھا اس لئے ڈرا بچہ چونکہ جانتا نہیں تھا اس لئے اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جاننے والا ہی ڈرا کرتا ہے چونکہ اللہ رب العزت کی ذات وصفات کو جاننے والے علماء وعرفا ہیں اس لئے وہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔

کنا نسمع او نعقل: ......نسمع سے علمِ تقلیدی ثابت ہوا اور نعقل سے علم تحقیقی۔

هل یستوی الذین یعلمون : ......مفعول محذوف ہے ای علم الدین۔

انما العلم بالتعلم: ......معلوم ہوا کہ علم وہ معتبر ہے جو انبیاء کے وارثوں سے سیکھنے سے حاصل ہوا ہو اس لئے علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ صرف مطالعہ سے علم حاصل کرنے والا فتوی نہ دے اسکا علم معتبر نہیں ہے۔

قال ابو ذرؓ:[۱] ......ابوذر رضی اللہ عنہ کا جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کنز یعنی مال جمع کرنے کے بارہ میں اختلاف ہو گیا تھا، اصل کنز اسے کہتے ہیں کہ مال جمع کیا جائے اور حقوق ادا نہ کیے جائیں ﴿وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ [۲]

اس آیت کی بنا پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بیت المال میں بھی مال کو نہیں رکھنا چاہیے لاٹھی لیکر پہنچ جاتے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تنگ ہوئے تو حضرت عثمانؓ کو اطلاع دی چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بلا لیا اور اس مسئلہ پر بات کرنے سے روک دیا۔ حج پر آئے احادیث سنا رہے تھے کہ کسی نے کہا کہ آپکو تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منع کیا تھا

---

[۱] هذا التعليق رواه الدارمي في مسنده من طريق الاوزاعي :عمدة القاري ج ۲ ص ۴۳ [۲] پاره: ۱۰ ،سورة:التوبة، آية:۳۴

اس پر وہ شدت سے کہہ رہے تھے لو وضعتم الصمصامة علی هذا اگر میری گردن پر قتل کرنے کے لیے تلوار رکھ دو اور اتنی دیر میں بھی میں اگر کوئی کلمہ (حدیث) سنا سکوں تو سناؤں گا۔[1]

اشکال: ...... یہ تو حضرت عثمانؓ امیر المؤمنین کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

جواب: ...... اس کو خلاف ورزی پر محمول نہیں کرنا چاہیے کیونکہ خاص مسئلے سے روکا تھا اور وہ دیگر احادیث سنا رہے تھے لیکن کہنے والے نے عام مراد لے لیا۔

ربانیین: ...... تغیرات نسبی میں سے ہے[2] یعنی اصل ضابطہ کے اعتبار سے ربی ہونا چاہیے لیکن نسبت کی وجہ سے ربانیین کہا گیا۔

صغار العلم: ...... (۱) مراد اس سے کلیات سے پہلے جزئیات کا علم ہے۔ (۲) یا مسائل کا علم دقائق سے پہلے (۳) یا مبادی مراد ہیں جیسے اصطلاحاتِ حدیث، حدیث سے پہلے۔ کہ پہلے اصول حدیث پڑھتے ہیں ان سب سے معلوم ہوگیا کہ پہلے علم پھر عمل پھر تبلیغ۔[3]

(۵۴)

باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولهم بالموعظة والعلم کی لا ینفروا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو موقع اور وقت دیکھ کر سمجھاتے اور علم کی باتیں بتلاتے اس لیے کہ ان کو نفرت نہ ہو جائے

(۶۸) حدثنا محمد بن یوسف قال انا سفیان عن الأعمش عن ابی وائل
ہم سے بیان کیا محمد بن یوسفؒ نے، کہا ہم کو سفیانؒ نے خبر دی، انھوں نے اعمشؒ سے، انھوں نے ابو وائلؒ سے،
عن ابن مسعودؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظة فی الایام
انھوں نے ابن مسعودؓ سے، کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنوں میں نصیحت کرنے کے لیے وقت اور موقع کی رعایت فرماتے
کراهة السامة علینا. (انظر: ۷۰، ۶۴۱۱)
آپ اس کو برا سمجھتے کہ ہم اکتا جائیں۔

[1] قال جلست الی ابی ذر الغفاریؓ اذ وقف علیه رجل فقال الم ینهک امیر المؤمنین عن الفتیا فقال ابو ذرؓ واللہ لو وضعتم الصمصامة علی هذه واشار الی حلقه علی ان اترک کلمة سمعتها من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانفذتها قبل ان یکون ذلک: عمدة القاری ج ۲ ص ۴۲

[2] اصل میں رب کی طرف منسوب ہے الف اور نون مزید مبالغہ کے لیے زیادہ کر دیتے ہیں یعنی اللہ والے بن جاؤ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے بتلایا کہ ربانی بننے کے لیے یہ تین صفتیں درکار ہیں ۱۔حکمت ۲۔علم ۳۔فقہ جو ان میں کامل ہوگا وہی ربانی ہوگا:: درس بخاری ص ۳۳۹

[3] اشکال: امام بخاریؒ نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی؟ جواب: چند جواب تو پہلے گزر چکے ہیں ایک خاص جواب یہ بھی ہے کہ چونکہ اس باب کے ترجمہ میں بہت سی احادیث کی طرف اشارہ ہے اور بہت سی قرآنی آیات ذکر فرمائی ہیں اس لیے یہ ساری چیزیں استدلال و استشہاد کے لیے کافی ہوگئیں:: تقریر بخاری کتاب العلم ص ۱۵

(۶۹)حدثنا محمدبن بشار قال ثنا یحییٰ بن سعید قال ثنا شعبة قال

ہم سے محمد بن بشارؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعدؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہؒ نے بیان کیا، کہا

حدثنی ابوالتیاح عن انس عن النبی ﷺ قال یسروا ولاتعسروا وبشروا ولاتنفروا [1]

مجھ سے ابوتیاحؒ نے بیان کیا، کہا انھوں نے انسؓ سے انھوں نے آنحضرت ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا (لوگوں پر) آسانی کرو، سختی نہ کرو اور خوشی کی بات سناؤ نفرت نہ دلاؤ

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمةالباب کی غرض: ...... وعظ کرنے میں رعایت کرتے تھے اس سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ وعظ اور تعلیم میں اس بات کا لحاظ کرنا چاہیے کہ سامعین کو ملال نہ ہو [2] اور سننے اور قبول کرنے کی طرف رغبت ہو اس لئے کہ مسلسل اور لمبی وعظ کرنا یا مسلسل تعلیم میں مشغول رکھنا اس سے ملال کا خطرہ ہوتا ہے۔ تو بجائے قبول کے ذہن عدمِ قبول کی طرف مائل ہوتا ہے اس لئے تعلیم وتبلیغ میں اسکا دھیان رکھنے کی ضرورت ہے آپ ﷺ وعظ میں وقت کا لحاظ رکھتے تھے تا کہ صحابہ کرامؓ کو ملال نہ ہو۔ ایسے ہی آپ ﷺ کا ارشاد ہے ((**یسروا**)) آسانی پیدا کرو یعنی دین سمجھانے میں اور عمل پر لانے میں آسانی پیدا کرو یعنی اس طریقے سے دین کو پیش کرو کہ اس کو سمجھنا اور عمل کرنا آسان ہو جائے یہ مطلب نہیں ہے کہ دین میں مداہنۃ اختیار کرو اور غیر دین کو دین بنا کر پیش کر کے آسانی کرو۔ دین کو چھوڑ کر جو آسانی ہے وہ دین کے لیے آسانی نہیں ہے کہ خواہشات اور مزاجوں کے مطابق مسئلے گھڑنے شروع کر دو ائمہ مجتہدین کے اجتہاد اور آجکل کے پانچوں سواروں کے اجتہاد میں یہی فرق ہے کہ خواہشات اور مزاجوں کو دیکھتے ہیں پھر قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں ایک تو یہ ہے کہ محنت کر کے لوگوں کو دین کے مطابق لایا جائے اور ایک یہ ہے کہ جس پر لوگ چل رہے ہوں اس کو دین کہہ دیا جائے۔ (۱) ایک نام نہاد مجتہد لکھتا ہے کہ آپ ساری سیرت کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو کہیں نہیں ملے گا کہ داڑھی آپکی کتنی تھی اگر یہ ڈاڑھی کا قبضہ کے برابر ہونا ضروری ہوتا تو بیان کیا جاتا ہاں البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی رکھی جائے میرے خیال میں اگر ایک آدمی ایک دو ہفتہ اتنی داڑھی رکھ لے کہ لوگ کہنے لگ جائیں کہ اس نے داڑھی رکھ لی تو کافی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ سوانح نگار بدیہی چیزوں کو ذکر نہیں کیا کرتے کبھی کسی نے سوانح لکھتے ہوئے یہ نہیں لکھا ہوگا کہ جس کی میں سوانح لکھ رہا ہوں اسکی دو آنکھیں تھیں اور پھر یہ کہ شریعت کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی رکھ لی جائے اور بس یہ سراسر مغالطہ ہے حدیث میں تو یہ ہے ((**اوفروا اللحی**)) [3]

---

[1] انظر ۶۱۲۵ رواہ مسلم فی المغازی عن عبداللہ بن معاذ واخرجه النسائی فی العلم [2] ان النبی ﷺ کان یعظ الصحابة فی اوقات معلومة ولم یکن الاستغراق خوفاعلیهم من الملل والضجر: عمدةالقاری ج۲ ص۴۵ [3] مشکوۃ ص ۳۸۰

(۵۴)
﴿باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومةً﴾
جوشخص علم سیکھنے والوں کے لیے کچھ دن مقرر کردے

(۷۰)حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال ثنا جریرعن منصورعن ابی وائل قال

ہم سے عثمان بن ابوشیبہؒ نے بیان کیا، کہاہم سے جریرؒ نے بیان کیا، انھوں نے منصورؒ سے انھوں نے ابووائلؒ سے کہا

کان عبداللہ یذکر الناس فی کل خمیس فقال له رجل یااباعبدالرحمٰن لوددت

عبداللہؓ ہر جمعرات کولوگوں کووعظ سناتے تھے، ایک شخص نے ان سے کہا اے ابوعبدالرحمٰن میری آرزو یہ ہے

انک ذکرتنا کل یوم قال اما انه یمنعنی من ذلک انی اکره ان املکم

کہ آپ ہرروز ہم کووعظ سنایا کریں، انھوں نے کہا یہ کچھ مشکل نہیں، مگر میں اس لئے ایسانہیں کرتا کہ تم کو اکتادینا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا

وانی اتخولکم بالموعظة کما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور میں (تمہاری خوشی کا) موقع اوروقت دیکھ کرتم کونصیحت کرتاہوں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماراوقت دیکھ کر ہم کو

یتخولنا بها مخافة السامة علینا.

نصیحت فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوبھی ڈرتھا کہ کہیں ہم اکتانہ جائیں۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمةالباب کی غرض:......اس سے امام بخاریؒ یہ مسئلہ بتانا چاہتے ہیں کہ تعلیم کے لیے دن، وقت متعین کرنا جائز ہے۔اس لئے کہ تعلیم وتعلم ایک فریضہ ہے اورتعیین اوقات یاکوئی خاص طریقہ تعلیم موقوف علیہ کے درجے میں ہے مقصد کے درجے میں نہیں ہے اگراس کوذریعہ ثواب قراردیا جائے اوراس کے خلاف کوناجائز قرار دیاجائے توگنہگارہوگا پھر یہ بدعت ہوجائے گی جیسے بخاری کا گھنٹہ ۹ سے ۱۰ بجے تک اب یہ عقیدہ کہ اس کوآگے پیچھے کرنے سے گناہ ہوگا یہ بدعت ہے اس سے معلوم ہوا کہ تعیین بدعت ہے کہ تعیین کوہی ثواب سمجھ لیا جائے اوراسکے خلاف کوگناہ سمجھ لیا جائے کیونکہ یہ دین میں نئی بات ہوگی۔((من احدث فی امرنا فهورد)) مزیدوضاحت یہ ہے کہ تعیین دوقسم پر ہے۔(۱) تعیین انتظامی (۲) تعیین قانونی۔

(۱) **تعیین انتظامی:**...... یہ ہے کہ آپ اپنے کاموں میں سہولت کے لئے کوئی ترتیب بنالیں۔

(۲) **تعیین قانونی:**...... یہ ہے کہ کوئی تعیین کرلیں اور پھراس کو شریعت قرار دیدیں کہ جو ایسا نہیں کرے گا وہ گناہ گار ہوگا لہٰذا تیجہ، چالیسواں، گیارہویں سب بدعت ہیں جیسے رائے ونڈ کا اجتماع کوئی نہیں کہتا کہ جو نہیں جائے گا وہ گناہ گار ہوگا۔ معلوم ہوا کہ بریلویوں کا ذکر بدعت ہے اور دیوبندیوں کا ذکر بدعت نہیں ہے، ابتک تو نہیں ہے آئندہ پتہ نہیں کیا ہوگا؟ بدعت سب سے بڑا گناہ ہے کیونکہ یہ حقیقت میں شریعت کی تنقیص ہے کہ شارع اسکو بھول گیا گویا کہ بدعتی حقیقت میں در پردہ مدعی نبوت ہے۔ یہ سارا احسان ہمارے اساتذہ کا ہے کہ انہوں نے سنت و بدعت کا فرق سمجھایا۔

مولانا خیر محمد صاحب ؒ کا ارشاد:...... آپؒ نے فرمایا کہ بدعت میں کبھی شریک نہ ہونا اگر ایک مرتبہ شرکت کرلی تو پھر کبھی نہ نکل سکو گے چاہے جس نیت سے بھی شریک ہو اور پھر یہ بھی فرمایا تھا کہ زبان نرم رکھنا اور عمل سخت۔ جیسے علامہ اقبال مرحوم نے صحابہ کرامؓ کی تعریف میں فرمایا۔

نرم دم گفتگو گرم دم جستجو	رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

(۵۵)
﴿باب من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین﴾

اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ دیتا ہے

(۷۱) حدثنا سعید بن عفیر قال ثنا ابن وهب عن یونس عن ابن شهاب

ہم سے بیان کیا سعید بن عفیرؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا ابن وہبؒ نے، انھوں نے یونسؒ سے، انھوں نے ابن شہابؒ سے

قال قال حمید بن عبد الرحمٰن سمعت معاویة خطیبا یقول سمعت النبی صلی الله علیه وسلم

انہوں نے کہا کہ حمید بن عبد الرحمٰنؒ نے ان سے نقل کیا کہ میں نے معاویہؓ سے خطبہ میں سنا وہ کہتے تھے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

یقول من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین وانما انا قاسم والله یعطی

آپؐ فرماتے تھے اللہ کو جس کی بھلائی منظور ہوتی ہے اسکو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے، اور میں تو بانٹنے والا ہوں اور دینے والا اللہ ہی ہے

ولن تزال هذه الامة قائمة علی امر الله لایضرهم من خالفهم حتی یأتی امر الله[۱]

اور یہ (اسلامی) جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی، دشمنوں سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے

[۱] انظر ٣١١٦، ٣٦٤١، ٧٣١٢، ٧٤٦٠: حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں چھٹے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں کاتب وحی ہیں فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے ۸۷ سال عمر پائی ۶۰ھ میں انتقال ہوا کل مرویات: ۱۶۳

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض: ...... اس باب میں امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فہمِ علمِ دین اللہ تعالیٰ کا انتہائی انعام ہے۔ جسکو یہ حاصل ہوتو وہ سمجھ جائے کہ مجھ پر اللہ کا انتہائی انعام ہے [1]۔

فقہ [2]: ...... فقہ کہتے ہیں کہ دوسرے کی کلام کے مقصد کو سمجھ لینا یہ علم سے زائد درجہ ہے کہ منشاءِ متکلم کیا ہے۔ فقہ، علم، فہم، فکر، تصدیق یہ الفاظ مترادف نہیں ہیں متقاربہ ہیں علم کا معنی جاننا، فہم کا معنی سمجھنا، تصدیق کا معنی یقین واذعان اور فکر کا معنی سوچنا۔

انما انا قاسم واللہ یعطی: ...... یہ کلام عرف پر محمول ہے مقصد اس کا یہ ہے کہ میں ہر ایک کو وہ سکھاتا ہوں جو اسکے لائق ہے پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس کے علم میں فہم وفکر، تفقہ پیدا کر دیتے ہیں۔

اشکال: ...... اگر اس کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو معطی بھی حضور ﷺ ہیں اور قاسم بھی، اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو معطی بھی اللہ ہیں اور قاسم بھی کیونکہ نصیبے کا ملنا ہے اور نصیبہ اسے کہتے ہیں جو اللہ دے تو حدیث میں تقسیم کیوں کی؟

جواب ۱: ...... یہ کلام عرف پر محمول ہے معطی عرف میں مالک کو کہتے ہیں اور قاسم بانٹنے والے کو لہٰذا عرف میں اللہ کی عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے اعطاء کی نسبت اللہ کی طرف کر دی جاتی ہے اور تقسیم کی حضور ﷺ کی طرف۔

جواب ۲: ...... اس جملہ سے مقصود عالم سے غرور اور تکبر ہٹانا ہے کہ علم پر اِترائے نہیں بلکہ اس کو عطاءِ الٰہی سمجھے اور قاسم ہونے میں اس طرف اشارہ کرنا اور رغبت دلانا ہے کہ آرام نہ کرے علم میں بخل نہ کرے بلکہ علم پڑھائے۔

لن تزال ھذہ الامۃ: ...... ماقبل کے جملے سے اس کا ربط یوں ہے کہ یہ تقسیم ہمیشہ رہے گی۔

امۃ: ...... کون سی امت اور کون سا طائفہ مراد ہے؟ اس میں متعدد اقوال ہیں (۱) ...... فقہاء نے کہا کہ یہ فقہاء ہیں (۲) ...... مجاہدین نے کہا یہ مقاتلین ہیں (۳) ...... صوفیاء مُصر ہیں کہ یہ صوفیاء ہیں (۴) ...... محدثین نے کہا محدثین ہیں امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ محدثین نہیں ہونگے تو میں نہیں جانتا کہ اور کون ہونگے؟ [3] حضرت انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ بعض روایتوں میں یقاتلون کا لفظ آتا ہے اس لیے اوّلی طور پر مجاہدین ہی مراد ہیں پھر ثانوی درجے میں تمام طبقات داخل ہو جائیں گے۔

اشکال: ...... یہاں ایک بات مشکل ہوگئی کہ حدیث الباب میں ہے حتی یاتی امر اللہ اور بعض روایتوں میں ہے حتی یاتی یوم القیٰمۃ حتی کا مابعد غایت ہے اور مغیّا اور غایت عنہ غیر غیر ہوتے ہیں اس جملے سے معلوم ہوا کہ غایت تک تو حق پر رہیں گے اس کے بعد حق پر نہیں رہیں گے؟

---

[1] ترجمۃ الباب کی ایک غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے علم کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے خاص طور پر فقہ کی اہمیت اور اس کے تعلم پر تحریض ہے: تقریر بخاری کتاب العلم ص ۱۶

[2] الفقہ لغۃً الفہم وفی الاصطلاح العلم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ عن ادلتھا التفصیلیۃ بالاستدلال: عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۹

[3] قال البخاری ھم اھل العلم وقال الامام احمد ان لم یکونوا اھل الحدیث فلا ادری من ھم وقال القاضی عیاض انما اراد الامام احمد اھل السنۃ والجماعۃ وقال النووی یحتمل ان تکون ھذہ الطائفۃ مفرقۃ من انواع المؤمنین فمنھم مقاتلون ومنھم فقھاء ومنھم محدثون ومنھم زھاد الی غیر ذلک: عمدۃ القاری ج ۲ ص ۵۲

جوابِ اول: ......قیامت کے بعد تو حق پر ہونا یا ناحق پر ہونا تو مقصود ہی نہیں ہے کیونکہ مکلّف ہی نہ ہوگا۔

جوابِ ثانی: ......تابید سے کنایہ ہے، یعنی ہمیشہ حق پر رہیں گے۔

جوابِ ثالث: ......اس کا تعلق لایضرھم کے ساتھ ہے کہ اس کو ان کا معاملہ تکلیف نہیں دے گا۔ یہاں تک کہ کوئی بلاء آجائے۔

(۵۶)
﴿باب الفهم فی العلم﴾
علم کے لیے عقل کی ضرورت

(۷۲)حدثنا علی بن عبداللّٰہقال ثناسفیان قال قال لی ابن ابی نجیح
ہم سے علی ابن عبداللہؒ (مدینی) نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیانؒ نے بیان کیا، انھوں نے کہا مجھ سے ابن ابو نجیح نے کہا
عن مجاهد قال صحبت ابن عمرالی المدينة فلم اسمعه يحدث
انھوں نے مجاہد سے، انھوں نے کہا میں (عبداللہ) بن عمرؓ کے ساتھ رہا مدینے تک، میں نے ان کو بیان کرتے نہیں سنا
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاحدیثاواحداقال کنا عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث، مگر صرف ایک حدیث، انھوں نے کہا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے
فأتی بجمار فقال انّ من الشجر شجرة مثلها كمثل المسلم فاردت
میں کھجور کا گابھ لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ وہ مسلمان کی مثال ہے میرے دل میں آیا
ان اقول هی النخلة فاذا انا اصغر القوم فسكت
کہہ دوں وہ کھجور کا درخت ہے، پھر میں نے دیکھا کہ سب لوگ میں میں ہی کمسن تھا (بزرگوں کو دیکھ کر) میں (شرم سے) چپ رہا
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هی النخلة
آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خود ہی) فرمادیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض: ......اس سے امام بخاریؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ آثار وقرائن

سے مسائل استنباط کرے (یعنی طریق مطالعہ میں اپنی کوشش اور فہم سے کام لے)[۱] اس پر حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے کہ ہم حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ جُمار لایا گیا[۲] اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلا سوال کیا کہ ایسا درخت کون سا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے؟

حدیث کو باب سے مطابقت و مناسبت :...... اردت ان اقول سے ہے۔

سوال :...... ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کیسے سمجھ لیا؟

جواب :...... انہوں نے آثار و قرائن سے سمجھ لیا۔

مسائل مستنبطه:

۱......حضرت ابن عمرؓ کثرتِ روایت سے پرہیز کرتے تھے عام طور پر جب کوئی پوچھتا تو بیان فرماتے تھے، اسی لئے سارے سفر میں ایک ہی حدیث بیان کی۔

۲......آثار سے استدلال جائز ہے اس کو فہم فی العلم کہتے ہیں۔

۳......بڑوں کی موجودگی میں چھوٹوں کو بات کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۵۷)
باب الاغتباط فی العلم والحکمة
علم اور دانائی کی باتوں میں رشک کرنا

وقال عمرؓ تفقهوا قبل ان تسودوا قال ابو عبدالله وبعد ان تسودوا
اور حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم بزرگ بننے سے پہلے دین کا علم حاصل کرلو، امام بخاریؒ نے فرمایا کہ بزرگ بننے کے بعد بھی حاصل کرو
وقد تعلم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد کبر سنهم.
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے بڑھاپے میں علم حاصل کیا ہے

تحقیق و تشریح

واؤ عاطفہ میں دو احتمال ہیں ۱۔ یہ عطفِ تفسیری ہے یعنی علم سے مراد بھی حکمت ہے[۳] ۲۔ یا یہ عطف تفسیری نہیں ہوگا تو حکمت کے معنی جاننے ہونگے۔ اس کے مختلف معنی آتے ہیں (۱)......حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ

---

[۱] تقریر بخاری ص ۱۶ ج ۱ کتاب العلم [۲] بضم الجیم وتشدید المیم وهو شحم النخیل وهو الذی یؤکل منه وفی العباب ویقال لها الجامور ایضا: عمدة القاری ج ۲ ص ۵۴ [۳] الحکمة معرفة الاشیاء علی ماهی علیه فهی مرادفة للعلم فالعطف علیه من باب العطف التفسیری: عمدة القاری ج ۲ ص ۵۴

علم اسرار کو حکمت کہتے ہیں یعنی احکام کی علل بیان کرنا (۲)...... ہر چیز کو اس کا مقام دینا۔(۳)...... یہ مشہور معنی میں ہے، سب سے زیادہ مشہور یہ ہے کہ حکمت بمعنی سنت ہے، ویسے علماء نے ۲۴ کے قریب اس کے معنی بیان کئے ہیں [1]

ربط: ...... ترجمۃ الباب میں **اغتباط فی العلم** ہے اس کا مطلب یہ ہے دوسرے کے علم کے مطابق اور اس کے علم کے مثل علم حاصل کرنے کی سعی کرنا۔

تفقهوا قبل ان تسوّدوا: ...... سردار بننے سے پہلے فقہ حاصل کرو۔ اس لئے کہ سردار بننے سے پہلے فقہ حاصل کی ہوگی تو سردار بننے کے بعد خلافِ دین فیصلہ نہیں کرے گا۔

وبعد ان تسودوا: ...... اس جملے میں دو احتمال ہیں۔

ا:...... امام بخاریؒ یہ عطفِ تلقینی کے طور پر فرمارہے ہیں۔

۲:...... امام بخاریؒ کا مقصود حضرت عمرؓ کے اس جملے کی شرح کرنا ہے کہ **قبل ان تسودوا** میں قبلیت کی قید اتفاقی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس جملہ میں **بعد ان تسودوا** کی نفی نہیں ہے بلکہ حضرت عمرؓ کا قول اولویت پر محمول ہے۔

قدتعلم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ...... اس سے امام بخاریؒ نے اپنے قول پر استدلال کیا ہے۔

تفصیلِ غبطه: ...... حضرت عمرؓ کے قول کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت سے پہلے غبطہ کی تفصیل سے واقفیت ضروری ہے۔ اردو میں غبطہ کا معنی رشک (رِیس کرنا) ہے۔ اصطلاح میں **تمنی مثل نعمة الغیر** [2]

غبطه کی اقسام: ...... غبطہ کی دو قسمیں ہیں ا۔اگر نعمت امورِ دنیا سے ہو تو غبطہ مباح ہے ۲۔اور اگر امورِ دینیہ سے ہو تو مستحسن ہے اور محمود و افضل ہے تو غبطہ کی دو قسمیں ہوگئیں ا۔غبطہ مباحہ ۲۔غبطہ محمودہ۔ غبطہ کو رِیس بھی کہہ دیتے ہیں۔ غِبطہ کے مقابلے میں حسد ہے۔

حسد کی تعریف: ...... **تمنی زوال النعمة عن الغیر:** یہ حرام ہے۔ اب اندازہ لگاؤ کہ **زوال نعمة عن الغیر** کی تمنا ہی حرام ہے تو کوشش کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد سے پناہ مانگی ہے۔

ربط: ...... علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ سردار بھی ہو اور پہلے علم بھی حاصل ہو، تو کون اس کو نہیں چاہے گا کہ سرداری بھی مل جائے اور علم بھی تو اغتباط فی العلم ثابت ہوا قرآن سے بھی یہ ثابت ہے۔

﴿وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ [3]

---

[1] ونقل فی البحر المحیط فی تفسیرھانحوامن اربعة وعشرین معنی: فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۲

[2] وفی عمدة القاری والغبط ان یری النعمة فیتمناھالنفسه من غیر ان تزول عن صاحبھا وھومحمود: ج ۲ ص ۵۷

[3] پارہ ۳۰ سورة المطففین آیة: ۲۶

(۷۳)حدثناالحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا اسمٰعیل بن ابی خالد علی

ہم سے حمیدیؒ نے بیان کیا کہاہم سے سفیانؒ نے بیان کیا، کہاہم سے بیان کیا اسمٰعیل بن ابو خالدؒ نے

غیر ماحدثناہ الزهری قال سمعت قیس بن ابی حازم قال سمعت عبدالله بن مسعود

زہریؒ نے جوہم سے بیان کیااس سے الگ طور پر کہامیں نے قیس بن ابوحازمؒ سے سنا، کہامیں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے سنا

قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاحسدالا فی اثنتین رجل اٰتاه اللّٰہ مالاً

کہاآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو (آدمیوں کی) خصلتوں پر کوئی رشک کرے تو ہوسکتا ہے، ایک تو اس پر جس کو اللہ نے دولت دی

فسلطه علی هلکته فی الحق ورجل اٰتاه اللّٰہ الحکمة فهویقضی بهاویعلمها [۱]

وہ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے اور دوسرے اس پر جس کو اللہ نے قرآن وحدیث کا علم دیا وہ اس کے موافق فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے

﴿تحقیق وِ تشریح﴾

حدثنا الحمیدی:......علی غیر ماحدثناه الزهری یعنی سفیانؒ نے جوحدیث اسماعیلؒ سے طریق زہری سے نہیں سنی غیرزہری کے طریق سے سنی ہے زہری والی سند بخاری ص۱۳۰ ج ۲ پر موجود ہے۔ ا۔اس سے مقصودروایت کی تقویت ہے کہ یہ متعدد طرق سے مروی ہے ۲۔اضطراب کے وہم کودور کرنا ہے کہ کوئی مختلف سندیں دیکھ کراضطراب کاوہم نہ کرے۔

لاحسد الافی الاثنتین :......**سوال:** اثنتین مؤنث کا صیغہ ہے اوراسکے بعد ''رجل اٰتاه'' ہے جوکہ مذکر ہے تو اجمال اور تفصیل میں مطابقت نہ ہوئی؟

جواب:......حذف مضاف ہے ای خصلة رجل اٰتاه مضاف حذف کرکے مضاف الیہ کواس کے قائم مقام کردیا گیا۔

سوال ثانی:......روایت الباب کی ترجمۃ الباب سے مطابقت نہیں ہے کیونکہ ترجمۃ میں اغتباط فی العلم ہے اورروایت میں حسد کاذکر ہے؟

جواب:......یہ ترجمہ شارحہ ہے امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے۔رجلِ آخر میں غبطہ کے قابل تین چیزیں ہیں ا۔علم حاصل کرنا ۲۔یقضی بهالنفسه ولغیره یعنی علم کے مطابق عمل کرتا ہے اور کرواتا ہے ۳۔ویعلمها۔یعنی علم سکھاتا ہے۔

---

[۱] اخرجه مسلم فی الصلوٰة عن ابی بکربن ابی شیبة والنسائی فی العلم عن اسحاق بن ابراهیم وابن ماجة فی الزهدعن محمدبن عبدالله(انظر: ۱۴۰۹، ۷۱۴۱، ۷۳۱۶)

(۵۸)

باب ماذکرفی ذهاب موسیٰ فِی البحرالی الخضروقوله تعالی (هَل اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ (الآیة)

حضرت موسیٰ کا سمندر کے کنارے خضر کی تلاش میں جانا اور اللہ تعالیٰ کا حضرت موسی علیہ السلام کا یہ قول نقل کرنا کیا میں تمہارے ساتھ ساتھ رہوں اس شرط سے کہ آپ مجھے سکھلائیں اخیر آیت تک

(۷۴)حدثنامحمدبن غریرالزهری قال ثنایعقوب بن ابراهیم قال ثنا ابی

ہم سے محمد بن غریر زہریؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیمؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے باپ نے

عن صالح یعنی ابن کیسان عن ابن شهاب حدثه ان عبیداللہبن عبداللہاخبره

انھوں نے صالح بن کیسانؒ سے بیان کیا، انھوں نے ابن شہابؒ سے، ان کو عبیداللہؒ بن عبداللہ نے خبر دی

عن ابن عباس انه تماریٰ هووالحربن قیس ابن حصن الفزاری فی صاحب موسیٰ

انہوں نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا، ان سے اور حر بن قیس بن حصن سے جھگڑا ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کس کے پاس گئے تھے

قال ابن عباس هو خضرفمربهماابی بن کعب فدعاه ابن عباس فقال

ابن عباسؓ نے کہا: خضر کے پاس گئے تھے اتنے میں ابی بن کعبؓ ان کے پاس سے گذرے ابن عباسؓ نے ان کو بلایا اور کہا

انی تماریت اناوصاحبی هذا فی صاحب موسیٰ الذی سأل موسیٰ

مجھ میں اور میرے دوست (حر بن قیس) میں یہ جھگڑا ہے کہ موسیٰ کس کے پاس گئے تھے اور کس سے ملنے

السبیل الی لقیه هل سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکرشأنه؟قال نعم سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کا انھوں نے راستہ پوچھا تھا؟ کیا تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! سنا ہے

یقول بینماموسیٰ فی ملأمن بنی اسرائیل اذجاءه رجل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ایک بار موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص آیا

فقال هل تعلم احدااعلم منک؟قال موسیٰ لا!

اور ان سے پوچھا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو تم سے بھی زیادہ علم رکھتا ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں! میں تو نہیں جانتا

فاوحی اللّٰہ الی موسیٰ بلٰی عبدنا خضر فسأل موسیٰ [1] السبیل الیه
تب اللہ نے وحی بھیجی موسیٰ کی طرف کہ ہمارا ایک بندہ ہے خضر جو تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میں اس تک کیونکر پہنچوں؟
فجعل اللّٰہ له الحوت اٰیة وقیل له اذافقدت الحوت فارجع فانک ستلقاه
اللہ نے ایک مچھلی ان کے لئے نشانی مقرر کردی اور فرمایا جب یہ مچھلی گم ہوجائے تو لوٹ چل تو اس سے مل جائے گا
فکان یتبع اثر الحوت فی البحرفقال لموسیٰ فتاه
غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارے کنارے اس مچھلی کے نشان پر روانہ ہوئے ان کے خادم (یوشع) نے ان سے کہا
اَرَأَیتَ اِذْاَوَیْنَااِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیتُ الْحُوْتَ وَمَااَنْسٰنِیهُ اِلَّاالشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَهٗ
جب ہم صخرہ کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کا قصہ بیان کرنا بھول گیا، اور شیطان ہی نے مجھ کو بھلادیا کہ میں آپ سے اس ذکر کرتا
قَالَ ذٰلِکَ مَاکُنَّانَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰی اٰثَارِهِمَا قَصَصاً
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہم تو اسی جگہ کی تلاش میں تھے پھر دونوں کھوج لیتے لیتے اپنے پیروں کے نشان پر لوٹے
فوجداخضرا کان من شأنهم ماقص اللّٰہ تعالیٰ فی کتابه . [2]
وہاں خضر سے ملاقات ہوئی، پھر وہی قصہ گزرا جو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض اول:......اس باب سے امام بخاریؒ عظمت شانِ علم بیان کرنا چاہتے ہیں اور تعلیم وتعلم کی عظمت بیان کرنا چاہتے ہیں ا۔ کہ علم اتنا عظیم ہے کہ اگر اس کے لئے سمندر کا سفر کرنا پڑے تو کرے ۲۔ یا اس طریقے سے بیان کرنا چاہتے ہیں کہ علم اتنی عظمت والا ہے کہ اسکے لئے اگر مصائب بھی برداشت کرنے پڑیں تو کرے۔

غرض ثانی:......پہلے باب کا تتمہ ہے کہ علم حاصل کرو سردار بننے کے بعد بھی اس کی ایک دلیل تو وہیں بیان کردی تھی یہ دوسری دلیل ہے کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نبی بننے کے بعد بھی علم حاصل کرنے جارہے ہیں۔

غرض ثالث:......اس سے مقصود امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ علم کا حاصل کرنا اتنا ضروری ہے کہ اگر چھوٹے سے حاصل کرنا پڑے تو گریز نہ کرے۔

فی البحرالی الخضر:......**سوال:** موسیٰ علیہ السلام نے ساحل سمندر پر سفر کیا سمندر میں تو سفر نہیں کیا

[1] موسی بن عمران وعمره مائة وعشرین سنة :عمدةالقاری ج۲ ص۵۹ [2] انظر: ۷۸، ۱۲۲، ۲۲۶۷، ۲۷۲۸، ۳۲۷۸، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۴۷۲۵، ۴۷۲۶، ۴۷۲۷، ۶۶۷۲، ۷۴۷۸ :اخرجه الترمذی فی التفسیرعن محمدبن یحیی اخرجه النسائی فی التفسیر

اور یہاں ہے **ذهاب موسیٰ فی البحر؟**

جواب اول: ......مقصد اس حصے کے سفر کو بیان کرنا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ہوا اس صورت میں الیٰ بمعنیٰ مع ہوگا۔

جواب ثانی: ......یہاں پر ساحل محذوف ہے اور یہ حذف مضاف کی قبیل سے ہے۔ **ای فی ساحل البحر.**

جواب ثالث: ......سمندر کے ساحل پر جو سفر کیا جاتا ہے عرف میں اس کو بھی سمندری سفر سے تعبیر کرتے ہیں۔

جواب رابع: ......یہ حذفِ عطف کی قبیل سے ہے **ذهاب موسیٰ فی البحر وذهاب موسیٰ الی الخضر** تو اب سفر کے دو حصے ہوئے ایک حضرت خضر کی طرف اور ایک بحر میں۔

حضرت خضر علیہ السلام: ......ان کے بارے میں چار بحثیں ہیں

البحث الاول: ...... ان کا نام **بَلْیابن ملکان** ہے [۱] اور خضر لقب ہے اس لقب پڑنے کی کئی وجوہ ہیں
۱۔ جہاں بیٹھتے تھے وہاں سبزہ اُگ آتا تھا [۲] ۲۔ کثرت سے سبز لباس میں ملبوس رہتے تھے

البحث الثانی: ......یہ کس زمانے میں ہوئے ہیں؟ ۱۔ بعض کہتے ہیں کہ بلاواسطہ آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے ۲۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی پانچویں پشت میں سے تھے ۳۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چوتھی پشت سے تھے ۴۔ بعض نے کہا ہے کہ ذوالقرنین کے زمانے میں ہوئے ہیں [۳]

البحث الثالث: ......نبی تھے یا ولی؟ دونوں قول ہیں دونوں کے لئے مرجح بھی ہیں لیکن اَرجح یہ ہے کہ نبی ہیں [۴] لیکن نبی مرسل نہیں تشریع میں کسی اور نبی کے تابع تھے۔ انکو علوم تشریعیہ کے ساتھ ساتھ علوم تکوینیہ عطاء کئے گئے تھے۔

البحث الرابع: ......زندہ ہیں یا فوت ہوگئے؟ اصحابِ ظواہر کہتے ہیں کہ فوت ہوگئے، اصحابِ بواطن کہتے ہیں کہ زندہ ہیں [۵] اور معمر ہیں **محجوب عن ابصارنا** ہیں قال البعض خروج دجال کے وقت دجال جس شخص کو قتل کرے گا اور پھر زندہ کرے گا جب یہ شخص دوبارہ زندہ ہوگا تو دجال اس سے کہے گا کہ اب تو یقین ہوگیا کہ میں خدا ہوں وُہ شخص کہے گا اب تو اور بھی یقین ہوگیا کہ تو مسیح دجال ہے اور یہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہونگے [۶] اور دونوں میں مناسبت بھی ہے کہ دجال بھی لمبی عمر والا اور **محجوب عن ابصارنا** ہے اور آپ علیہ السلام بھی لمبی عمر والے اور **محجوب عن ابصارنا** ہیں اس سے اس قول کو ترجیح حاصل ہوجاتی ہے۔

---

[۱] بلیابفتح الباء الموحدة وسکون اللام وبالیاء آخرالحروف :عمدةالقاری ج۲ص۶۰ [۲] انماسمی الخضرلانه جلس علی فروة بیضاء فاذاهی تهتزمن خلفه خضراء والفروة وجه الارض:عمدةالقاری ج۲ ص۶۰ وقیل سمی به لانه کان اذاصلی اخضرماحوله .عمدةالقاری ج۲ص۶۰ [۳] وصحیح انه کان مقدماعلی زمن افریدون حتی ادرکه موسیٰ علیه السلام عمدةالقاری ج۲ص۶۰ [۴] ایضا [۵] الجمهورعلی انه باق الی یوم القیامة :عمدةالقاری ج۲ص۶۰ [۶] ایضا

حدثنا محمدبن غریر: ......**قوله انه تماری والحربن قیس**. اس حدیث کے تحت چند اشکالات ہیں۔
اشکالِ اول: ......حضرت حرؓ اور ابن عباسؓ میں یہ بحث ہوئی کہ صاحب موسیٰ کون ہیں؟ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ خضر ہیں اور حضرت حر اس کا رد کرتے ہیں لیکن وہ کس کا نام لیتے ہیں یہ روایات میں ذکر نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے ابی بن کعبؓ سے فیصلہ کروایا جبکہ ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑا صاحب موسی میں نہیں بلکہ بذاتِ خود موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تھا کہ وہ موسیٰ نبی ہیں جو کہ موسیٰ بن عمران ہیں یا کوئی اور نبی موسیٰ یعنی موسیٰ بن یوسف ہیں یا موسیٰ بن میشا (بکسر المیم وسکون الیاء)؟

جواب: ......ابن عباسؓ کے ساتھ دو واقعے پیش آئے۔ ۱۔ ایک موسیٰ کے بارے میں یہ سعید بن جبیر اور نوفالبکالی کے درمیان ہوا۔ ۲......اور دوسرا صاحب موسیٰ کے بارے میں اور یہ مناظرہ حر بن قیس سے ہوا جیسا کہ باب ۵۸ پر ہے۔
اشکالِ ثانی: ......اس روایت سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کے پاس علم سیکھنے کے لیے بھیجا اس سے بظاہر معلوم ہوا کہ خضر علیہ السلام افضل ہیں؟

جواب اول: ......علم دو قسم پر ہے ۱۔ علم تشریعی ۲۔ علم تکوینی۔ علم تشریعی وہ ہے جس سے اللہ تعالی کے قرب ورضا کا تعلق ہو علم تکوینی کائنات کی جزئیات کا علم ہے پیداہ شدہ چیزوں کا علم اس کا قرب ورضا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک کی نگاہ کمزور ہے اور ایک کی تیز، تو تیز نگاہ والے کو کوئی خدا کا قرب تو حاصل نہیں ہو گیا اس لیے اولیاء کہتے ہیں کہ کشف کوئی ولایت کا کمال نہیں ہے۔ مجھے یہاں بیٹھے بیٹھے پتہ چل گیا کہ مکہ میں یہ ہو رہا ہے تو کونسا درجہ بڑھ گیا؟ لیکن ایک مرتبہ سبحان اللہ کہا تو درجہ بڑھ گیا بلکہ کشف کونی تو اللہ سے نگاہ ہٹنے کا ذریعہ ہوتا ہے اولیاء کا جملہ ہے کشف راکفش باید زد ہماری بستی کے ایک ساتھی تھے ان کو کشف قبور ہوتا تھا یہاں (خیر المدارس میں) لیکر آئے تو مراقبے کے بعد بتلایا کہ مولانا خیر محمد صاحبؒ تو مطالعہ کر رہے ہیں اور مولانا محمد علی صاحبؒ قبر سے نکلتے ہیں ختم نبوت کا نعرہ لگاتے ہیں اور اندر داخل ہو جاتے ہیں (مولانا محمد علیؒ اپنی زندگی میں ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے) پھر اسی طرح ڈاکٹر اقبال کی قبر پر لے گئے اس کو پتہ نہیں تھا کہ یہ کس کی قبر ہے کہا کہ تم نے مجھے بتایا نہیں کہ یہ ڈاکٹر اقبال کی قبر ہے پھر کہا ڈاکٹر اقبال یہ کہہ رہے ہیں کہ میں ڈاڑھی والا تو نہیں تھا لیکن اللہ نے ڈاڑھی والوں میں شمار کر دیا۔ آخری عمر میں علامہ اقبال کا حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے ساتھ تعلق ہو گیا تھا ردّ قادیانیت میں بڑا کردار ادا کیا ایک بڑی تنظیم کا ایک رکن قادیانی تھا کوشش کر کے اس کو نکلوا دیا کہ مسلمانوں کی تنظیم میں کوئی رکن قادیانی نہیں ہو سکتا۔

جواب ثانی: ......فضیلت دو قسم پر ہے ۱۔ جزئی ۲۔ کلی۔ تو ہم کہتے ہیں کہ خضرؑ کو جزئی فضیلت حاصل ہے۔

اشکالِ ثالث:......اب پھر سوال ہوا کہ جب خضر علیہ السلام مفضول ہیں تو افضل کو کیوں مفضول کے پاس بھیجا جارہا ہے؟

جوابِ اول:......حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ خطبہ دیا، اسرار ورموز بیان کیے کسی نے پوچھا **هل تعلم احداً اعلم منک**[۱] آپؑ نے فرمایا **لا**! یہ جواب واقع کے مطابق ہے کیونکہ نبی سب سے زیادہ عالم ہوتا ہے تو جب نبی آپ ہیں تو اعلم بھی آپ ہیں لیکن چونکہ اس میں دعوے والی شان ہے اور دعوی اللہ تعالی کو پسند نہیں تو دعوی توڑنے کے لیے یہ سلسلہ چلایا۔ **مقرباں رابیش بود حیرانی۔**

جوابِ ثانی:......یا اس لئے کہ جواب کے اندر عموم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم تکوینی میں بھی آپ اَعلم ہیں جو کہ واقع کے خلاف ہے اس لیے یہ سلسلہ چلایا۔

مسائلِ مستنبطه:......(۱)......علم سے استغناء کسی وقت بھی نہیں ہوتا عالم کو بھی علم سے استغناء نہیں برتنا چاہیے **وفوق کل ذی علم علیم** (۲)......سفر میں زادِراہ ساتھ لینا توکل کے خلاف نہیں ہے (۳)......کوئی مخدوم خادم ساتھ لے لے تو جائز ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام، نوجوان یوشع کو ساتھ لے گئے (۴)......چوتھا مسئلہ جو اس واقعہ سے متعلق ہے نہ کہ حدیث سے کہ استاد کے لیے طالب علم شاگرد پر شرائط لگانا جائز ہے (۵)......حکم عدولی کی صورت میں تین مرتبہ مہلت ہونی چاہیے پھر فارغ کردے ۶۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیاوی علم حاصل کرنا جائز ہے جبکہ معصیت نہ ہو۔

تتمه:......خضر علیہ السلام کو جو علم دیا گیا تھا وہ تکوینی تھا اور خضرؑ اس پر عمل کے مامور تھے جیسا کہ ملائکہ مامور ہوتے ہیں تو مامور من **الله** ہونے کی وجہ سے اس پر عمل کرنے میں گناہ گار نہیں ہونگے کیا عزرائیل علیہ السلام جانیں نکالنے کے عمل میں گناہ گار ہونگے؟۔ ایسے کاموں پر جو مامور ہوتے ہیں ان کو صاحبِ خدمات کہتے ہیں۔ خضر علیہ السلام کی طرح اور بھی صاحبِ خدمات ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ اس کے لئے مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ درجہ تکوین ہے درجہ ولایت نہیں۔ لوگ اس سے دھوکا کھا لیتے ہیں اور ان کے نام کی منتیں ماننا شروع کردیتے ہیں ہمارے اکابر میں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اور مولانا یعقوب صاحبؒ صدر مدرس اول دیوبند صاحبِ خدمت تھے ایک مرتبہ دہلی کا نظام بڑا ڈھیلا ہوگیا کسی نے جاکر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے عرض کیا انہوں نے فرمایا کہ صاحبِ خدمات ڈھیلا ہے کہ فلاں جگہ خربوزے بیچ رہا ہے ایک شخص اس کے پاس پہنچا ایک پیسہ دے کر خربوزہ لیا، کاٹ کر چکھا کہا یہ تو پھیکا ہے، صاحب خدمت نے کہا اور لے لو! اور لیا کاٹا، چکھا کہا یہ بھی پھیکا ہے اس نے کہا اور لے لو! اس طرح کرتے کرتے صاحبِ خدمت کے سارے خربوزے کاٹ پھینکے، کچھ عرصہ بعد جب دہلی کا نظام اچھا ہوگیا تو ایک شخص شاہ جیؒ سے کہنے لگا کہ اب تو نظام درست ہوگیا ہے شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ صاحبِ خدمت بدل گیا ہے، اور فلاں جگہ میٹھا پانی بیچ رہا ہے وہی شخص اس کے

---

[۱] عمدۃ القاری ج ۲ ص ۶۴

پاس پہنچا، پیسہ دے کر پانی کا گلاس لیا جب پینے لگا تو کہا کہ یہ پھیکا ہے اور دو! صاحبِ خدمت نے کہا ایک پیسہ دے کر دوسرا گلاس مانگتا ہے طمانچہ رسید کیا ساتھ کہا تو نے خربوزے والا سمجھ رکھا ہے؟

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا قصہ ہے کہ ایک مرتبہ تلامذہ کے ساتھ جارہے تھے تو حضرت نے بتلایا کہ یہ ایک صاحب خدمت ہے شاگردوں نے پوچھا کہ کیسے پتہ چلا کہ وہ صاحبِ خدمت ہے فرمایا اس کے پاس جاؤ اسے کہو کہ اپنا کام دکھلائے اس نے جوتے پھیلائے ادھر سارے شہر میں کہرام مچ گیا فوج اِدھر اُدھر بھاگنا شروع ہوگئی خطرے کے الارم بج گئے اس نے آہستہ آہستہ اپنا سامان سمیٹنا شروع کیا تو سارا انظام درست ہوگیا، امن کے الارم بجنے لگے پھر دوبارہ اس نے جوتے پھیلائے اور سمیٹے تو ایسا ہی ہوا۔ فوج والے کہتے تھے کہ ہمارے حکام پتہ نہیں کیسے ہیں ان کو صحیح پتہ ہی نہیں چلتا۔

سوال : ......امام بخاریؒ نے جو کتاب العلم قائم کیا ہے یہ ضروری اور فرض علم کے بارے میں ہے اور یہ باب نفلی علم کے بارے میں ہے موضوع باب تو عظمتِ شانِ فرض علم ہے تو یہ باب خلافِ موضوع ہوا؟

جواب : ......امام بخاریؒ نے بطور استدلال کے باب قائم کیا ہے کہ جب نفل علم اور دنیاوی علم کے لیے مشقت اُٹھائی جاسکتی ہے تو فرض اور دینی علم کے لیے کیوں نہیں اُٹھائی جاسکتی۔

(۵۹)
﴿باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم علمه الکتاب﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (ابن عباسؓ کے لیے یہ دعاء کرنا) یا اللہ اس کو قرآن کا علم دے

(۷۵)حدثناابو معمرقال ثناعبدالوارث قال ثناخالد عن عکرمة
ہم سے ابو معمرؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارثؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے خالدؒ نے بیان کیا، انھوں نے عکرمہؒ سے
عن ابن عباس قال ضمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال اللھم علمه الکتاب.
انھوں نے ابن عباسؓ سے، کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو (اپنے سینے سے) چمٹایا اور دعاء فرمائی: یا اللہ اسکو قرآن سکھلاوے!

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض : ......غرضِ باب میں دو تقریریں ہیں۔

تقریر اول: ......امام بخاریؒ کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ طلباء کو محنت پر ہی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ استاد سے دعاء بھی لینی چاہیے جیسے محنت کی ضرورت ہے ایسے ہی دعاءِ استاد کی بھی ضرورت ہے کبھی صرف محنت رنگ لاتی ہے اور کبھی صرف دعاؤں سے کام بن جاتا ہے لیکن کمال، محنت اور دعاؤں دونوں سے ہوتا ہے [1]

تقریر ثانی: ......یا یہ باب دفع دخل مقدر کے لیے ہے کہ پہلے باب سے معلوم ہوا کہ علم محنت سے حاصل ہوتا ہے استاد کی رضاء و دعاء کا دخل نہیں ہے اس باب میں اس شبہ کو زائل کر دیا کہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔

شان ورود: ......آپ ﷺ تقاضے کے لیے باہر تشریف لے گئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال ہوا کہ واپسی پر استنجاء کی ضرورت ہوگی چنانچہ پانی کا لوٹا بھر کر رکھ دیا واپسی پر آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ لوٹا کس نے رکھا ہے؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور یہ دعاء دی **اللھم علمه الکتاب** آپ ﷺ کی وفات کے وقت ۱۳ سال کی عمر تھی رئیس المفسرین بنے [2]

اساتذہ کی بے ادبی کے واقعات

واقعہ ۱: ...... حضرت مولانا خیر محمد صاحب ٹھل حمزہ والے کا واقعہ ہے کہ ان میں زہد بہت تھا اپنے پاس سے ہی طلبہ کا خرچہ برداشت کرتے تھے ایک مرتبہ کھیت میں پانی لگایا ہوا تھا جب کھیت بھر گیا تو ایک طالب علم نے پانی دوسرے کھیت کو لگا دیا کہتے ہیں کہ وہ سارا کھیت والا غلہ صدقہ کر دیا یہی استاد سبق پڑھا رہے تھے ایک طالب علم کمزور تھا اس کو دو مرتبہ استاد نے سمجھایا استاد نے پوچھا سمجھ آ گیا اس نے کہا نہیں سمجھا اس پر ذہین طالب علم نے جھلا کر کہا اس کو تو سمجھ میں نہیں آئے گا آپ کیوں وقت ضائع کرتے ہیں استاد نے زور سے کتاب بند کی کہ میں جو اس کے لیے تہجد میں دعائیں کرتا ہوں وہ رائیگاں جائیں گی؟ بس اتنا کہنا تھا وہ لڑکا سب کچھ بھول گیا۔

واقعہ ۲: ...... ہمارے ساتھ ایک لڑکا فصول اکبری پڑھتا تھا انتہائی ذہین، فطین اور قوی حافظہ والا تھا فصول اکبری کے استاد کا کہنا ہے کہ میرا خیال تھا کہ انور شاہؒ کے بعد اب کوئی حافظے والا پیدا نہیں ہوگا مگر یہ لڑکا تو انور شاہؒ کا مقابلہ کرتا ہے۔ کافیہ کے استاد کا کہنا ہے کہ مجھے ایک دن بڑا غصہ آیا کہ میں تم کو کافیہ میں مُلا عبدالغفور وغیرہ جیسی کئی کتابوں کی تقریر سناتا ہوں تم لکھتے بھی نہیں ہو میری تقریر کی قدر نہیں کرتے اس نے کہا جی! میں لکھتا ہوں میں نے کہا کب؟ کہا کمرے میں۔ میں نے کہا دکھاؤ میں نے دیکھا تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹا ہوا تھا لیکن یہ طالب علم اساتذہ کرام کا احترام نہیں کرتا تھا ایک ہی سال میں خیر المدارس سے تکمیل کی بہاولپور سے علامہ کا کورس کیا، پنجاب یونیورسٹی سے فاضل کا کورس کیا مگر اب کہاں ہے؟ مجھے ایک مرتبہ ملا تو پتہ چلا کہ ایک گاؤں میں چلا گیا اور سکول ماسٹر لگ گیا۔ اس کے ساتھی علامہ غلام رسول صاحب ساہیوال والے تھے انہوں نے بھی یہی تینوں کورس کیے ساہیوال جا کر سکول ٹیچر لگے مولانا عبداللہ صاحب کے ساتھ تعلق ہوا فرمایا ایک سبق یہاں پڑھا دیا کرو ایسے ہوتا رہا پھر ایسا تعلق ہوا کہ سکول چھوڑ کر مدرسہ آ گئے۔

---

[1] تقریر بخاری کتاب العلم ص ۲۱ [2] وتوفي النبي ﷺ وهو ابن ثلث عشر سنة :عمدة القاري ج ۲ ص ۷۰

(٦٠)
﴿باب متی یصح سماع الصغیر﴾
لڑکا کس عمر کا حدیث سن سکتا ہے؟

(٧٦)حدثنا اسمٰعیل قال حدثنی مالک عن ابن شهاب عن عبیداللّٰہ بن

ہم سے اسمٰعیلؒ نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالکؒ نے بیان کیا، انھوں نے ابن شہابؒ سے، انھوں نے عبیداللہ بن

عبداللّٰہ بن عتبة عن عبداللّٰہ ابن عباس قال اقبلت راکبا علی حمار اتان وانا یومئذ

عبداللہ ابن عتبہؒ سے، انھوں نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ میں ایک گدھی پرسوار ہوکر آیا اور ان دنوں میں

قد ناهزت الاحتلام ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی بمنٰی الی غیر جدار

جوانی کے قریب تھا (لیکن جوان نہیں ہوا تھا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منٰی میں نماز پڑھا رہے تھے، آپ کے سامنے آڑ نہ تھی

فمررت بین یدی بعض الصف وارسلت الاتان ترتع ودخلت فی الصف

میں تھوڑی صف کے آگے سے گذر گیا اور گدھی کو چھوڑ دیا، وہ چرتی رہی اور میں صف میں شریک ہوگیا

فلم ینکر ذلک علی. (انظر: ۴۹۳، ۸۶۱، ۱۸۵۷، ۴۴۱۲: اخرجه مسلم والترمذی والنسائی)

مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

(٧٧)حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا ابومسهر قال حدثنی محمد بن حرب

ہم سے بیان کیا محمد ابن یوسفؒ نے، کہا ہم ابومسہرؒ نے بیان کیا، کہا مجھ سے محمد ابن حربؒ نے بیان کیا،

قال حدثنی الزبیدی عن الزهری عن محمود بن الربیع قال

کہا مجھ سے زبیدیؒ نے بیان کیا، انھوں نے زہریؒ سے، انھوں نے محمود بن ربیعؓ سے، انھوں نے کہا

عقلت من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مجة مجها فی وجهی وانا ابن خمس سنین من دلو.

مجھ کو (اب تک) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کلی یاد ہے جو آپ نے ایک ڈول سے لے کر میرے منہ پر ماری تھی اس وقت میں پانچ برس کا تھا۔

ا انظر: ۱۸۹، ۸۳۹، ۱۱۸۵، ۶۳۵۴، ۶۴۲۲، حدیث کی سندمیں چھ راوی هیں چھٹے محمود بن الربیع مدنی هیں مات سنة تسع وتسعین وهوختن عبادة بن صامت نزل بیت المقدس ومات بها: عمدة القاری ج۲ ص۷۸

﴿تحقیق و تشریح﴾

محدثینؒ کا ایک اصولی مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ تحمّلِ حدیث کے لیے عمر کتنی ہونی چاہیے؟ حدیث کے سیکھنے سکھانے میں دو درجے ہیں ۱۔ تحمّلِ حدیث ۲۔ اداءِ حدیث۔ ثانی کے لیے بالاجماع بلوغ شرط ہے کہ مسندِ تحدیث پر اداءِ حدیث کے لیے بالغ ہی کو منتخب کیا جاسکتا ہے۔ اختلاف تحمّلِ حدیث میں ہے

(۱)...... یحییٰ بن معین کے نزدیک بلوغ شرط ہے یعنی کم از کم پندرہ سال۔

(۲)...... امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ بلوغ شرط نہیں ہے بلکہ صرف تمیز شرط ہے۔

(۳)...... بعض حضرات چار سال کے قائل ہیں۔

(۴)...... اور بعض پانچ سال کے اور یہ دونوں قول محمود بن ربیع کی عمر میں اختلاف کی وجہ سے مختلف ہیں۔

(۵)...... بعض حضرات سات سال کی قید لگاتے ہیں کیونکہ سات سال کا بچہ نماز پڑھنے کا مامور ہے۔

(۶) بعض نے ایک لطیفہ قائم کیا ہے کہ عرب کا چار سال کا اور عجم کا سات سال کا۔

لیکن راجح عقل و تمیز والا قول ہے [۱]

حضرت گنگوہیؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ مولانا جامیؒ دو سال کی عمر میں پڑھنے لگ گئے تھے۔ حضرت شیخ کے والد کو دودھ چھڑانے کے زمانے میں پاؤ پارہ حفظ ہو گیا تھا۔ امام بخاریؒ بھی اسی کے قائل ہیں کہ کوئی تعیین نہیں ہے کیونکہ پہلی روایت قریب البلوغ کی ہے اور دوسری پانچ سال کی عمر میں تحمل حدیث کی ہے اور جو حضرات تعیین کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ چاہتے ہیں کہ پانچ سال سے کم جائز نہیں ہے۔

حدثنا اسماعیل:...... حمار: مذکر و مؤنث کو عام ہے لیکن چونکہ اکثر مذکر کے لیے استعمال ہوتا ہے تو یہاں پر تذکیر کے وہم کو رفع کرنے کے لیے بعد میں اَتَان کا لفظ بول دیا۔

یصلی بمنیٰ:...... منیٰ کا معنی بہانا ہے جو چیز بہائی جاتی ہے اس کو منی کہتے ہیں منیٰ میں چونکہ خون بہائے جاتے ہیں، قربانیاں کی جاتی ہیں اس لیے اس کو منیٰ کہتے ہیں۔

الیٰ غیر جدار:...... اس کی تفسیر میں محدثینؒ کا اختلاف ہوا ہے۔

(۱)...... علامہ بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آپ ﷺ بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہے تھے حتیٰ کہ بعض ائمہؒ نے اس حدیث پر باب قائم کر دیا باب **صلوة بغیر سترة** اور یہ روایت نقل کی ہے۔

[۱] مگر یاد رہے کہ بہتر بات وہی ہے جو ابن ہمامؒ نے تحریر الاصول میں لکھی ہے اور جس کو حافظ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ تفاوت واقعات کی نوعیت اور بچے کی قوتوں اور طبائع کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ ہر بچے کی ہر بات مردود ہے اور نہ ہر بچے کی ہر بات مقبول مثلاً مولانا جامیؒ کہتے ہیں کہ میں دو سال کا تھا کہ میرے والد نے علامہ تفتازانی کے شانے دیدہ ... ذالدیا تھا لھذا اس سلسلے میں کوئی قاعدہ نہیں متعین کیا جا سکتا ہے بچے کی قوتوں اور واقعات کی نوعیت کا اعتبار ہوگا۔ درس بخاری ص ۳۵۵

(۲)......امام بخاریؒ اور علامہ کرمانیؒ کی رائے یہ ہے کہ سترہ تھا لیکن دیوار نہیں تھی اس کو خوب سمجھنے کے لیے ایک باب ص ۷۱ پر ملاحظہ ہو اس میں باب باندھا ہے **سترة الامام سترة من خلفه** اور روایت یہی ہے تو دلیل اس طرح بنی کہ سترہ تھا جبھی تو آگے سے گزرتے تھے۔

اصل الاختلاف:......لفظ غیر میں ہے غیر دو قسم پر ہے ۱۔صفتی ۲۔استثنائی۔غیر صفتی کی مثال جیسے **جاء نی غیر زید ای مغایر زید**. غیر استثنائی کی مثال جیسے **ماجاء نی غیر زید ای الازید**.

اگر حدیث الباب میں غیر سے غیر صفتی مراد لیا جائے تو امام بخاریؒ کی رائے قوی ہے اور تقدیر عبارت یوں ہوگی **الی شئی غیر جدار** اور اگر غیر استثنائی مان لیا جائے تو پھر یہ ثابت نہیں ہوگا کہ غیر جدار کی طرف نماز پڑھ رہے تھے۔خلاصہ یہ کہ سترہ کی نفی ہو جائیگی کیونکہ عام طور پر سترہ دیوار ہوتی ہے تو جہاں دیوار نہیں ہے تو سترہ ہی نہ ہوا۔

فلم ینکر ذٰلک علَیَّ:......ضمیر کا مرجع حضور ﷺ یا کوئی اور ہے معنی یہ ہوگا کہ حضور ﷺ نے انکار نہیں کیا یا کسی نے انکار نہیں کیا۔

شان ورود حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ:......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ایک حدیث کے پیش نظر ایک حدیث میں اختلاف ہو گیا تھا حدیث یہ تھی ((**تقطع الصلوة امرء ة وحمار و کلب**)) اس پر حضرت عائشہؓ ناراض ہو گئیں کہ ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا حضرت عائشہؓ کی ناراضگی دور کرنے کے لیے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ روایت سنائی[۱]۔بہر حال اس حدیث کے اندر نماز توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ خشوع کو توڑ دیتی ہے کیونکہ عورت شہوت والی ہوتی ہے گدھے سے دولتی کا خطرہ ہوتا ہے۔

الحاد ملحدین:......منکرین حدیث نے اس کو لے کر بہت مذاق اُڑایا ہے۔عنوان قائم کیا کہ کیا عورت اور گدھا نماز کو توڑ دیتے ہیں پھر یہ حدیث ذکر کی۔پھر ایک منکر حدیث کہتا ہے یاد رکھیئے کہ اگر عائشہؓ ہوں تو نماز نہیں ٹوٹتی پھر وہ حدیث نقل کرتا ہے کہ گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے آپکے آگے لیٹی ہوتی تھیں آپ ﷺ جب سجدہ کرنے لگتے تو اشارہ کرتے پھر آگے لکھتا ہے کہ گدھی اگر ابن عباسؓ کی ہو تو پھر نہیں ٹوٹتی۔

عقلت و انا ابن خمس سنین:......پانچ سال کی عمر میں تحملِ حدیث ثابت ہوا۔

من دلو:......بعض روایات میں **فی دار** ہے اور بعض میں **من بئرھم** ہے تو یہ کوئی تعارض نہیں ہے کہ گھر میں جو کنواں تھا اس سے لیکر لٹکے ہوئے ڈول میں رکھا تھا تو عبارت یوں بن گئی **من دلو معلق مخرج من بئر فی دارٍ**.

سوال:......دونوں روایتوں میں سماع کا تو ذکر نہیں ہے تو ترجمۃ الباب کے مناسبت مطابقت نہ ہوئی؟

جواب:......مراد تحملِ حدیث ہے اور تحملِ حدیث کے لیے قول ضروری نہیں بلکہ تحملِ حدیث اقوال، احوال اور تقاریر سب طریقے سے ہو سکتا ہے البتہ خاص سماع کے لیے قول ضروری ہے۔

---

[۱] بخاری شریف ج ۱ ص ۷۳

(٦١)

باب الخروج فی طلب العلم

علم حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا

ورحل جابر بن عبدالله مسیرة شهر الی عبدالله بن اُنیس فی حدیث واحد

اور جابر بن عبداللہؓ نے ایک حدیث عبداللہ ابن انیس سے سننے کے لیے ایک مہینہ کا سفر کیا

****

(۷۸)حدثنا ابو القاسم خالد بن خلي قاضي حمص قال ثنا محمد بن حرب

ہم سے بیان کیا ابوالقاسمؒ خالد بن خلی قاضی حمص نے، کہا ہم سے بیان کیا محمد ابن حربؒ نے

قال الاوزاعي اخبرناالزهری عن عبیداللّٰہبن عبداللّٰہبن عتبة بن مسعود عن ابن عباس

کہااوزاعیؒ نے، ہم کوخبر دی زہریؒ نے، انھوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ سے، انھوں نے ابن عباسؓ سے کہ

انه تماریٰ هوو الحربن قیس بن حصن الفزاری في صاحب موسیٰ فمربهماابی بن

انھوں نے اور حر بن قیس ابن حصن فزاری نے موسیٰ کے رفیق کے بارے میں جھگڑا کیا، پھران دونوں پر سے گزرے ابی ابن

کعب فدعاه ابن عباس فقال انی تماریت اناوصاحبی هذا فی صاحب موسیٰ

کعبؓ تو ابن عباسؓ نے ان کو بلایا اور کہا: مجھ میں اور میرے اس دوست میں جھگڑا ہوا کہ موسیٰ کا وہ رفیق کون تھا

الذی سأل السبیل الی لقیه هل سمعت رسول اللهﷺ یذکرشأنه؟

جس سے موسیٰ نے ملنا چاہا تھا؟ کیا تم نے آنحضرتﷺ سے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟ آپﷺ اس کا حال بیان کرتے تھے؟

فقال ابیّ نعم سمعت رسول اللهﷺ یذکرشانه یقول بینماموسیٰ

ابیؓ نے کہا ہاں! میں نے رسول اللہﷺ کو یہ قصہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے آپ فرماتے تھے ایک بار موسیٰ علیہ السلام

فی ملأمن بنی اسرائیل اذجاءه رجل فقال هل تعلم احدااعلم منک؟

بنی اسرائیل کے لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور ان سے پوچھا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو تم سے بھی زیادہ علم رکھتا ہو؟

قال موسیٰ لا! فاوحی الله الی موسیٰ بلیٰ عبدنا خضر فسأل

موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں! پھر اللہ نے وحی بھیجی موسیٰؑ کی طرف کہ ہاں ہمارا ایک بندہ ہے خضر (جو تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے) موسیٰؑ نے سوال کیا

السبیل الی لُقِیّہ فجعل اللہ لہ الحوت اٰیۃ وقیل لہ اذافقدت الحوت فارجع
میں اس تک کیونکر پہنچوں؟ اللہ نے مچھلی ان کے لیے نشانی مقرر کردی اوران سے فرمایا جب مچھلی کھوجائے تو لوٹ آ
فانک ستلقاہ فکان موسیٰ یتبع اثر الحوت فی البحر
تو اس بندے کو مل جائے گا غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر (کے کنارے) کنارے اس مچھلی کے نشان پر روانہ ہوئے
فقال فتی موسیٰ لموسیٰ اَرَاَیْتَ اِذْ اَوَیْنَا اِلَی الصَّخْرَۃِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ
موسیٰ کے خادم (یوشع) نے موسیٰ سے کہا (تم نے) اس کا ذکر نہ کرسکا جب ہم صخرہ کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کا قصہ بیان کرنا بھول گیا
وَمَااَنْسٰنِیْہُ اِلَّاالشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَہٗ قَالَ مُوْسٰی ذٰلِکَ مَاکُنَّا نَبْغِ
اور شیطان ہی نے مجھ کو بھلادیا کہ میں آپ سے اس ذکر کرتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم تو اسی جگہ کی تلاش میں تھے
فَارْتَدَّا عَلٰی اٰثَارِھِمَا قَصَصاً فَوَجَدَا خضراً فکان من شانھما
پھر دونوں کھوج لیتے لیتے اپنے پیروں کے نشان پر لوٹے وہاں خضر سے ملاقات ہوئی، پھر وہی قصہ گزرا
ماقص اللہ فی کتابہ .
جو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا۔

﴿تحقیق و تشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض:......اس باب میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرنا ضروری ہے چاہے سمندری سفر کرنا پڑے یا خشکی کا۔ پہلے باب میں خاص سفر (سمندری سفر) خاص علم کے لیے تھا اس باب میں عام سفر ہے اور عام علم کے لئے ہے۔

رحل جابر بن عبداللہؓ:......حضرت جابر بن عبداللہؓ خود صحابی ہیں لیکن ان کو معلوم ہوا عبداللہ بن اُنیسؓ ایک حدیث سناتے ہیں بالواسطہ تو سنی ہوئی تھی اب بلاواسطہ سننے کے لیے سفر کیا وہ حدیثِ واحد کیا ہے؟[1] بعض نے کہا **من ستر مؤمنا فی الدنیا علی عورۃ سترہ اللہ یوم القیامۃ**[1] والی روایت ہے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ عن عبداللہ بن اُنیس ایک روایت امام بخاریؒ نے نقل کی ہے وہ روایت ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نداء دیں گے کہ **انا الملک انا الدیان**[2] پوری حدیث یوں ہے ((**سمعت النبی** ﷺ **یقول یحشر اللہ العباد فینادیھم بصوت**

---

[1] عمدۃ القاری ج۲ ص۷۳ [2] بخاری ص۱۷ حاشیہ: ۱۰

یسمعه من بعد کمایسمعه من قرب انا الملک انا الدیان)) کہتے ہیں کہ جابر بن عبداللہؓ نے جا کر جب دروازہ کھٹکھٹایا تو پوچھامَنْ؟ کہا جابر بن عبداللہ کہامن اصحاب رسول اللہ ﷺ کہانعم باہر نکل کر چمٹ گئے یہ تو حدیث کا علم ہے۔فنون حاصل کرنے والوں نے بھی بہت سی قربانیاں کی ہیں علامہ سید شریف جرجانی کو شرح مطالع پڑھنے کا خیال ہوا کہ جس نے لکھی ہے اس کے پاس جا کر پڑھوں۔ چنانچہ سفر کر کے مصنف کے پاس گئے استاد انتہائی بوڑھے ہو چکے تھے مصنف نے کہا کہ میں تو اب نہیں پڑھا سکتا اگر تم نے پڑھنا ہے تو روم میں مولانا مبارک پوری ہیں انکا پڑھانا میرا پڑھانا ہے ان کے پاس گئے تو بتلایا کہ مصنف نے بھیجا ہے کہا اچھا مصنف نے بھیجا ہے کہا جی ہاں۔ استاذ نے کہا ہمارے ہاں تو یہ شرط ہے کہ ایک اشرفی ایک سبق کی دینی ہوگی انہوں نے کہا اچھا۔ جب اشرفی مل جایا کرے گی تو سبق پڑھ لیا کروں گا خیال ہوا کہ کچھ مانگ کر کوشش کروں گا جب بادشاہ کو خبر ہوئی کہ ایک طالب علم پیسے نہ ہونے کی وجہ سے پڑھ نہیں سکتا تو ہر روز کی ایک اشرفی مقرر کر دی استاد نے دو شرطیں اور لگا دیں (۱)...... ایک سبق میں سب سے اخیر میں بیٹھنا ہوگا (۲)...... دوسرا سبق میں کسی بات کے کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ سبق میں اشکالات ہوتے لیکن بولنے کی اجازت نہیں تھی کمرے میں آ کر اکیلے ہی بول کر دل ٹھنڈا کرتے۔ ایک مرتبہ استاد کمروں کے پاس سے گزر رہے تھے کہ ایک کمرے سے آواز آ رہی تھی، مصنف یوں کہتا ہے استاد یوں کہتے ہیں، میں یوں کہتا ہوں استاد نے آواز سنی صبح پوچھا کہ فلاں کمرے میں کون تھا بتلایا گیا تو قریب بیٹھنے اور بولنے کی اجازت مل گئی۔

سوال: ......امام بخاریؒ نے جو تعلیق ذکر کی ہے ورحل جابر اس میں تردد نہیں ہے لیکن جو حوالہ ذکر کیا ویذکر سے اس میں تردد ہے۔

جواب: ......محدثینؒ نے جواب دیا ہے کہ جابر کا ابن اُنیس سے سننے میں تردد نہیں ہے لہٰذا تعلیق میں جزم ہے لیکن اس مخصوص حدیث کو سنا ہے یا نہیں اسکی تعیین میں تردد ہے فلاتعارض.

(۶۲)
﴿باب فضل مَنْ عَلِمَ وَعَلَّمَ﴾
عالم کی اور علم سکھانے والے کی فضیلت

(۷۹) حدثنا محمد بن العلاء قال ثنا حماد بن اسامة عن بريد بن عبدالله عن
ہم سے محمد بن علاءؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن اسامہؒ نے بیان کیا، انھوں نے برید بن عبداللہؒ سے، انھوں نے

ابی بردۃ عن ابی موسی عن النبی علیہ وسلم صلی اللہ قال مثل مابعثنی اللہ بہ من الھُدٰی والعلم

ابوبردہ سے انھوں نے ابوموسیٰؓ سے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ علیہ صلی اللہ نے فرمایا اللہ نے جو ہدایت اور علم کی باتیں مجھ کو دے کر بھیجیں

کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا فکان منھانقیۃً قبلت الماء

ان کی مثال زوردار مینہ کی سی ہے جو زمین پر برسا تو بعضی زمین عمدہ تھی جس نے پانی چوس لیا

فأنبتت الکلاء والعشب الکثیروکانت منھااجادب امسکت المآء فنفع اللہ بھا الناس

اور اس نے سبزی اور گھاس خوب اگائی اور بعضی سخت تھی (پتھریلی) اس نے پانی تھام لیا اللہ نے اس سے لوگوں کو فائدہ دیا

فشربوا واسقوا وزرعوا واصاب منھاطائفۃ اخریٰ انماھی قیعان لاتمسک ماء

پیا اور (جانوروں کو) پلایا اور کھیتی میں دیا اور بعضی ایسی زمین پر یہ مینہ برسا جو صاف چٹیل تھی نہ تو پانی کو اس نے تھاما

ولاتنبت کلأً فذلک مثل من فقہ فی دین اللہ

اور نہ گھاس اگائی (اور پانی اس پر سے بہہ گیا) یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے خدا کے دین میں سمجھ پیدا کی

ونفعہ بمابعثنی اللہ بہ فعلم وعلم ومثل من

اور اللہ نے جو مجھ کو دے کر بھیجا ہے اس سے اس کو فائدہ ہوا تو اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس شخص کی جس نے

لم یرفع بذلک رأسا ولم یقبل ھدیٰ اللہ الذی اُرسلت بہ

اس پر سر ہی نہیں اُٹھایا اور اللہ کی ہدایت جو میں دے کر بھیجا گیا، نہ مانی

قال ابوعبداللہ قال اسحاق عن ابی اسامۃ وکان منھا طائفۃ قَیَّلَتِ الماء

امام بخاریؒ نے کہا اسحاق نے ابواسامہؒ سے اس حدیث کو روایت کیا اس میں یوں ہے: بعضی زمین نے پانی پی لیا

قاع یعلوہ الماء، والصفصف المستوی من الارض

(اس حدیث میں قیعان جمع ہے قاع کی) یعنی وہ زمین جس پر پانی چڑھ جائے (ٹھہرے نہیں) اور (قرآن میں جو قاعاصفصفا ہے تو) صفصف کہتے ہیں ہموار زمین کو

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض: ...... تعلم کی فضیلت مسلم اور علم کے فضائل تسلیم، مگر بقاء علم، تعلیم سے ہوتا ہے تو گویا اس باب سے تعلیم کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔

کلا :...... خشک اور تر گھاس کو عام ہے **عشب** :...... تر گھاس کو کہتے ہیں۔

اس حدیث میں تشبیہ کے طریقے سے فرمایا کہ میرے علم و ہدایت کی مثال بارش کی ہے۔

سوال :...... زمین کی تین قسمیں بتلائیں اور مشبہ کی دو قسمیں بیان کیں پہلی قسم کے ساتھ پہلی، تیسری کے ساتھ تیسری، دوسری قسم اجادب والی اس کے مقابلے میں کوئی مشبہ بہ کی قسم بیان نہیں کی؟

جواب :...... محدثین شراحؒ کا اختلاف ہوا ہے کہ تشبیہ میں تقسیم ثنائی ہے یا ثلاثی ۱۔ علامہ عینیؒ کی رائے یہ ہے کہ ثنائی ہے اس طرح کہ زمین کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ (۱) نافع (۲) غیر نافع۔

اسی طریقے سے انسانوں کی بھی دو قسمیں ہو گئیں پہلی دو قسمیں نافع میں آ گئیں ۲۔ علامہ کرمانیؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ تقسیم ثلاثی ہے ۱۔ منتفع اور نافع ۲۔ نافع غیر منتفع ۳۔ غیر نافع غیر منتفع۔ مشبہ کی طرف بھی لوگ تین قسم پر ہو جاتے ہیں ۱۔ ایک وہ جو علم حاصل کر کے عمل کرتے ہیں غور و فکر کر کے مسائل نکالتے ہیں ۲۔ دوسرے وہ جو علم حاصل کرتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں لیکن غور و فکر کر کے مسائل مستنبط نہیں کرتے ۳۔ تیسری قسم وہ ہے جو کہ علم کی طرف دھیان ہی نہیں دیتے۔ گویا علم کی بارش پڑتی ہے تو مسائل کے پودے پھول نکالتے ہیں انکی مثال فقہاءؒ کی ہے اور یہ اس زمین کی طرح ہیں جو پانی کو چوس کر پھل پھول نکالتی ہے دوسری قسم علماءِ محدثینؒ ہیں کہ صرف یاد کر کے آگے پہنچاتے ہیں اسکی مثال وہ زمین ہے جو پانی کو جمع کر لیتی ہے اور لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں

لطیفہ :...... بعض مرتبہ لطائف کے طور پر مطالعے میں کوئی بات یاد آ جاتی ہے کہ کسی گھر والے کے نوکر نے اچھا کھانا تیار کیا اگر وہ نوکر آپکا معتمد علیہ ہے تو آپ فوراً کھا لیتے ہیں تفتیش نہیں کرتے لیکن اگر وہ آپکا معتمد علیہ نہیں ہے تو آپ ہر چیز کی تفتیش کریں گے یہی مثال فقہاءؒ کی ہے اگر وہ ہمارے لیے قابل اعتماد ہیں تو ہمیں ان کی بات بغیر چون و چرا کے مان لینی چاہیے۔

قال اسحٰقؒ :...... امام بخاریؒ جب بغیر نسبت کے صرف اسحٰق ذکر کرتے ہیں تو مراد اسحٰق بن راہویہؒ ہوتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے یہ حنفی ہیں امام بخاریؒ کے اساتذہ میں سے بے شمار حنفی ہیں حنفیہ کی روایتوں کو نکال دیں تو باقی کچھ بچتا ہی نہیں۔

قیعان :...... قیعان جمع ہے قاع کی بمعنی چٹیل ہموار بغیر گھاس کے میدان۔

الصفصف :...... صفصف، الشی باشئ یذکر کے قبیل سے ہے امام بخاریؒ نے قاع کی مناسبت سے صفصف کے معنی بھی بیان کر دیئے کیونکہ قرآن میں دونوں اکٹھے آئے ہیں[۱]

[۱] (قال اکثر اهل اللغة الصفصف المستوی من الارض: عمدة القاری ج ۲ ص ۸۱)

(۶۳)
﴿باب رفع العلم وظهور الجهل﴾
(دنیا سے) علم اٹھ جانے اور جہالت پھیلنے کا بیان

وقال ربیعة لاینبغی لاحد عنده شیء من العلم ان یضیع نفسه

اور ربیعہ نے کہا جس کو (دین کا) تھوڑا سا علم ہو وہ اپنے تئیں بے کار نہ کردے

(۸۰) حدثنا عمران بن میسرة قال حدثنا عبدالوارث عن ابی التیاح عن انس رضی اللہ عنہ

ہم سے عمران بن میسرہؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارثؒ نے بیان کیا، انھوں نے ابو تیاحؒ سے، انھوں نے انسؓ سے کہ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویثبت الجهل

انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ (دین کا) علم اٹھ جائے گا اور جہالت جم جائے گی

وتشرب الخمر و یظهر الزنا. (انظر: ۸۱، ۵۲۳۱، ۵۵۷۷، ۶۸۰۸ اخرجه النسائی فی العلم ومسلم فی القدر)

اور شراب (کثرت سے) پی جائے گی اور زنا علانیہ ہوگا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

(۸۱) حدثنا مسدد قال ثنا یحیی بن سعید عن شعبة عن قتادة عن

ہم سے مسددؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعیدؒ نے بیان کیا، انھوں نے شعبہؒ سے، انھوں نے قتادہؒ سے، انھوں

انس رضی اللہ عنہ قال لاحدثنکم حدیثا لایحدثکم احد بعدی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے انسؓ سے انھوں نے کہا ضرور بالضرور میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں جو میرے بعد تم کو کوئی نہ سنائے گا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

یقول ان من اشراط الساعة ان یقل العلم ویظهر الجهل ویظهر الزنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قیامت کی نشانیوں میں یہ ہے کہ (دین کا) علم گھٹ جانا اور جہالت کا پھیل جانا اور زنا کا علانیہ ہونا

وتکثر النسآء ویقل الرجال حتی یکون لخمسین امرأة القیم الواحد [۱]

اور عورتوں کثیر ہو جائیں گی، مرد کم ہو جائیں گے، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کے لئے نگران ایک مرد ہوگا

﴿تحقیق و تشریح﴾

سوال: ......کتاب العلم میں تو علم کے ثبوت کا بیان ہونا چاہیے نہ کہ رفع العلم وظہورالجہل کا؟

جواب: ......کبھی ثبوت علم کے لیے ضد کو لے آتے ہیں **وبضدھا تتبین الاشیاء**

نذمھم	وبھم	عرفنا	فضله	۞	وبضدھا	تتبین	الاشیآء

قال ربیعة: ......ان کا لقب الرّائے ہے۔امام مالکؒ کے استاد ہیں رائے پہلے زمانے میں مدح کا لفظ تھا کیونکہ اس زمانے میں محدثین روایت کم کرتے تھے اور تحقیق زیادہ کرتے تھے ان پر اس کا اطلاق ہوتا تھا آجکل کسی کو اگر خود رائے کہہ دیں ذم ہے ہم اس سے آگے کا بھی ایک لفظ بول دیتے ہیں ''خودرَو'' جوخودبخود ہی اُگ آتے ہیں آجکل کے مفسرین کا یہی حال ہے۔

ان یضیع نفسه: ......اس کی کئی تفسیریں ہیں ۱۔پڑھے اور پڑھائے نہیں ۲۔نااہلوں کو پڑھاتا ہے جنکی استعداد نہیں ہے یا قدردان نہیں ہیں ۳۔یعنی زرخرید نہ بنے تنخواہ کے پیچھے پیچھے نہ پھرے ۴۔علم پر عمل نہ کرے تو جس نے اپنے علم پر عمل نہیں کیا اس نے اپنے آپکو ضائع کردیا ۵۔حضرت شیخ نے ایک اور مطلب بیان کیا ہے کہ اتنی تواضع کرے کہ کوئی استفادہ ہی نہ کرے۔مولانا غلام رسول صاحب پونٹوی عرف لالہ کالا جو کہ وقت کے سیبویہ کہلاتے تھے ایک مرتبہ حضرت کشمیریؒ کے پاس بیٹھے تھے فرمانے لگے کہ ساری عمر اپنے استاد کے اس جملے کی لج پالنے میں گزاردی ہے کہ جہاں بھی جانا علم پڑھانا۔

تعارضِ حدیث: ......اس باب میں رفع علم کا ذکر ہے لیکن کیفیتِ رفع کا ذکر نہیں اس سلسلے میں ایک باب بخاری شریف ص۲۰ پر قائم کیا ہے باب **کیف یقبض العلم** اس میں بتلایا کہ علماء فوت ہوجائیں گے آگے عالم پیدا نہیں ہونگے لیکن ابن ماجہ میں رفع علم کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ قرآن پاک کے نقوش اُٹھالیے جائیں گے اور علماء کے سینوں سے علم اُٹھالیا جائے گا تو یہ بظاہر تعارض ہوا؟

دفع تعارض: ...... حقیقت میں کوئی تعارض نہیں، پہلے قبض علماء ہوگا پھر قیامت کے قریب سینوں سے بھی علم اُٹھا لیا جائے گا تقدم تأخر کی بات ہے تعارض نہیں ہے۔

لایحدثکم احدبعدی: ...... مطلب یہ ہے کہ سمعت رسول اللہ ﷺ کہہ کر کوئی بیان کرنے والا نہیں ہوگا کیونکہ حضرت انسؓ نے لمبی عمر پائی اور دیگر صحابہ کرامؓ فوت ہوچکے تھے اس لئے فرمایا۔

---

۱ (اخرجه مسلم فی القدر والترمذی فی الفتن والنسائی فی العلم وابن ماجة فی الفتن راجع:۸۰)

تکثر النساء:......اس کی دوصورتیں بتلائی جاتی ہیں ۱۔لڑکیاں زیادہ پیداہونگی لڑکے کم ۲۔فسادات زیادہ ہونگے عورتیں باقی رہ جائیں گی مرد مارے جائیں گے۔

لخمسین امرأة:......عدد بھی مراد ہوسکتا ہے اور کثرت بھی ۱۔بعض نے کہا ہے کہ ایک ایک مرد پچاس بیگمات بنالے گا لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ ایک ایک نیک آدمی پچاس کا نگران ہوگا صالح تو نکاح میں چار سے تجاوز نہ کرے گا۔تو مقصود احادیث الباب سے ہے کہ علم پڑھنا پڑھانا چاہیے۔

(۶۴)
﴿باب فضل العلم﴾
علم کی فضیلت

(۸۲)حدثناسعیدبن عفیرقال حدثنی اللیث قال حدثنی عقیل عن ابن شهاب

ہم سے سعید بن عفیرؒ نے بیان کیا، کہا مجھ سے لیثؒ نے بیان کیا، کہا مجھ سے عقیلؒ نے بیان کیا، انھوں نے ابن شہابؒ سے

عن حمزة بن عبدالله بن عمران ابن عمرقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول

سے، انھوں نے حمزہ بن عبداللہ بن عمرؓ سے کہ (عبداللہ بن) عمرؓ نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے

بینماانا نائم اتیت بقدح لبن فشربت حتی انی لاری الری یخرج فی اظفاری

ایک بار میں سو رہا تھا میرے سامنے دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے پی لیا (اتنا جمک کر پیا کہ) یہاں تک کہ میرے ناخونوں پر تازگی دکھائی دینے لگی

ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب قالوا فمااولته یارسول الله؟قال العلم[۱]

پھر میں نے اپنا بچا ہوا (دودھ) عمر بن خطابؓ کو دے دیا۔لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر کیا دیتے ہیں؟ فرمایا علم

﴿تحقیق وتشریح﴾

سوال:......یہ باب مکرر ہے اس سے پہلے کتاب العلم کے شروع میں ص ۴۴ پر فضل علم کا باب قائم کیا ہے۔اس لئے شراح محدثینؒ نے متعدد توجیہات کی ہیں۔

اول:......بعض تو کہتے ہیں کہ کتاب العلم کے شروع میں جو باب فضل العلم ذکر کیا ہے وہ ناسخین کی غلطی ہے۔

قرینه:...... وہاں کوئی فضل العلم کی حدیث بیان نہیں کی۔

---

[۱] انظر ۳۶۸۱ ، ۷۰۰۶ ، ۷۰۰۷ ، ۷۰۲۷ ، ۷۰۳۲:اخرجه مسلم فی الفضائل والترمذی فی الرؤیا وفی المناقب والنسائی عن قتیبة

ثانی: ......اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہاں بیان فضیلت علماء ہے اور یہاں بیان فضیلت علم ہے صرف تبعاً اور اصلاً کا فرق ہے۔

ثالث: ......وہاں بیان فضیلت علم کلی ہے یہاں بیان فضیلت علم جزئی ہے یہاں پر خاص علوم نبوت کی فضیلت ہے۔

رابع: ......وہاں فضل، فضیلت کے معنی میں تھا اور یہاں فضل بمعنی زیادۃ العلم ہے اسکی پھر دو تفسیریں ہیں۔

تفسیر اول: ......تحصیل زیادۃ العلم کہ علم میں قناعت نہیں کرنی چاہیے آپ ﷺ نے بھی یہی دعاء مانگی **رب زدنی علماً**۔

تفسیر ثانی: ......**فضل العلم ای بذل فضل العلم** یعنی زائد علم کی تقسیم کرنی چاہیے۔

۱: اس سے مراد کتب علم بھی ہوسکتی ہیں۔ ۲: اور اس سے مراد پڑھانا بھی ہوسکتا ہے۔

ان دو آخری مطلبوں کی وجہ سے روایت ترجمۃ الباب کے بھی مطابق ہو جائے گی۔

(۱) پہلی تفسیر کی مطابقت **یخرج فی اظفاری** سے ہو جائے گی ضمیر کا مرجع سیرابی یا دودھ ہے یعنی اتنا علم حاصل کرو کہ روئیں روئیں سے علم ٹپکے۔

(۲) دوسری تفسیر کے ساتھ مطابقت **ثم اعطیت فضلی** سے ہوگی یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ خواب کے اندر دودھ علم سے تعبیر ہے۔

(٦٥)

﴿باب الفتیا وهو واقف علی ظهر الدابة او غیرها﴾

جانور وغیرہ پر سوار ہو کر دین کا مسئلہ بتانا

(۸۳) حدثنا اسمعیل قال حدثنی مالک عن ابن شهاب عن عیسیٰ بن طلحة

ہم سے اسماعیلؒ نے بیان کیا، کہا مجھ سے (امام) مالکؒ نے بیان کیا، انھوں نے ابن شہابؒ سے، انھوں نے عیسیٰ بن طلحہ

ابن عبیدالله عن عبدالله بن عمرو بن العاص ان رسول الله ﷺ وقف فی حجة الوداع بمنیٰ

ابن عبیداللہؒ سے، انھوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ آنحضرت ﷺ حجۃ الوداع میں منیٰ میں ٹھہرے،

للناس یسألونه فجاءه رجل فقال لم اشعر فحلقت قبل ان اذبح

اس لئے کہ لوگ آپ سے (دین کے مسئلے) پوچھیں۔ پھر ایک شخص آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھ کو خیال نہیں رہا میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا

قال اذبح ولا حرج، فجآء اٰخر فقال لم اشعر فنحرت قبل ان ارمی،

آپ نے فرمایا اب قربانی کر لے، کوئی مضائقہ نہیں، پھر ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا مجھ کو خیال نہیں رہا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی

قال ارم ولاحرج قال فماسئل النبی ﷺ عن شئی قدم ولااخر الاقال افعل ولاحرج[1]

آپ ﷺ نے فرمایا اب کنکریاں مار لے، کچھ مضائقہ نہیں، عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا تو (اس دن) آنحضرت ﷺ سے جو پوچھا گیا کوئی بات کسی نے آگے کرلی یا پیچھے کردی تو آپ نے یہی فرمایا: اب کرلے کچھ مضائقہ نہیں

﴿تحقیق وتشریح﴾

قوله علی ظهر الدابة اوغیرها: ...... غیر دآبہ میں کل دنیا آ گئی۔

ترجمة الباب کی غرض: ...... غرض باب میں کئی تقریریں ہیں۔

تقریر اول: ......ایک حدیث کی توجیہ بیان کرنا مقصود ہے۔آپ ﷺ سے ایک حدیث مروی ہے ((لاتتخذوا ظهور دوابکم منابر))[2] (اپنے چوپاؤں کی پشتوں کو منبر نہ بناؤ) کہ چوپائے پر بیٹھا ہے اور باتیں کر رہا ہے امام بخاریؒ یہ باب قائم کر کے اس حدیث کی شرح کرنا چاہتے ہیں کہ طویل باتیں اور طویل خطبات نہ دو مختصر بات سے منع نہیں ہے، اور غیر ضروری باتیں جانور پر کھڑے ہو کر نہ کرو، الحاصل ضرورت کی اور تھوڑی بات ہو سکتی ہے۔

تقریرِ ثانی: ......بعض نے کہا ہے کہ یہ امام مالکؒ پر تعریض ہے امام مالکؒ راہ چلتے ہوئے کوئی مسئلہ نہیں بتاتے تھے فرماتے کہ علم کے وقار کے خلاف ہے حالانکہ اس سے ضروری علم رہ جائے گا آپ سے کسی نے فوری ضرورت کا مسئلہ پوچھا آپ کہتے ہو کہ گھر جا کر بتائیں گے۔

تقریرِ ثالث: ......فتویٰ اور قضاء میں فرق کرنا مقصود ہے کہ فتویٰ سواری پر دیا جا سکتا ہے اور قضاء نہیں۔

تقریرِ رابع: ......علم کے لیے سکینہ اور وقار ضروری ہے کہ سکون اور وقار سے پڑھایا جائے اور درس دیا جائے لیکن ضرورت کے تحت سواری کی حالت جو کہ اطمینان کی حالت نہیں ہے اس پر بھی جائز ہے۔

تقریرِ خامس: ......معلمین اور اساتذہ کو بتانا ہے کہ ضرورت مندا گر کوئی مسئلہ راستے میں پوچھ لے تو ناراض نہ ہوں۔

تقریرِ سادس: ......طلبہ کو تعلیم ہے کہ عند الضرورۃ راہ چلتے ہوئے بھی سوال کر لینا چاہیے باقی حالات میں تحصیل علم وقار اور سکون کے ساتھ ہونی چاہیے۔حاصل یہ ہے کہ اس باب میں علم کا ضروری ہونا بتلانا مقصود ہے۔

سوال: ......روایت الباب سے ترجمۃ الباب ثابت نہیں۔اس لیے کہ روایت کے اندر وقوف کا ذکر تو ہے لیکن علی ظهر الدآبة کا ذکر نہیں ہے۔

جواب اول: ......ترجمۃ الباب کے دو جزء ہیں ۱۔وقوف علی ظهر الدآبة ۲۔اور وقوف علی غیرها

---

[1] انظر: ۱۲۴، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۶۶۶۵ :اخرجه مسلم فی الحج عن یحیی بن یحیی ابوداؤد فی الحج والترمذی فی الحج والنسائی فی الحج وابن ماجه فی الحج۔

[2] مشکوۃ ص ۳۴۰

حدیث میں مطلق وقوف سے جزء ثانی ثابت ہوگیا اس پر قیاس کر کے **وقوف علی الدآبة** کو ثابت کرلیا جائے گا۔

جواب ثانی:......حدیث کے اندر وقوف عام ہے جو کہ دونوں وقوفوں کو شامل ہے۔

جواب ثالث:......تشحیذ اذہان ہے کہ طلبہ تلاش کرتے ہوئے کتاب الحج (بخاری ص ۲۳۴) میں پہنچیں گے تو وہاں مل جائے گا **وقف علی ناقته** تو اس روایت کے پیش نظر باب قائم کر دیا۔

مسئلہ:......ایام منیٰ میں پہلے رمی جمرہ عقبہ ہے پھر قربانی ہے پھر حلق ان میں ترتیب ہے یا نہیں؟ دونوں بڑے امام (امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ) وجوبِ ترتیب کے قائل ہیں امام شافعیؒ اور امام محمدؒ وجوب کے قائل نہیں ہیں۔

دلیل:......امام شافعیؒ اور امام محمدؒ دلیل میں یہی حدیث پیش کرتے ہیں **افعل ولا حرج**.

جواب:......یہ ہے کہ ابھی احکام مستحکم نہیں ہوئے تھے پہلا ہی حج تھا اس لئے آپ ﷺ نے توسع اختیار کیا اس سے وجوب کی نفی لازم نہیں آتی لا حرج یعنی دنیا میں گناہ نہیں ہوگا باقی دَمْ تو دنیا میں واجب ہو جائے گا یہ دم گویا حج کا سجدہ سہو ہے۔

دلیلنا:......حضرت ابن عباسؓ سے موقوف روایت ہے **عن ابن عباسؓ انه قال من قدم شيئاً من حجه او اخره فليهرق ذلك دماً** لیکن جان بوجھ کر حج میں کوئی واجب نہیں چھوڑا جائے گا کیونکہ اس سے تحقیر لازم آتی ہے۔

(۶۶)

﴿باب من اجاب الفتيا باشارة اليد و الرأس﴾

جس نے ہاتھ یا سر کے اشارہ سے مسئلہ کا جواب دیا

﴿تحقیق و تشریح﴾

ترجمة الباب کی غرضِ اول:......تعلیم اتنی ضروری ہے کہ اگر بیٹھ کر تفصیل سے نہیں پڑھا سکتے تو اشارے سے بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ اشارہ مفهمه ہو مخاطب سمجھتا ہو اشارہ مبهمه نہ ہو۔

امام اعظمؒ کے پاس ایک شخص آیا کچھ دیر کھڑا رہا پھر رکوع کر دیا، پھر داڑھی پر ہاتھ پھیرا امام صاحبؒ نے فرمایا کہ آیئے ادریس (صاحب) اِدھر بیٹھیے۔ حاضرین نے سوال کیا کہ آپکو اسکا نام کیسے معلوم ہوگیا؟ فرمایا کہ کھڑا رہا تو الف رکوع کیا تو دال کی طرف اشارہ ہوگیا داڑھی جھاڑی تو گویا ش کے نقطے جھاڑ دیئے ادریس بن گیا۔

غرض ثانی:......اس باب سے مقصود حضور ﷺ کی تعلیم کے بارے میں جو حدیث آتی ہے کہ آپ ﷺ جب کلام فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ ایک بات کو کہنا یا زبان سے بولنا ضروری

[1] عمدة القاری ص ۹۰ ج ۲

ہے تو امام بخاریؒ اس باب کو باندھ کر بتلانا چاہتے ہیں کہ ضرورت کے وقت اشارے سے بھی تعلیم ہوجاتی ہے خواہ اشارہ ہاتھ سے ہو یا سر سے ہو۔

فائدہ:......امام بخاریؒ نے دو روایات ہاتھ سے اشارے کی نقل کی ہیں اور ایک سر سے اشارے کی نقل کی ہے۔

(۸۴)حدثناموسیٰ بن اسمٰعیل قال ثنا وهیب قال ثناایوب عن عکرمة عن

ہم سے بیان کیا موسیٰ بن اسماعیلؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا وہیبؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا ایوبؒ نے، انھوں نے عکرمہ سے

ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل فی حجته فقال ذبحت قبل ان ارمی

انھوں نے ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حج میں پوچھا گیا ایک شخص نے کہا: میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے ذبح کیا

قال فاومأبیده ولاحرج،وقال حلقت قبل ان اذبح فاومأبیده ولاحرج

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کیا، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کچھ حرج نہیں، اور ایک شخص نے کہا میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کچھ حرج نہیں۔

(انظر: ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۳۴، ۶۶۶۶ :اخرجه مسلم فی الحج عن محمدبن حاتم اخرجه النسائی فی الحج)

(۸۵)حدثنا المکی بن ابراهیم قال اناحنظلة عن سالم قال سمعت اباهریرة

ہم سے مکی بن ابراہیمؒ نے بیان کیا، کہا ہم کو حنظلہؒ نے خبر دی، انھوں نے سالمؒ سے، کہا میں نے ابوہریرہؓ سے سنا،

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یقبض العلم ویظهر الجهل والفتن

انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا (دین کا) علم اٹھ جائے گا اور جہالت پھیل جائے گی اور (طرح طرح کے) فساد پھیلیں گے

ویکثرالهرج قیل یارسول اللّٰہ وماالهرج؟فقال هکذابیده فحرّفهاکانه یرید القتل

اور ہرج بہت ہوگا عرض کیا: یارسول اللہ ہرج کیا ہے؟ آپ نے ہاتھ کو (ترچھا) ہلا کر فرمایا جیسے قتل آپ نے مراد لیا

(انظر: ۱۰۳۶، ۱۴۱۲، ۳۶۰۸، ۴۶۳۵، ۴۶۳۶، ۶۰۳۷، ۶۵۰۶، ۶۹۳۵، ۷۰۶۱، ۷۱۱۵، ۷۱۲۱)

(۸۶)حدثناموسیٰ بن اسمٰعیل قال ثنا وهیب قال ثناهشام عن فاطمة عن

ہم سے بیان کیا موسیٰ بن اسماعیلؒ نے، کہا ہم سے وہیبؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشامؒ نے بیان کیا، انھوں نے فاطمہؒ سے

اسمآء قالت اتیت عائشة وهی تصلی فقلت ماشأن الناس؟

انھوں نے اسماءؓ سے انھوں نے کہا میں حضرت عائشہؓ کے پاس آئی وہ نماز پڑھ رہی تھیں میں نے کہا: لوگوں کو کیا ہوا (وہ پریشان کیوں ہیں؟)

فاشارت الی السمآء فاذاالناس قیام فقالت سبحان اللّٰہ، قلت

انھوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا دیکھا تو لوگ کھڑے ہیں حضرت عائشہؓ نے کہا سبحان اللہ ! میں نے کہا

اٰیة فاشارت برأسها ای نعم فقمت حتی علانی الغشی

کیا کوئی (عذاب یا قیامت کی) نشانی ہے؟ انھوں نے سرہلاکر کہا ہاں! تب میں بھی (نماز میں) کھڑی ہوگئی یہاں تک کہ مجھ کو غش آنے لگا

فجعلت اصب علٰی رأسی الماء فحمدالله النبی ﷺ واثنٰی علیه ثم قال مامن شیءٍ

میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی پس آنحضرت ﷺ نے اللہ کی تعریف کی اور خوبی بیان کی پھر فرمایا جو چیزیں ایسی تھیں

لم اکن اریته الارأیته فی مقامی هٰذا حتی الجنة والنار

جو مجھ کو دکھائی نہیں جاسکتی تھیں ان سب کو میں نے (آج) اس جگہ دیکھ لیا یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی

فاوحی الی انکم تفتنون فی قبورکم مثل اوقریب لاادری ای ذٰلک قالت اسماء

پھر مجھ پر وحی بھیجی گئی کہ تم لوگ اپنی قبروں میں اس طرح یا اس کے قریب آزمائے جاؤ گے (میں نہیں جانتی کہ اسماء نے کون سا کلمہ کہا)

من فتنة المسیح الدجال یقال ماعلمک بهٰذا الرجل

مسیح دجال کے فتنے سے (تم سے) کہا جائے گا اس شخص کے باب میں کیا اعتقاد رکھتے تھے؟ (یعنی آنحضرت کے باب میں)

فاما المؤمن او الموقن لاادری ایهماقالت اسماء فیقول هومحمد هورسول الله

ایمان دار یا یقین رکھنے والا مجھے معلوم نہیں کہ اسماء نے کون سا لفظ کہا کہے گا وہ محمد ﷺ ہیں، وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں

جائنا بالبینات والهدی فاجبناه واتبعناه هومحمد ثلٰثا

ہمارے پاس کھلی نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے ہم نے ان کا کہنا مان لیا اور انکی راہ پر چلے وہ محمد ﷺ ہیں تین بار ایسا ہی کہے گا

فیقال نم صالحاً قد علمنا ان کنت لموقنا به واما المنافق اوالمرتاب

پھر اس سے کہا جائے گا تو مزے سے سوجا ہم تو (پہلے ہی) جان چکے تھے کہ تو ان پر یقین رکھتا ہے اور منافق یا شک کرنے والا

لاادری ایَّ ذٰلک قالت اسماء فیقول لاادری

مجھے نہیں معلوم اسماء نے کون سا لفظ کہا (ان دونوں میں سے) یوں کہے گا میں کچھ نہیں جانتا (میں نے تو دنیا میں کچھ غور ہی نہیں کیا)

سمعت الناس یقولون شیئافقلته ؎

لوگوں کو جو کہتے سنا وہی میں بھی کہنے لگا۔

﴿تحقیق و تشریح﴾

فاشارت الی السماء: ......سوال: اشارہ بالرأس حضرت عائشہؓ کا ہے تو فتیا باشارۃ الرأس حضرت عائشہؓ کے فعل سے ثابت ہوا جب کہ امام بخاریؒ موقوف سے استدلال نہیں کرتے البتہ ترجمۃ الباب میں ذکر کر دیتے ہیں؟

جواب: ......آپ ﷺ کا ارشاد ہے میں نماز میں جیسے آگے دیکھتا ہوں ایسے ہی پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ اور حضور ﷺ نماز کے اندر ہیں تو جب حضور ﷺ دیکھ رہے ہیں اور نکیر ثابت نہیں تو اشارہ بالرأس تقریر سے ثابت ہوا۔

حتّٰی علانی الغشی: ......سوال: ہوتا ہے کہ غشی سے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے پھر وہ نماز میں کیوں کھڑی رہیں؟

جواب: ......غشی دو قسم پر ہے ۱۔ مثقل ۲۔ غیر مثقل۔ مثقل وہ ہے کہ جس میں ہوش بھی نہ ہو اور طویل بھی ہو اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو غیر مثقل ہے اور اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

قرینہ: ......غشی غیر مثقل ہونے پر قرینہ آگے آنے والے الفاظ ہیں **جعلت اصب علی رأسی.**

سوال: ......یہ تو عمل کثیر ہے جو کہ ناقض صلوٰۃ ہے۔

جواب: ......پانی قریب ہوگا اور ایک دو چھینٹے ڈال لئے ہونگے۔

سوال: ...... کون سی نماز تھی؟

جواب: ...... کسوف کا واقعہ ہے۔ ازواجِ مطہرات اپنے حجروں سے حضور ﷺ کی اقتداء کر رہی تھیں اور حضور ﷺ مع الجماعت مسجد میں تھے[۲]

مامن شئی لم اکن اریتہ الا رأیتہ: ......

بریلویوں کا استدلال: نکرہ تحت النفی واقع ہے جو کہ عموم کے لیے ہوتا ہے نفی اور استثناء نے جو کہ حصر کے لیے ہے (اور تاکید پیدا کردی) یہاں سے آپ ﷺ کے لیے علم کلی ثابت ہو گیا۔

جوابِ اول: ......ما من شئی ای شئی مھم. اشیاء مھمہ جسکا نبی کے لیے جاننا ضروری تھا ان کو دیکھ لیا۔

قرینہ: ......حتی الجنۃ و النار کے الفاظ ہیں کہ اشیاء مھمہ مراد ہیں مطلق اشیاء مراد نہیں۔

جوابِ ثانی: ......اس کے بعد ہے فاوحیٰ الیّ، اگر دیکھنے سے علم غیب کلی حاصل ہو گیا تھا تو وحی کی کیا ضرورت تھی؟

جوابِ ثالث: ......رؤیت سے مراد رؤیتِ اجمالی ہے جیسے بجلی کی چمک ہے اس سے تفصیلی رؤیت لازم نہیں آتی۔

---

[۱] انظر: ۱۸۴، ۹۲۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۶۱، ۱۲۳۵، ۱۳۷۳، ۲۵۱۹، ۲۵۲۰، ۷۲۸۷ [۲] درس بخاری ص ۳۶۹

جوابِ رابع: ......عقیدہ ثابت کرنے کے لیے دوشرطیں ہیں ۱۔قطعی الثبوت ہو ۲۔قطعی الدلالۃ ہو۔

قطعي الثبوت: ...... سے مراد یہ ہے کہ تواتر کے درجے میں ہو۔

قطعي الدلالة: ...... سے مراد یہ ہے کہ اور احتمالات نہ ہوں تو کیا یہاں پر ایسے ہے؟ یہاں تو کتنے احتمالات اور ہیں جو بیان ہوئے۔

جوابِ خامس: ......اگر اس روایت سے استدلال ہوتا، تو اہل سنت والجماعت محدثینؒ اس کی توجیہات نہ کرتے بلکہ اس سے استدلال کرتے یعنی اِس زمانے کے لوگوں کو تو یہ استدلال سمجھ میں آ گیا پہلوں کو سمجھ میں نہیں آیا۔

جوابِ سادس: ......علم غیب کی نفی جب قطعی دلائل سے ثابت ہے تو یہ ظنی دلیل معارض نہیں ہوسکتی لھذا اس سے استدلال نہیں ہوسکتا **ماعلمک بھذاالرجل ای محمد ﷺ** .

سوال: ......آپ ﷺ نے اس موقع پر یہ کیوں نہیں فرمایا **ماعلمک فیی؟**

جواب: ......آپ ﷺ **حکایة عن سوال الملائکه** فرشتوں کا قول نقل فرما رہے ہیں پھر فرشتے سوال میں رسول اللہ بھی نہیں کہیں گے کیونکہ سوال بطریق تعمیہ ہوتا ہے۔

ماعلمک بھذاالرجل: ......

بریلویوں کا ایک اور استدلال: ......اس سے بریلویوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے۔وجہ استدلال یہ ہے کہ **ھذا** سے اشارہ **محسوس مُبصر** کے لیے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ جہاں بھی کوئی دفن ہوتا ہے وہاں آپ ﷺ محسوس مبصر ہوتے ہیں لہٰذا آپ ﷺ ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔

جمله معترضه: ......یہاں سے رفعِ ذکر ثابت ہوا کہ فرشتے ہر جگہ ہر وقت سوال کرتے ہیں اور جواب دینے والا کہتا ہے **محمد رسول اللہ** رفع ذکر کی ایک اور دلیل بھی ہے۔ایک ہندو نے سوال کیا کہ تمہارا قرآن کہتا ہے ﴿وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ﴾ جبکہ مسلمان بہت کم ہیں لہٰذا قرآن کی آیت جھوٹی ہوئی (نعوذ باللہ) مسلمان نے جواب میں کہا آپ جغرافیہ سے واقف ہیں؟ ہندو نے کہا، ہاں۔مسلمان نے کہا کہ کہیں صبح ہوگی کہیں شام، کہیں دن ہوگا تو کہیں رات اور ہر علاقے میں مسلمان ہیں تو ہر علاقے میں کہیں نہ کہیں اذان ہوتی رہتی ہے اور اذان میں آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ہے یہی تو رفع ذکر ہے تو رفع ذکر عالم شہود میں اور عالم برزخ میں بھی ثابت ہوا۔

بریلویوں کے استدلال کے جوابات:......

جوابِ اول:......ہمیں تسلیم نہیں ہے کہ ھذا اسم اشارہ محسوس مبصر ہی کے لیے ہے کیونکہ کبھی حاضر فی الذہن کے لیے بھی ہوتا ہے **تنزیل المعقول بمنزلة المحسوس** جیسے ہر کتاب کے شروع میں پڑھتے ہو **امابعدفھذا** پھر حدیثِ ہرقل میں ہرقل نے ابوسفیان سے کہا **انی سائل عن ھذا** [1]

جوابِ ثانی:......ھذا کا اشارہ محسوس مبصر کے لیے ہونے کو تسلیم کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ اس کے لیے وہی دو توجیہیں کی جائیں گی جو سلف صالحینؒ کرتے ہیں (۱)......ایک یہ کہ یہ عالم شہود ہے عالم برزخ میں جاکر پردے اُٹھ جاتے ہیں یہ پردے عالم شہود میں ہوتے ہیں (۲)......دوسری توجیہ یہ کرتے ہیں کہ جسم مثالی پیش کیا جاتا ہے، اس کو ٹیلی ویژن نے آسان کردیا ورنہ تو ان سب کو جو ٹیلی ویژن میں آتے ہیں حاضر ناظر ماننا پڑے گا۔

جوابِ ثالث:......پہلوں نے کیوں استدلال نہیں کیا؟

جوابِ رابع:......عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے دلیل کا قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہونا ضروری ہے۔

نم صالحاً:......عالم برزخ کی حالت کو نوم کے ساتھ تعبیر کرنے کی متعدد وجوہ ہیں۔

الوجه الاول:......جس طرح سونے میں **انتقال من حالة الی حالة** ہوتا ہے ایسے ہی یہاں بھی **انتقال من عالم شهود الی عالم برزخ** ہے اس لئے نوم سے تعبیر کردیا۔

الوجه الثانی:......نوم، حیات اور ممات کے درمیان ایک حالت ہے اور برزخ بھی آخرت اور دنیا کے حالت کے بین بین ہوگی کچھ دنیا والی اور کچھ آخرت والی اس لیے نوم سے تعبیر کردیا۔

الوجه الثالث:......نوم آرام کی حالت ہوتی ہے اور یہ بھی ایک آرام کی حالت ہے اب جانے والے کو جو حالت پسند ہے وہی ہوگی چاہے نماز کی حالت ہو چاہے کوئی اور حالت ہو۔

---

[1] (بخاری ج اص ۴ سطر ۴ مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی: اس سے پہلے بھی **ایکم اقرب نسبابھذاالرجل الذی یزعم انه نبی** ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاضر فی الذہن کے لیے بھی ھذا اسم اشارہ استعمال ہوا ہے)

(۶۷)

﴿باب تحریض النبی ﷺ وفد عبدالقیس

علیٰ ان یحفظوا الایمان والعلم ویخبروا من وراء هم وقال مالک بن الحویرث

قال لنا النبی ﷺ ارجعوا الیٰ اهلیکم فعلموهم ﴾

آنحضرت ﷺ کا عبدالقیس کے لوگوں کو اس بات کی ترغیب دینا کہ ایمان اور علم کی باتیں یاد کرلیں اور جو لوگ ان کے پیچھے (اپنے ملک میں) ہیں ان کو خبر کردیں اور مالک ابن حویرث نے کہا ہم سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤ ان کو دین کی باتیں سکھاؤ

(۸۷) حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال ثنا شعبة عن ابی جمرة
ہم سے محمد بن بشارؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے غندرؒ (محمد ابن جعفر) نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انھوں نے ابو جمرہؒ سے
قال کنت اترجم بین ابن عباس وبین الناس فقال ان وفد عبدالقیس
کہا میں عبداللہ بن عباسؓ اور (بصرہ کے) لوگوں کے درمیان میں مترجم تھا عبداللہ بن عباسؓ نے کہا عبدالقیس کے (بھیجے ہوئے) لوگ
اتوا النبی ﷺ فقال من الوفد؟ اومن القوم؟ قالوا ربیعة
آنحضرت ﷺ کے پاس آئے آپ نے فرمایا یہ کس کے بھیجے ہوئے لوگ ہیں؟ یا کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا ہم ربیعہ والے ہیں
قال مرحبا بالقوم اوبالوفد غیر خزایا ولا ندامی قالوا انا نأتیک من شقة بعیدة
آپؐ نے فرمایا مرحبا ان لوگوں کو یا ان بھیجے ہوئے لوگوں کو نہ ذلیل ہوئے نہ شرمندہ ہوئے وہ کہنے لگے ہم آپؐ کے پاس دور کا سفر کر کے آئے ہیں
وبیننا وبینک هذا الحی من کفار مضر ولا نستطیع ان نأتیک الافی شهر حرام
اور ہمارے آپؐ کے بیچ میں مضر کے کافروں کا یہ قبیلہ (آڑے) اور ہم سوا ادب کے مہینے کے اور دنوں میں آپ کے پاس نہیں آسکتے
فمرنا بامر نخبر به من ورائنا ندخل به الجنة
اس لیے ہم کو ایک ایسی (عمدہ) بات بتلا دیجئے جس کی خبر ہم اپنے پیچھے والوں کو کردیں اور اس کی وجہ سے ہم بہشت میں جائیں
فامرهم باربع ونهاهم عن اربع امرهم بالایمان بالله وحده قال
آپؐ نے ان کو چار باتوں کا حکم کیا اور چار باتوں سے منع کیا ان کو حکم کیا خدائے واحد (اکیلے خدا) پر ایمان لانے کا فرمایا

هل تدرون ماالایمان با الله وحده قالوا الله ورسوله اعلم قال
تم جانتے ہوخدائے واحد پرایمان لانا کس کو کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا
شهادة ان لااله الاالله وان محمدارسول الله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة
یوں گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا
وصوم رمضان وتعطوا الخمس من المغنم ونهاهم عن الدبآء والحنتم والمزفت قال شعبة
اور رمضان کے روزے رکھنا اور غنیمت کے مال سے پانچواں حصہ ادا کرنا اور انکو منع کیا کدو کے تونبے اور سبز لاکھی برتن اور روغنی برتن سے، شعبہ نے کہا
وربما قال النقیر وربما قال المقیرقال احفظوه واخبروه من ورائکم
ابو جمرہ نے کبھی تو کہا اور کریدے ہوئے لکڑی کے برتن سے اور کبھی کہا مزفت کے بدلے مقیر، آپ نے فرمایا اسکو یاد کرلو اور اپنے پیچھے والوں کو اس کی خبر دو

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترحمة الباب کی غرض:......اس باب سے مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ (۱)......مدرس کو چاہیے کہ طالب علموں کو تاکید کرے کہ پڑھا ہوا یاد کریں اور آگے پڑھائیں (۲)......یا یہ کہ طالب علموں کو پڑھے ہوئے سے آگے پڑھنا چاہیے اور یاد بھی کرنا چاہیے (۳)......یا یہ کہ تبلیغ قرآن کی طرح حدیث کی بھی تبلیغ کرنی چاہیے (۴)......اس سے تبلیغ کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

احفظوه واخبروه من ورائکم:......اس سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔

ربماقال النقیروربماقال المقیر:......

شبه اولی:......بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تردد نقیر اور مقیر میں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس وجہ سے کہ پیچھے **المزفت** کا ذکر بھی ہے اور **المزفت** اور **المقیر** ایک ہی چیز ہے اس سے تکرار لازم آئے گا۔

شبه ثانیه:......بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تردد مقیر اور مزفت میں ہے جبکہ شعبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تردد نقیر اور مقیر میں ہے۔

دونوں شبهات کاجواب:......دونوں شبہوں کا حل یہ ہے کہ شعبہ کو یہاں دو تردد لاحق ہیں (۱)......ایک یہ کہ تین چیزوں کا ذکر کیا یا چار چیزوں کا؟ کہ کبھی تو صرف **دبآء**، **حنتم**، اور **مزفت** کا ذکر کیا اور کبھی ساتھ **نقیر** کا بھی ذکر کر دیا یہ پہلے جملے کا مطلب ہوا **وربماقال النقیر** یہ اس تردد کو زائل کرنے کے لیے کہا ہے ۲۔ دوسرا تردد یہ ہے کہ کبھی

مزفت بولا جیسا کہ روایت الباب سے ہے اور کبھی اسکی جگہ المقیر ذکر کیا۔

(٦٨)
﴿باب الرحلة فی المسئلة النازلة﴾
کوئی مسئلہ جو پیش آیا ہو اس کے لیے سفر کرنا

(۸۸)حدثنا محمدبن مقاتل ابو الحسن قال انا عبداللهقال انا عمربن سعیدبن
ہم سے محمد بن مقاتل ابوحسنؒ نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارکؒ نے خبردی کہا ہم کو عمر بن سعیدؒ بن
ابی حسین قال حدثنی عبدالله بن ابی ملیکة عن عقبة بن الحارث انه
ابوحسین نے خبردی کہا مجھ سے عبداللہ بن ابو ملیکہؒ نے بیان کیا، انھوں نے عقبہ بن حارثؓ سے سنا، انھوں نے
تزوج ابنة لابی اهاب بن عزیز فاتته امرأة فقالت انی قدارضعت عقبة والتی تزوج بها
ابواہاب بن عزیز کی بیٹی (غنیّہ) سے نکاح کیا پھر ایک عورت آئی (اسکا نام معلوم نہیں) کہنے لگی کہ میں نے تو عقبہ اور اسکی دلہن (غنیّہ) کو دودھ پلایا ہے
فقال لها عقبة ماأعلم انک قدارضعتنی ولااخبرتنی فرکب
عقبہؓ نے کہا کہ میں تو نہیں سمجھتا کہ تو نے مجھ کو دودھ پلایا ہو نہ تو نے مجھ سے کبھی بیان کیا پھر عقبہؓ سفر کر کے (اپنے ملک سے)
الی رسول الله ﷺ بالمدینة فسأله فقال رسول الله ﷺ کیف
آنحضرت ﷺ کی طرف مدینہ کو چلے اور آپ ﷺ سے پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا (تو اس عورت سے) کیونکر (صحبت کرے گا)
وقدقیل ففارقها عقبة ونکحت زوجا غیره.
جب ایسی بات کہی گئی (کہ وہ تیری بہن ہے) آخر عقبہ نے اس کو چھوڑ دیا اس نے دوسرے سے نکاح کرلیا

﴿تحقیق وتشریح﴾

سوال: ......بخاری شریف ص ۱۷ پر باب گزرا ہے باب الخروج فی طلب العلم تو اس باب سے تکرار لازم آیا۔

جواب: ......ایک ہے عام علم حاصل کرنے کے لیے عام خروج پہلے باب کے اندر اس کا بیان ہے اس باب کے

---
[۱] انظر: ۲۰۵۲، ۲۶۴۰، ۲۶۵۹، ۲۶۶۰، ۵۱۰۴

اندر کوئی خاص مسئلہ درپیش ہونے کی صورت میں خاص خروج کا بیان ہے لہٰذا تکرار لازم نہ آیا۔اس سے ضرورتِ علم حدیث بھی بیان ہوگئی اور عظمت علم بھی ثابت ہوگئی ہمارے اکابر میں مفتی اصغرحسین صاحب کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ رات کو لیٹے تو یہ آیت ذہن میں آئی ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّامَاسَعٰی[1]﴾ اور یہ کہ ہم تو ایصال ثواب کے قائل ہیں حالانکہ یہ اس آیت کے خلاف ہے تو ڈر گئے کہ اگر اسی رات ہی موت آگئی تو ایک مسئلہ میں شک کرنے والا ہوکر مرجاؤں گا چنانچہ سولہ میل پر گنگوہ پہنچے حضرت گنگوہیؒ بھی تہجد کے لیے وضوء فرمارہے تھے پوچھا تو فرمایا کہ یہاں سعی سے مراد سعی ایمانی ہے۔

کیف وقد قیل:......ای کیف تتزوجها وقدقیل انهااختک: آپ ﷺ نے ایک عورت کی رضاعت کی خبر پر جدائی کرادی۔ آئمہؒ کا اختلاف ہوا ہے امام احمدؒ کے نزدیک ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت ہوجاتی ہے امام مالکؒ کے نزدیک دوعورتوں کی گواہی سے امام شافعیؒ کے نزدیک چارعورتوں کی گواہی سے،امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک مرددوعورتوں کی گواہی سے۔ الحاصل عندالجمہورؒ نصاب شہادت جوجس کے نزدیک ہو قضاء ضروری ہے۔

امام احمدبن حنبلؒ کامستدل:......یہ حدیث امام احمد بن حنبلؒ کا متدل ہے۔

جواب:......یہ ہے کہ یہ حدیث دیانت پرمحمول ہے قضاء پرمحمول نہیں ہے نصاب قضاء کے لیے ضروری ہے[2]

الفرق بین الدیانة والقضاء:......عام طور پر دیانت کی تعریف کرلی جاتی ہے فیمابینه وبین الله اور فیمابینه وبین الناس قضاء ہے یعنی اگر معاملے کی شہرت نہ ہوئی ہو تو دیانت ہے ورنہ قضاء ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ مرافعت الی القاضی سے پہلے دیانت اوراس کے بعد قضاء ہوگی۔اگر ساری دنیا میں مشہور ہوگیا لیکن قاضی کے پاس معاملہ نہیں پہونچا تو دیانت ہے۔

الفرق بین القضاء والفتوی:......

الفرق الاول:......قاضی وہ ہوتا ہے جس کو امیر نے فصلِ خصومات کے لیے مقرر کررکھا ہو اگر امیر مقرر نہ کرے تو وہ مفتی ہوتا ہے۔

الفرق الثانی:......قاضی مقدمہ دائر کرنے پر فیصلہ کرتا ہے اور مفتی بغیر کہے کے بھی فتوی دے سکتا ہے۔

الفرق الثالث:......مفتی کا فتویٰ تقدیرات (برتقدیرصحت واقعہ) کی بناء پر ہوتا ہے اور قاضی کا فیصلہ تحقیق واقعہ پرمحمول ہوتا ہے۔

---

[1] پارہ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۳۹ [2] فیض الباری ج۱ص۱۸۶

الفرق الرابع: ......قضاء کے لئے گواہ کا حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے اور فتوی کے لئے گواہ ضروری نہیں۔

الفرق الخامس: ......قاضی کبھی مفتی بھی ہوسکتا ہے لیکن مفتی کبھی قاضی نہیں ہوسکتا۔

الفرق السادس: ......مسندِ قضاء پر جو فیصلہ ہوگا وہ قضاء۔ اور اس سے باہر وہ فتوی۔ تو حضور ﷺ کو چونکہ دونوں حیثیتیں حاصل تھیں اس لیے آپ ﷺ کبھی دیانتاً فیصلہ فرمادیتے تھے اور کبھی قضاءً اور یہاں پر جو آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا یہ دیانتاً ہے۔

قرینه: ...... اس پر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک عورت کی گواہی بھی طلب نہیں فرمائی لہٰذا یہ قضاء نہیں دیانت ہے۔

(٦٩)
﴿باب التناؤ ب فی العلم﴾
علم حاصل کرنے کے لیے باری باری آنا

(٨٩)حدثنا ابوالیمان قال انا شعیب عن الزهری ح قال
ہم سے ابویمان ؒ نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب ؒ نے خبر دی، انھوں نے زہریؒ سے، دوسری سند: امام بخاری ؒ نے کہا،
وقال ابن وهب انا یونس عن ابن شهاب عن عبیدالله بن عبدالله بن ابی ثور
ابن وہبؒ نے کہا، ہم کو یونسؒ نے خبر دی، انھوں نے ابن شہابؒ سے، انھوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابوثور سے
عن عبدالله بن عباس عن عمرؓ قال کنت انا وجار لی من الانصار فی بنی امیة
انھوں نے عبد اللہ بن عباسؓ سے انھوں نے حضرت عمرؓ سے، انھوں نے کہا، میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی دونوں بنی امیہ
بن زید وهی من عوالی المدینة وکنا نتناؤب النزول
بن زید (کے گاؤں) میں جو مدینہ کی (پورب کی طرف) بلند جگہ میں سے رہا کرتے تھے اور ہم اور وہ دونوں باری باری اترا کرتے
علی رسول الله ﷺ ینزل یوما وانزل یوما. فاذانزلت جئته بخبر ذلک الیوم
آنحضرت ﷺ کے پاس (مدینہ میں)، ایک روز وہ اترتا اور ایک روز میں اترتا جس دن میں اترتا تو اس دن کی ساری خبریں

من الوحی وغیرہ واذا نزل فعل مثل ذلک فنزل صاحبی الانصاری یوم نوبته
وحی وغیرہ جو آپ پر اترتی اس کو بتلادیتا اور جس دن وہ اترتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا ایک دن ایسا ہوا کہ میرا ساتھی انصاری اپنی باری کے دن اترا تھا
فضرب بابی ضربا شدیدافقال اَ ثَمَّ هو؟ففزعت فخرجت اليه فقال قد حدث امر عظيم
اس نے (وہاں سے آکر) میرا دروازہ زور سے کھٹکھٹایا اور کہنے لگا کیا یہاں وہ (عمر) ہیں؟ میں گھبرا کر باہر نکل آیا سو وہ کہنے لگا کہ (آج تو) بڑا سانحہ ہوا
فدخلت على حفصة فاذا هی تبكی فقلت
(آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کوطلاق دے دی) یہ سن کر میں (اپنی بیٹی) حفصہ کے پاس گیا اور وہ رو رہی تھی میں نے کہا
اطلقكن رسول الله ﷺ؟قالت لاادری ثم دخلت على النبی ﷺ
کیا آنحضرت ﷺ نے تم لوگوں کو طلاق دے دی؟ اس نے کہا میں نہیں جانتی، پھر میں آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا
فقلت وانا قائم اطلقت نسآءک؟ قال لا! فقلت الله اكبر
میں نے کھڑے ہی کھڑے (پہلے ہی) عرض کیا کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟ آپ نے فرمایا نہیں تو میں نے کہا اللہ اکبر

﴿تحقیق و تشریح﴾

ترجمۃ الباب کی غرض:...... امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر فرصت نہ ہو یا کوئی عذر مانع ہو تو تحصیل علم میں باری بھی لگا لینی چاہیے باری باری حاصل کریں پھر ایک دوسرے سے تکرار کریں۔

عوالی المدینة:...... مدینہ سے مشرق کی طرف عوالی اور مغرب کی طرف کو سوافل کہتے ہیں اب تو سب اطراف مدینہ ہی ہو گئیں اور پہلے کا سارا مدینہ اب مسجد نبوی میں داخل ہو گیا ہے۔

قدحدث امر عظیم:...... یہاں پر اختصار ہے بعض روایات میں ہے کہ غسان کا بادشاہ حملہ کی تیاریوں میں تھا ہر وقت خطرہ رہتا تھا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا اَجآء الغسانی کیا غسانی آ گئے؟ چونکہ اس وقت یہ شہرت ہو رہی تھی کہ غسانی مدینہ پر چڑھائی کرنے والے ہیں اس لئے حضرت عمرؓ کا ذہن فوراً ادھر گیا انصاریؓ نے جواب دیا کہ اس سے بھی بڑا واقعہ پیش آیا ہے دوسری روایتوں میں ہے کہ آپؓ کو بتلایا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے حضرت عمرؓ نے آ کر حضرت حفصہؓ سے پوچھا وہ رو رہی تھیں کہ کیا آپ ﷺ نے طلاق دیدی ہے؟ حضرت حفصہ

نے کہا کہ طلاق کا تو پتہ نہیں ہے البتہ ناراض ہوگئے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تم کو منع نہیں کیا کرتا تھا کہ آپ ﷺ کو تنگ نہ کیا کرو آخر تم کس بات پر جھگڑتی ہو؟ کیا نفقہ پر؟ آئندہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے کہنا۔ آنحضرت ﷺ سے نہ کہنا پھر حضرت عمرؓ آپ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ بالاخانہ میں تھے (آپ ﷺ نے بالاخانہ میں دوبار سکونت اختیار کی ایک مرتبہ جبکہ آپکے ٹخنے میں چوٹ آئی تھی اور دوسری مرتبہ جب آپ ﷺ نے ناراض ہوکر ایلاءِ لغوی کیا اور وہ یہ ہے کہ مدتِ ایلاء سے کم کی قسم کھائی ہو اور یہ اسی ایلاء کا واقعہ ہے) حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ اجازت مانگی تو اجازت ملی اندر جا کر دیکھا تو جسم پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے تھے اور ایک دو مشکیزے پانی کے لٹکے ہوئے تھے جاتے ہی پوچھا کہ "اطلقت نساء ک" کیا آپ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے؟ فرمایا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اللہ اکبر کہا یا تو تعجباً تھا یا سروراً۔ تعجباً اس لئے کہ انصاری بھائی نے تو اس ناراضگی کی وجہ سے طلاق سمجھ لی تھی اس پر تعجب ہوا یا سرور ا ہو تو اس لیے کہ حفصہؓ بیٹی تھی انکو طلاق پر پریشانی تھی جب معلوم ہوا کہ طلاق نہیں دی تو خوشی ہوئی تو معلوم ہوا کہ خوشی کے وقت نعرہ تکبیر کا نفس جواز ہے البتہ غلو نہ کرنا چاہیے۔

(۷۰)

﴿باب الغضب فی الموعظة والتعلیم اذا رأی مایکره﴾

وعظ کہنے یا پڑھانے میں کوئی بری بات دیکھے تو غصہ کرنا

(۹۰) حدثنا محمد بن کثیر قال اخبرنی سفیان عن ابن ابی خالد عن قیس
ہم سے محمد بن کثیرؒ نے بیان کیا، کہا خبر دی مجھے سفیان (ثوریؒ) نے، انھوں نے (اسماعیل) ابو خالدؒ کے بیٹے سے، انھوں نے قیس
بن ابی حازم عن ابی مسعود الانصاری قال قال رجل یارسول اللہ
بن ابو حازمؒ سے، انھوں نے ابو مسعود انصاریؓ سے، انھوں نے کہا ایک شخص (حزم بن کعب) نے عرض کیا یارسول اللہ
لا اکاد ادرک الصلوٰة مما یطول بنا فلان
مجھے تو (جماعت سے) نماز پڑھنا مشکل ہوگیا ہے فلاں صاحب (معاذ بن جبل) نماز (بہت) لمبی پڑھتے ہیں

۱ انظر: ۲۳۶۸، ۴۹۱۳، ۴۹۱۵، ۵۱۹۱، ۵۲۱۸، ۵۸۴۳، ۷۲۵۶، ۷۲۶۳ فائدہ: وجارلی من الانصار پڑوسی کا نام عتبان بن مالک بن عمرو ہے۔

فمارأیت النبی ﷺ فی موعظة اشدغضبا من یومئذ فقال ایهاالناس انکم

ابومسعودؓ نے کہامیں نے آنحضرت ﷺ کو کبھی وعظ میں اس دن سے زیادہ غصہ میں نہیں دیکھا آپ نے فرمایا اے لوگو! بے شک تم

منفرون فمن صلی بالناس فلیخفف فان فیهم المریض والضعیف وذاالحاجة [1]

نفرت دلانے لگے (دیکھو) جوکوئی نماز پڑھائے وہ ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ ان میں کوئی بیمار ہوتا ہے اور کوئی ناتواں اور کوئی کام والا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(۹۱)حدثنا عبدالله بن محمدقال حدثنا ابوعامر العقدی قال ثناسلیمان بن بلال المدینی

ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمدؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا ابوعامر عقدیؒ نے، کہا ہم سے بیان کیا سلیمان بن بلال مدینیؒ نے

عن ربیعة بن ابی عبدالرحمن عن یزید مولی المنبعث عن زید بن خالدالجهنی

انھوں نے ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰنؒ سے، انھوں نے یزیدؒ سے جومنبعث کے غلام تھے، انھوں نے زید بن خالد جہنی سے

ان النبی ﷺ سأله رجل عن اللقطة فقال اعرف وکاء هااوقال وعاء ها وعفاصها

کہ آنحضرت ﷺ سے ایک شخص (عمیر یا بلال یا جارود) نے پڑی ہوئی چیز کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کے بندھن یا ظرف اور اس کی تھیلی پہچان رکھ

ثم عرفها سنة ثم استمتع بها فان جآء ربها فادها الیه

پھر ایک برس تک لوگوں سے پوچھتا رہ پھر اپنے کام میں لا پھر اگر (ایک سال کے بعد بھی) اس کا مالک آجائے تو اس کو ادا کر

قال فضآلة الابل فغضب حتی احمرت وجنتاه اوقال احمر وجهه فقال

اس نے کہا گم شدہ اونٹ اگر ملے؟ یہ سنکر آپؐ اتنا غصہ ہوئے کہ آپؐ کے دونوں گال سرخ ہوگئے یا آپؐ کا منہ سرخ ہوگیا آپؐ نے فرمایا

مالک ولها معها سقاؤها وحذاؤها ترد الماء وترعی الشجر

تجھے اونٹ سے کیا واسطہ وہ تو اپنی مشک اور اپنا موزہ ساتھ رکھتا ہے وہ خود پانی پر جا کر پانی پی لیتا ہے اور درخت کے پتے چر لیتا ہے

فذرها حتی یلقاها ربها قال فضالة الغنم؟قال لک اولاخیک اوللذئب [1]

اس کو چھوڑ رہنے دے جب تک اس کا مالک آئے اس نے کہا گم شدہ بکری؟ آپؐ نے فرمایا تو تیرا حصہ ہے یا تیرے بھائی (اس کے مالک) کا حصہ ہے یا بھیڑیئے کا

---

[1] انظر: ۷۰۲، ۷۰۴، ۷۱۱، ۷۱۵۹

❁❁❁❁❁❁

(۹۲)حدثنا محمدبن العلاء قال ثنا ابواسامة عن برید عن ابی بردة عن

ہم سے محمد ابن علاءؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہؒ نے بیان کیا، انھوں نے بریدؒ سے، انھوں نے ابو بردہؒ سے، انھوں

ابی موسیٰ قال سئل النبی ﷺ عن اشیاء کرھھافلما اکثرعلیه

نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے، کہا کہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے ایسی باتیں پوچھیں کہ آپ کو برامعلوم ہوا جب بہت زیادہ سوالات کئے

غضب ثم قال للناس سلونی عماشئتم فقال رجل من ابی؟

تو آپ کو غصہ آ گیا آپ نے فرمایا: (اچھا یوں ہی سہی) اب جو چاہو پوچھتے جاؤ! ایک شخص (عبداللہ بن حذافہ) نے پوچھا کہ میرا باپ کون ہے؟

قال ابوک حذافة فقام اٰخر فقال من ابی یارسول اللّٰه ؟قال

فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر دوسرا کھڑا ہوا (سعد بن سالم) کہنے لگا یارسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

ابوک سالم مولیٰ شیبة فلما رأی عمرما فی وجهه قال یارسول اللّٰه

: تیرا باپ سالم ہے شیبہ کا غلام جب حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کے غصہ کو دیکھا تو کہنے لگے ہم یارسول اللہ،

انا نتوب الی اللّٰه عزوجل . [۲]

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔

﴿تحقیق و تشریح﴾

مطابقة الحدیث للترجمة: ......فی قوله ((فی موعظة اشدغضبامن یومئذ))

ترجمةالباب کی غرض: ...... غرض باب میں کئی تقریریں کی گئی ہیں۔

تقریرِ اول: ......عندالبعض قضاء اور تعلیم کا فرق بیان کرنا مقصود ہے آپ ﷺ سے حدیث مروی ہے ((**لایقضی القاضی وھو غضبان**)) [۱] یہاں تک لکھا ہے کہ جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہے اگر وہ ثابت کردے کہ حالتِ غضب میں ہوا ہے تو فیصلہ واپس ہوسکتا ہے تو امام بخاریؒ فرق بیان کرنا چاہتے ہیں کہ تعلیم البتہ حالت غضب میں بھی ہوسکتی ہے۔

---

[۱] انظر: ۲۳۷۲، ۲۴۲۷، ۲۴۲۸، ۲۴۲۹، ۲۴۳۶، ۲۴۳۸، ۵۲۹۲، ۶۱۱۲ [۲] انظر: ۷۲۹۱

تقریرِ ثانی: ...... یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ واعظ یا معلم اگر کوئی ناپسندیدہ حرکت دیکھے تو اس پر غصہ کا اظہار کرسکتا ہے اور ڈانٹ سکتا ہے ۲

تقریرِ ثالث: ...... مقصود ہے کہ پڑھنے والوں کو یا وعظ سننے والوں کو ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے واعظ اور معلم کو غضب ہو۔

تقریر رابع: ...... امام بخاریؒ ایک اصول میں تخصیص کرنا چاہتے ہیں اصول یہ ہے کہ تعلیم وقار، اطمینان اور بشاشت کے ساتھ ہونی چاہیے۔ نہ کہ غصہ کی حالت میں۔ امام بخاریؒ اس باب کو قائم کرکے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ضرورت پیش آئے تو حالتِ غضب میں بھی وعظ اور تعلیم کرسکتے ہیں۔

اشد غضباً: ...... اشکال: ناراضگی اس بات پر ہوئی کہ ایک شخص نے آکر شکایت کی کہ میں جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ امام لمبی نماز پڑھاتا ہے بظاہر علت ومعلول میں ربط معلوم نہیں ہوتا کیونکہ لمبی نماز ہو تو ڈھیلا آدمی بھی شریک ہوسکتا ہے؟

جواب: ...... **لا اکاد اُدرک الصلوٰۃ** کا مطلب یہ ہے کہ میں اتنی لمبی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا تحمل نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہوں۔ کیونکہ میں کام کاج کرنے والا ہوں، کام کرتے کرتے تھک جاتا ہوں اور اتنی طویل قرأت برداشت نہیں ہوتی ۳

یطول بنا فلان: ...... ۱۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت معاذؓ تھے ۲۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ تھے روایات میں دونوں کا ذکر ہے لیکن یہاں کون مراد ہیں اس کے لیے علماء نے ایک ضابطہ لکھا ہے اگر مغرب کی نماز ہو تو حضرت معاذؓ متعین ہیں اور اگر فجر کی نماز ہو تو حضرت ابی بن کعبؓ متعین ہیں اگر نماز متعین نہیں تو پھر کہہ دیجئے کہ یہ بھی متعین نہیں کہ حضرت معاذؓ تھے یا حضرت ابی بن کعبؓ۔

فلیخفف: ...... غیر مقلد کے نماز میں ہلنے کا واقعہ: ...... مظاہر حق شرح مشکوٰۃ کے پرانے چھاپے میں یائے معروف کو یائے مجہول کی صورت میں لکھا ہوا تھا "ہلکی" پڑھے کو یوں لکھا ہوا تھا "ہلکے" پڑھے تو ایک غیر مقلد نے دیکھی اور وہ "ہلکی" کا معنی سمجھا کہ "حرکت کرکے" پڑھے، تو وہ جب بھی نماز کے لئے کھڑا ہوتا تو خوب ہل ہل کر نماز پڑھتا لوگوں نے پوچھا کہ نماز میں اتنے کیوں ہلتے اور حرکت کرتے ہو اس نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے۔ پوچھا کس حدیث میں آیا ہے؟ تو مظاہر حق اٹھا لایا۔

---

۱ عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۰۵ ۲ ایضا ۳ درس بخاری ص ۳۷۹

دوسرا واقعہ:...... ایک غیر مقلد لا صلوۃ الا بحضور القلب کے معنیٰ "کلب" کر کے جب بھی نماز کے لیے کھڑا ہوتا کتا پاس باندھ لیتا کہ حدیث میں آیا ہے کہ کتے کی موجودگی کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو کسی نے کہا، کہاں لکھا ہے؟ اس نے یہی حدیث سنائی اور "قلب" کو "کلب" پڑھا اور ترجمہ "کتا" سمجھ لیا۔

حدثنا عبدالله بن محمد:......عن اللقطہ: گری ہوئی چیز کو جب کوئی اٹھا لے تو اسے لقطہ کہتے ہیں اور اٹھانے سے پہلے سقطہ کہتے ہیں اب جب اٹھالیا تو لقطہ والے احکام لاگو ہو گئے اگر دوبارہ وہیں پھینک دیا تو آپ لقطہ کے احکام سے منحرف ہو گئے۔

مسائل لقطہ:......لقطہ کے متعلق دو مسئلے ہیں ۱۔تعریف ۲۔استمتاع

مسئلہ تعریف:......یعنی لقطہ کی تعریف کرنے اور مشہوری کرنے کا حکم ہے ۱۔اگر قیمتی چیز ہو تو سال بھر مشہوری کرنے کا حکم ہے مسجدوں میں اور چوکوں میں اعلان کرو آجکل کے لحاظ سے اخبار میں دو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی تاجر کا ہو اور وہ عام طور پر سال میں ایک مرتبہ ایک علاقے کا چکر لگاتے ہیں ۲۔اگر کوئی معمولی چیز ہو کھجور وغیرہ جس کو گم پانے والا اس کی تلاش نہیں کرتا تو اس کو استعمال کر لینا چاہیے تعریف ضروری نہیں ۳۔اگر متوسط ہے تو لاقط کا اجتہاد ہے ہفتہ ہو، مہینہ ہو، قیمتی چیز کے لیے آخری مدت سال ہے ۴۔ایک چیز قیمتی ہے مگر ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس وقت تک اعلان کریں جب تک ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو اگر ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو تقسیم کر دیں۔

واقعہ:......امام اعظمؒ کا قصہ مشہور ہے فرماتے ہیں کہ مجھے کسی نے کبھی دھوکہ نہیں دیا مگر ایک بڑھیا نے۔ایک مرتبہ میں جارہا تھا کہ راستے پر چادر پڑی ہوئی تھی اور بڑھیا اشارہ کر رہی تھی میں سمجھا کہ کہہ رہی ہے اُٹھا کر دیدو میں نے اُٹھایا تو اس نے فوراً کہا لقطہ ہے، میں پھنس گیا۔

مسئلہ استمتاع:......امام شافعیؒ کے نزدیک استمتاع جائز ہے لاقط (اٹھانے والا) فقیر ہو یا غنی۔امام اعظمؒ فرماتے ہیں فقیر ہو تو خود استعمال کرے غنی ہو تو کسی فقیر کو دیدے لیکن لُقطہ دونوں صورتوں میں مضمون ہوگا یعنی مالک کے ملنے پر اگر وہ مطالبہ کرتا ہے تو ضمان ادا کرنا ہوگا۔البتہ اگر مالک نہ لینے پر راضی ہو جائے تو فقیر پر تاوان نہیں ہے اور اگر غنی نے تقسیم کر دیا ہو تو اتنا صدقہ کرنے کا دونوں کو ثواب ملے گا اگر راضی نہ ہوا تو صرف لاقط کو ثواب ملے گا۔

وِکَآءٌ:...... وِکآءٌ اس دھاگے یا رسی کو کہتے ہیں جس سے کسی برتن کا منہ باندھا جاتا ہے۔

وکاء:......فی عمدۃ القاری: وکاء بکسر الواو وبالمد ھو الذی تشدبہ رأس الصرۃ والکیس ونحوھما ویقال ھو الخیط الذی یشدبہ الوعاء.

وعاء:......بکسر الواو وھو الظرف ویجوز ضمھا[۱]

---

۱ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۰۹)

عفاصها: ......اس کے بارے میں دوقول ہیں۔(۱) اگر تھیلی کپڑے کی ہے تو عفاص کہیں گے اور اگر دھات کی ہے تو وعاء کہیں گے۔(۲) قال البعض عفآء سے مراد وہ کپڑا ہے جو منہ کے اوپر دے کر اوپر سے دھاگا باندھا جاتا ہے۔

سقآء ها و حذاؤها[1]: ......اپنی مشک اور موزہ ساتھ رکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ اونٹ کے لئے کسی چیز کا خوف نہیں کھانے پینے میں وہ اس کا محتاج نہیں کہ کوئی پہنچائے تو کھاپی سکے ورنہ نہیں بلکہ وہ خود ہی کھاپی سکتا ہے۔ حذاء یعنی اس کے جوتے اس کے ساتھ ہیں یعنی اسے جوتوں کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے پاؤں ہی اسکے جوتے ہیں۔

فائدہ: ......لیکن یہ تغیر احوال کے مسائل میں سے ہے کہ یہ اونٹ لقطہ نہیں ہے کیونکہ آجکل تو کئی اونٹ[2] راتوں رات ہضم ہو جاتے ہیں وہ زمانہ امانت کا تھا۔

للذئب: ...... اشارہ فرمایا کہ ضیاع کا احتمال ہے اس لئے حفاظت کرنی چاہیے۔

فلما اکثر علیه غضب: ......یہ سوالات علم دین کے متعلق نہیں تھے مسائل نہیں تھے اصل میں لوگوں نے کشف کونی کے متعلق غیر متعلقہ سوالات کرنا شروع کر دیے، ایک پوچھتا ہے میرا باپ کون ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ غیر متعلقہ سوالات پر استاذ کو ناراض ہونے کا حق حاصل ہے۔ کشف کونی انبیاء کو بھی ہوتا ہے اور اولیاء کو بھی، مگر دائما نہیں ہوتا اس لئے علم غیب ثابت نہیں ہو سکتا جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ ہے کسی نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب قریب ہی کنویں میں ڈالے گئے تھے تو دیکھا نہیں اور کنعان سے قمیص کی خوشبو سونگھ لی تو فرمایا ہماری مثال تو ایسے ہے کہ بجلی چمکی اُجالا ہوا پھر ختم ہوگئی۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم	۞	گہے بر پشت پائے خود نبینم[3]

کشف کونی کمالات میں سے نہیں ہے البتہ کشف علمی کمالات میں سے ہے ہم سب علمی کمالات سے عاری ہیں دریں خانہ ہمہ آفتاب اند حقیقی علم سے سب عاری ہیں مثلا **الغیبة اشد من الزنا** تو کیا تم اس سے ایسی نفرت کرتے ہو جیسی زنا سے کرتے ہو پھر زنا پر حد ہے اور غیبت پر کچھ نہیں تو اشد کیسے ہوا؟ حاجی امداد اللہ صاحبؒ جن کو اللہ نے حقیقی علم دیا تھا فرمایا زنا باہی گناہ ہے اور غیبت جاہی گناہ ہے، باہی گناہ تو بیماری میں ختم ہو جائیگا اس لیے کہ خواہش نہیں رہتی جبکہ جاہی گناہ جیسے غیبت تو قبر میں ٹانگیں ہوں پھر بھی نہیں جاتا۔

---

[1] سقاؤها: بکسر السین هو اللبن والماء والجمع القلیل السقیة والکثیر اساقی کما ان الرطب للبن خاصة والنحی والقربة للماء :حذاء ها: بکسر الحاء المهملة وبالمدوطیء علیه البعیر من خفه والفرس من حافره والحذاء النعل ایضا [2] فضالة الابل کی تشریح میں درس بخاری میں لکھا ہے گمشدہ اونٹ اگر ملے یہ سن کر آپ ﷺ اتنے غصے ہوئے کہ آپ ﷺ کے دونوں گال (رخسار) سرخ ہو گئے یعنی اگر اونٹ جنگل میں پھرتا ہو اور کوئی پکڑ کر لائے تو؟ اس پر آپ ﷺ کو غصہ آ گیا کیونکہ بے سمجھی کا سوال تھا یہ اس وقت اور اس زمانے کی بات تھی ورنہ آجکل فقہاء کہتے ہیں کہ اس کو بھی پکڑ کر لائے کیونکہ ضیاع کا احتمال قوی ہے۔ [3] گلستان سعدی ص

حب جاہ کی طلب: ...... جاہ کے پیش نظر فارغ رہنے کو ترجیح دی جاتی ہے حالانکہ حدیث شریف میں آتا ہے ((کان رسول اللہ ﷺ فی محنة نفسه)) کیا آپ اپنے کام خود کیا کرتے ہیں؟ آجکل کے مولوی صاحب اپنا کام خود کرنے میں حقارت سمجھتے ہیں اپنا سودا خود اُٹھانے میں عار محسوس کرتے ہیں ہمارے بڑے خدمت خلق کرتے تھے اپنا کام کرنے سے بھی جی کتراناعار محسوس کرنا یہ سرمایہ دارانہ ذہن ہے درویشانہ ذہن نہیں ہے سرمایہ دارانہ ذہن یہ ہے کہ کسی سے اپنا کام کروا رہا ہے دوسرے کا کوئی خیال نہیں کہ وہ کس حال میں ہے اس کا جی چاہ بھی رہا ہے یا نہیں وہ اندر اندر کڑھ رہا ہے مگر یہ کام لئے جارہا ہے مفتی اصغر حسین صاحبؒ سارے بستی والے ضرورت مندوں کا سودا اسلف شہر سے اُٹھا کرلایا کرتے تھے کمر بوجھ اٹھانے کی وجہ سے ٹیڑھی ہو چکی ہوتی۔

(۷۱)

﴿باب من برک علی رکبتیه عندالامام والمحدث﴾

امام یا محدث کے سامنے دوزانو (ادب سے) بیٹھنا

(۹۳) حدثنا ابو الیمان قال اناشعیب عن الزهری قال اخبرنی انس بن مالک
ہم سے ابو یمانؒ نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیبؒ نے خبر دی، انھوں نے زہریؒ سے، کہا مجھ کو انس بن مالکؓ نے خبر دی
ان رسول الله ﷺ خرج فقام عبدالله بن حذافة فقال من ابی؟ قال
کہ آنحضرت ﷺ باہر برآمد ہوئے تو عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہوئے اور پوچھنے لگے میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا
ابوک حذافة ثم اکثران یقول سلونی فبرک عمر علی رکبتیه فقال
تیرا باپ حذافہ ہے پھر بار بار فرمانے لگے پوچھو! آخر حضرت عمرؓ (یہ حال دیکھ کر) دوزانو ہو بیٹھے اور کہنے لگے
رضینا بالله ربا وبالاسلام دینا و بمحمد ﷺ نبیاً ثلثا فسکت
ہم اللہ کے رب ہونے سے اور اسلام کے دین ہونے سے اور حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے سے خوش ہیں تین بار یہ کہا اس وقت آپؐ چپ ہو رہے

﴿تحقیق وتشریح﴾

مطابقة الحدیث للترجمة ظاهرة.

ترجمة الباب کی غرض: ...... اس سے مقصود امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ طالب علموں کو استاد کے سامنے دوزانوں

---

[1] انظر: ۵۴۰، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۶۴۸۶، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵

ہوکر بیٹھنا چاہیے چارزانوں ہوکر بیٹھنا ادب کے خلاف ہے۔

سوال: ......روایت الباب سے توبروک رکبتین عندالامام ثابت ہوا عندالمحدث تو نہ ہوا؟

جوابِ اول: ...... جب عندالامام ثابت ہوگیا توقیاساً عندالمحدث بھی ثابت ہوگیا۔

جوابِ ثانی: ......اسی حدیث سے دونوں اصالتاً ثابت ہیں کیونکہ حضور ﷺ کی شان امام کی بھی ہے اور محدث کی بھی۔

(۴۷)

باب من اعاد الحديث ثلثاليفهم فقال النبي ﷺ الاوقول الزورفمازال يكررها وقال ابن عمرقال النبي ﷺ هل بلغت ثلثا

ایک بات خوب سمجھانے کے لیے تین تین بار کہنا آنحضرت ﷺ نے فرمایا سن لو، اور جھوٹ بولنا اور کئی بار اس کو فرماتے رہے اور ابن عمر نے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے تین بار فرمایا کیا میں نے تم کو (اللہ کا پیغام) پہنچادیا؟

(۹۴)حدثنا عبدة قال ثنا عبدالصمدقا ل ثنا عبدالله بن المثنى قال ثنا ثمامة
ہم سے عبدہؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالصمدؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن مثنیؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے ثمامہؒ
ابن عبدالله بن انس عن انس ؓ عن النبي ﷺ انه كان اذا تكلم بكلمة
ابن عبداللہ بن انسؓ نے بیان کیا، انھوں نے انسؓ سے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ ﷺ جب کوئی بات فرماتے
اعادها ثلثاحتى تفهم عنه واذا اتى على قوم فسلّم عليهم سلّم عليهم ثلثا [۱]
تو تین بار فرماتے تاکہ لوگ ان کو خوب سمجھ لیں اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے ان کو سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

(۹۵)حدثنا مسددقال ثنا ابوعوانة عن ابى بشرعن يوسف بن ماهك عن
ہم سے مسددؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہؒ نے بیان کیا، انھوں نے ابوبشرؒ سے، انھوں نے یوسف بن ماہکؒ
عبدالله بن عمروقال تخلف رسول الله ﷺ فى سفر سافرناه
سے، انھوں نے عبداللہ ابن عمروؓ سے کہ ایک سفر میں جو ہم نے کیا آنحضرت ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے تھے

[۱] انظر: ۹۵، ۶۲۴۴

فادرکنا وقد ارھقنا الصلوٰۃ صلوٰۃ العصر ونحن نتوضأ
پھر آپ ﷺ ہم سے اس وقت ملے جب عصر کی نماز کا وقت آن پہنچا تھا یا تنگ ہو گیا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے
فجعلنا نمسح علی ارجلنا فنادی باعلٰی صوتہ ویل للاعقاب من النار مرتین اوثلثا[1]
اپنے پاؤں پر (ہلکے دھوکر) گویا مسح کر رہے تھے آپ ﷺ نے بلند آواز سے پکارا دوزخ سے ایڑیوں کی خرابی ہونے والی ہے دو بار یا تین بار یوں بھی فرمایا۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض اول:......امام بخاریؒ کا مقصود اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ وہ مسئلہ جس کے سمجھنے کے لیے تکرار کی ضرورت ہو تکرار کر لینا چاہیے۔

غرض ثانی: ......دوسرا یہ کہ ایک حدیث کی توجیہ مقصود ہے حدیث میں ہے ((**اذا تکلم بکلمۃ اعادھاثلثا**)) امام بخاریؒ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ضرورت پر محمول ہے ورنہ تو تکلم ہی ضروری نہیں اشارے سے بھی تعلیم ہو سکتی ہے امام بخاریؒ نے ترجمہ کے اندر لیفھم کی قید لگا کر اس کو سمجھا دیا۔ تکرار کبھی تو مشکل امر سمجھانے کے لیے ہوتا ہے اور کبھی نہ سنا ہو تو سنانے کے لیے ہوتا ہے جیسے **ویل للاعقاب من النار** تین مرتبہ آواز لگوائی اور کبھی بات کی اہمیت کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے **الاوقول الزور** کو آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرایا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے اتنی بار دہرایا کہ ہم کہنے لگے لیتہ سکت.

سلّم علیھم ثلثا:...... **سوال**: ان کلمات سے تو بظاہر تکرار لغو معلوم ہوتا ہے؟

جواب اول:......بیک وقت تین سلام نہیں ہیں بلکہ تین وقتوں پر محمول ہیں ۱۔ ایک سلام استیذان ہے جو عندالدخول ہوتا ہے ۲۔ اس کے بعد سلام تحیہ ہے ۳۔ لوٹتے وقت سلام وداع ہے۔

جواب ثانی:...... مجمع کثیر پر محمول ہے کہ جب کسی مجلس میں جاتے تھے تو شروع میں سلام کرتے پھر درمیان میں پھر انتہاء میں۔

جواب ثالث:......یا تین طرفوں پر محمول ہے ہر طرف ایک سلام۔

---

[1] مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ مرتین اوثلثا: عمدۃ القاری ج۲ ص۱۱۷

جواب رابع: ...... یہ تینوں سلام سلام استیذان ہوتے تھے کہ تین مرتبہ آپ ﷺ فرماتے السلام علیکم أأ دخل اس کے بعد بھی جواب نہ آتا تو لوٹ آتے۔

(۷۳)

﴿باب تعلیم الرجل امته واهله﴾

اپنی لونڈی اور گھر والوں کو (دین کا علم) سکھانا

(۹۶) حدثنا محمدهوابن سلام قال انا المحاربی ناصالح بن حیان قال عامر الشعبی
ہم سے محمد بن سلامؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرحمٰن محاربیؒ نے کہا، ہم سے صالح بن حیانؒ نے کہا، عامر شعبیؒ نے
حدثنی ابوبردة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ ثلاثة لهم
کہا مجھ سے ابو بردہؒ نے بیان کیا، انھوں نے اپنے باپ ابوموسیٰ اشعریؓ سے، کہا آنحضرت ﷺ نے فرمایا تین آدمی ہیں کہ ان کے لئے
اجران من رجل اهل الکتاب اٰمن بنبیه واٰمن بمحمدو العبدالمملوک
دوہرا ثواب ہے ایک تو اہل کتاب (یہود و نصاری) میں سے وہ شخص جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور پھر محمد ﷺ پر ایمان لایا اور دوسرے وہ غلام
اذاادیٰ حق الله وحق موالیه ورجل کانت عنده امة یطأها
جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی تیسرے وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو وہ اس سے صحبت کرتا ہو
فادبها فاحسن تأدیبها وعلمها فاحسن تعلیمها ثم اعتقها فتزوجها فله اجران
پھر اس کو اچھی طرح ادب سکھائے اور اچھی طرح تعلیم کرے اور آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا
ثم قال عامر اعطیناکهابغیرشیء قدکان یرکب فیمادونها الی المدینة[1]
پھر عامر (شعبی) نے (صالح سے) کہا ہم نے یہ حدیث تم کو مفت سنا دی ایک زمانہ وہ تھا کہ لوگ اس سے کم حدیث کے لیے مدینہ تک سوار ہو کر جاتے

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض: ...... اس باب سے مقصود امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ تعلیم کو مردوں کے ساتھ ہی خاص نہیں کرنا چاہیے بلکہ گھر والوں، عورتوں اور باندیوں کو بھی سکھلانا چاہیے۔

---

[1] انظر: ۲۵۴۴، ۲۵۴۷، ۲۵۵۱، ۳۰۱۱، ۳۴۴۶، ۵۰۸۳

فاحسن تادیبھا: ......ان الفاظ سے حدیث الباب کوترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت ہے۔

سوال: ......روایت الباب میں باندی کی تعلیم کا تو ذکر ہے لیکن گھر والوں کی تعلیم کا ذکر نہیں؟

جواب: ......قیاساً علی الامۃ یہ بھی ثابت ہے۔ [1]

دواھم بحثیں

البحث الاول: ......اہل کتاب سے مراد صرف نصرانی ہیں یا یہودی بھی ہیں؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ صرف نصرانی مراد ہیں۔

دلیلِ اول: ......بعض روایتوں میں امن بعیسیٰ کے الفاظ ہیں۔

جواب: ......یہ صرف مثال کے طور پر ہے، احتراز مقصود نہیں ہے۔

دلیلِ ثانی: ......یہودی اس لئے مراد نہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرنے کی وجہ سے وہ امن بنبیہ بھی نہ رہے تو یہ یہود آپ ﷺ پر ایمان لائے لیکن عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے رسول ہیں۔

جواب: ......یہ تخصیص قرآن پاک کے خلاف ہے کیونکہ یہ آیت ﴿اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ﴾ [2] یہ نازل ہی عبداللہ بن سلامؓ کے بارے میں ہوئی جو یہودی تھے۔ تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن پاک کی اس آیتِ مبارکہ میں دونوں مراد ہیں۔

اشکال: ......عقل اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تخصیص ہے جبکہ قرآن پاک کی آیت کہتی ہے کہ عام ہے؟

جواب: ......اس اشکال کا جواب سمجھنے سے پہلے ایک تمہید ضروری ہے۔

تمھید: ......اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو مبعوث فرماتے ہیں تو من وجہ بعثت عامہ ہوتی ہے اور من وجہ بعثت خاصہ ہوتی ہے یعنی توحید و رسالت کے لحاظ سے بعثت عامہ ہوتی ہے لیکن شرائع کے لحاظ سے خاصہ ہوتی ہے۔ من کل الوجوہ بعثت عامہ آپ کی خصوصیت ہے اس لیے نبی کا شرائع کی دعوت دینا اس قوم کو جس کی طرف مبعوث ہوا ہے ان میں سے جنکو پہنچے گی وہ اگر رد کریں گے تو کافر قرار دیئے جائیں گے لیکن جن کو دعوت نہیں پہنچے گی اگرچہ ان کی طرف بھی مبعوث ہیں ان کو اس نبی کا منکر قرار نہیں دیا جائیگا۔

---

[1] عمدۃ القاری ج۲ ص ۱۱۸ [2] پ: ۲۰ س: القصص: ایۃ: ۵۴

اب سمجھ لیجئے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے، پھر عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے کچھ بنی اسرائیلی مدینہ منورہ آ گئے تھے بعد میں عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، لیکن ان کو دعوت نہیں پہنچی لہٰذا یہ منکر نہیں کہلائیں گے، انہوں نے تو رد ہی نہیں کیا اس لیے کہ رد تو دعوت کی فرع ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا ایلچی مدینہ تک نہیں پہنچنے پایا تھا کہ راستہ میں انتقال ہو گیا لہٰذا عبداللہ بن سلام کے پاس دعوت ہی نہیں پہنچی تو وہ عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانے کا مصداق بن گئے[1] لہٰذا وہ یہود جنہوں نے مارنے کا ارادہ کیا وہ ان میں داخل نہیں ہونگے۔

البحث الثانی:......انہی دو عملوں کا دوہرا اجر ہے یا ہر عمل کا دوہرا اجر ہے اگر انہی دو عملوں کا دوہرا اجر ہے؟ تو اس صورت میں ان کی خصوصیت کیا ہوئی؟ کیونکہ ہر ایک کو ان دو عملوں پر دو اجر ملتے ہیں۔

۱۔ بعض نے کہا ہے کہ ہر عمل پر دو اجر ملیں گے ۲۔ انہی کا دوہرا اجر ملے گا یہ مطلب نہیں کہ عمل دو ہیں اس لیے دو اجر ملیں گے اس لیے کہ اعمال دو قسم پر ہوتے ہیں۔ ایک وہ عمل جس میں کوئی مزاحمت نہیں ہوتی، رکاوٹ نہیں ہوتی، اس پر ایک اجر ملتا ہے۔ دوسری قسم وہ اعمال ہیں جو باوجود رکاوٹ کے کئے جائیں، ایسے اعمال پر دوہرا اجر ملتا ہے اور ان تینوں اعمال میں مزاحمت موجود ہے اس لیے کہ اپنے عقیدے کو چھوڑنا آسان بات نہیں ہے مزاحمت موجود ہونے کے باوجود آپ علیہ السلام پر ایمان لاتا ہے تو دوہرا اجر ملے گا جبکہ وہ نبی بھی برحق ہیں لیکن اب ان کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اسی طرح وہ غلام جو مولائے حقیقی اور مولائے مجازی دونوں کی خدمت کرتا ہے تو اس کو بھی دوہرا اجر ہے۔ اسی طرح لونڈی کو بیوی بنانا کوئی پسند نہیں کرتا لیکن یہ تعلیم دے کر آزاد کر کے بیوی بنا کر مساوی حقوق دیتا ہے تو دوہرا اجر ملے گا البتہ فرضی مزاحمت معتبر نہیں کہ آپ کہیں جی دوکان روکتی ہے ہل چلانا روکتا ہے کیونکہ دوکان چلانا اور ہل چلانا شارع سے واجب نہیں ہے۔

بغیر شئی:......معاوضہ لینے کے لیے نہیں بلکہ بے قدری سے بچانے کے لیے کہا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

[1] ممکن ہے عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواری مدینہ طیبہ بھی بھیجے ہوں اور انھوں نے تصدیق کی ہو: درس بخاری ص۳۹۰

مسائل مستنبطہ (۱)فیہ بیان ماکان السلف علیہ من الرحلۃ الی البلدان البعیدۃ فی حدیث واحداومسئلۃ واحدۃ (۲)قال ابن بطال وفیہ اثبات فضل المدینۃ وانہامعدن العلم والیہاکان یرحل فی طلب العلم وتقصدفی اقتباسہ

(۷۴)

﴿باب عظة الامام النسآء وتعليمهن﴾

امام کا عورتوں کو نصیحت کرنا اوران کو (دین کی) باتیں سکھانا

(۹۷)حدثنا سليمان بن حرب قال ثنا شعبة عن ايوب قال سمعت عطاء بن ابی رباح
ہم سے سلیمان بن حربؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہؒ نے بیان کیا، انھوں نے ایوبؒ سے، کہا میں نے عطاء بن ابورباح سے سنا
قال سمعت ابن عباس قال اشهد على النبى ﷺ اوقال عطاء اشهد
کہا میں نے ابن عباسؓ سے سنا، انھوں نے کہا میں آنحضرت ﷺ پر گواہی دیتا ہوں یا عطاءؒ نے کہا میں
على ابن عباسؓ ان النبى ﷺ خرج ومعه بلال فظن انه
ابن عباسؓ پر گواہی دیتا ہوں (راوی کو شک ہے) کہ آنحضرت ﷺ (مردوں کی صف سے) نکلے اور آپ کے ساتھ بلالؓ تھے، آپ کو خیال ہوا کہ
لم يسمع النساء فوعظهن وامرهن بالصدقة فجعلت المرأة تلقى القرط [1] و
عورتوں تک میری آواز نہیں پہنچی پھر آپؐ نے عورتوں کو نصیحت کی اوران کو خیرات کرنے کا حکم دیا کوئی عورت اپنی بالی پھینکنے لگی کوئی
الخاتم وبلال يأخذ فى طرف ثوبه وقال اسماعيل عن ايوب
انگوٹھی اور بلالؓ نے اپنے کپڑے کے کونے میں (یہ خیرات) لینا شروع کی اس حدیث کو اسماعیل بن عتبہؒ نے ایوبؒ سے روایت کیا
عن عطاء قال ابن عباس اشهد على النبى ﷺ [2]
انھوں نے عطاء سے کہ ابن عباسؓ نے یوں کہا کہ میں آنحضرت ﷺ پر گواہی دیتا ہوں (اس میں شک نہیں ہے)

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض: ...... مقصود یہ ہے کہ عورتوں میں تعلیم کا انتظام ہونا چاہیے کیونکہ یہ بہت ضروری ہے۔

اشھد: ...... یہ لفظ تاکید اور وثوق کے لیے ہے ورنہ روایت کے لیے ضروری نہیں ہے۔

وقال اسماعیل: ......اشهد على النبى ﷺ:......یعنی پہلی روایت میں شک تھا کہ کس کا مقولہ ہے اور یہاں (تعلیق میں) جزم ہے۔

---

[1] بضم القاف وسكون الراء مايعلق فى شحمة الاذن وقال ابن دريد كل مافى شحمة الاذن فهوقرط سواء كان من ذهب اوغيره [2] انظر: ۸۶۳، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۵۵، ۹۷۷، ۹۷۹، ۹۸۹، ۱۴۳۱، ۱۴۴۹، ۴۸۹۵، ۵۲۴۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۳، ۷۳۲۵ اخرجه مسلم ايضا فى الصلوة عن ابى بكر بن ابى شيبة والنسائى فى الصلوة وفى العلم

(۹۸) حدثنا عبدالعزیزبن عبدالله قال حدثني سلیمان عن عمروبن ابي عمرو

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہؒ نے بیان کیا، کہا مجھ سے سلیمانؒ نے بیان کیا، انھوں نے عمرو بن ابوعمروؒ سے انھوں نے

عن سعیدبن ابی سعیدالمقبری عن ابی هریرة انه قال قیل یارسول

سعید بن ابوسعید مقبریؒ سے انھوں نے ابوہریرہؓ سے انھوں نے فرمایا کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ!

الله من اسعدالناس بشفاعتک یوم القیامة قال رسول الله ﷺ لقد ظننت

قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا البتہ میں جانتا تھا

یااباهریرة ان لایسألني عن هذالحدیث احد اول منک لمارأیت من حرصک علی الحدیث

اے ابوہریرہ کہ تجھ سے پہلے کوئی یہ بات مجھ سے نہیں پوچھے گا کیونکہ میں دیکھتا ہوں تجھے حدیث سننے کی کیسی حرص ہے (اب سن لے)

اسعدالناس بشفاعتي یوم القیامة من قال لااله الاالله خالصا من قلبه او نفسه [۱]

سب سے زیادہ میری شفاعت کا نصیب ہونا اس شخص کے لیے ہوگا جس نے اپنے دل سے یا اپنے جی کے خلوص کے ساتھ لا اله الا الله کہا ہو۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

مطابقة الحدیث للترجمة في قوله ((لمارأیت من حرصک علی الحدیث))

ترجمة الباب کی غرض:...... حدیث کا علم حاصل کرنے کے لیے آدمی کو حریص ہونا چاہیے کیونکہ کون سے علوم میں علم حدیث سب سے افضل ہے اور انتہائی مہتم بالشان ہے۔

قیل یارسول الله:......سوال: کہنے والے جب حضرت ابوھریرہؓ ہیں اور حدیث بھی وہی بیان کررہے ہیں تو قیل کی بجائے قلت کہنا چاہیے تھا؟

[۱] انظر: ۶۵۷۰

جوابِ اول: ......بعض نسخوں میں قُلتُ ہے راوی کو یہاں استحضار نہ ہوا تو قیل کہہ دیا۔
جوابِ ثانی: ......تو اضعاً چھپا رہے ہیں، لیکن کہاں چھپی رہتی ہے؟
ظننت یااباھریرۃ: ......حضور ﷺ نے فرمایا میں جانتا تھا کہ تجھ سے پہلے کوئی بات مجھ سے نہیں پوچھے گا اس سے معلوم ہوا کہ استاد کو ایسے سوالات پر جو کہ علمی اور نافع ہوں خوش ہونا چاہیے البتہ بے فائدہ نہ ہوں جیسے پہلے گزرا کہ آپ ﷺ نے آخر غصہ میں فرمایا سلونی۔
خالصامن قلبہ: ......جس میں نفاق، شرک اور گناہوں کی ملاوٹ نہ ہو۔
اسعدالناس: ......اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی شفاعت سے کلمہ پڑھنے والوں اور نہ پڑھنے والوں دونوں کو نفع پہنچے گا۔
سوال: ......وہ نفع کیا ہے؟
جوابِ اول: ......شفاعت دو قسم پر ہے ۱۔شفاعتِ کبریٰ حساب کتاب شروع کروانے کے لیے، اسکا نفع مسلم غیر مسلم سب کو پہنچے گا۔ ۲۔شفاعتِ صغریٰ یہ صرف **لا الہ الا اللہ** کہنے والوں کے لئے ہے۔
جوابِ ثانی: ......شفاعت دو قسم پر ہے ۱۔**شفاعت منجیة من النار** ۲۔**شفاعة مخففة للعذاب** پہلی مسلمانوں کے لئے اور دوسری غیر مسلمانوں کے لئے۔

یہ ساری تقریر اس وقت ہے کہ اسعدُ میں تفضیل کے معنی باقی رکھے جائیں اور کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ تفضیل کے معنی سے خالی کر لیا جاتا ہے تو پھر **اسعد** بمعنی **سعید** ہوگا اب کفار کے لئے فائدہ ثابت نہیں ہوگا۔
اسعدبمعنی سعیدپر اعتراضات: ......دوسری تفسیر کی بناء پر اس حدیث پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں
اعتراض اول: ......اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کلمہ گو کے لیے شفاعت ہے جبکہ ایک دوسری حدیث **((شفاعتی لاھل الکبائر من امتی))**[1] اس میں تخصیص ہے۔حدیث الباب میں تعمیم ہے تو تعارض ہوا۔
جواب: ......شفاعت دو قسم پر ہے ایک دوزخ سے نکالنے والی یہ تو صرف اہل کبائر کے لئے ہے اور دوسری قسم شفاعت درجات کو بلند کرنے والی یہ اہل جنت کے لئے ہے تو حدیثِ باب کے اندر شفاعت کی ایک قسم کا بیان ہے اور حدیث مذکور فی الاعتراض میں شفاعت کی دوسری قسم کا بیان ہے۔
اعتراضِ ثانی: ......بخاری شریف میں ایک اور روایت ہے کہ انبیاء وصلحاء کی شفاعت کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ تین قبضے جہنم سے خود نکالیں گے اور فرمائیں گے کہ ان کو میں خود ہی جانتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو آپکی شفاعت نہیں

---

[1] ترمذی شریف ج۲ ص۷۰

پہنچے گی اور یہ کلمہ گو ہیں تو حدیثِ باب کے معارض ہوئی۔

جواب:......علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ شفاعت کی کئی انواع ہیں اور تمام انواع ثابت ہیں۔

۱۔شفاعت منفردہ:...... یہ شفاعت صرف آپ ﷺ کو حاصل ہوگی۔

۲۔شفاعت بالشرکۃ:......یعنی سارے ملکرانبیاء وصلحاء جو کریں گے وہ بھی آپ ﷺ کو حاصل ہوگی۔

۳۔شفاعت اجمالی:...... کہ جس نے بھی کلمہ پڑھا ہے اس کو نکال دے یہ بھی آپ ﷺ کو حاصل ہوگی۔

۴۔شفاعت تفصیلی:...... خود جاکر نکالیں گے تو کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو شفاعۃ سے منتفع نہ ہو جو قبضہ رحمٰن سے نکالے جائیں گے وہ بھی آپکی شفاعت ہی سے نکالے جائیں گے یہ شفاعت کی کل چار قسمیں ہوگئیں

شفاعت کی اور اقسام:......شفاعت کی تین قسمیں یہ ہیں۔

۱۔شفاعۃ بالجاہ:......یعنی اپنے مرتبہ اور رعب کی وجہ سے کسی سے کوئی چیز منوالینا۔

۲۔شفاعۃ بالقربۃ:......رشتہ داری کی وجہ سے کسی سے کوئی چیز منوالینا۔

۳۔شفاعۃ بالإذن:......(اجازت سے سفارش کرنا)

ان تینوں قسموں میں سے پہلی دونوں منتفی ہیں اس لئے کہ نہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا رعب ہے اور نہ ہی اللہ سے کسی کی رشتہ داری ہے اور تیسری قسم **شفاعۃ بالاذن** ثابت ہے قرآن پاک میں ہے **من یشفع عندہ الا باذنہ.**

(۷۶)
﴿باب کیف یقبض العلم﴾[1]
علم کیونکر اٹھ جائے گا

وکتب عمربن عبدالعزیزالی ابی بکربن حزم انظرماکان من حدیث رسول اللہ ﷺ
اور عمرابن عبدالعزیز (خلیفہ) نے ابوبکرابن حزمؒ (مدینہ کے قاضی) کو لکھا: دیکھو! جو آنحضرت ﷺ کی حدیثیں تم کو ملیں
فاکتبہ فانی خفت دروس العلم وذھاب العلماء ولا یقبل الاحدیث النبی ﷺ
اان کو لکھ لو میں ڈرتا ہوں (کہیں دین کا) علم مٹ نہ جائے اور عالم چل بسیں اور (یہ خیال رکھو) وہی حدیث ماننا جو آنحضرت ﷺ کی حدیث ہو
ولیفشواالعلم ولیجلسواحتی یعلم من لایعلم فان العلم لایھلک حتی یکون سراً
(نہ اور کسی کا قول یا فعل) اور عالموں کو علم پھیلانا چاہیے تعلیم کے لیے بیٹھنا چاہیے کہ جس کو علم نہیں وہ علم حاصل کرلے اس لیے کہ علم جہاں پوشیدہ رہا بس مٹ گیا

[1] امام بخاریؒ نے کیف سے تیس باب شروع فرمائے ہیں بیس جلد اول میں اور دس جلد ثانی میں اور یہ دوسرا ہے۔ تقریر بخاری کتاب العلم ص ۳۳

(۹۹) حدثنا العلاء بن عبدالجبار حدثنا عبدلعزیز بن مسلم عن عبدالله بن دینار

ہم سے علاء بن عبدالجبارؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن مسلمؒ نے بیان کیا، انھوں نے عبداللہ بن دینار سے

بذلک یعنی حدیث عمربن عبدالعزیز الی قوله ذهاب العلماء .

انھوں نے عمر بن عبدالعزیز کا یہ قول بیان کیا یہاں تک ''اور عالم چل بسیں''

﴿تحقیق و تشریح﴾

علم کے خاتمے کے اسباب: ...... علم کے ختم ہوجانے کے لیے تین اسباب ہیں
(۱)...... عدم تدریس (۲)...... قبض العلماء (۳)...... اللہ تعالی اپنا غضب نازل کر کے تمام اسبابِ رحمت اُٹھالیں گے کہ سینوں سے علم اور کتابوں سے نقوش مٹادیں گے۔

ترجمۃالباب کی غرض: ...... امام بخاریؒ نے اس باب کے اندر علم کے ختم ہوجانے کے دُو طریقوں کو بیان کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ مقصود امام بخاریؒ کا ابن ماجہ والی روایت جس کے اندر تیسرے طریقے کا ذکر ہے اس کو ضعیف قرار دینا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان دو طریقوں کو بیان کرنا مقصود ہے اس کی نفی نہیں کر رہے۔ اور تطبیق گزرچکی ہے کہ تقدم وتأخر کا فرق ہے ابن ماجہ کی روایت والی نشانی قربِ قیامت کی ہے۔

الی ابی بکربن حزم[۱]: ...... ان کی وفات ۱۲۰ھ کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عمر ابن عبدالعزیزؒ نے احادیث رسول اللہ جمع کرنے کا حکم پہلے ابوبکر بن حزمؒ کو دیا۔

سوال: ...... آپ نے پہلے پڑھا ہے کہ پہلے ابن شہاب زہریؒ کو حکم دیا تو **فماذاحله؟**

جواب: ...... اسکا یہ ہے کہ دونوں کو حکم دیا تھا لیکن ابن شہاب زہریؒ کامیاب ہوئے اس لئے ان کو اول مدون کہتے ہیں تو بھائی (تلامذہ کو بھائی سے تعبیر فرمایا) ان علوم کو باقی رکھنا ہے تو پڑھنا پڑھانا پڑے گا سارے دینی شعبوں کی بنیاد تعلیم وتعلم پر ہے علم باقی نہیں رہے گا تو لوگ کیسے دین پر چلیں گے؟

قصه: ...... ہم سراجی پڑھتے تھے تو خیال آتا تھا کہ اب اس کو پڑھنے کا کیا فائدہ یہ مسائل کہاں چلیں گے انگریز کے دور میں بیٹے کو میراث ملتی تھی بیٹی کو نہیں ملتی تھی استاذوں نے ہمیں بتایا کہ پڑھاتے رہو تو کوئی اللہ کا بندہ آئے گا اس کو نافذ کرے گا چنانچہ پاکستان بنا تو احکام نافذ ہوئے اب اگر ان کو چھوڑ دیتے اور ان کو بھول جاتے تو کیسے نافذ ہوتے؟

ایک مولوی صاحب کاقصه: ...... ایک ہمارے مولوی صاحب تھے ان کو پڑھنے پڑھانے کا شوق

[۱] عمر بن عبدالعزیزؒ نے والی مدینہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ کو ۹۹ھ میں خط لکھا کہ آنحضرت ﷺ کی جس قدر احادیث ملیں ان سب کو لکھوالو: درس بخاری ۳۹۹

تھا ایک صاحب نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب اب ڈھیلے استنجاء والوں کے ساتھ نہ ہو جانا یعنی سیاست میں حصہ لینا ڈھیلے استنجاء کے مسئلے نہ پڑھنے پڑھانے شروع کر دینا پتہ ہے سب سے پہلے یہ تحقیر کس نے کی؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہودیوں نے کہا تھا **قد علمکم نبیکم** صلی اللہ علیہ وسلم **کل شئی حتی الخراءۃ قال فقال اجل لقد نہانا ان نستقبل القبلۃ لغائط او بول او ان نستنجی بالیمین او ان نستنجی باقل من ثلثۃ احجار او ان نستنجی برجیع او بعظم** [1] جس کو انہوں نے تحقیر کی چیز سمجھا تھا اسکو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فخر کی چیز بنا دیا کہ ہاں ہم کو یہ بھی نہیں آتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ بھی سکھلایا کہتے ہیں اب دنیا ترقی کر گئی ہے، سائنس ترقی کر چکی ہے، اب پرانی باتیں چھوڑ دو، ہم کہتے ہیں کہ اب سائنس نے ترقی کر لی ہے تو اب پھر انسان کی فطرت کیا بدل گئی؟ پہلے منہ سے کھاتے تھے دُبر سے پیشاب کرتے تھے اب کیا تم نے منہ سے پیشاب کرنا شروع کر دیا؟ اور دُبر سے کھانا شروع کر دیا ہے؟ جب تک یہ فطرت باقی ہے اس کے مسائل بھی چلیں گے، جب تم منہ سے ہگنا اور دُبر سے کھانا شروع کر دو گے تو ہم بھی ان مسائل کو چھوڑ دیں گے۔

عصری تعلیم والے کا قصہ:...... افغانستان کا ایک جوان روس میں پڑھ کر آیا آ کر باپ سے کہا کہ میری شادی بہن سے کر دو باپ نے کہا اچھا کرتے ہیں اندر گیا کلاشنکوف اُٹھالایا اور گولی ماردی کہ بہن سے تیری شادی کرتا ہوں۔

فانی خفت دروس العلم:...... یہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا مقولہ ہے۔

حدثنا العلاء ...... الی قولہ ذہاب العلماء:...... اس سے معلوم ہوا کہ علماء کے قبض کرنے سے علم ختم ہو جائے گا۔

(۱۰۰) حدثنا اسمٰعیل بن ابی اویس قال حدثنی مالک عن ہشام بن عروۃ
ہم سے اسماعیل بن ابو اویسؒ نے بیان کیا، کہا مجھ سے (امام) مالکؒ نے بیان کیا، انھوں نے ہشام بن عروہ سے
عن ابیہ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان
انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے، کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے بے شک
اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء
تحقیق اللہ (دین کا) علم بندوں سے چھین کر نہیں اٹھائے گا اور لیکن عالموں کو اٹھا کر علم کو اٹھالے گا
حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رء وسا جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم
جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے ان سے مسئلہ پوچھیں گے وہ بے علم فتوی دیں گے

[1] مسلم شریف ج اص ۱۳۰ دینی تعلیم پر عصری تعلیم کو ترجیح دینے والے اور عصری تعلیم کے ذریعہ ترقی کا خواب دیکھنے والے جوان بھی اس انجام تک پہنچتے ہیں۔ مرتب

فضلوا واضلو. (انظر:۷۳۰۷:اخرجه مسلم و ابن ماجه و النسائی و الترمذی [۱]

آپ بھی گمراہ ہوں گے اور (دوسروں کو بھی) گمراہ کریں گے

قال الفربری ناعباس قال ثناقتیبة قال حدثنا جریر عن هشام نحوه.

فربری نے کہا ہم سے عباسؒ نے بیان کیا کہا ہم سے قتیبہ نے کہا، ہم سے جریر نے بیان کیا انھوں نے ہشام سے مانند اس کے

﴿تحقیق و تشریح﴾

حدثنا اسماعیل: ......اس روایت سے امام بخاریؒ ابن ماجہؒ کی اس روایت کی نفی کر رہے ہیں کہ جس میں ہے کہ "علم سینوں سے چھین لیا جائیگا" اور امام بخاریؒ یہ حدیث لاکر بتانا چاہتے ہیں کہ ذہاب العلم بقبض العلماء ہوگا جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے ان سے مسائل پوچھیں گے، پھر لوگ اٹکل سے فتوے دینے شروع کردیں گے گمراہ ہونگے اور گمراہ کریں گے چنانچہ آج ایسا ہی ہو رہا ہے آج جو اسمبلی میں چلا جاتا ہے مفتی بن جاتا ہے کہ قادیانی اور مسلمان میں کوئی فرق نہیں ہم کیسے کافر کہہ دیں جبکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہہ رہا ہے۔

قال الفربری: ......فربر بخارا کے نزدیک ایک بستی کا نام ہے ناسخین بخاری میں سے ہیں یہ نسخہ جو آپ کے سامنے ہے یہ انہی کا ہے۔ قال الفربری کہنے سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید ناسخ کوئی اور ہے لیکن ایسا نہیں ہے فربری یہ بتلا رہے ہیں کہ یہ روایت جس طرح مجھے امام بخاریؒ کے واسطے سے پہنچی ہے اسی طرح اور واسطے سے بھی پہنچی ہے مقصود امام بخاریؒ والی روایت کی توثیق ہے۔

(۷۷)

﴿باب هل یجعل للنسآء یوم علیٰ حدة فی العلم﴾

کیا امام عورتوں کی تعلیم کے لیے کوئی علیحدہ دن مقرر کر سکتا ہے؟

(۱۰۱) حدثنا آدم قال ثنا شعبة قال حدثنی ابن الاصبهانی قال سمعت

ہم سے بیان کیا آدمؒ نے، کہا ہم سے شعبہؒ نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبدالرحمٰن ابن عبداللہ اصبہانیؒ نے کہا سنا میں نے

اباصالح ذکوان یحدث عن ابی سعید الخدریؓ قال قال النسآء للنبی ﷺ

ابوصالح ذکوان سے، وہ ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے تھے عورتوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا

---

[۱] عمدۃ القاری ص ج ۲ ص ۱۳۱

غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوما من نفسک
آپ ﷺ پر ہم سے مرد غالب آ گئے تو آپ ﷺ اپنی طرف سے (خاص) ہمارے لیے ایک دن مقرر کر دیجئے
فوعدھن یوما لقیھن فیہ فوعظھن وامرھن فکان فیما قال لھن
آپ نے ان سے ایک دن ملنے کا وعدہ فرمایا اس دن کو نصیحت کی اور شرع کے احکام بتائے ان باتوں میں جو آپ نے فرمائیں یہ بھی تھی
مامنکن امرأۃ تقدم ثلثۃ من ولدھا الاکان لھا حجابا من النار
کہ جو عورت اپنے تین بچے آگے بھیجے تو وہ (آخرت میں) اس کے لئے دوزخ سے آڑ بن جائیں گے
فقالت امرأۃ واثنین فقال واثنین .(انظر: ۱۲۴۹، ۷۳۱۰)
ایک عورت نے عرض کیا اگر دو بھیجے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اور دو بھی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(۱۰۲) حدثنی محمد بن بشار قال ثنا غندر قال ثنا شعبۃ عن عبدالرحمٰن بن
مجھ سے محمد بن بشارؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے غندرؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہؒ نے بیان کیا، انھوں نے عبدالرحمٰن بن
الاصبھانی عن ذکوان عن ابی سعیدؓ عن النبی ﷺ بھذا
اصبہانی سے، انھوں نے ذکوانؒ سے، انھوں نے ابو سعیدؓ سے، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے یہی حدیث
وعن عبدالرحمن بن الاصبھانی قال سمعت اباحازم عن ابی ھریرۃ
اور شعبہ نے اس کو روایت کیا عبدالرحمٰن بن اصبہانی سے انھوں نے کہا میں نے سنا ابو حازم سے انھوں نے ابو ہریرہؓ سے اس
قال ثلثۃ لم یبلغوا الحنث.
روایت میں یوں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "تین بچے جو جوان نہ ہوئے ہوں"

﴿تحقیق وتشریح﴾

مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاھرۃ

ترجمۃ الباب کی غرض: ...... امام بخاریؒ یہاں سے عورتوں کے لئے تعلیم کا جواز ثابت فرما رہے ہیں کہ تعلیم کی اتنی اہمیت ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی وقت متعین کرنا چاہیے اور اکٹھا بھی وعظ ہو سکتا ہے لیکن مفاسد سے بچانا چاہیے کیونکہ عورتوں میں مفاسد زیادہ ہوتے ہیں زیادہ بہتر طریقہ یہی ہے کہ مرد سن کر جائیں اور اپنی گھر والیوں کو جا کر سنائیں۔

سوال: ...... جب حدیث میں عورتوں کے لیے دن مقرر کرنے کی تصریح ہے تو پھر ھل سے کیوں ذکر کیا؟

جواب: ...... حضرت شیخؒ نے جواب دیا کہ اس لئے ذکر کیا کہ مراد واضح نہیں اگرچہ حدیث میں دن مقرر کرنے کی تصریح ہے مگر یہ عورتوں کا باہر نکل کر جمع ہونا ایسا نازک معاملہ ہے کہ اس میں ذرا سوچ سمجھ کر کام لینا چاہیے۔

واثنین: ...... یہ عطفِ تلقینی[۱] کے طور پر ہے،اور عطفِ تلقینی یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کے کلام پر عطف کر دیا جائے

ثلثة من ولدها: ...... آگے آنے والی روایت میں لم یبلغوا الحنث کی قید بھی ہے چنانچہ ۱۔بعض نے کہا بالغ فوت ہو تو غم زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس کا بھی یہی حکم ہے ۲۔اور بعض حضرات نے بالغ نابالغ کا فرق کیا ہے اور اسکی دو وجہیں بتلاتے ہیں۔

الوجه الاول: ...... نابالغ کے ساتھ قلبی لگاؤ زیادہ ہوتا ہے۔

الوجه الثانی: ...... بالغ کی فوتگی سے حاصل شدہ صدمے سے بالغ کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اس لیے یہ ایک بدلے کی صورت بن جاتی ہے۔

حدثنی محمدبن بشار: ...... اس روایت کو لانے کے دو فائدے ہیں ۱۔پہلی روایت میں جو ابن الاصبہانی تھا اسکو متعین کر دیا کہ عبدالرحمن بن الاصبہانی مراد ہیں ۲۔دوسرا فائدہ یہ ہے کہ لم یبلغوا الحنث کی قید لگا کر نابالغین کو متعین کر دیا۔

(۷۸)

﴿باب من سمع شیئا فلم یفهمه فراجعه حتی یعرفه﴾

کوئی شخص ایک بات سنے اور نہ سمجھے تو دوبارہ پوچھے یہاں تک کہ اس کو سمجھ لے

(۱۰۳) حدثناسعیدبن ابی مریم قال انا نافع بن عمر قال حدثنی ابن ابی ملیکة

ہم سے سعیدؒ بن ابو مریم نے بیان کیا، کہا ہم کو نافعؒ نے خبر دی، کہا مجھ سے ابن ابی ملیکہؒ نے بیان کیا،

ان عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت لاتسمع شیئا لاتعرفه الا راجعت فیه حتی تعرفه

انھوں نے نبیؐ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ سے،انکی عادت تھی جس بات کو سنتیں اور نہ سمجھتیں تو خوب سمجھنے تک اس کو دوبارہ پوچھتیں اور (ایسا ہوا کہ

وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من حوسب عذب قالت عائشة فقلت

(ایک بار) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) جس شخص سے حساب لیا جائے گا وہ عذاب میں پڑے گا تو حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے عرض کیا

[۱] عمدۃ القاری ص ج ۲ ص ۱۳۱

اولیس یقول اللہ عزوجل فسوف یحاسب حساباً یسیراً. قالت فقال انماذلک
اللہ تعالیٰ تو (سورۂ انشقت میں) فرماتا ہے اس کا حساب آسانی سے لیا جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا (یہ حساب نہیں ہے) اس سے مراد تو
العرض ولکن من نوقش الحساب یھلک۔ (انظر: ۴۹۳۹، ۶۵۳۶، ۶۵۳۷ اخرجہ مسلم والنساء فی التفسیر)
اعمال کا بتلا دینا ہے لیکن جس سے کھینچ تان کر حساب لیا جائے گا وہ تباہ ہوگا۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

مطابقۃالحدیث للترجمۃ فی قولہ((لاتسمع شیئالاتعرفہ الا راجعت فیہ حتی تعرفہ))

توجمۃالباب کی غرض:...... امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ حصول علم میں حیا نہیں کرنی چاہیے جو سمجھ میں نہ آئے پوچھ لینا چاہیے اس خیال سے نہیں رکنا چاہیے کہ لوگ کہیں گے کہ دیکھو اتنی آسان بات اس کو نہیں آتی۔ سوال للفہم ہو تو جائز ہے لیکن ادب ملحوظ رہے بعض اوقات سوال کرنے کے اور چار منشاء ہوتے ہیں ان کی بناء پر سوال ناجائز ہے۔

۱. **ظہورِ علم:**...... اپنا عالم ہونا بتانا مقصود ہوتا ہے۔

۲. **ملالِ استاذ:**...... استاد کو ملال میں ڈالنا۔

۳. **تضیع وقت:**...... کچھ سوال کرلو استاد صاحب اگلا باب نہ شروع کر دیں۔ یہ تضیعِ اوقات ہے۔

۴. **امتحانِ استاد:**...... حاشیہ وغیرہ میں کوئی بات دیکھ لی ہوتی ہے مگر امتحانِ استاد کے لیے پوچھتے ہیں۔

واقعہ:...... مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کا واقعہ لکھا ہے کہ ان کو ھدایہ کا ایک مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا رشید احمد گنگوہیؒ صاحب کے پاس سمجھنے کے لیے تشریف لے گئے ایک مرتبہ سمجھایا پوچھا سمجھ میں آیا! انہوں نے عرض کیا نہیں، تیسری مرتبہ کے بعد حضرت گنگوہیؒ کے چہرے پر خفگی کے آثار نمودار ہوئے واپسی پر مسئلے کو سوچتے آرہے تھے کہ راستے میں ایک ندی تھی اس کو پار نہیں کیا تھا کہ مسئلہ سمجھ میں آ گیا تو پتہ چلا کہ کوئی بات اگر سمجھ میں نہیں آتی اور ادب میں پوچھی اور نہ سمجھ آنے پر ادباً خاموشی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ اسے استاد کا علم عطا فرماتے ہیں۔

حدثنا سعیدبن ابی مریم ...... لاتعرفہ الا راجعت فیہ: معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ سے کثرتِ محبت کی وجہ کے جہاں اور اسباب ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ تحقیق اور تحصیل علم کا بہت شوق تھا تو یہ بھی محبت کی بڑی وجہ ہے۔ صرف اساتذہ کی خوشی کی وجہ سے ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

محنت سے پڑھنے کاایک واقعہ:...... ہمارے ساتھ ایک ساتھی پڑھتے تھے ان کا نام بھی محمد صدیق تھا ہم دونوں اول آنے کے لیے چھپ کر محنت کرتے تھے کبھی وہ اول اور کبھی میں، جب وہ عالم فاضل ہو کر چلا گیا میں نے اس کو خط لکھا اس نے جواب دیا کہ جس صدیق کو تم خط لکھ رہے ہو وہ مر چکا ہے، اب تو کوئی

اور صدیق ہے جو کاروبار میں الجھا ہوا ہے اور چونکہ وہ حضرت رائے پوریؒ کے خاندان سے تھا اس لئے جواب میں لکھا کہ خدا کی شان ہے کہ گنوار کے بچے کو دین پڑھانے پر لگا دیا اور عالم کے بچے کو کاروبار میں لگا دیا۔

فائدہ:...... یہ جو حضرت عائشہؓ سے کثرتِ محبت کی وجہ بیان کی ہے یہ بات میرے ذہن میں ابھی آئی ہے اس سے پہلے میں نے نہ سنی نہ کہیں پڑھی۔ اس لئے کہتے ہیں کہ طلبہ کی وجہ سے علم حاصل ہوتا ہے۔

شرح جامی پڑھانے والے استاذسے ایک سوال:...... شرح جامی پڑھتے ہوئے ایک مرتبہ میں نے استادؒ [۱] سے ایک سوال کیا جس پر استادؒ نے فرمایا کہ تمہارا اشکال یہاں بنتا تو ہے اور میں اٹکل سے تو جواب دے سکتا ہوں لیکن کسی محشی اور شارح نے یہ سوال نہیں اُٹھایا اس لیے میں اس کو کہیں نہ کہیں تلاش کروں گا مل گیا تو بتلا دوں گا اور اُستادِ محترم نے میرے سوال پر بُرا محسوس نہیں فرمایا بلکہ اور اساتذہ کے سامنے میرے اس سوال کی تعریف کی۔

فقلت اَوَلَیْسَ یقول اللہ عزوجل ﴿فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَاباً یَّسِیْراً﴾[۲]:...... گویا کہ حضرت عائشہؓ نے معارضہ کے طور پر آیت کو پیش کیا اور آپ ﷺ جواب دینے کے لیے متوجہ ہوئے۔ تو اس سے دو اصول سمجھ میں آئے۔

اصولِ اول:...... عام اور خاص دونوں قطعی ہوتے ہیں کیونکہ اگر ایک ظنی ہوتو فرما دیتے قطعی اور ظنی کا کوئی تعارض نہیں لہٰذا جواب دینے کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

اصول ثانی:...... دوسرا یہ کہ قرآن وحدیث میں بظاہر ایسا تعارض ہو جاتا ہے کہ استاد کی ضرورت پڑتی ہے تو جنہوں نے بغیر اُستاذ کے خود مطالعہ کئے انہوں نے معارضات ڈالے۔

جواب المعارضہ:...... جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اجمالی حساب ہے اور ایک تفصیلی۔

انماذلک العرض:...... اس سے معلوم ہوا کہ عرض تفصیل کو نہیں چاہتا اس میں اجمال ہوتا ہے تو جب آدم علیہ السلام کی باری آئی تو فرمایا ﴿عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ﴾[۳] اور جب فرشتوں کی باری آئی تو فرمایا ﴿عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلآئِکَۃِ﴾ تو فرشتوں کو اجمالی علم دیا گیا استعداد کم ہونے کی وجہ سے اور آدم علیہ السلام کو تفصیلی علم دیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعرات اور پیر کو آپ ﷺ پر جو اعمال نامے پیش کیے جاتے ہیں اس سے آپ کا تفصیلی طور پر جاننا لازم نہیں آتا کیونکہ تعرض کے الفاظ ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے جو معارضہ کیا ہم اس کا جواب دے رہے ہیں۔

جواب:...... حدیث میں تفصیلی حساب سے مراد ہے اور آیت میں اجمالی حساب کا بیان ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے **انما ذلک العرض**۔

---

[۱] مولانا مشتاق احمد نور اللہ مرقدہ مراد ہیں جالندھر میں ان سے شرح جامی پڑھی پاکستان بنتے وقت ہندو مسلم فسادات میں شہید ہو گئے۔ [۲] حضرت عائشہؓ کا یہ حال تھا جب کوئی بات حضور ﷺ ارشاد فرماتے اور اچھی طرح ان کو سمجھ میں نہ آتی تو فوراً سوال کرتیں چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا **حوسب عذب** تو فوراً سوال کیا کہ قرآن مجید میں ہے **فسوف یحاسب حسابا یسیرا** تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب دیا **ذلک العرض** یعنی حدیث میں جس حساب کا ذکر ہے وہ اور ہے اور آیت میں جس حساب کا ذکر ہے وہ اور ہے۔ آیت میں جس حساب کا ذکر ہے وہ درحقیقت عرض ہے ایک حساب تو یہ ہے کہ اسے پیش کر دیا جائے اس وقت کھود اور کرید اور کاوش نہیں ہوتی اور ایک مطالبہ اور مناقشہ ہے کہ کیوں ہے؟ یہ کیسا ہے؟ تو یہ حساب سخت ہے یعنی جس کی کھود کرید کی گئی اور جانچ کی گئی وہ ہلاک ہونے والا ہے: درس بخاری ص۴۰۳ [۳] پارہ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۳۱

نوقش:......نو قش، مناقشہ سے لیا گیا ہے مناقشہ کہتے ہیں اخراج الشئی بالمنقاش، منقاش کہتے ہیں موچنا۔ یہ مُو بمعنی بال ہے اور چنا بمعنی چننے والا تو مناقشہ کہتے ہیں باریک باتوں کو نکالنا اور درایات کو پکڑنا۔

(۷۹)

باب لیبلغ العلم الشاھد الغائب قالہ ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جو شخص سامنے موجود ہو وہ علم کی بات اس کو پہنچا دے جو غائب ہو،
اس کو ابن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا

(۱۰۴) حدثنا عبداللہ بن یوسف قال حدثنا اللیث قال حدثنی سعید ھو ابن

ہم سے عبداللہ بن یوسف تینسیؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا مجھ سے سعید جو ابو سعید کے بیٹے ہیں انہوں نے بیان

ابی سعید عن ابی شریح انہ قال لعمرو بن سعید وھو یبعث البعوث الی مکۃ

کیا انھوں نے ابو شریح سے (جو صحابی تھے) یہ کہ انھوں نے عمرو ابن سعید سے کہا (جو یزید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا) وہ مکہ پر فوجیں بھیج رہا تھا

ائذن لی ایھا الامیر احدثک قولا قام بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغد من یوم الفتح

اے امیر! مجھ کو اجازت دے میں تجھ کو ایک حدیث سناؤں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے روز ارشاد فرمائی

سمعتہ اذنای ووعاہ قلبی وابصرتہ عینای حین تکلم بہ

میرے کانوں نے اس کو سنا اور دل نے اسے یاد رکھا اور میری دونوں آنکھوں نے ان کو دیکھا جب آپ نے یہ حدیث سنائی

حمداللہ واثنٰی علیہ ثم قال ان مکۃ حرمھا اللہ ولم یحرمھا الناس

آپ نے اللہ کی تعریف کی اور خوبی بیان کی، پھر فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرام کیا ہے لوگوں نے حرام نہیں کیا (اس کا ادب بحکم الٰہی ہے)

فلا یحل لامرء یؤمن باللہ والیوم الآخر ان یسفک بھا دما ولا یعضد بھا شجرۃ

تو جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن (قیامت) پر ایمان رکھتا ہو اس کو وہاں خون بہانا درست نہیں اور نہیں کاٹا جائے گا اس میں کوئی درخت

فان احد ترخص لقتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھا فقولوا ان اللہ قد

اگر (میرے بعد) کوئی ایسا کرنے کی یہ دلیل لے کہ اللہ کے رسول وہاں لڑے تھے تو تم یہ کہو کہ اللہ نے تو (فتح مکہ کے دن)

اذن لرسوله ولم يأذن لكم وانما اذن لى فيها ساعة من نهار
اپنے رسول کو (خاص) اجازت دی تھی تم کو اجازت نہیں دی اور مجھ کو بھی صرف ایک گھڑی دن کے لیے اجازت دی تھی
ثم عادت حرمتهااليوم كحرمتهابالامس وليبلغ الشاهد الغائب
پھر اس کی حرمت آج ویسے ہی ہوگئی جیسے کل تھی، اور جو شخص یہاں حاضر ہو وہ اس کی خبر اس کو کردے جو غائب ہے
فقيل لابى شريح ماقال عمرو قال انا اعلم منك ياابا شريح
لوگوں نے ابوشریح سے پوچھا عمرو نے ان کا کیا جواب دیا؟ ابوشریح نے کہا عمرو نے یہ جواب دیا کہ میں تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہوں
لاتعيذ عاصيا ولافارا بدم ولافارا بخربة. (انظر: ۱۸۳۲، ۴۲۹۵ اخرجه مسلم فى الحج عن قتيبة والترمذى فى الحج والنسائى فى الحج)
مکہ گنہگاروں کو پناہ نہیں دیتا اور نہ اس کو جو خون یا چوری کر کے بھاگے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(۱۰۵) حدثنا عبدالله بن عبدالوهاب قال ثنا حماد عن ايوب عن محمدعن
ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد نے بیان کیا انھوں نے محمد بن سیرین سے انھوں نے ابوبکرہ سے
ابى بكرة ذكر النبى صلى الله عليه وسلم قال فان دمائكم واموالكم .قال محمدواحسبه قال
انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کہ آپ نے فرمایا تمہارے خون اور تمہارے مال۔ اور محمد (بن سیرین) نے کہا میں سمجھتا ہوں یہ بھی کہا
واعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذافى شهركم هذا الا
اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسی اس دن (یوم النحر) کی حرمت ہے اس مہینہ میں، سن رکھو
ليبلغ الشاهد منكم الغائب وكان محمديقول صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم
جو شخص حاضر ہے وہ غائب کو پہنچادے محمد (بن سیرین) کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا، فرمانا سچ ہوا جو لوگ اس وقت حاضر تھے انھوں نے
كان ذلك الاهل بلغت مرتين.
جو غائب تھے ان کو یہ حدیث پہنچادی (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) سن رکھو میں نے یہ حکم تم کو پہنچادیا، دو بار فرمایا۔

﴿تحقیق و تشریح﴾

مطابقة الحديث للترجمة فى قوله ((وليبلغ الشاهدالغائب))

☆جوحاضر ہے غائب تک علم کو پہنچائے تو ثابت ہوا کہ جو حاضر ہیں وہ پڑھیں اور جو غائب ہیں آنے والے ہیں انکو پڑھائیں اسی طریقے سے علم باقی رہے گا کیونکہ غائب تو قیامت تک ہیں مطابقت واضح ہے۔

قاله ابن عباسؓ: ......هذاتعليق ولكنه اسنده في كتاب الحج في باب الخطبة ايام مِنىٰ عن علي بن يحيىٰ الخ.

عمرو بن سعید: ......بعض نے تابعی کہا ہے اور بعض نے کہا نہ صحابی ہیں نہ تابعی ۳۔بعض کہتے ہیں کہ تابعی دوقسم پر ہیں ۱۔تابعین باحسان ۲۔تابعین بغیر احسان یہ دوسری قسم سے ہیں تو اس قصہ بیان کرنے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام بخاریؒ اس کی توثیق کر رہے ہیں۔

سمعته اذنای : ......تثبیت مقصود ہے، ورنہ ہر کوئی اپنے کانوں سے سنتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ میں نے اچھی طرح محفوظ کیا ہے۔

البتہ متنبی کے مذہب میں ایسا ہے۔

مَا الخل الا من اود بقلبه	۞	و اریٰ بطرف لا یری بسوآئه

ساعة: ...... ساعت سے مراد قلیل وقت ہے اور من نهار بیان ہے اور صبح سے لے کر عصر تک تقریباً ایک دن ہی ہے مزدور صبح سے لیکر عصر تک کام کرتا ہے اس کو دیہاڑی کہتے ہیں۔

من نهار : ......مسندِ احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر سے لے کر عصر تک کی اجازت تھی۔

انا اعلم منک: ......مستهجانه ، متکبرانہ طریق اختیار کیا اسی وجہ سے کہتے ہیں یخاف علیه الکفر۔[1]

لا تعیذعاصیاً : ......**مسئله قصاص في الحرم.**

......اس میں امام صاحبؒ اور جمہورؒ کا اختلاف ہے امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔

(۱)......اگر کوئی جنایت کر کے حرم میں پناہ لے لے تو حرم میں اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ باہر نکلنے پر مجبور کیا جائے گا۔

(۲)......لیکن اگر وہ اتنی طاقت پکڑ جائے کہ مجبور کرنے سے باہر نہ نکلے تو پھر حرم میں ہی قصاص لے لیا جائے گا۔

(۳)......اگر قتل حرم ہی میں کیا ہے تو حرم ہی کے اندر اس صورت میں قصاص لیا جا سکتا ہے

(۴)......اگر اطراف (ہاتھ ،کان ،ناک وغیرہ) میں جنایت کر کے حرم میں داخل ہوا ہے تو بھی حرم میں قصاص لیا جا سکتا ہے یہ مالی جنایت کے حکم میں ہے۔

[1] میں زیادہ جانتا ہوں حالانکہ وہ جھوٹا ہے وہ کیا جانتا ہے؟ یہ صحابی ہیں اور وہ تابعی ہے یہ صرف ٹالنے کے لیے کہا۔صحابی نے بالکل صحیح سمجھا تھا اس نے ان کی بات کاٹنی چاہی :درس بخاری ص ۴۰۵

مذہب جمہور: ......امام صاحبؒ کا اختلاف جمہورؒ کے ساتھ اِن چار صورتوں میں سے صرف پہلی صورت کے اندر ہے۔ جمہورؒ مطلقاً حرم میں قصاص کے قائل ہیں۔

جمہور کی دلیل: ...... عمرو بن سعید کا قول ہے ((ان مکة لاتعیذ عاصیا ولا فاراً بدمٍ))

جواب: ......باغی و عاصی کون ہے؟ کیا ابن زبیر؟ ہرگز نہیں ابن زبیر عاصی نہیں بلکہ تم خود عاصی ہو کہ فسق و فجور کے باوجود تم نے لوگوں کی گردنوں میں اپنی حکومت کا قلادہ ڈالا [1]

دلائلِ ابی حنیفہؒ:......

اول: ...... ابوشریحؓ [2] (صحابی) کی حدیث احناف کے موافق ہے۔ کیونکہ ابوشریحؓ اس کو جائز نہیں سمجھ رہے منع کر رہے ہیں [2]

ثانی: ......﴿وَمَنْ دَخَلَه' كَانَ اٰمِناً﴾ [3]

حدثنا عبداللہ عن محمد بن ابی بکرة: ......یہاں بظاہر انقطاع معلوم ہوتا ہے لیکن انقطاع نہیں ہے اصل میں عبارت یوں ہے عن محمد عن ابن ابی بکرة عن ابی بکرة یہاں عبارت چھوٹ گئی ہے اصل سندوں میں اتصال ہے۔

فکان محمد یقول صدق رسول اللہ ﷺ: ......یہ جملہ معترضہ ہے محمد بن سیرین حدیث کے درمیان جملہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سچ فرمایا جیسے فرمایا تھا ایسے ہی ہو گیا کہ شاہد سے غائب تک پہنچا دیا یعنی میں نے جو پہنچا دیا۔

تفسیر ثانی: ......حضور ﷺ کے پہنچانے کی طرف اشارہ ہے۔

(۸۰)

﴿باب اثم من کذب علی النبی ﷺ﴾

یہ باب ہے اس شخص کے گناہ کے بیان میں جو نبی ﷺ پر جھوٹ بولے

(۱۰۶) حدثنا علی بن الجعد قال انا شعبة قال اخبرنی منصور قال سمعت ربعی بن حراش

ہم سے علی بن جعدؒ نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہؒ نے خبر دی، کہا مجھ کو منصور بن معتمرؒ نے خبر دی کہا میں نے ربعی بن حراش سے سنا

یقول سمعت علیا یقول قال النبی ﷺ لاتکذبوا علی فانه من

وہ کہتے تھے میں نے حضرت علیؓ سے سنا، کہتے تھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا (دیکھو) مجھ پر جھوٹ نہ باندھو کیونکہ جو شخص مجھ پر

کذب علی فلیلج النار

جھوٹ باندھے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔

[1] درس بخاری ص۴۰۵ [2] ابوشریح بضم الشین المعجمة وفتح الراء وبالحاء المهملة قیل اسمه خویلد قال ابوعمرو قیل اسمه عمرو بن خالد وقیل کعب بن عمر : وقال والاصح عند اهل الحدیث اسمه خویلد بن عمرو بن صخر :اسلم قبل فتح مکة روی له عن رسول اللہ ﷺ عشرون حدیثا قال الواقدی و کان ابوشریح من عقلاء اهل المدینة توفی سنة ثمان وستین :عمدة القاری ج۲ ص۱۳۹ [3] پاره ۴ سورة آل عمران آیة ۹۷

(۱۰۷)حدثنا ابو الولید قال ثنا شعبة عن جامع بن شداد عن عامر بن عبداللہ

ہم سے ابو ولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انھوں نے جامع بن شداد سے انھوں نے عامر بن عبداللہ

ابن الزبیر عن ابیہ قال قلت للزبیر انی لااسمعک تحدث عن رسول اللہ ﷺ

ابن زبیر سے انھوں نے اپنے باپ (عبداللہ بن زبیرؓ) سے کہا میں نے زبیر سے کہ میں تم کو آنحضرت ﷺ کی حدیثیں بیان کرتے نہیں سنتا

کما یحدث فلان وفلان قال امااني لم افارقه

فلاں فلاں شخصوں کی طرح، انھوں نے کہا میں آنحضرت ﷺ سے جدا نہیں رہا (کہ آپ کی حدیثیں میں نے نہ سنی ہوں)

ولکن سمعته یقول من کذب علی فلیتبوأ مقعده من النار.

لیکن میں نے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے جو کوئی مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(۱۰۸)حدثنا ابو معمر قال ثنا عبدالوارث عن عبدالعزیز قا ل انس انه

ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، انھوں نے عبدالعزیز سے، کہ انس نے کہا

لیمنعنی ان احدثکم حدیثا کثیرا ان النبی ﷺ قال من تعمد علی کذبا

البتہ روکتا ہے مجھے کہ بیان کروں میں تمھیں بہت زیادہ حدیثیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کوئی جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے

فلیتبوأ مقعده من النار.

وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(۱۰۹)حدثنا المکی بن ابراھیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمة ھو ابن الاکوع

ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابو عبید نے، انھوں نے سلمہ بن اکوع سے انھوں نے کہا میں

قال سمعت النبی ﷺ یقول من یقل علی مالم اقل فلیتبوأ مقعده من النار.

نے سنا نبی ﷺ سے، فرماتے تھے جو کوئی مجھ پر وہ بات لگائے جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(۱۱۰)حدثنا موسیٰ قال ثنا ابوعوانة عن ابی حصین عن ابی صالح عن

ہم سے موسیٰ ابن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، انھوں نے ابوحصین سے، انھوں نے ابوصالح سے،

ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تسموا بأسمي ولا تکنوا بکنیتي

انھوں نے ابوہریرہؓ سے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نام پر نام رکھو (محمد اور احمد) اور میری کنیت (ابوالقاسم) پر کنیت نہ رکھو

ومن رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لایتمثل فی صورتی

اور (یہ سمجھ لو) جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے بلاشبہ مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا

ومن کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار. (انظر: ۶۱۸۸،۳۵۳۹، ۶۹۹۳)

اور جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃ الباب کی غرض سوال وجواب کی شکل میں سمجھ لیجئے۔

سوال:......اس ترجمہ کی کتاب العلم سے کیا مناسبت ہے؟

جواب:......امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ تعلیم صحیح دینی چاہیے کذب شامل نہیں کرنا چاہیے یعنی علم صحیح کی ترغیب دینے کے لیے باب باندھا ہے۔

حکم کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: محدثینؒ

مجتهدینؒ کامذهب:...... جھوٹی حدیث بیان کرنا حرام ہے۔ اس کے بارے میں جو احادیث ہیں وہ انتہائی قوی اور صحیح ہیں یہاں تک کہ بعض نے ان کو متواتر کہا ہے

صوفیاءؒ کامذهب:...... بعض جاہل صوفیاء حضرات اس کے قائل ہیں کہ ترغیب وترہیب کے لیے جھوٹی حدیث وضع کرنا جائز ہے۔

دلیل:......کیونکہ یہ کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے بلکہ کذب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے لیکن صوفیاء محققین کہتے ہیں کہ حرام ہے اس لئے کہ کذب للنبی بھی کذب علی النبی ہے کیونکہ جھوٹ کو نبی کی طرف منسوب کیا اور یہ کسی حال میں درست نہیں

محدثین کے درجات ومراتب:......

(۱)......احادیث بیان کرنے کے لحاظ سے سب سے پہلا درجہ محدثین کا ہے۔

(۲)......احادیث بیان کرنے کے لحاظ سے دوسرا درجہ فقہاء کا ہے۔

(۳)......تیسرے درجے میں قدماء اہل لغت ہیں جن کو غریب الحدیث سے لگاؤ رہا ہے جیسے امام ابوعبید مگر اسے بھی

بے کھٹکے بیان نہیں کرسکتے جیسا کہ محدثینؒ کی تحقیق کو بغیر کھٹکے بیان کرسکتے ہیں [1]

(۴):...... چوتھا درجہ صوفیاء کا ہے لیکن ان پر حسنِ ظن غالب ہوتا ہے۔

فلیلج النار: ...... صیغۂ امر، خبر کے معنی میں ہے۔

حدثنا المکی بن ابراھیمؒ: ...... محشیؒ اس روایت کے متعلق بین السطور لکھتا ہے **ھذا اول الثلاثیات** [2]

ثلاثیات: ...... ان حدیثوں کو کہتے ہیں جن میں امام بخاریؒ اور حضور ﷺ کے درمیان تین واسطے ہوں امام بخاریؒ کی اس کتاب (بخاری شریف) میں ۲۲ ثلاثیات ہیں۔

امام اعظمؒ کی ثنائیات: ...... اگر بخاریؒ کی ثلاثیات کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ **اصح الصحاح** ہیں تو امام اعظمؒ کی حدیثوں کے بارے میں یہ کیوں نہیں کہتے؟ اس لئے اگر بعد والا کوئی کہہ بھی دے **لانعرفه**، حدیثٌ غریبٌ تو اس سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے استدلال پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر امام بخاریؒ کی ۲۲ ثلاثیات میں سے بیس (۲۰) حنفی اساتذہ کی ہیں تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاریؒ حنفیہ کے خلاف ہیں یا حنفیہ کو ثقہ نہیں سمجھتے تھے اس حدیث کے راوی مکی بن ابراہیمؒ بھی حنفی تھے۔

تسموا باسمی ولاتکنوا بکنیتی: ...... کنیت: اب اور ابن کی طرف منسوب کریں تو کنیت کہلاتی ہے۔

شانِ نزول کی تعریف: ...... آیت کے نازل ہونے کا سبب ہو یا کوئی واقعہ ہو تو اس کو شان نزول کہتے ہیں

شانِ ورود کی تعریف: ...... حدیث سنانے کا کوئی سبب یا واقعہ ہو تو اسکو شانِ ورود کہتے ہیں۔

حدیث کا شانِ ورود: ...... آپ ﷺ ایک مرتبہ جارہے تھے تو کسی شخص نے کہا **یااباقاسم!** آپ ﷺ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا آپکو نہیں بلایا تھا اس پر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

اختلاف: ......۱: بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے نام پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنا بھی مطلقاً منع ہے۔

۲: بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے زمانے میں جب التباس کا ڈر تھا اس وقت منع تھا اب جائز ہے اکثر محدثین کا یہی مذہب ہے بہت سارے محدثین وصحابہ کرامؓ کا نام بھی محمد تھا بعض حضرات فرشتوں کے ناموں کے رکھنے سے بھی منع کرتے ہیں، حضرت عمرؓ بھی منع کرتے تھے تو یہ ادب کے درجے میں ہے نہ کہ مسئلے کے درجے میں تو اب اس کے جواز پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھا جائے۔

من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لایتمثل فی صورتی [3]: ...... کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا اس کو درمیان میں لاکر آپ ﷺ یہ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی جھوٹا خواب آپ ﷺ کی رؤیت کے بارے میں بیان نہ کرے نیز اگر کسی نے واقعی دیکھا ہے تو اس نے مجھے ہی دیکھا ہے۔

---

[1] درس بخاری ص ۴۰۶ [2] بخاری شریف ج ۱ ص ۲۱ بین السطور [3] اس حدیث کی تشریح علامہ عینیؒ نے محقق اور مدلل انداز میں عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ص ۱۵۴ تا ۱۵۶ پر تحریر فرمائی ہے۔ علم کی گہرائیوں تک رسائی حاصل کرنے والے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اشکال: ......حدیث کے اس جملے میں شرط و جزاء متحد ہے؟

جواب: ......اس جملے میں مختلف روایات ہیں ۱۔ایک تو یہی ہے ۲۔وفی روایة فسیرانی فی الیقظة ۳۔وفی ورایة فکانما رانی فی الیقظة ۴۔وفی روایة من رانی فقدرای الحق[۱] اعتراض صرف روایت الباب میں ہے تو جواب یہ ہے کہ رانی، رؤیتِ صادقہ سے کنایہ ہے یا رؤیت حقہ سے۔

من رانی فی المنام فقدرانی میں چندابحاث

البحث الاول: ......اس جملے کے معنی کو ثابت کرنے کے لیے تین تقریریں کی گئیں ہیں۔

تقریرِ اول: ......جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے مستقبل میں دیکھ لے گا تو رؤیت سے مراد رؤیت مستقبلہ ہے اور مستقبل سے مراد فی الآخرة ہے۔

سوال: ......خواب دیکھنے والے کی کیا خصوصیت ہے اللہ تعالی ہر مسلمان کو یہ نعمت عطاء کریں گے؟

جواب: ......رؤیت خصوصی اور محبت خصوصی مراد ہے۔

تقریرِ ثانی: ......رؤیت مستقبلہ ہی مراد ہے لیکن فی الدنیا لیکن یہ مطلب حضور ﷺ کے زمانے کے ساتھ ہی خاص ہوگا کہ جو خواب میں مجھے دیکھ لے گا تو فی الیقظہ بھی دیکھ لے گا یعنی ایمان لے آئے گا، صحبت نصیب ہوگی۔

تقریرِ ثالث: ......یعنی اس کا خواب سچا ہے کہ اس نے مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

البحث الثانی: ......پھر جو خواب میں آپ ﷺ کو دیکھتا ہے وہ رؤیت صادقہ تو ہے لیکن رؤیت کیسی ہے؟ ۱۔بعض نے کہا ہے کہ رؤیت عینی ہے پردے چھٹ جاتے ہیں ۲۔بعض رؤیت مثالی کے قائل ہیں ۳۔اور بعض رؤیتِ خیالی کے قائل ہیں کہ اس کے خیال میں متصور ہو کر آتے ہیں۔

البحث الثالث: ......محدثینؒ نے اس میں بحث کی ہے کہ جس طرح آپ ﷺ عالم دنیا میں تھے اسی کیفیت میں اگر دیکھا تو رؤیت صادقہ ہے یا مطلقاً کہ جیسے بھی دیکھا ہے رؤیت صادقہ ہے ۱۔بعض حضرات اول کے قائل ہیں چنانچہ محمد بن سیرینؒ جو کہ تعبیر رؤیا کے بڑے امام گزرے ہیں ان کو بتلایا جاتا اگر وہ پڑھے ہوئے حلیہ مبارک کے مطابق ہوتا تو فرماتے کہ رؤیت حقہ ہے ورنہ نہیں۔ [۲]

قریب زمانے میں شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ رفیع الدینؒ کا اختلاف تھا، شاہ رفیع الدینؒ محمد بن سیرینؒ کے موافق تھے کہ ٹھیک اپنی زنی (حالت) پر ہونا چاہئے ۲۔اور شاہ عبدالعزیزؒ اس کے مخالف مذہب رکھتے تھے کہ رؤیت عام ہے کسی بھی حالت میں ہو حضور ﷺ ہی ہوں گے۔ اور جمہور علماءِ دیوبند کا بھی یہی مسلک ہے دل میں اگر یہی ہے کہ آپ ﷺ ہیں

---

[۱] عمدة القاری ج ۲ ص ۱۵۴ [۲] درس بخاری ص ۴۱۱

اور ہیتِ منکرہ دیکھی تو یہی کہا جائیگا کہ یہ رؤیتِ صادقہ ہے البتہ ہیتِ منکرہ میں دیکھنا اپنی غلطی ہے یا رائی کی رؤیت کی کمزوری اور کمی ہے ۔مولانا عبدالعلیؒ (حضرت نانوتویؒ کے شاگرد) نے خواب میں دیکھا کہ میں غازی آباد اسٹیشن پر ہوں اور حضور ﷺ کو دیکھا کہ تشریف لا رہے ہیں اور کوٹ پتلون پہنے ہوئے ہیں یہ گھبرائے کیونکہ معبرین نے لکھا ہے کہ رائی کے نقصان پر دال ہے گھبرا کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو لکھا، حضرت مولانا کو تعبیر کا خاص ملکہ تھا جواب مین لکھا کہ یہ ایک اور چیز کی طرف اشارہ ہے، یہ دکھلایا گیا ہے کہ آج کل دین پر نصاریٰ کا غلبہ ہے، دین حضور ﷺ کی ذات ہے اور لباس نصاری کا ہے [1]

البحث الرابع: ......اگر کوئی آپ ﷺ کو خواب میں دیکھے اور آپ ﷺ اسے کچھ ارشاد فرمائیں تو کیا وہ حجت ہے یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ جو آپ ﷺ نے خواب میں ارشاد فرمایا اگر وہ بیداری میں فرمائے ہوئے کے موافق ہو تو حجت ہوگا اور یہ تائید ہوگی ورنہ اصل حجت تو وہی ہے جو آپ ﷺ حالتِ بیداری میں فرما چکے ہیں اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو خلاف ہو تو حجت نہیں ہے اسی سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اس عدمِ حجیت کی چند وجوہ ہیں۔

الوجه الاول: ......محدثینؒ نے فرمایا کہ مغفل کی روایت معتبر نہیں ہے جب مغفل کی روایت معتبر نہیں ہے تو نائم کی کیسے معتبر ہوگی؟

الوجه الثاني: ......اس کی تو ضمانت ہے کہ شیطان آپکی صورت نہیں بنا سکتا لیکن اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ تلبیس بھی نہیں کرسکتا ایک شخص کو حضور ﷺ کی زیارت ہوئی تو فرمایا **اشرب الخمر** شیخ علی متقی صاحب کنز العمال کے پاس مدینہ منورہ میں جب اس کو پیش کیا گیا تو فرمایا کہ حضور ﷺ نے تو اسے فرمایا تھا **لاتشرب الخمر** لیکن شیطان نے تلبیس کردی [2]

الوجه الثالث: ......نیز بیداری کی رؤیت، رؤیتِ قویہ ہے دیکھنے والا صحابی ہوجاتا ہے اور نیند کی حالت کی رؤیت اس درجہ میں نہیں ہے اسی لئے صحابی بھی نہیں ہوتا۔

الوجه الرابع: ......آپ ﷺ کی رؤیت فی المنام ایک بشارتِ رحمانی ہے یہ کوئی شریعت بیان کرنے کی جگہ نہیں ہے۔

البحث الخامس: ......بیداری میں آپ ﷺ کو کوئی دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ ۱۔محدثین اور ابن تیمیہؒ اس کے منکر ہیں ۲۔صوفیاء اور اولیاء حضرات اس کے قائل ہیں [3] حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ ممکن ہے، اور انکار جہل ہے حضرتؒ نے لکھا ہے علامہ سیوطیؒ نے فرمایا کہ میں نے ۲۲ مرتبہ حالتِ بیداری میں آپ ﷺ کی زیارت کی ہے۔عبدالوہاب شعرانی کے بارے میں ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے بخاری حالتِ بیداری میں آپ ﷺ سے پڑھی ہے۔

---

[1] درس بخاری ص ۴۱۰ [2] ایضا [3] روح المعانی میں علامہ آلوسیؒ نے اس پر بہت عمدہ بحث کی ہے کہ رؤیت یقظہ میں بھی ہوسکتی ہے: درس بخاری ص ۴۱۲

فائدہ اولیٰ:......رؤیت کی دوقسمیں ہیں ایک رؤیتِ عینی دوم رؤیت منامی۔ رؤیتِ منامی کے دواسباب ہوتے ہیں۔
سببِ اول:......بشارتِ محبتِ الٰہی اور بشارت فضلِ الٰہی ہوتی ہے یہ اعلیٰ درجہ ہے۔
سبب ثانی:......تحدیثِ نفس: کہ کثرت سے آپ ﷺ کا ذکر کیا، درود شریف پڑھا تو جس کا تذکرہ بیداری میں ہوتا ہے وہ خواب میں بھی آجاتا ہے یہ بھی نوع بشارت ہے۔
سبب ثالث:...... مطلق خواب کا ایک تیسرا سبب ضغطہ شیطانی بھی ہوتا ہے
فائدہ ثانیہ:......کبھی کثرتِ تصور کی وجہ سے حالتِ بیداری کے اندر صورتِ خیالیہ بھی ہوجاتی ہے۔ اس کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ حدیث میں فی المنام کی قید ہے ((من رانی فی المنام))

(۸۱)
﴿باب کتابة العلم﴾
علم کی باتیں لکھنا

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃ الباب کی غرض:......امام بخاریؒ اس باب میں علم کی اہمیت بتلاتے ہیں کہ اتنا اہم ہے کہ بھول جانے کا خوف ہوتو لکھ لینا چاہیے لان الکتابة وسیلة الحفظ اگر علم سے مراد خاص علم حدیث ہے تو غرض الباب ایک اختلافی مسئلہ میں جمہور کی تائید ہوگی کیونکہ بعض حضرات کتابتِ حدیث کے جواز کے قائل نہیں ہیں جبکہ جمہور قائل ہیں تو اس سے جمہور کی تائید ہوگی چنانچہ محدثین کتابت کرتے ہیں۔

(۱۱۱) حدثنامحمد بن سلام قال انا وکیع عن سفیٰن عن مطرف
ہم سے محمد بن سلام (بیکندی) نے بیان کیا، کہا ہم کو وکیع (بن جراح) نے خبردی، انھوں نے سفیان سے انھوں نے مطرف سے
عن الشعبی عن ابی جحیفة قال قلت لعلیؓ هل عندکم کتاب قال
انھوں نے شعبی سے، انھوں نے ابوحجیفہ سے، کہا میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے؟ انھوں نے کہا
لاالاکتاب الله اوفهم اعطیه رجل مسلم اومافی هذه الصحیفة
کوئی نہیں مگر اللہ کی کتاب (قرآن شریف) یا سمجھ جو مسلمان کو دی جاتی ہے (اللہ کی طرف سے ملتی ہے) یا جو اس ورق میں لکھا ہوا ہے

قال قلت ومافی هٰذه الصحیفة قال العقل وفکاک الاسیر ولایقتل مسلم بکافر[1]

ابوجحیفہ نے کہامیں نے پوچھا اس ورق میں کیا لکھا ہوا ہے؟(حضرت علیؓ نے) کہادیت کا بیان اورقیدیوں کے چھڑانے کا اور یہ حکم کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے

﴿تحقیق و تشریح﴾

مطابقة الحدیث للترجمة فی قوله ((فی هذه الصحیفة))

حدثنامحمد......هل عندکم: ......۱۔حضرت علیؓ کوخطاب ہےاورجمع تعظیم کے لیے ہے۲۔یااہل بیت مراد ہیں حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ،حسنؓ،حسینؓ۔یہ صحیفہ پہلے حضرت ابوبکرصدیقؓ کے پاس تھاپھرحضرت عمرؓ پھرحضرت علیؓ کے پاس تھااس کےاندردیت، زکوٰۃ اورقیدیوں کے متعلق احکام تھے۔

لایقتل مسلم بکافر:...... **مسئله اختلافیه**

۱:......ائمہ ثلثہؒ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ مطلقاً کافر کے بدلے میں مسلمان کوقتل نہیں کیاجائے گا ۲۔امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ ذمی اس سے مستثنیٰ ہے امام صاحبؒ کامذہب بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے۔

دلائلِ احناف:

دلیلِ اول: ......ذمیوں کے بارے میں آپ ﷺ کاارشاد ہے((اموالهم کاموالناودمائهم کدمائنا و اعراضهم کاعراضنا))۲ترمذی شریف میں ہے ((لهم مالنا وعلیهم ماعلینا)) یعنی معاہدے سے ان کی تمام چیزیں محفوظ ہوگئیں ہیں [3]

ثانی: ......نظرِطحاویؒ یہ ہے کہ جب ذمی چوری کرتاہےتوہاتھ کاٹ دیاجاتاہےتوجب مال میں بدلہ ہےتوجان میں بھی بدلہ ہوگا۔

ثالث: ......عقدِ ذمہ ہوتاہی مال وجان اورعزت کی حفاظت کے لئے ہے جب مسلمان کواس کے بدلے میں قتل نہ کیا جائےتوعقدِ ذمہ باطل ہوجائیگا۔

حدیث مبارکه کاجواب اول: ......اس حدیث میں کافرسے کافرِحربی مراد ہے۔ [4]

جوابِ ثانی: ......**حدیث مذکوره فی الدلیل الاول من جانب الاحناف** کی وجہ سے حدیثِ باب کی تخصیص ہوجائیگی ذمی اس حدیث سے خاص کرلیاجائیگا۔

---

[1] انظر:۱۸۷۰،۳۰۴۷،۳۱۷۲،۳۱۷۹،۶۷۵۵،۶۹۰۳،۶۹۱۵،۷۳۰۰ اخرجه الترمذی فی الدیات عن احمدبن منیع والنسائی فی القودعن محمدبن منصور وابن ماجه فی الدیات عن علقمةبن عمرو اس حدیث کی سند میں چھپے راوی حضرت ابوجحیفه بضم الجیم وفتح الحاء مهمله وسکون الیاء هیں اوران کانام وهب بن عبدالله هے اوران کی کل مرویات ۴۵ هیں.اورانکاکوفه میں ۷۲هج میں انتقال هوا وکان من صغار الصحابة قیل توفی رسول الله ﷺ ولم یبلغ الحلم :عمدةالقاری ج۲ص ۱۵۹ [2] درس بخاری ص۴۱۳ [3] درس بخاری ص۴۱۴ [4]

فائدہ:......مستأ من بھی کافر حربی میں شامل ہے بعض حضرات مستأ من کو ذمی کے ساتھ ملاتے ہیں۔

جوابِ ثالث:......علامہ ابن ہمام نے ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں فرمایا کہ یہ حدیث دماء جاہلیت کے بارے میں ہے یعنی اگر دورِ جاہلیت میں کسی کافر کو قتل کیا ہو پھر اسلام لے آئے تو مسلمان کو اس کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا[1]

(۱۱۲)حدثنا ابونعیم الفضل بن دکین قال ثنا شیبان عن یحیی عن ابی
ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان نے بیان کیا، انھوں نے یحیٰ بن ابو کثیر سے
سلمة عن ابی ھریرة ان خزاعة قتلوا رجلا من بنی لیث عام
انھوں نے ابوسلمہ سے انھوں نے ابو ہریرہؓ سے کہ خزاعہ والوں نے (جو ایک قبیلہ ہے) بنی لیث (قبیلے) کے ایک شخص کو اس سال مار ڈالا
فتح مکة بقتیل منھم قتلوہ فاخبر بذلک النبی ﷺ
جس سال کہ مکہ فتح ہوا، اپنے ایک خون کے بدلے جو بنی لیث نے ان کا کیا تھا اس کی خبر آنحضرت ﷺ کو دی گئی
فرکب راحلته فخطب فقال ان الله حبس عن مکة القتل اوالفیل قال محمد
آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور خطبہ پڑھا پھر فرمایا اللہ تعالی نے مکہ سے قتل یا فیل (ہاتھیوں) کو روک دیا، امام بخاریؒ نے کہا
واجعلوہ علی الشک کذاقال ابونعیم القتل اوالفیل وغیرہ یقول الفیل
اس لفظ کو شک ہی کے ساتھ رکھو، ابونعیم نے یوں ہی کہا قتل یا فیل، اور ابونعیم کے سوا اور لوگوں نے فیل کہا ہے (شک نہیں کیا)
وسلط علیھم رسول الله ﷺ والمؤمنون الاوانھالم تحل لاحد قبلی
اور اللہ کے رسول اور مسلمان ان پر غالب آ گئے (یعنی مکہ کے کافروں پر) سن رکھو مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا
ولاتحل لاحد بعدی الاوانھا حلت لی ساعة من نھار الاوانھا ساعتی ھذہ حرام
نہ میرے بعد کسی کے لیئے حلال ہوگا، سن رکھو! میرے لئے بھی وہ ایک گھڑی دن کی حلال ہوا سن لو مکہ اب اس وقت حرام ہے
لایختلی شوکھا ولایعضد شجرھا ولاتلتقط ساقطتھا
وہاں کے کانٹے نہ کاٹے جائیں اور وہاں کے درخت نہ قطع کیے جائیں اور وہاں کی پڑی ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے
الالمنشد فمن قتل فھو بخیرالنظرین امان یعقل واما ان یقاد
مگر جو پہنچوانا چاہے (وہ اٹھا سکتا ہے) پس جس کا کوئی عزیز مارا جائے اس کو دو میں سے ایک اختیار ہے یا تو دیت لے اور یا قصاص
اھل القتیل ،فجاء رجل من اھل الیمن فقال
پس مقتول کے وارث اتنے میں یمن والوں میں سے ایک شخص (ابوشاہ) آیا اس نے عرض کیا

[1] بیاض صدیقی ص ۱۸۷

اکتب لی یارسول الله فقال اکتبوا لابی فلان فقال رجل من قریش
یارسول اللہ ! (آپ نے جو باتیں بیان فرمائیں وہ) مجھ کولکھ دیجئے آپ نے لوگوں سے فرمایا ابوفلاں کولکھ دو، قریش کے ایک شخص
الا الاذخر یارسول الله فانا نجعله فی بیوتنا وقبورنا
(حضرت عباسؓ) نے عرض کیا یارسول اللہ اذخر کاٹنے کی اجازت دیجئے ہم اس کو گھروں اور قبروں میں لگاتے ہیں
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا الاذخر الا الاذخر [1]
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اذخر کے سوائے اذخر کے (وہ کاٹ سکتے ہو)

﴿تحقیق وتشریح﴾

مطابقة الحدیث للترجمة فی قوله ((اکتبوالابی فلان))وکل مایکتب من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فهوعلم

حدثناابو نعیم ......ان خزاعة: ......یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے۔

قتلوا رجلا: ......قصہ یہ ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام سرزمین مکہ میں آباد تھے بنوجرہم قبیلہ کو وہاں ٹھہرنے کی اجازت دی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی بنوجرہم میں ہوئی پھر بنوخزاعہ اور بنوجرہم کی لڑائی ہوئی تو بنوخزاعہ غالب آ گئے اور کعبۃ اللہ پر بنوخزاعہ نے قبضہ کرلیا پھر بنوخزاعہ اور قریش نے ٹکر لی تو قریش نے کعبۃ اللہ پر قبضہ کرلیا اور بنوخزاعہ کو مکہ سے نکال دیا صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوخزاعہ وغیرہ کو اختیار دیا کہ جس کے ساتھ چاہو حلیف بن جاؤ بنوخزاعہ عداوتِ قریش کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بن گئے اور بنولیث کفارِ قریش کے حلیف بن گئے یہ معاہدہ ہوا کہ کوئی کسی پر حملہ نہیں کرے گا۔شرائط میں یہ بات طے ہوئی تھی کہ قتل حلیف قتلِ اصل ہے چنانچہ دو سال بعد بنولیث نے بنوخزاعہ کا آدمی قتل کردیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ ہمارا آدمی قتل کردیا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا کہ قاتل حوالے کرو ورنہ معاہدہ ختم۔تو انہوں نے قاتل سپرد کرنے سے انکار کردیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقض عہد کا اعلان فرما کر مکہ پر چڑھائی کردی اور فتح حاصل کرلی۔ بعد الفتح خزاعہ نے لیث کا آدمی قتل کردیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ قتل کی دیت دی جائے یا قصاص۔

ولاتلتقط ساقطهاالالمنشدٍ: ......اور حرم کی گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے سوائے اس کے کہ پہنچوانا چاہے۔

سوال: ......اسکا مطلب تو یہ ہوا کہ غیر حرم کا لقطہ تعریف کرنے والے کے علاوہ کے لئے بھی جائز ہے۔

جواب اول: ......عام طور پر حج کے مشاغل ایسے ہوتے ہیں کہ تعریف مشکل ہوجاتی ہے اس لئے خصوصیت سے ذکر کیا کہ وہاں تعریف سے موانع موجود ہیں۔

---

[1] انظر: ۲۴۳۴، ۶۸۸۰ اخرجه مسلم فی الحج عن زهیروابوداؤد عن احمدبن حنبل والنسائی عن عباس بن ولیدوابن ماجه عن دحیم عن الولید

جواب ثانی: ......حرم میں تعریف انتہائی مشکل ہوتی ہے تو حقیقت میں اس حدیث کے اندر اُٹھانے سے ہی روکنا ہے نہ کہ استثناء۔

فھو بخیر النظرین: ...... مرجع مَن قُتل ہےاور مراد اھلُ مَن قُتل ہے۔صنعتِ استخدام ہے۔

اذا نزل الشتاء بارض قوم	✿	رَعیناہ وان کانوا غضاباً

اِمّاان یعقل و اماان یقاد: ...... مراد یہ ہے کہ دونوں میں وہ مختار ہے چاہے دیت لے چاہے قصاص۔

مسئلہ اختلافیہ: ......اگر کوئی شخص کسی کو قتل کردے تو اہل قتیل کو اختیار ہے کہ دیت لیں یا قصاص۔لیکن یہ اختیار قاتل کو بھی ہے یا نہیں؟ تو عندالجمہور قاتل کو بھی اختیار ہے کہ چاہے دیت دے یا چاہے قصاص یعنی دونوں میں تساوی ہے ۲۔امام اعظمؒ تساوی کے قائل نہیں ہیں امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اصل حکم قصاص ہے۔

دلیلِ اول: ......حدیث میں ہے((کتاب اللہ القصاص)) [1]

دلیلِ ثانی: ...... قرآن میں ہے ﴿وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ [2]

دلیلِ شوافع: ......اس حدیث میں تقابل سے یہی معلوم ہوتا ہے ا۔کہ اگر وارث قصاص معاف کردیں ۲۔یا وارثوں میں سے کوئی ایک معاف کردے ۳۔یا اہل قتیل خاموش رہیں اور ایک زمانہ تک مطالبہ نہ کریں تو قصاص ساقط ہو کر دیت کی طرف انتقال کر جاتا ہے۔ ۴۔یا دیت پر مصالحت ہو جائے۔

ثمرہ اختلاف: ......دوصورتوں میں ظاہر ہوگا

الصورۃ الاولی: ......اہل قتیل کہیں کہ ہم نے تو دیت ہی لینی ہے اور قاتل کہتا ہے کہ میں نے دیت نہیں دینی میرے پاس تو پیسے ہی نہیں ہیں تو اب احناف کے نزدیک قصاص لیا جائے گا جب کہ جمہورؒ کے نزدیک اس پر دیت واجب ہوگی۔

الصورۃ الثانیۃ: ......یا اہل قتیل مطالبہ قصاص کا کرتے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ میں تو دیت ہی دوں گا اب بھی عندالاحناف قصاص دینا پڑے گا اور عندالجمورؒ دیت دے گا۔

اکتبوا لابی فلان: ......اور بعض میں تصریح ہے اکتبوا لابی شاہ۔یہاں سے کتابت کا جواز بھی نکل آیا اور اس سے مطابقت بھی ہوگئی۔

(۱۱۳)حدثنا علی بن عبداللہ قال ثنا سفیان قال ثناعمرو قال اخبرنی وھب بن منبہ عن
ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیانؓ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو نے بیان کیا، کہا مجھ کو وہب بن منبہ نے خبر دی
اخیہ قال سمعت اباھریرۃ یقول مامن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد
انھوں نے اپنے بھائی (ہمام بن منبہ) سے، کہا میں نے ابوھریرۃؓ سے سنا فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں مجھ سے

[1] بخاری شریف ص۱۰۴۶ ج ۲ [2] پارہ ۲ سورۃ البقرہ ایۃ: ۱۷۹

اکثرحدیثا عنه منی الاماکان من عبدالله بن عمروفانه کان یکتب ولااکتب
زیادہ حدیث کاروایت کرنے والا کوئی نہیں البتہ عبداللہ بن عمرو نے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا
تابعه معمرعن همام عن ابی هریرة.
وہب بن منبہ کے ساتھ اس حدیث کو معمر نے بھی ہمام سے روایت کیا ہے انھوں نے ابو ہریرۃؓ سے۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

مطابقة الحدیث لترجمةالحدیث ظاهرة وهوان عبداللهبن عمرومن افاضل الصحابة رضی اللهتعالی عنهم کان یکتب مایسمعه من النبیﷺ ولولم تکن الکتابة جائزة لماکان یفعل کذلک[1]

حدثناعلی بن عبدالله:......

سوال:...... یہاں سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمروؓ کی احادیث زیادہ ہیں اور حضرت ابوھریرۃؓ کی کم جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

جواب:......روایت کے لحاظ سے تو حضرت ابو ہریرۃؓ کی احادیث زیادہ ہیں آپ روایت کے لحاظ سے نہیں کہہ رہے بلکہ لکھنے کے اعتبار سے کہہ رہے ہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرۃؓ کے پاس لکھا ہوا مجموعہ کم تھا۔

اسبابِ کثرة روایة ابی هریرة:......اس کے دو سبب ہیں۔

اول:...... حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو کچھ اسرائیلیات بھی یاد تھیں اس لیے عبداللہ بن عمرو خود روایت کرنے میں اور لوگ روایت لینے میں احتیاط برتتے تھے کہ خلط نہ ہو جائیں۔

ثانی:...... حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احادیث زیادہ حفظ تھیں تو جس کو احادیث یاد ہوں وہ جہاں کہیں کھڑا ہوگا سنا دے گا۔

سوال:......حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زیادہ احادیث کیوں یاد تھیں؟

جواب:......اس کے دو سبب ہیں۔(۱) کثرتِ ملازمت۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس لیے زیادہ احادیث یاد ہیں کہ انصار لوگ کھیتی باڑی کے لیے اور مہاجر تجارت کے لیے چلے جاتے میں آپ ﷺ کے پاس پڑا رہتا۔

(۲) دوسرا سبب دعا استاد۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن عرض کیا کہ مجھے احادیث بھول جاتی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چادر پھیلاؤ میں نے پھیلائی تو آپ ﷺ نے لپ بھر کر کچھ ڈالا اور مجھے کہا کہ لپیٹ لو میں نے لپیٹ لیا تو اس کے بعد میں نہیں بھولا۔

---

[1] عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۶۸

(۱۱۴)حدثنا یحیی بن سلیمان قال حدثنی ابن وھب قال اخبرنی یونس عن ابن شھاب
ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا مجھ سے وہب نے بیان کیا، کہا مجھ کو یونس نے خبر دی انھوں نے ابن شہاب
عن عبیداللہ بن عبداللہ عن ابن عباسؓ قال لما اشتدبالنبی ﷺ وجعہ
سے انھوں نے عبیداللہ بن عبداللہ سے انھوں نے ابن عباسؓ سے کہا جب آنحضرت ﷺ بہت بیمار ہوئے تو آپؐ نے
قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعدہ قال عمرؓ
اسی بیماری کی سختی میں فرمایا لکھنے کا سامان لاؤ! میں تمہارے لیے ایک کتاب لکھوادوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو حضرت عمرؓ نے کہا
ان النبی ﷺ غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا
آنحضرت ﷺ پر بیماری کی سختی ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے وہ ہم کو کافی ہے لوگوں نے اختلاف شروع کیا
وکثراللغط قال قوموا عنی ولاینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول
اورغل مچ گیا آپ نے فرمایامیرے پاس سے اٹھ جاؤ میرے پاس لڑنا جھگڑنا مناسب نہیں ابن عباسؓ (نے جب یہ حدیث روایت کی) تو یوں کہتے ہوئے نکلے
ان الرزیۃ کل الرزیۃ ماحال بین رسول اللہ ﷺ وبین کتابہ۔ [1]
: ہائے مصیبت وائے مصیبت جس نے آنحضرت ﷺ کو یہ کتاب نہ لکھوانے دی۔

ایتونی بکتاب: ......معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ میں لکھنے کا معمول تھا جبھی تو مرض الوفات میں آپ ﷺ نے کاغذ لانے کا فرمایا۔

حدیث قرطاس

حدیثِ قرطاس والا واقعہ وفات شریف سے چارروز قبل یوم الخمیس کا ہے۔ آپ ﷺ کو اس وقت بہت تکلیف تھی اوراسی حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا قلم، کاغذ، دوات لاؤ میں تمہیں لکھوادوں تا کہ تم بہک نہ جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس وقت حضور ﷺ پر تکلیف غالب ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ اس وقت تکلیف نہ دیں (جیسا کہ شفیق استاد حالتِ مرض میں شاگرد سے کہے کہ میں پڑھاتا ہوں اور شاگرد عرض کرے کہ اس وقت رہنے دیجئے)

سوال:...... حضرت عمرؓ نے لکھنے سے کیوں منع کیا؟

جواب اول:...... حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے لیے تخفیف اور سہولت کا ارادہ فرمایا کہ جب طبیعت بحال ہو جائے گی تو لکھوالیں گے۔

---

[1] انظر: ۳۰۵۳، ۳۱۶۸، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۵۶۶۹، ۷۳۶۶

جواب ثانی: ...... کیا حضرت عمرؓ کو خطاب تھا؟ نہیں بلکہ سارے صحابہ کرامؓ مخاطب تھے اور کیا حضرت عمرؓ کا اتنا ہی رعب تھا کہ کوئی اور صحابی لا ہی نہ سکا؟ پھر جب حضرت عمرؓ نماز وغیرہ کے لیے جاتے تو انکی عدم موجودگی میں لکھوا لیتے؟

جواب ثالث: ...... ان کلمات کے بعد آنحضرت ﷺ پانچ دن تک زندہ رہے تو پانچ دن تک کسی نے کیوں نہ لکھوالیا۔

جواب رابع: ...... جو آپ ﷺ لکھوانا چاہتے تھے وہ کوئی استحبابی امر تھا، وجوبی نہیں تھا اگر وجوبی ہوتا تو لازم آئیگا کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا نہیں کیا اور دین کی تکمیل کئے بغیر جا رہے ہیں (نعوذ باللہ)

جواب خامس: ...... آپ ﷺ کبھی امتحاناً سوال کیا کرتے تھے۔ یہ بھی امتحان تھا۔ صحابہؓ سمجھ گئے کہ امتحانی سوال ہے اور آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کا ثبت دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا ان کو یقین ہے کہ دین کی تکمیل ہوگئی یا نہیں؟ جب حضرت عمرؓ نے کہہ دیا "حسبنا کتاب الله" تو حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔

جواب سادس: ...... حضرت عمرؓ کی "موافقتِ رائے" والی خصوصیت تھی بہت ساری باتیں اللہ تعالی نازل کرنا چاہتے، تو حضرت عمرؓ کی زبان پر جاری ہو جاتیں اور بہت ساری باتوں میں حضور ﷺ نے اپنے مشورہ کو حضرت عمرؓ کے مشورے کی وجہ سے بدل لیا۔ جیسے ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت ﷺ کی پیچھے گئے آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا یہ جوتا لے جاؤ اور اعلان کردو ((من قال لااله الاالله دخل الجنة)) آگے سے عمرؓ مل گئے انھوں نے منع کر دیا حضرت ابوہریرہؓ نے واپس جا کر حضور ﷺ سے بیان کر دیا۔ حضرت عمرؓ بھی آ گئے اور اس کا نقصان عرض کیا کہ لوگ کلمہ پڑھ کر بیٹھ جائیں گے، اعمال نہیں کریں گے ایسے ہی یہاں بھی حضرت عمرؓ کی رائے سے حضور ﷺ نے اتفاق کر لیا[1]

جواب سابع: ...... فتح الباری میں مسند احمد سے نقل ہے کہ حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا اور مناسب بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ اہل بیت نبوی سے تھے۔ رافضیوں نے خوب پروپیگنڈہ کیا اور حضرت عمرؓ کو ہدف ملامت بنایا۔ حکم تو حضرت علیؓ کو دیا تھا وہ کیوں رک گئے؟

جواب ثامن: ...... اگر کوئی دین کی ضروری چیز لکھوانی ہوتی تو خود حضور ﷺ ہرگز نہ رکتے بلکہ عمرؓ کو ڈانٹ دیتے اور کاغذ منگوا کر ضرور لکھوا دیتے مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو حضرت عمرؓ کی رائے پسند تھی۔

وعندنا کتاب الله حسبنا: ......**سوال:** حضور ﷺ لکھوانا چاہتے تھے اور جو لکھواتے وہ حدیث ہوتی حضرت عمرؓ نے عرض کیا "کتاب اللہ حسبنا" اور بعض روایات میں "حسبنا کتاب الله" آیا ہے تو یہ حدیث کا انکار ہو گیا۔ منکرین حدیث اس سے استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو عمرؓ نے کہہ دیا ہے کہ حدیث کی ضرورت نہیں؟

---

[1] مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم شریف ص ۱۵

جواب: ......اس سے حدیث کی رد نہیں ہوتی کیونکہ حضرت عمرؓ کے اس قول میں کتاب اللہ سے مراد "الدین الثابت بالوحی" ہے چونکہ حضور ﷺ کا سوال امتحاناً تھا تو یہ جواب سن کر آپ ﷺ مطمئن ہو گئے تو حدیث کا انکار کیسے لازم آیا؟

تابعہ معمرٌ: ......یعنی وہب کا متابع معمر ہے وہاں اخیہ کہا تھا اور یہاں نام لے لیا۔

فخرج ابن عباسؓ: ......اس سے یہ کوئی نہ سمجھے کہ ابن عباسؓ خود اس وقت موجود تھے اور حضور ﷺ کے پاس سے نکلے تو فرمایا بلکہ موضع تحدیث جہاں روایت بیان کر رہے تھے وہاں سے نکل کر فرمایا۔

ان الرزیة کل الرزیة: ...... راء کے فتح اور زاء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کے بعد یاء پھر ہمزہ ہے بمعنیٰ معیت۔

کلَّ الرزیة: ...... یہ مصدر کی نیابت کی وجہ سے منصوب ہے۔

(۸۲)
﴿باب العلم والعظة باللیل﴾
رات کے وقت تعلیم اور وعظ

(۱۱۵) حدثنا صدقة قال اخبرنا ابن عیینة عن معمر عن الزهری عن
ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم کو (سفیان) ابن عیینہ نے خبر دی انھوں نے معمر سے انھوں نے زہری سے
هند عن ام سلمة ح وعمرو ویحیٰی بن سعید عن
انھوں نے ہند بنت حارث سے، انھوں نے ام سلمہ سے، دوسری سند اور (سفیان بن عیینہ نے) عمرو بن دینار اور یحیی بن سعید سے روایت کیا
الزهری عن امرأة عن ام سلمة قالت استیقظ النبی ﷺ ذات لیلة فقال
انھوں نے زہری سے انھوں نے ایک عورت سے انھوں نے ام سلمہؓ سے کہا آنحضرت ﷺ ایک رات (نیند سے) جاگے فرمایا
سبحان الله ماذا انزل اللیلة من الفتن وماذا فتح من الخزائن ایقظوا صواحب الحجر
سبحان اللہ! آج رات کو (آسمان سے دنیا میں) کیا کیا فتنے اترے (عذاب) اور کیا کیا (رحمت کے) خزانے کھلے (اے لوگو!) ان حجروں والیوں (بیبیوں کو) جگاؤ
فرب کاسیة فی الدنیا عاریة فی الآخرة
(عبادت کے لیے) بہت سی عورتیں دنیا میں کپڑے پہننے والی ایسی ہیں (جو) آخرت میں ننگی ہوں گی

ا؎ انظر: ۱۱۲۶، ۳۵۹۹، ۵۸۴۴، ۶۲۱۸، ۷۰۶۹، اخرجه الترمذی فی الفتن عن سوید بن نصر اخرجه مالک عن یحیی بن سعید: عینی ج ۲ ص ۱۸۳

﴿تحقیق وتشریح﴾

الباب له ترجمتان وهماالعلم والعظةاو اليقضة بالليل فمطابقة الحديث للترجمة الاولى فى قوله (ماذاانزل الليلة من الفتن وماذافتح من الخزائن) وقوله ((رب كاسية فى الدنياعارية فى الآخرة) ومطابقته للترجمة الثانية فى قوله (ايقظوا اصواحب الحجر)

ام سلمة: ......یہ امہات المؤمنین میں سے ہیں۔ [1]

ماذاانزل اللية من الفتن [2]**:** ......حقیقی فتنہ مرادنہیں ہے بلکہ مرادفتنوں کے بارے میں انزالِ وحی ہے کہ انکا علم اتارا گیا۔

وماذافتح من الخزائن: ......۱۔مراداس سے رحمت ہے ۲۔یاروم وفارس کے خزائن مراد ہیں پہلا معنی ہوتو انزال بالفعل مراد ہوگا۔

رب كاسية فى الدنياعارية فى الاخرة: ......اس کی چند تفسیریں ہیں۔

التفسير الاول: ......بہت ساری عورتیں اس دنیا میں اعمال کرنے والی ہونگی لیکن آخرت میں ان سے خالی ہونگی

التفسير الثانى: ......بہت ساری عورتیں لباس پہننے والی ہونگی لیکن چونکہ لباس غیر شرعی ہوگا اس لیے آخرت میں ننگا ہونے کی سزادی جائے گی۔

التفسير الثالث: ......بہت ساری عورتیں دنیا میں نعمتوں والی ہونگی لیکن ناشکری کی وجہ سے آخرت میں نعمتوں سے خالی ہونگی۔

مطابقت: ......ترجمۃ الباب میں دوجزء ہیں ۱۔پہلا جزءماذاانزل سے ثابت ہوا کہ فتنوں کا علم اتارا گیا تو معلوم ہوا کہ رات کوتعلیم وتعلم ہوسکتا ہے اس سے اسکی بڑی دلیل ہے ﴿**انا انزلناه فى ليلة القدر**﴾ ۲۔دوسراجزء **العظة بالليل** ہےاور یہ **ايقظوا** سے ثابت ہے۔کہ جگانے کاحکم نصیحت کرنے کے لیے ہے کہ توبہ واستغفار کرو۔

انزل الليلة: ......اس کی بعض حضرات نے یہ توجیہ کی ہے کہ یہ انزال تجسم معانی کے ساتھ ہوا کیونکہ کبھی کسی معنوی چیز کوشکل میں متمثل کردیا جاتا ہے جیسے آخرت میں ہوگا۔

---

[1] ام سلمة هندوقيل رملة زوج النبى ﷺ بنت ابى آمية حذيفه وروى لها عن النبى ﷺ ثلث مائة وثمانية وسبعون حديثاهاجرت الى الحبشة والى المدينة تزوجهارسول الله ﷺ فى شوال سنة اربع وتوفيت سنة تسع وخمسين وقيل فى خلافة يزيدبن معاوية وكان لها حين توفيت اربع وثمانون سنة فصلى عليه ابوهريرةؓ فى الاصح واتفقواانهادفنت بالبقيع :عمدةالقارى ج۲ص ۱۸۲، ۱۸۳

[2] آپ ﷺ پرمکشوف ہوا کہ آگے فتنے آنے والے ہیں قضاء وقدر میں جو طے ہوا تھا اسے دکھلایا گیا: درس بخاری ص ۴۱۷

(۸۳)

﴿باب السمر بالعلم﴾

رات کو علم کی باتیں کرنا

(١١٦) حدثنا سعيد بن عفير قال حدثني الليث قال حدثني عبدالرحمن بن خالد بن مسافر

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر نے

عن ابن شهاب عن سالم و ابي بكر بن سليمان بن ابي حثمة ان عبدالله بن عمر قال

ابن شہاب سے انھوں نے سالم بن عبداللہ اور ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ سے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا

صلى لنا النبي ﷺ العشآء في اٰخر حياته فلما سلم قام فقال

کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی آخری عمر میں ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو کھڑے ہوئے اور فرمایا

ارأيتكم ليلتكم هذه فان رأس مائة سنة منها لايبقىٰ ممن هو على ظهر الارض احد.

کیا تم نے اس رات کو دیکھا (اسے یاد رکھنا) اب سے سو برس کے بعد جتنے لوگ اس وقت زمین پر ہیں ان میں سے کوئی نہیں رہے گا

انظر: ۵۶۴، ۶۰۱ اخرجه مسلم في الفضائل عن عبدالله بن عبدالرحمن

(١١٧) حدثنا اٰدم قال ثنا شعبة قال ثنا الحكم قال سمعت سعيد بن جبير عن

ہم سے آدم نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہا ہم سے حکم نے بیان کیا کہا میں نے سعید بن جبیر سے سنا انھوں نے

ابن عباس قال بت في بيت خالتي ميمونة بنت الحارث زوج النبي ﷺ

ابن عباسؓ سے (کہ ابن عباسؓ نے) کہا میں ایک رات کو اپنی خالہ میمونہؓ بنت حارث کے پاس سویا جو بی بی تھیں آنحضرت ﷺ کی

و كان النبي ﷺ عندها في ليلتها فصلى النبي ﷺ العشاء ثم جآء الى منزله

اور اس رات کو آنحضرت ﷺ بھی انھیں کے پاس تھے (ان کی باری تھی) آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر (مسجد سے) گھر آئے

فصلىٰ اربع ركعات ثم نام ثم قام ثم قال نام الغليم او كلمة تشبهها ثم قام

اور چار رکعتیں پڑھیں پھر سو رہے پھر بیدار ہو کر اٹھے اور فرمایا چھوٹا بچہ سو گیا یا کچھ ایسا ہی کلمہ فرمایا پھر (نماز کے لیے) کھڑے ہوئے

فقمت عن يساره فجعلني عن يمينه فصلى خمس ركعات

لو میں بھی (جاگا اور) آپ ﷺ کی بائیں طرف کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھ کو اپنی داہنی طرف کر لیا اور پانچ رکعتیں پڑھیں

ثم صلى ركعتين ثم نام حتى سمعت غطيطه او خطيطه ثم خرج الى الصلوٰة.[1]

پھر دو رکعتیں (فجر کی سنتیں) پڑھیں پھر آپ سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹے کی آواز سنی (یعنی ابن عباسؓ نے غطیطة فرمایا یا خطیطة فرمایا) پھر (صبح کی) نماز کے لئے برآمد ہوئے۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

سمر چاند کی چاندنی کو کہتے ہیں پھر چونکہ چاندنی رات میں بیٹھ کر لوگ گپ شپ، قصہ گوئی کرتے تھے تو رات کی قصہ گوئی کو ہی سمر کہنے لگے پھر اور توسع ہوا تو رات کے پڑھنے پڑھانے کو بھی سمر کہہ دیا اور گھر والوں کے ساتھ بات چیت کو بھی سمر کہہ دیتے ہیں۔ بہر حال رات کی قصہ گوئی کو مجازاً سمر کہہ دیتے ہیں جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا	۞	انیسٌ ولم یسمر بمکة سامرٌ

ترجمة الباب کی غرض:۔۔۔۔۔۔حدیث میں عشاء کے بعد گپ شپ سے منع کیا ہے تو امام بخاریؒ حدیث کی تخصیص کر رہے ہیں کہ علم کی باتیں کرنا اور پڑھنا پڑھانا اور مطالعہ اس میں داخل نہیں۔ ترجمۃ الباب سے مناسبت واضح ہے۔

فان رأس مائة سنة منها لايبقى ممن هو على ظهر الارض احد:۔۔۔۔۔۔

اعتراض:۔۔۔۔۔۔اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، آج کی رات سے سو سال تک اور اندر اندر سب لوگ جو اس وقت موجود ہیں فنا ہو جائیں گے اور یہ واقعہ وفات سے ایک ماہ قبل کا ہے لہٰذا ایک سو دس ہجری تک سب کو ختم ہو جانا چاہیئے حالانکہ قرآن وحدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اب تک زندہ ہونا ثابت ہے اور بعض حیات خضر کے قائل ہیں اور بعض حضرات سے یہ بھی منقول ہے کہ دجال بھی زندہ ہے، تو پھر اس حدیث کا صحیح مطلب اور مصداق کیا ہوگا؟

جواب اول:۔۔۔۔۔۔اصولی جواب یہ ہے کہ حدیث اکثر افراد پر مشتمل ہے۔

جواب ثانی:۔۔۔۔۔۔اگر اس حدیث کو عموم پر محمول کر لیں تو جواب یہ ہے کہ دوسرے دلائل کی بناء پر تخصیص ہو سکتی ہے۔

جواب ثالث:۔۔۔۔۔۔حدیث میں **ظهر الارض** کے الفاظ ہیں اور **علی ظهر الارض** اِن تینوں میں سے کوئی نہیں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو آسمانوں پر ہیں، خضر اور دجال سمندروں میں تو جواب یہ ہے کہ مراد وہ مخلوقات ہیں جو **محجوب عن الابصار** نہ ہوں۔

---

[1] انظر: ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶، ۷۲۸، ۸۵۹، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۷۴۵۲ اخرجه ابو داؤد فی الصلوة عن ابن المثنی و النسائی فیه عن عمرو بن یزید

فائدہ اولی:......جنوں کی چونکہ لمبی عمر ہوتی ہے اگر کوئی جن صحابیت کا دعوی کرے تو جائز اور ممکن ہے لیکن انسانوں کے لیے جائز نہیں ہے۔ ہندوستان میں ایک علاقہ ہے باٹھندہ وہاں ایک رتن بابا گزرے ہیں جس نے صحابیت کا دعوٰی کیا اس حدیث کی وجہ سے اسکی تردید کی گئی مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ میں بھی تردید ہے۔ علامہ انور شاہ صاحب نے بھی انکار فرمایا۔

واقعہ:......

شاہ اہل اللہؒ کا مسجد میں سانپ مارنا، جنوں کے بادشاہ کے سامنے حاضری، جن صحابی کی زیارت اور سماع حدیث

تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ شاہ اہل اللہؒ مسجد میں بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے اچانک ایک چھوٹا سا سانپ نمودار ہوا شاہ صاحب نے اسے مار ڈالا، دو آدمی آئے اور انھوں نے کہا آپ کو بادشاہ بلا رہا ہے۔ شاہ صاحب یہ سمجھے کہ انسانوں کا بادشاہ بلا رہا ہوگا کیونکہ اس وقت ہندوستان پر مغلوں کی بادشاہی تھی۔ حضرت شاہ صاحب ان دونوں کے ساتھ چل پڑے اور وہ انھیں جنگل میں لے گئے اور شاہ صاحب بھی چلتے رہے اور یہی سمجھا کہ انسانوں کا بادشاہ شکار کے لیے جنگل میں نکلا ہے اور جنگل ہی میں انہیں بلایا ہے وہ ان دونوں کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے زمین پر ایک دروازہ دیکھا اس میں داخل ہو گئے، تو کیا دیکھتے ہیں جنوں کا بادشاہ عدالت لگائے فیصلے نمٹا رہا ہے شاہ صاحب نے اس پر سلام کہا اور مجلس کے ایک کنارے میں بیٹھ گئے جب بادشاہ فیصلوں سے فارغ ہوئے تو شاہ جی کو طلب کیا اور مدعی یہ کہتے ہوئے نمودار ہوا کہ **ان هذاقتل ابني واطلبواالقودمنه** شاہ اہل اللہؒ نے فرمایا میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ پھر پتہ چلا کہ قتل ولد سے مدعی کی مراد یہ ہے کہ انھوں نے سانپ کی صورت میں قتل کیا ہے۔ شاہ صاحب نے اسکے قتل کا اقرار کیا اور قریب تھا کہ انھیں بادشاہ کے حکم پر قتل کر دیا جاتا لیکن وہاں ایک جن صحابی ظاہر ہوئے اور یہ حدیث پڑھی ((**من قتل فی غیرزیه فدمه هدر**)) بادشاہ نے اسکا خون معاف کر دیا جب اس نے نبی پاک ﷺ کی حدیث سنی۔ اور شاہ صاحب کو وہیں واپس پہنچا گئے جہاں سے لے گئے تھے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے گنگوہیؒ سے اس حدیث کی اجازت طلب کی ہے اور انھوں نے انہیں اسکی اجازت دی ہے [1]

فائدہ ثانیة:......اس حدیث میں مقصود قیامت کی قسمیں بیان کرنا ہے ۱۔ ساعۃ صغریٰ اور وہ **من مات فقد قامت قیامته** ۲۔ قیامت وسطیٰ کہ ایک قرن ختم ہو جائے جیسے پاکستان بننے کے وقت جو موجود تھے وہ سب ختم ہو جائیں تو ایک قرن ختم ہو گیا کہتے ہیں کہ ابوالطفیلؓ صحابی مکہ میں اور حضرت جابرؓ مدینہ میں صحابہ کرام میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے ۳۔ تیسری قیامت کبریٰ ہے۔

---

[1] الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین ﷺ ص ۱۷۹: تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۰۱، تذکرۃ الرشید ص ۱۰۱

غطیط او خطیط:...... **غطیط** سخت خراٹااور **خطیط** ہلکاخراٹا یہ دماغ کی قوت کی نشانی ہوتی ہے۔

مناسبت:......ترجمۃ الباب سے مناسبت مشکل ہوگئی اس کو ثابت کرنے میں متعدد اقوال ہیں۔

القول الاول:......حضور ﷺ نے فرمایا ((**نام الغلیم**))اسی سے مناسبت ہے۔

القول الثانی:......حضور ﷺ نے جو بائیں سے دائیں طرف کیا اس میں حکما کلام ہے **ای قف علی الیمین.**

اعتراض:......سمر تو کلام کو چاہتا ہے کہ لمبی کلام ہو اور پہلی تقریر میں تو مختصر سا کلام ہے اور دوسرے قول پر اعتراض ہے کہ سمر کا تقاضا کلام ہے نہ کہ فعل؟

جواب:......بعض نے جواب دیا کہ سمر لمبی کلام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو بھی کلام ہو یا فعل ہو جو کہ رات کو کیا جائے اسکو سمر کہتے ہیں جیسے رات کو جو چیز دیکھی جائے اسکو رؤیا کہہ دیتے ہیں ایسے ہی سمر میں ہو لیکن یہ سب رجماً بالغیب ہیں۔

جواب ثالث:......محققین میں سے ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کبھی امام صاحب تشحیذ اذہان کرتے ہیں کہ طالب علم کہاں تک تتبع کرتا ہے ابن حجرؒ نے فرمایا میری سمجھ میں حدیث کو باب سے یہ مناسبت ہے کہ امام بخاریؒ یہی حدیث کتاب التفسیر ج۲ ص ۶۵۷ سطر نمبرا پر لائے وہاں پر ہے ((**فتحدث رسول اللہ ﷺ مع اھلہ ساعۃ**)) اپنی زوجہ کے ساتھ کچھ دیر باتیں کیں ((**ثم رقد**)) پھر سو گئے اب ترجمہ نکل آیا تو گویا امام بخاریؒ اشارہ کررہے ہیں کہ اسے تلاش کرو کہیں نہ کہیں ضرور ملے گا ابن حجرؒ نے تو تتبع کر کے نکال لیا ورنہ بعض نے تو کہہ دیا تھا کہ کوئی مناسبت نہیں [۱] کتاب التفسیر میں ہے **قام فصلی احد عشر رکعۃ** کہ سو کر اٹھنے کے بعد آپ ﷺ نے گیارہ رکعتیں پڑھیں اور یہاں اختصار سے کام لیا ہے۔

سوال:...... سونے سے پہلے چار رکعتیں کون سی پڑھی تھیں؟

جواب:...... فرضوں کے بعد اور وتروں سے پہلے کی چار رکعتیں مراد ہیں۔

(۸۴)

﴿باب حفظ العلم﴾

باب علم کو یاد رکھنا

(۱۱۸)حدثنا عبدالعزیز بن عبداللہ قال حدثنی مالک عن ابن شھاب عن
ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن عبداللہ نے کہا مجھ سے (امام) مالک نے بیان کیا انھوں نے ابن شہاب سے انھوں نے
الاعرج عن ابی ھریرۃ قال ان الناس یقولون اکثرابوھریرۃ ولو لا
اعرج سے انھوں نے ابو ہریرہؓ سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے بہت حدیثیں بیان کیں اور بات یہ ہے کہ اگر اللہ

[۱] (درس بخاری ص۴۳۰)

اٰیتان فی کتاب اللہ ماحدثت حدیثا ثم یتلواِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا

کی کتاب میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا پھر (سورہ بقرہ کی) یہ آیت پڑھتے جو لوگ چھپاتے ہیں ان

اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنَاتِ وَالْھُدٰی الی قولہ اَلرَّحِیْم ان اخواننا من المھاجر ین

کھلی ہوئی نشانیوں اور ہدایت کی باتوں کو جو ہم نے اتاریں اخیر آیت (یعنی انا التواب) الرحیم تک ہمارے بھائی مہاجرین تو

کان یشغلھم الصفق بالاسواق وان اخواننا من الانصار کان یشغلھم العمل فی اموالھم

بازاروں میں خرید وفروخت میں پھنسے رہتے اور ہمارے انصاری بھائی اپنی کھیتی باڑی کے کام میں لگے رہتے

وان اباھریرۃ کان یلزم رسول اللہ ﷺ بشبع بطنہ

اورابوہریرہ (نہ کوئی پیشہ کرتا تھا نہ سوداگری) وہ پیٹ بھراؤ کھانے کی مقدار کے لئے آنحضرت ﷺ کے پاس جما رہتا

ویحضر ما لایحضرون ویحفظ . مالایحفظون[1]

اور ایسے موقعوں پر حاضر رہتا جہاں یہ لوگ حاضر نہ رہتے اور وہ باتیں یاد رکھتا جو وہ لوگ یاد نہ رکھتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(۱۱۹) حدثنا ابو مصعب احمد بن ابی بکر قال ثنا محمد بن ابراھیم بن دینار عن

ہم سے ابومصعب احمد بن ابو بکر نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن ابراہیم بن دینار نے بیان کیا انھوں نے

ابن ابی ذئب عن سعید المقبری عن ابی ھریرۃؓ قال قلت یارسول اللہ انی

(محمد) ابن ابی ذئب سے انھوں نے سعید مقبری سے انھوں نے ابوہریرہؓ سے کہا میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں آپ سے بہت

اسمع منک حدیثا کثیرا انساہ قال ابسط ردآء ک فبسطتہ فغرف

باتیں سنتا ہوں ان کو بھول جاتا ہوں آپؐ نے فرمایا اپنی چادر بچھا میں نے بچھائی آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ سے ایک

بیدیہ ثم قال ضم فضممتہ فمانسیت شیئا بعد.

لپ (چلّو) لے کر اس میں ڈال دیا پھر فرمایا اس کو لپیٹ لے (یا اپنے سینے سے لگا لے) میں نے لپیٹ لیا (یا اپنے سینے سے لگایا) اس کے بعد سے میں کوئی چیز نہ بھولا۔

[1] انظر: ۱۱۹ ، ۲۰۴۷ ، ۲۳۵۰ ، ۳۶۴۸ ، ۷۳۵۴ اخرجہ مسلم فی الفضائل عن قتیبۃ والنسائی فی العلم عن محمد بن منصور وابن ماجۃ فی السنۃ عن ابی مروان العثمانی

(۱۲۰)حدثناابراھیم بن منذرقال حدثنا ابن ابی فدیک بھذا
ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا کہا ہم سے ابن ابی فدیک نے یہی حدیث بیان کی اس روایت میں یہ ہے کہ
وقال فغرف بیدہ فیه.
آپ ﷺ نے ہاتھ سے چلو لے کر اس میں ڈالدیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(۱۲۱)حدثنا اسمٰعیل قال حدثنی اخی عن ابن ابی ذئب عن
ہم سے اسماعیل بن ابواویس نے بیان کیا کہا مجھ سے میرے بھائی (عبدالحمید نے) بیان کیا انھوں نے ابن ابی ذئب سے
سعید المقبری عن ابی ھریرۃ قال حفظت من رسول اللہ ﷺ وعائین
انھوں نے سعید مقبری سے انھوں نے ابوہریرہؓ سے کہا میں نے (آنحضرت ﷺ سے) علم کے دو تھیلے سیکھے یعنی
فاما احدھما فبثثته واما الاٰخر فلوبثثته قطع ھذا البلعوم.
دوطرح کے علم حاصل کئے ایک کو میں نے (لوگوں میں) پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر میں پھیلا دوں تو میرا بلعوم کاٹ ڈالا جائے
قال ابوعبداللہ البلعوم مجری الطعام.
امام بخاریؒ نے کہا بلعوم (نرخرا) وہ ہے جس سے کھانا اترتا ہے۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمة الباب کی غرض:......اس باب کو قائم کر کے علم کی عظمت بیان کرتے ہیں کہ علم پڑھکر یاد کرنا چاہیے اور روایۃ الباب سے علم کو محفوظ رکھنے کا طریقہ بیان کیا تو اس باب میں دو باتیں امام بخاریؒ کا مقصود ہوئیں ا۔علم کو یاد کرنا چاہیے ۲۔حفاظت اور یاد کرنے کا طریقہ بیان کیا اور دوطریقے بیان کئے۔ا۔کثرتِ ملازمت ۲۔دعاءِ استاد صرف محنت پر بھروسہ نہ ہونا چاہیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی کل مرویات پانچ ہزارتین سو چوہتر ہیں (۵۳۷۴)

بشبع بطنه:......ای قانعا بشبع بطنه کبھی پیٹ بھراؤ کھانے پر قناعت کرلیتا تھا، غلط ترجمہ نہ کرنا کہ پیٹ بھر کر کھانے کے لئے پڑا رہتا تھا ۲۔ یہ تو اس صورت میں ہے جبکہ کلام کو حقیقی معنی پر رکھیں اگر مجازی معنی مرادلیں تو مطلب یہ ہوگا کہ علم سے پیٹ بھرنے کے لئے آپ کے پاس رہتا تھا۔

فمانسیت بعد:......اس کے بعد میں کوئی چیز نہ بھولا۔ اگر کہیں آجائے کہ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں بھول گیا

تو دو جواب ہیں۔

اول: ...... ایک آدھ بات کا بھول جانا اسکے منافی نہیں آخر انسان ہیں۔

ثانی: ...... یا ابو ہریرہؓ کی بھول کو نقل کرنے والا بھول گیا۔

قطع هذا البلعوم: ......دو طرح کے علم حاصل کیے تھے ایک کو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر پھیلاؤں تو میرا بلعوم کاٹ ڈالا جائے۔

سوال: کونسا علم مراد ہے؟

جواب (۱): ...... صوفی کہتے ہیں علم تصوف مراد ہے۔

جواب (۲): ...... بعض نے کہا اسرار و رموزِ شرائع مراد ہیں۔

جواب (۳): ...... صاحبِ خدمت لوگ کہتے ہیں کہ احوال تکوینیہ مراد ہیں۔

جواب (۴): ...... صحیح یہ ہے کہ فتنوں کا علم تھا کیونکہ دعاء مانگا کرتے تھے **اعوذ بک من رأس ستین سنةً** اس سے یزید بن معاویہؓ کی خلافت کی طرف اشارہ تھا۔ معلوم ہوا کہ ہر بات بتانا ضروری نہیں ہوتا نیز وہ باتیں یا علم جس سے فتنہ کا خطر ہو تو چھپانا چاہیے لہٰذا صوفیوں کو چاہیے کہ کوئی ایسی بات جس سے لوگوں کے اعتقاد بگڑنے کا خطرہ ہو تو نہیں بتانا چاہیے مگر پتہ نہیں چلتا کہ صوفی ایسی باتیں کیوں بیان کرتے ہیں؟

مدینہ منورہ میں جاہل صوفی کی ملاقات: ...... میں ایک مرتبہ حج پر تھا میرے ساتھ ایک آدمی چلتے چلتے جب روضۂ اقدس کے سامنے آیا تو اسکی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ حضور ﷺ نے ابھی فرمایا ہے کہ فلاں مقطوع النسبت ہے میں نے کہا نہ ہم تیری بزرگی کو مانتے ہیں اور نہ مقطوع النسبت کی بزرگی کو مانتے ہیں۔

(۸۵)
﴿باب الانصات للعلماء﴾
عالموں کی بات سننے کے لئے خاموش کرانا

(۱۲۲) حدثنا حجاج قال ثنا شعبة قال اخبرني علي بن مدرک عن ابي زرعة

ہم سے حجاج نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہا خبر دی مجھ کو علی بن مدرک نے انھوں نے ابوزرعہ سے انھوں

عن جريرؓ ان النبي ﷺ قال له في حجة الوداع استنصت الناس فقال

نے جریرؓ سے آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں ان سے فرمایا لوگوں کو خاموش کراؤ (جب جریر نے خاموش کرا دیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا

لاترجعوا	بعدی	کفاراًیضرب	بعضکم	رقاب	بعض [1]
(لوگو) میرے بعد کافر بن کر نہ لوٹو کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں مارتا پھرے					

﴿تحقیق و تشریح﴾

ربط:...... پہلے حفظِ علم کا بیان تھا اب اسکے اسباب ذکر کررہے ہیں۔

ترجمة الباب کی غرض:...... اس باب کی تین غرضیں بیان کی گئی ہیں۔

غرضِ اول:...... طلبہ کو دورانِ سبق آپس میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔

غرضِ ثانی:...... دوسرا یہ کہ حفاظت علم کے لئے ادب سے سننا ضروری ہے۔

غرضِ ثالث:...... ایک مقصد یہ ہے کہ حدیث ((**لاتقطع علی الناس کلامهم**)) کے اندر آتا ہے کہ کسی کے کلام میں دخل نہیں دینا چاہئیے اس حدیث کی تخصیص مقصود ہے کہ کوئی علم کی بات کرنا چاہیں وعظ کرنا چاہیں تو خاموش کرانا جائز ہے۔

واقعہ:...... حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ختم نبوت پر برطانیہ میں قادیانیوں کی مسجد میں تقریر کرنے گئے تھے پہلے قادیانیوں نے تقریر کی انکا خیال تھا کہ جب انکی باری آئے گی تو جب چاہیں گے تقریر بند کرا دیں گے چنانچہ جب انکی باری آئی تو تھوڑی دیر تقریر کی جب ان قادیانیوں کو خطرہ ہوا کہ لوگ اس مسئلے کو سمجھ لیں گے تو متأثر ہونگے تو کہا کہ تقریر بند کردیں اور ہماری مسجد سے نکل جائیں مولانا نے فرمایا صرف دومنٹ دیدیں انہوں نے سوچا کہ دومنٹ میں انہوں نے کیا کہہ لینا ہے اجازت دیدی مولانا نے حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم نے تقریر کچھ سنی اب جو یہ چاہتے ہیں کہ تقریر جاری رہنی چاہئیے وہ ایک طرف اور دوسرے دوسری طرف ہوجائیں۔ تقریر کے تسلسل کو برقرار رکھنے والے اور سننے کے شائقین زیادہ تھے تو مولانا نے فرمایا اب دیکھو بھائی بند کرانے والے کم ہیں ان کو چاہئیے مسجد سے نکل جائیں کیونکہ وہ تھوڑے ہیں چنانچہ مولانا نے اپنی تقریر مکمل کی۔

استنصت الناس:...... آپ ﷺ نے جریر بن عبداللہؓ بجلی سے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا کہ لوگوں کو چپ کراؤ۔ اسی سے ترجمۃ الباب کی مطابقت ثابت ہوئی۔

قال له فی حجة الوداع:...... اشکال: روایت جریر سے ہے **له** کی ضمیر جریر کی طرف لوٹتی ہے جریر حضور ﷺ کی وفات سے چالیس دن قبل مسلمان ہوئے تو ان کو کیسے کہہ دیا **استنصت الناس**.

---

[1] انظر: ۴۴۰۵، ۶۸۶۹، ۷۰۸۰ اخرجه مسلم فی الایمان عن ابی بکربن ابی شیبة والنسائی فی العلم عن محمدبن عثمان وابن ماجة فی الفتن عن بندار

جوابِ اول:......شراح یہاں حیران ہوگئے اکثر شراح نے کہا کہ روایت میں حذف ہوگیا اس لئے کہ ضمیر کا مرجع جریر نہیں ہے جسکی طرف ضمیر لوٹتی ہے وہ حذف ہوگیا ہے۔

جوابِ ثانی:......حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ چالیس دن قبل مسلمان ہونا غلط ہے یہ رمضان میں مسلمان ہوئے اور حج میں شرکت ثابت ہے انکے متعلق علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ بہت خوبصورت تھے طویل القامت تھے ایک ذراع کا جوتا تھا اونٹ کی کوہان تک انکا قد تھا[1]

(۸۶)

﴿باب مایستحب للعالم اذاسئل ای الناس اعلم فیکل العلم الی اللہ تعالی﴾

جب عالم سے یہ پوچھا جائے کہ سب لوگوں میں بڑا عالم کون ہے تو اس کو یوں کہنا چاہئے کہ اللہ کو معلوم ہے

(۱۲۳)حدثنا عبداللہ بن محمد المسندی قال ثنا سفیٰن قال ثنا عمرو قال
ہم سے عبداللہ بن محمد مسندیؒ نے بیان کیا کہا ہم سے سفیانؒ نے بیان کیا کہا ہم سے عمرو بن دینارؒ نے بیان کیا کہا مجھ
اخبرنی سعیدبن جبیرقال قلت لابن عباس ان نوفاالبکالی یزعم ان موسی
کوسعید بن جبیرؒ نے خبردی کہا میں نے ابن عباسؓ سے کہا نوفل بکالی کہتا ہے کہ وہ موسیٰ (جوخضر کے ساتھ گئے تھے)
لیس موسی بنی اسرائیل انماھو موسی اٰخرفقال کذب عدواللہ حدثنا ابی بن
بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں بلکہ دوسرے موسیٰ (بن میشا) ہیں انھوں نے نے کہا جھوٹا ہے اللہ کا دشمن ہم سے ابی بن
کعب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قام موسی النبی خطیبا فی بنی اسرائیل
کعبؓ نے بیان انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰؑ بنی اسرائیل میں خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے
فسئل ای الناس اعلم فقال اَنااعلم فعتب اللہ عزوجل علیہ
لوگوں نے ان سے پوچھا لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ موسیٰ نے کہا میں بڑا عالم ہوں اللہ نے ان پر عتاب فرمایا
اذلم یرد العلم الیہ فاوحی اللہ الیہ ان عبدا من عبادی بمجمع البحرین
کیونکہ انھوں نے یوں نہیں کہا اللہ کو معلوم ہے پھر اللہ نے انھیں وحی بھیجی کہ میرا ایک بندہ ہے وہاں جہاں دو دریا (فارس اور روم کے سمندر) ملتے ہیں

[1] عمدۃ القاری ص۱۸۶ ج۲

هواعلم منک قال یارب و کیف به؟فقیل له احمل حوتا فی مکتل فاذا فقدته

وہ تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے موسیٰ نے عرض کیا پروردگار میں اس تک کیسے پہنچوں حکم ہوا ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لے جہاں تو اس کو گم پائے

فهو ثم فانطلق وانطلق معه بفتاه یوشع بن نون وحملا حوتا فی مکتل

وہیں وہ ملے گا پھر موسیٰ علیہ السلام چلے اوران کے ساتھ انکے خادم یوشع بن نون بھی تھے اور دونوں نے ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لی

حتی کانا عند الصخرة وضعا رؤسهما فناما فانسل الحوت من المكتل

جب دونوں صخرہ کے پاس پہنچے تو اپنے سر (زمین پر) رکھ کر سو گئے مچھلی زنبیل سے نکل بھاگی

فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَباً وکان لموسی وفتاه عجبافانطلقا

اور دریا میں اس نے راستہ لیا اور موسیٰ اور ان کے خادم کو تعجب ہوا وہ دونوں چلتے رہے

بقيةليلتهماويومهما فلما اصبح قال موسی لفتاه اٰتِنَا غَدَاءَ نَا

ایک رات دن میں جتنا باقی رہا تھا۔ جب صبح ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَباً ولم يجد موسیٰ مسا من النصب حتی جاوزاالمکان

ہم تو اس سفر سے تھک گئے اور موسیٰ کو تھکان نے چھوڑا ابھی نہیں مگر جب اس جگہ سے آگے بڑھ گئے جہاں تک ان کو

الذی امربه فقال له فتاه اَرَاَيْتَ اِذْاَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ

جانے کا حکم ہوا تھا اس وقت ان کے خادم نے کہا تم نے نہیں دیکھا جب ہم صخرہ کے پاس پہنچے تھے تو (مچھلی نکل بھاگی) میں مچھلی کو بھول گیا

قَالَ مُوْسٰى ذٰلِكَ مَاكُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصاً فلما

موسیٰ نے کہا ہم تو اس کی تلاش میں تھے آخر وہ دونوں کھوج لگاتے ہوئے اپنے پاؤں کے نشانوں پر لوٹے جب

انتهیاالی الصخرة اذارجل مسجی بثوب اوقال تَسَجّٰی بثوبه فسلم موسی

جب اس صخرہ کے پاس پہنچے اچانک دیکھا تو ایک شخص کپڑا لپیٹے ہوئے سونے والا ہے یا اپنے کپڑے میں لپٹا ہوا ہے موسیٰ نے اس کو سلام کیا

فقال الخضر وانّی بارضک السلام فقال انا موسیٰ فقال موسیٰ بنی اسرائیل؟

کہا خضر نے تیرے ملک میں سلام کہاں سے آیا؟ موسیٰ نے کہا میں موسیٰ ہوں، خضر نے کہا بنی اسرائیل کے موسیٰ؟

قال نعم قَالَ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِیْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْداً

انھوں نے کہا ہاں (پھر) کہا موسیٰ نے کیا میں تمہارے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط پر کہ تم کو جو علم کی باتیں سکھائی گئی ہیں وہ مجھ کو سکھلاؤ

قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا یا موسٰی انی علٰی علم من علم اللہ علمنیه لا تعلمه انت

خضر نے کہا تم سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا اے موسیٰ کہ اللہ نے ایک (قسم کا) علم مجھ کو دیا ہے جو تم کو نہیں ہے

وانت علی علم علمکم اللہ لا اعلمه قَالَ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللہُ صَابِرًا

اور تم کو ایک (قسم کا) علم دیا ہے جو مجھ کو نہیں ہے، موسیٰ نے کہا اگر خدا چاہے تو ضرور مجھ کو صبر کرنے والا پاؤ گے

وَّلَا اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا فانطلقا یمشیان علی ساحل البحر لیس لهما سفینة

اور میں کسی کام میں تمہاری نافرمانی نہیں کرنے کا، آخر دونوں سمندر کے کنارے کنارے روانہ ہوئے ان کے پاس کشتی نہ تھی

فمرت بهما سفینة فکلموهم ان یحملوهما فعرف الخضر

(کہ سمندر پار جائیں) اتنے میں ایک کشتی ادھر سے گذری انھوں نے کشتی والوں سے کہا ہم کو سوار کر لو خضر کو انھوں نے پہچان لیا

فحملوهما بغیر نول فجاء عصفور فوقع علی حرف السفینة فنقر نقرة او نقرتین فی البحر

اور موسیٰ اور خضر کو بے کرایہ سوار کر لیا اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے بیٹھ کر اس نے ایک یا دو چونچیں سمندر میں ماریں

فقال الخضر یاموسی مانقص علمی وعلمک من علم اللہ تعالی الا

خضر نے کہا اے موسیٰ میرے اور تمہارے علم دونوں نے اللہ کے علم میں سے اتنا لیا ہے

کنقرة هذه العصفور فی البحر فعمد الخضر الی لوح من الواح السفینة فنزعه

جیسے اس چڑیا کی چونچ نے سمندر میں سے، اسکے بعد خضر کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ کی طرف چلے اور اسکو اکھیڑ ڈالا

فقال موسی قوم حملونا بغیر نول عمدت الی سفینتهم فخرقتها

حضرت موسیٰ کہنے لگے ان لوگوں نے تو ہم کو بے کرایہ سوار کیا اور تم نے یہ کام کیا ان کی کشتی میں سوراخ کر دیا

لتغرق اهلها قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا

کشتی والوں کو ڈبانا چاہا خضر نے کہا میں نہیں کہہ چکا تھا کہ تم سے میرے ساتھ صبر نہیں ہونے کا

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا قال فکانت الاولی من

موسیٰ نے کہا بھول چوک پر میری گرفت نہ کرو اور میرے کام کو مشکل میں نہ پھنساؤ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ پہلا اعتراض

موسی نسیانا فانطلقا فاذا غلام یلعب مع الغلمان فاخذ الخضر براسه من اعلاه

تو موسیٰ کے بھولے ہی سے تھا پھر دونوں چلے اچانک ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا خضر نے اوپر سے اسکا سر تھاما

فاقتلع راسه بیده فقال موسی اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَکِیَّةً بِغَیۡرِ نَفۡسٍ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکَ

اوراپنے ہاتھ سے اسکا سر اکھیڑ لیا موسیٰ نے کہا تو نے ایک معصوم جان کا ناحق خون کیا خضر نے کہا میں نے تم سے نہیں کہا تھا

اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا، قال ابن عیینة وهذا اوکد فانطلقا

کہ تم سے میرے ساتھ صبر نہیں ہونے کا، ابن عیینہ نے کہا یہ پہلے کلام سے زیادہ سخت ہے خیر پھر دونوں چلے،

حَتّٰی اِذَا اَتَیَا اَهۡلَ قَرۡیَةِ ۨاسۡتَطۡعَمَا اَهۡلَهَا فَاَبَوۡا اَنۡ یُّضَیِّفُوۡهُمَا فَوَجَدَا

یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے ان سے کھانا مانگا انھوں نے کھانا کھلانے سے انکار کیا پھر دونوں نے دیکھا

فِیۡهَا جِدَارًا یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّنۡقَضَّ قال الخضر بیده فاقامه

اس گاؤں میں ایک دیوار ہے جو گرنا چاہتی ہے حضرت خضر نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور دیوار کو سیدھا کر دیا

فقال له موسی لَوۡشِئۡتَ لَاتَّخَذۡتَ عَلَیۡهِ اَجۡرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ

حضرت موسیٰ نے ان (خضر) سے کہا تم چاہتے تو اس کی مزدوری (اس گاؤں والوں سے) لے سکتے تھے حضرت خضر نے کہا یہ جدائی ہے

بَیۡنِیۡ وَبَیۡنِکَ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرحم الله موسی لوددنا لوصبر

میرے اور آپ کے درمیان، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ موسی پر رحم کرے ہم تو یہ چاہتے تھے کاش موسیٰ صبر کرتے تو

حتی یقص علینا من امرهما قال محمد بن یوسف ثنا به علی بن خشرم

ان کے اور حالات بھی ہم سے بیان کئے جاتے محمد بن یوسفؒ نے کہا ہم سے اس حدیث کو علی بن خشرم نے بیان کیا

قال ثنا سفیان بن عیینة بطوله

کہا ہم کو سفیان بن عیینہ نے خبر دی اس لمبی حدیث کے بارے میں

﴿تحقیق و تشریح﴾

المسندی: ......مسند حدیثیں تلاش کرتے تھے اس لیے یہ لقب مشہور ہو گیا[1]

نوفا البکالی: ......نوفل ابن فضالہ البکالی تابعی ہیں، سعید بن جبیرؒ بھی تابعی ہیں۔

کذب عدو الله: ......**اشکال:** ...... یہ تو مسلمان ہیں انکو عدو اللہ کیوں کہا؟

جواب اول: ......اہل حق جو قلوب صافیہ رکھتے ہیں جب غیر حق سنتے ہیں تو ان کے دلوں میں بہت گھٹن ہوتی ہے اس لیے زجراً ایسے سخت الفاظ بول دیتے ہیں۔

[1] درس بخاری ۴۲۴

جواب ثانی: ......بعض نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ابن عباسؓ کو ان کے ایمان میں شک ہوگیا ہو لیکن یہ احتمال کے درجے میں ہے۔

مجمع البحرین: ......روم و فارس کے جہاں سمندر ملتے ہیں اس جگہ کو کہتے ہیں

فانطلقایمشیان: ......**سوال:** یوشع علیہ السلام بھی ساتھ تھے تو تین ہوگئے اس لیے جمع کا صیغہ ہونا چاہیے تھا؟

جواب: ......تابع کو ذکر نہیں کیا۔

الا کنقرۃ ھذہ العصفور: ......یہ بیان تقلیل کے لیے ہے بیان تشبیہ کے لیے نہیں ہے ورنہ اِدھر دونوں محدود ہیں۔ چڑیا اگر قطرہ قطرہ لیتی رہے تو سمندر کبھی ختم ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالی کے علم میں سے لیا جائے تو کبھی ختم نہیں ہوسکتا اور نہ پورا لیا جاسکتا ہے۔ استاذ مولانا انیس الرحمٰن صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے حوالے سے فرمایا کرتے تھے کہ حاشیہ سمجھنے کے لیے دس مَن عقل کی ضرورت ہے اے سائل! تیری اور میری عقل تو چڑیا کی چونچ کے برابر بھی نہیں ہے۔

لوددنا: ......اس حدیث میں حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں اس بات کا اقرار کررہے ہیں کہ اللہ تعالی کے علم کے برابر کسی کا علم نہیں ہے اور حضور ﷺ **لوددنا** کہہ کر اس شوق کا اظہار کررہے ہیں کہ ساتھ چلتے رہتے تو اور باتیں معلوم ہوتیں معلوم ہوا کہ علمِ غیب نہیں ہے۔

حَتّٰی اِذَآ اَتَیَآ اَھْلَ قَرْیَةِ ۨاسْتَطْعَمَآ اَھْلَھَا: ......**سوال:** دوبارہ "اھلھا" کیوں کہا؟ استطعما کہنا کافی تھا۔

جواب: ......محدثینؒ نے نکتہ بیان کیا ہے کہ پہلا اہل اس لئے لائے کہ انکا منتھی وہ بستی تھی اور دوسرے اہل کا اضافہ کرکے بتلادیا کہ سوال کے مخاطب وہ باشندے ہیں جو وہاں کے رہنے والے ہیں اِدھر اُدھر سے جو آئے ہوئے ہیں ان سے سوال نہیں ہے۔

(۸۷)

﴿باب من سأل وھو قائم عالما جالسا﴾

ایک عالم سے جو بیٹھا ہو کھڑے کھڑے سوال کرے

(۱۲۴) حدثنا عثمان قال ثنا جریرعن منصور عن ابی وائل عن
ہم سے عثمان بن ابی شیبہؒ نے بیان کیا کہا ہم سے جریرؒ نے بیان کیا انھوں نے منصورؒ سے انھوں نے ابووائلؒ سے

ابی موسیٰ قال جآء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ ماالقتال فی سبیل اللہ

انھوں نے ابوموسیٰؓ سے انھوں نے کہاایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیااور پوچھنے لگایارسول اللہ کون سالڑنا ہےاللہ کے راستے میں

فان احدنا یقاتل غضبا ویقاتل حمیة فرفع الیه رأسه

کونکہ ہم میں سے کوئی غصہ کی وجہ سے لڑتا ہےاور کوئی (شخصی یاقومی یاملکی) حمیت کیوجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سراٹھایا

قال وما رفع الیه راسه الاانه کان قائما فقال من قاتل لتکون کلمة اللہ هی العلیا

اس لئے کہ (آپ بیٹھے تھے) اوروہ کھڑاتھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاجوکوئی اس لیے لڑے کہ اللہ کادین بلند ہو تو

فهو فی سبیل اللہ[1]

وہ لڑنااللہ کی راہ میں ہے۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمةالباب کی غرض:......اس باب سے امام بخاریؒ کی دوغرضیں ہیں۔

غرض اول:......علم حاصل کرنے کااصل طریقہ یہ ہے کہ استاد کے پاس دوزانو ہوکربیٹھ کرحاصل کرے البتہ ضرورت کے مواقع اس سے مستثنٰی ہیں کھڑے کھڑے بھی سوال کرسکتا ہے۔

غرض ثانی:......حدیث پاک میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا((لاتقوموا کماتقوموا لاعاجم[2])) کہ ایک بیٹھا ہو باقی سارے ہاتھ باندھ کرکھڑے ہوں تو یہ بھی اسکے مشابہ ہے توامام بخاریؒ فرمارہے ہیں کہ مواقع ضرورت مستثنٰی ہیں اگر بیٹھنے والے کانفس عُجب سے پاک ہوتوکوئی حرج نہیں ہے۔

فرفع الیه راسه:......یہاں سے مطابقت ہوگئی کہ اس نے کھڑے سوال کیا جبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوسراُٹھاناپڑا۔

(۸۸)
﴿باب السؤال والفتیاعند رمی الجمار﴾
کنکریاں مارتے وقت مسئلہ پوچھنااور جواب دینا

(۱۲۵) حدثنا ابونعیم قال ثنا عبدالعزیزبن ابی سلمة عن الزهری عن عیسیٰ بن طلحة

ہم سے ابونعیمؒ نے بیان کیا کہاہم سے عبدالعزیزبن ابوسلمہؒ نے حدیث بیان کی زہریؒ سے انھوں نےعیسیٰ بن طلحہؒ سے

---

[1] انظر: ۲۸۱۰، ۳۱۲۶، ۷۴۵۸، اخرجه مسلم فی الجهاد وابوداؤد فی الجهاد والترمذی فیه والنسائی فیه وابن ماجة فیه [2] ابوداؤد ج ۲ ج ۳۶۳

عن عبداللہ بن عمرو قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند الجمرۃ

انھوں نے عبداللہ بن عمروؓ سے انھوں نے کہامیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرہ عقبہ کے پاس دیکھا

وھو یسأل فقال رجل یارسول اللہ نحرت قبل ان ارمی

آپؐ سے لوگ مسئلے پوچھ رہے تھے ایک شخص نے عرض کیایارسول اللہ میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے (بھولے سے) قربانی کردی

فقال ارم ولاحرج قال اٰخر یارسول اللہ حلقت قبل ان انحر

آپؐ نے فرمایااب کنکریاں مارلو کچھ حرج نہیں دوسرے نے کہایارسول اللہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سرمنڈالیا (بھولے سے)

قال انحرولاحرج فماسئل عن شیء قدم ولااخر الاقال افعل ولاحرج.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایااب قربانی کرلے کچھ حرج نہیں پھرآپ سے اس دن جوچیز پوچھی گئی کہ وہ آگے ہوئی یاپیچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا اب کرلے کچھ حرج نہیں۔

﴿تحقیق وتشریح﴾

ترجمۃالباب کی غرض:......امام بخاریؒ کااس باب سے مقصود یہ ہے کہ اگرکوئی شخص کسی طاعت میں مشغول ہواوراس سے کوئی سوال کرتا ہےعلم کی بات پوچھتا ہےمسئلہ پوچھتا ہے جواب دے یانہ دے؟توامام بخاریؒ نے فرمایا کہ جواب دےلیکن اس میں تفصیل ہے کہ اگروہ ایسی طاعت میں ہے جوکہ استغراق کاتقاضا کرتی ہے غیرکی طرف توجہ سے مانع ہے ایسی صورت میں جواب نہ دے۔مثلا اگرکوئی نماز میں مشغول ہے کوئی آکر مسئلہ پوچھتا ہےتواس کونماز پوری کرکے جواب دیناچاہیئے ورنہ نمازٹوٹ جائے گی اگرایسانہیں ہےتوپھرجواب دینے سے ثواب میں کمی نہیں آئے گی مثلا رمی جمار ہے یہ بھی ذکرکاوقت ہےکوئی ذکرکررہاہےکوئی سبق پڑھ رہاہےتوجواب دیناچاہیئے ثواب میں کمی نہیں آئے گی اس باب میں فتوٰی کاذکرکیاقضاءکاذکرنہیں کیا کیونکہ قضاءتواطمینان کی صورت میں ہونی چاہیئے کوئی اورمشغولیت نہیں ہونی چاہیئے قاضی کے لئے ضروری ہے کہ ہمہ تن متوجہ ہوکرگواہوں اورمدّعیوں کے بیان سن کرفیصلہ کرے۔

(۸۹)

﴿باب قول اللہ تعالی وَمَآاُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴾

اللہ کا(سورۂ بنی اسرائیل میں فرمانا)اورتم کوتھوڑاہی ساعلم دیاگیا

(۱۲۶)حدثنا قیس بن حفص قال ثنا عبدالواحد قال ثناالاعمش سلیمان
ہم سے قیس بن حفصؒ نے بیان کیا کہا ہم سے عبد الواحدؒ نے بیان کیا کہا ہم سے اعمشؒ سلیمان
بن مهران عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله قال بینانا
بن مہرانؒ نے بیان کیا انھوں نے ابراہیمؒ سے انھوں نے علقمہؒ سے انھوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا ایک بار میں
امشی مع النبیﷺ فی خرب المدینة وهویتوکاء علی عسیب معه
آنحضرتﷺ کے ساتھ مدینہ کے کھنڈروں (یا کھیتوں) میں چل رہا تھا آپ کھجور کی چھڑی پر جو آپؐ کے پاس تھی سہارا لگاتے جارہے تھے
فمربنفرمن الیهود فقال بعضهم لبعض سلوه عن الروح فقال بعضهم لاتسالوه
راہ میں چند یہودیوں پر سے آپ گذرے انھوں نے آپس میں کہا ان سے روح کے متعلق پوچھو ان میں سے بعض نے کہا مت پوچھو
لایجیی فیه بشیء تکرهونه فقال بعضهم لنسألنه فقام رجل منهم
ایسا نہ ہو وہ ایسی بات کہیں جو تم کو بری معلوم ہو بعضوں نے کہا ہم تو اس کے بارے میں ضرور پوچھیں گے آخر ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا
فقال یا اباالقاسم ماالروح؟ فسکت فقلت انه یوحیٰ الیه فقمت
اور کہنے لگا اے ابوالقاسم روح کیا چیز ہے؟ یہ سن کر آپ چپ ہو رہے میں سمجھ گیا آپ پر وحی آرہی ہے پس میں کھڑا ہو گیا
فلما انجلی عنه فقال وَ یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ
جب وحی کی حالت جاتی رہی تو آپؐ نے (سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیت پڑھی) فرمایا اے پیغمبر تجھ سے روح کو پوچھتے ہیں
قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِرَبِّیْ وَمَا اُوْتُوْا مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً
کہدے روح میرے مالک کا حکم ہے اور ان لوگوں کو تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے
قال الاعمش هی کذافی قرائتنا:"وماوتوا"
اعمش نے کہا ہم نے اس آیت کو یونہی پڑھا ہے "وما اوتوا"

﴿تحقیق وتشریح﴾

وارادبایرادهذاالباب المترجم بهذاالأیة التنبیه علی ان من العلم اشیاء لم یطلع اللهعلیهانبیاً ولا غیره [1]

[1] عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۹۹

ترجمۃالباب کی غرض:...... ترجمۃ الباب میں قرآن پاک کی آیت کوذکرکر کے اس بات پرتنبیہ مقصود ہے کہ بہت ساراعلم ایسا ہے کہ جس پر اللہ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہے یعنی کلی علم اللہ تعالی کے سوا کسی کونہیں ہے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کا مذہب بھی بریلویوں والانہیں ہے۔

قُلِ الرُّوُحُ مِنُ اَمُرِ رَبِّیُ:......اس کا ترجمہ یوں کریں گے کہ روح میرے رب کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔

سوال:......اس روح کا مصداق کیا ہے؟

جواب:......اس میں پانچ قول ہیں

۱:......روحِ حیوانی مراد ہے۔

۲:......بعض نے کہا ہے کہ روح سے مراد خلقِ عظیم ہے جو کہ ایک روحانی مخلوق ہے فرشتوں سے بھی اسکا درجہ زیادہ ہے اور قوی ہے۔

۳:......بعض نے کہا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں قرآن مجید میں جبریلؑ کو روح سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۴:......بعض نے کہا ہے کہ قرآن پاک مراد ہے۔ قرآن پاک پر روح کا اطلاق ہوا ہے جواب میں کہا ﴿من امر ربی﴾ تو اس معنیٰ کے لحاظ سے مطلب ہوگا کہ یہ قرآن میرے رب کی وحی میں سے ہے۔

۵:......راجح یہ ہے کہ روح بنی آدم کے بارے میں سوال کیا تھا۔

روح:...... روح بنی آدم بدنِ انسانی کے مشابہ ایک مخلوق ہوتی ہے جو جاندار چیزوں میں سرائیت کرتی ہے جس کا روح حیوانی کے ساتھ تعلق ہوتا ہے روحِ حیوانی وہ ہوتی ہے جوخون کی گرمی سے پیدا ہوتی ہے جب یہ **روح بنی آدم کھیئة الانسان** نکل جاتی ہے تو روحِ حیوانی کچھ کام نہیں کرسکتی اس روح کو نسمہ کہتے ہیں اسکے نکلنے سے دوران خون ختم ہوجاتا ہے۔

روح کے بارے میں فلاسفہ اور متکلمین کا اختلاف:......فلاسفہ روح کے منکر تھے اور کہتے تھے خون سے زندگی ہے روح کوئی چیز نہیں تو حضرت بایزید بُسطامیؒ نے کرامت دکھائی فرمایا کہ میرا خون نکال دو، چنانچہ ان کوخون نکال دیا گیا اور وہ خون نکلنے کے باوجود زندہ رہے۔

روح اورنفس میں فرق:......**اختلف هل الروح والنفس واحدام لا؟والاصح انهما متغايران فان النفس الانسانية هی الامر الذی يشير اليه كل واحد منابقوله "انا" واكثر الفلاسفة لم يفرقوا بينهما قالوا النفس هو الجوهر البخاری الطيف الحامل لقوة الحياة والحس والحركة الارادية ويسمونها الروح الحيوانية وهي الواسطة بين القلب الذی هو النفس الناطقة وبين البدن وقال بعض الحكماء**

والغزالیؒ النفس مجردة ای غیرجسم ولاجسمانی وقال الغزالیؒ الروح جوھر محدث قائم بنفسه غیرمتحیز وانه لیس بداخل الجسم ولاخارجا عنه ولیس متصلا به ولامنفصلاعنه وذلک لعدم التحیز الذی ھوشرط الکون فی الجھات[1]

وجه ترجیح: ......تورات اور انجیل میں لکھا ہوا تھا روحِ بنی آدم کے بارے میں کہ **لایعلمه الااللہ** لہٰذا جواب بھی اسی کے بارے میں ہے۔

شان نزول: ......قصہ یہ ہوا کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے بعض ویرانے میں یا کسی کھیت میں تشریف لے گئے [2] یہود کی ایک جماعت پاس سے گزری تو بعض نے کہا کہ یہ مدعیٔ نبوت ہے اس سے روح کے بارے میں سوال کرو اور بعض نے کہا کہ نہ پوچھو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی ناگوار بات کہہ دے اور بعض نے کہا پوچھو تو ایک آدمی نے کہا اے ابوالقاسم روح کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ خاموش ہوگئے ابن مسعودؓ ساتھ تھے فرماتے ہیں کہ مجھے محسوس ہوا کہ آپ ﷺ پر وحی آرہی ہے تو یہ آیات نازل ہوئیں یہود نے یہ سوال اس لئے کیا کہ اگر خود فلسفیانہ بحث شروع کردی تو پتہ چل جائیگا کہ نبی نہیں ہے۔

فائدہ: ......معلوم ہوا اب جو بھی روح کی حقیقت بیان کریں گے وہ محض تخمینہ اور اندازہ ہوگا حقیقت خدا ہی جانتا ہے تو قرآن پاک نے جواب دیا ﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی﴾ کہ روح عالم امر کی چیز ہے علماء دلائل کے پیشِ نظر فرماتے ہیں کہ دو عالم ہیں۔ ۱۔ایک عالم خلق ہے ۲۔دوسرا عالم امر ہے انکی تعریفات تقریباً گیارہ یا بارہ کی گئیں ہیں۔ چند ایک مشہور یہ ہیں۔

تعریف اول: ......عرش سے اوپر عالم امر ہے اور عرش سے نیچے عالم خلق ہے۔

تعریف ثانی: ......جو مشاہدے میں آئے یعنی عالم شہود تو وہ عالمِ خلق ہے اور جو مشاہدے میں نہ آئے یعنی عالمِ غیب کو عالمِ امر کہتے ہیں۔

تعریف ثالث: ......جس کو اسباب ظاہری سے پیدا کیا وہ عالم خلق ہے اس لحاظ سے عیسیٰ علیہ السلام اور آدم علیہ السلام عالم امر سے ہیں۔

خلاصه: ......یہ کہ یہ روح عالم امر فوق العرش کی کوئی چیز ہے یا کلمہ کن سے پیدا شدہ کوئی چیز ہے یا عالم غیب کی کوئی چیز ہے۔

فائدہ: ......یہاں امر کا معنی محض (صرف) حکم کرنا نادانی ہے اور اگر امر کا معنی حکم کرنا ہے جیسا کہ بعض نے کہا ہے[3] تو اس کی تفسیر میں اوپر والی تین باتیں کہنا ہوں گی۔

وَمَااُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ: ......سوال: روایت الباب میں تو وَمَااُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ ہے اور ترجمة الباب میں

۱۔عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۱ ۲۔بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ بیت المدراس میں تشریف لے گئے اور وہاں یہ سوال وجواب ہوئے۔ درس بخاری ص ۴۳۳ ۳۔فضل الباری ص ۹ ج ۲

وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ ہے تو ترجمۃ الباب کیسے ثابت ہوا؟

جواب:......دونوں قرأتیں ہیں امام بخاریؒ نے مشہور کو لیا۔

فائدہ:...... ممکن ہے کہ امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہوں کہ وما اوتوا قرأت شاذہ ہے اور قرأت شاذہ اگرچہ قوی السند ہی کیوں نہ ہوں آیت اور متواتر کے مقابلے میں حجت نہیں اس لئے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں قرأت مشہور کو لیا ہے۔

(۹۰)

باب من ترک بعض الاختیار مخافة ان یقصر فهم بعض الناس فیقعوا فی اشد منه.

باب بعض اچھی باتوں کو اس ڈر سے چھوڑ دینا کہ کہیں ناسمجھ لوگ اس کو نہ سمجھیں اور اسکے نہ کرنے سے بڑھ کر کسی گناہ میں نہ پڑ جائیں

(۱۲۷) حدثنا عبیدالله بن موسی عن اسرائیل عن ابی اسحق عن الاسود قال
ہم سے عبیداللہ بن موسیٰؒ نے بیان کیا انھوں نے اسرائیلؒ سے انھوں نے ابواسحاقؒ سے انھوں نے اسودؒ سے انہوں نے کہا کہ
قال لی ابن الزبیر کانت عائشة تسر الیک کثیرا فما حدثتک فی الکعبة
عبداللہ بن زبیرؓ نے مجھ سے کہا حضرت عائشہؓ چپکے چپکے تم سے بہت باتیں کیا کرتی تھیں تو کعبہ کے بارے میں انھوں نے تم سے کیا کہا تھا
قلت قالت لی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاعائشة لولا ان قومک حدیث عهدهم
میں نے کہا انھوں نے یہ کہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ اگر تیری قوم (قریش کے لوگ) نو مسلم نہ ہوتے
قال ابن الزبیر بکفر لنقضت الکعبة فجعلت لها بابین بابا یدخل الناس
ابن زبیرؓ نے کہا یعنی کفر کا زمانہ ابھی گذرا نہ ہوتا تو میں کعبہ کو توڑ کر اس میں دو دروازے لگا تا ایک دروازہ میں سے لوگ اندر جاتے
وبابا یخرجون منه ففعله ابن الزبیر[۱]
اور ایک دروازہ میں سے باہر نکلتے پھر ابن زبیرؓ نے (اپنی حکومت کے زمانہ میں) ایسا ہی کیا۔

تحقیق وتشریح

اختیار:...... اختیار کے معنی جائز کے ہیں یا پسندیدہ کے پھر جس کام کے کرنے اور نہ کرنے میں اختیار ہو اس کو جائز کہتے ہیں پھر جس کو کر لیا جائے اس کو پسندیدہ کہتے ہیں یعنی اختیار یہ لفظ دو معنوں میں مستعمل ہے (۱) جائز (۲) پسندیدہ۔

[۱] انظر: ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۳۳۶۸، ۴۴۸۴، ۷۲۴۳ اخرجه مسلم

ترجمۃالباب کی غرض:......امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ عوام کی رعایت کی وجہ سے بعض چیزوں کو چھوڑا جاسکتا ہے تاکہ لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے بدعت میں مبتلا نہ ہوں امام بخاریؒ نے استدلال کیا ہے کہ حضورﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر تیری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی تو میں کعبہ کو گرا کر حطیم کو کعبے میں شامل کر لیتا جو کہ بناء ابراہیمی ہے لیکن اب اگر توڑوں تو یہ لوگ کہیں گے کہ یہ کیسا نبی ہے جو کعبہ کو توڑتا ہے تو اس طرح کافر نہ ہو جائیں۔

حطیم کو کعبہ سے باہر کرنے کی تفصیل یوں ہے کہ قریش نے جب کعبۃ اللہ کو بنانے کا ارادہ کیا تو حلال مال سے بنانے کا عہد کیا آپﷺ اس وقت چھوٹی عمر کے تھے حلال مال جو جمع ہوا وہ تھوڑا تھا سارا کعبہ نہیں بن سکتا تھا تو چھوٹا کمرہ تعمیر کر دیا اور تین تبدیلیاں کیں۔

تغیر اول:......کعبہ کا گھیراؤ کم کیا حطیم کا حصہ باہر چھوڑ دیا۔

تغیر ثانی:......پہلے بیت اللہ شریف کے دو دروازے تھے ایک مشرق کی طرف ایک مغرب کی طرف، مغرب والا دروازہ بند کر دیا۔

تغیر ثالث:......تیسری تبدیلی یہ کی کہ دہلیز اُونچی کر دی کہ کوئی ہماری اجازت کے بغیر اندر داخل نہ ہو سکے۔

تو حضورﷺ نے اس چاہت کا اظہار کیا کہ دہلیز نیچی کردوں دروازے دو کردوں اور نیچے کردوں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ روایت حضرت عائشہؓ سے سنی ہوئی تھی انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں ایسا ہی کر دیا مگر حجاج نے ضد کی وجہ سے خانہ کعبہ کو دوبارہ قریش کی بناء پر تعمیر کر دیا پھر ہارون الرشید کا ارادہ ہوا کہ بناء ابراہیمی پر تعمیر کی جائے اور امام مالکؒ سے مسئلہ پوچھا لیکن امام مالکؒ نے مشورہ دیا کہ ایسا ہی رہنے دو ورنہ کعبۃ اللہ بازیچۂ اطفال بن جائیگا اور حاسدین پھر اس کو منہدم کر دیں گے بار بار انہدام کی وجہ سے لوگوں کے دلوں سے اس کی وقعت ختم ہو جائے گی چنانچہ ایسے ہی رہنے دیا گیا۔

مسائلِ مستنبطہ:......اس حدیث سے علماء نے چند مسائل مستنبط کئے ہیں۔

۱......قوم بے عمل ہو چکی ہو تو رجائی حدیثیں بیان نہیں کرنا چاہئیں۔

۲......بادشاہ ظالم ہو تو سختی والی احادیث نہیں بیان کرنی چاہئیں۔

۳......بادشاہ عادل ہو تو بغاوت والی حدیث بیان نہیں کرنی چاہیے اس کو کتمان علم نہیں کہتے تو یہ دوسری غرض ہوگئی کہ کتمانِ علم سے منع فرمایا ہے لیکن اگر بعض چیزیں بیان کرنے سے معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو اسکو بیان نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ علم کو بیان کرنے سے مقصود ہدایت ہے جہاں ایسا فائدہ نہ ہو تو کتمانِ علم نہیں ہے۔

حدثنا عبیداللہ بن موسیٰ:......اسود شاگرد ہیں اور ابن زبیرؓ بھانجے ہیں۔ ابن زبیرؓ، اسود سے پوچھ رہے

ہیں اور کہہ رہے ہیں کانت عائشۃ تسر الیک کثیرا (حضرت عائشہؓ چپکے چپکے تم سے باتیں کیا کرتی تھیں) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جب شاگرد لائق ہو تو رشتہ داروں سے بھی درجہ بڑھ جاتا ہے۔

بکفر: ...... یعنی کفر کا زمانہ ابھی گزرا نہ ہوتا تو میں کعبہ کو توڑ کر اس میں دو دروازے لگاتا یہ ابن زبیرؓ کا قول ہے۔

ففعله ابن زبیرؓ: ...... بیان حالت ہے، اسودؒ کی حدیث کا جزء نہیں۔

سوال: ...... یہاں تو صرف ایک فعل کے طور پر چھوڑنے کا ذکر ہے تو کتاب العلم سے کیا تعلق ہے؟

جواب: ...... بعض مرتبہ فعل سے علم حاصل ہوتا ہے اور بعض مرتبہ ترکِ فعل سے، اسکی مثال ایک قصہ سے سمجھیں۔

قصه: ...... ایک مرتبہ ایک گھرانے کی چوری ہوگئی رات چوروں نے پیٹا بھی اور کہا کہ قسم کھاؤ کہ اگر بتلایا تو ہماری بیویوں کو طلاق۔ چنانچہ انہوں نے قسم کھائی، صبح امام صاحبؒ کے پاس آئے تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں ایک گھر میں سب بستی والوں کو جمع کرتا ہوں جو چور نہ ہو تو کہنا یہ بھی نہیں ہے، یہ بھی نہیں ہے، چور آئے تو خاموش رہنا چنانچہ ایسا ہی ہوا چور پکڑے گئے طلاق بھی نہ پڑی۔

(۹۱)

باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراهية ان لايفهموا

بعضے علم کی باتیں کچھ لوگوں کو بتانا اور کچھ لوگوں کو اس خیال سے کہ ان کی سمجھ میں نہ آئے گی نہ بتانا

وقال علیؓ حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب الله ورسوله
اور حضرت علیؓ نے کہا (لوگوں سے) دین کی وہی باتیں کہو جو وہ سمجھیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کا رسول جھٹلایا جائے

(۱۲۸) حدثنا به عبیدالله بن موسی عن معروف عن ابی الطفیل عن علی
ہم سے اس قول کو عبیداللہ بن موسیٰؒ نے بیان کیا انھوں نے معروفؒ سے انھوں نے ابوطفیلؒ سے انھوں نے حضرت علی
رضی الله تعالی عنه.
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔
✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿
(۱۲۹) حدثنا اسحق بن ابراهیم قال انا معاذ بن هشام قال حدثنی ابی عن
ہم سے اسحاق بن ابراہیمؒ نے بیان کیا کہا ہم کو معاذ بن ہشامؒ نے خبر دی کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا انھوں نے

قتادة قال ثنا انس بن مالک ان النبی ﷺ ومعاذ ردیفه علی الرحل قال

قتادہؓ سے کہا ہم سے انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے معاذؓ سے فرمایا جب معاذؓ آپ ﷺ کے ردیف تھے کجاوے پر

یامعاذ بن جبل قال لبیک یارسول الله وسعدیک قال یامعاذ قال لبیک

اے معاذ! انھوں نے عرض کیا حاضر ہوں یارسول اللہ حاضر۔ آپ ﷺ نے فرمایا یا معاذ! انھوں نے عرض کیا حاضر ہوں

یارسول الله وسعدیک قال یامعاذ قال لبیک یارسول الله وسعدیک ثلثاقال

یارسول اللہ حاضر۔ آپؐ نے فرمایا معاذ انھوں نے عرض کیا حاضر ہوں یارسول اللہ حاضر تین بار (آپؐ نے معاذ کو پکارا پھر) فرمایا

مامن احد یشهد ان لااله الاالله وان محمد ارسول الله. صدقا من قلبه

جوکوئی یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بھیجے ہوئے ہیں سچے دل سے

الاحرمه الله علی النار قال یارسول الله افلااخبربه الناس فیستبشرون

تو اللہ اس کو دوزخ پر حرام کردیگا۔ معاذ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر کردوں وہ خوش ہو جائیں گے

قال اذاً یتکلوا و اخبربها معاذ عند موته تأثما.

آپؐ نے فرمایا ایسا کرے گا تو ان کو بھروسہ ہو جائے گا۔ اور معاذؓ نے مرتے وقت گناہ گار ہونے کے ڈر سے یہ لوگوں کو بیان کردیا۔

(انظر:۱۲۹) اخرجه مسلم فی الایمان عن اسحق بن منصور عن معاذبن هشام.

(۱۳۰) حدثنا مسدد قال حدثنا معتمرقال سمعت ابی قال سمعت انسا قال ذکرلی

ہم سے مسددؒ نے بیان کیا کہا ہم سے معتمرؒ نے بیان کیا کہا میں نے اپنے باپ سے سنا کہا میں نے انسؓ سے سنا کہ

ان النبی ﷺ قال لمعاذ من لقی الله لایشرک به شیئادخل الجنة قال

آنحضرت ﷺ نے معاذؓ سے فرمایا جو شخص اللہ سے ملے وہ (دنیا میں) شرک نہ کرتا ہو تو وہ بہشت میں جائے گا۔ معاذؓ نے عرض کیا

الا ابشر به الناس قال لا انی اخاف ان یتکلوا.

کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، میں ڈرتا ہوں کہیں وہ (اسی پر) بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔

تحقیق وتشریح

مطابقة الحدیث للترجمة من حیث المعنی وهوانه علیه السلام خص معاذاً بهذه البشارة العظیمة دون قوم آخرین مخافة ان یقصروافی العلم متکلین علی هذه البشارة [1]

[1] (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۵)

ترجمۃالباب سے غرض:......اگر کوئی علمی بات مشکل ہو جو کہ عام لوگوں کو سمجھ میں آنی والی نہ ہو تو استاد جو سمجھ سکیں پڑھانے میں انکی تخصیص کرسکتا ہے اسکو کتمانِ علم نہیں کہیں گے کیونکہ نہ سمجھنے کی وجہ سے کم عقل لوگ فتنے میں پڑ سکتے ہیں۔

الفرق بین هذاالباب و الباب السابق:......اس باب اور ماقبل والے باب کے درمیان دو فرق ہیں

ا۔ پہلا باب افعال کے متعلق ہے اور یہ اقوال کے۲۔ پہلے باب میں بیان ترکِ فعل ہے اور اس باب میں بیان ترکِ قول ہے اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ مشکل اور عمیق مسائل عوام کے سامنے بیان نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ وہ سمجھیں گے نہیں تو انکار کردیں گے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی بحث شروع کردی جائے یا معتزلہ اہل سنت والجماعت کا اختلاف شروع کردیا جائے۔

اشکال:......حضرت علیؓ کے اثر کو مقدم کیا اور سند کو مؤخر، سند کو مؤخر کیوں کیا؟

جواب اول:......سند میں ضعف کی طرف اشارہ ہے۔

جواب ثانی:......اثر اور مرفوع روایت کا فرق بیان کرنے کے لیے بعد میں لائے۔

جواب ثالث:......اس لئے کہ اثر ترجمۃ الباب کا جزء بن جائے۔

علی الرحل:......رحل کجاوے کو کہتے ہیں جو اونٹ پر استعمال ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ دراز گوش پر تھے۔

یامعاذ:......مقصود تین مرتبہ کہنے سے تیقظ (بیدار کرنا) ہے یہ بھی سنت رسول ﷺ ہے۔

قال اذاًیتکلوا:......حضرت معاذؓ کو تو سنا رہے ہیں لیکن اوروں کو بتلانے سے روک رہے ہیں تو ترجمۃ الباب ثابت ہوگیا۔

وسعدیک:...... سعد کا تثنیہ ہے اور اس کا معنیٰ **اسعاداً بعد اسعادٍ** ہے یعنی **انا مسعد طاعتک اسعاداً بعد اسعادا**[1]

الاحرمه علی النار:......سوال: اس سے تو مرجئہ کا مذہب ثابت ہوگیا؟

جوابِ اول:......نار دو قسم پر ہے۔(۱) **نار معده للکافرین** (۲) **نار معده للعصاة**. حدیث میں نار سے مراد **نار معده للکافرین** ہے۔

جوابِ ثانی:......نار دو قسم پر ہے ۲۔ **نار مؤبده** اور **نار غیر مؤبده** ، **نار مؤبده** کا حرام ہونا مراد ہے۔

جوابِ ثالث:......احکام نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے لیکن یہ غلط جواب ہے۔

جوابِ رابع:......کوئی شئی جب ثابت ہوتی ہے تو اپنے قیود اور فوائد کے ساتھ ثابت ہوتی ہے تو جب سب احکام بتلائے جاچکے ہیں تو وہ مسلمانوں کے لئے ہی تو ہیں لہٰذا صدق دل سے کلمہ پڑھنے کا مطلب یہی ہے کہ اعمال سارے

---

[1] عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۶

کرنے ہیں لوگ اس بات کونہیں سمجھ پائیں گے اس لئے اعمال چھوڑ دیں گے۔

جوابِ خامس: ......کلمہ سے توبہ کا کلمہ عندالموت یا کلمۂ اسلام عندالموت مراد ہے۔

جوابِ سادس: ......مولانا قاسم نانوتویؒ کا اصولی جواب یہ ہے کہ مفرد شئی کی ایک تاثیر ہوتی ہے، توبہ تاثیر بالمفرد کی قبیل سے ہے کلمہ کی تاثیر تو یہی ہے کہ وہ آگ کو حرام کر دیتا ہے لیکن جب معاصی مل جائیں تو پھر تاثیر کا ظہور بلحاظِ مرکب ہوگا۔

جوابِ سابع: ......ساتواں جواب اس سے پہلے والا ہی ہے لیکن یہ جواب ذرا مجلی (واضح) ہے ایک کسی شئی کا خاصہ طبعیہ ہوتا ہے جیسے پانی کا خاصہ طبعیہ برودت ہے لیکن کسی چیز کے ساتھ التباس کی وجہ سے بُرودت تبدیل ہوجاتی ہے جیسے گرم پانی ہاتھ پر ڈالو تو ہاتھ جل جاتا ہے تو یوں نہ کہا جائے کہ پانی کا خاصہ برودت زائل ہوگیا بلکہ وہ باقی ہے ابھی کچھ التباس کا اثر زائل ہوگا تو وہ اپنی اصلی حالت پر آجائے گا اسی طرح گناہوں کی تاثیر کو زائل کرنے کے لئے یا تو آگ میں ڈالنا پڑے گا یا آپکی شفاعت ضروری ہوگی یا پھر عفو۔

اخبر بہامعاذعندالموت: ......سوال: جب اس حدیث کو بتلانے سے منع کیا ہے تو پھر کیوں بتلا رہے ہیں؟

جواب: ......حضرت معاذؓ سمجھ گئے کہ حضور ﷺ نے عام نشر و اشاعت سے روکا ہے خواص سے نہیں اس لئے انہوں نے مرنے سے قبل خواص کو بتادیا کہ کتمانِ علم نہ ہو۔

(۹۲)
﴿باب الحیاء فی العلم﴾
علم میں شرم کیسا ہے

وقال مجاهد لا يتعلم العلم مستحيي ولا مستكبر وقالت عائشةؓ
اورمجاہد نے کہا جوشخص شرم کرے یامغرور ہواس کو علم نہیں آئے گا اورحضرت عائشہؓ نے کہا
نعم النساء نساء الانصار لم يمنعهن الحياء أن يتفقهن في الدين
انصار کی عورتیں بھی کیا اچھی عورتیں ہیں ان کوشرم نے دین کی سمجھ حاصل کرنے سے نہیں روکا

(۱۳۱)حدثنا محمد بن سلام قال اناابومعاوية قال حدثنا هشام عن ابيه
ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا کہاہم کوابومعاویہؒ نے خبردی کہاہم سے ہشام بن عروہؒ نے بیان کیا انھوں نے اپنے باپ (عروہ) سے

عن زينب ام سلمة عن ام سلمة قالت جاء ت ام سليم

انھوں نے زینبؓ سے جو بیٹی تھیں ام المومنین ام سلمہؓ کی انھوں نے ام سلمہؓ سے انھوں نے کہا ام سلیمؓ (اس کی ماں)

الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يارسول الله ان الله لايستحيى من الحق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور پوچھنے لگیں یا رسول اللہ! اللہ حق بات سے شرم نہیں کرتا

فهل على المرأ ة من غسل اذااحتلمت فقال النبى صلى الله عليه وسلم اذارأت الماء

عورت کو اگر احتلام ہو تو کیا اس کو غسل کرنا چاہیے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ وہ (جاگ کر) پانی دیکھے

فغطت ام سلمة تعنى وجهها وقالت يارسول الله اوتحتلم المرأة؟

یہ سن کر ام سلمہؓ نے اپنا منہ (شرم سے) ڈھانک لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟

قال نعم تربت يمينك فبم يشبهها ولدها (انظر: ۲۸۲،۳۳۲۸،۶۰۹۱،۶۱۲۱)

آپ نے فرمایا ہاں تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں پھر بچہ کی صورت ماں سے کیوں ملتی ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

(۱۳۲) حدثنا اسمٰعيل قال حدثنى مالك عن عبدالله بن دينار عن عبدالله بن

ہم سے اسماعیل (بن ابی اویسؒ) نے بیان کیا کہا مجھ سے امام مالکؒ نے انھوں نے عبداللہ بن دینارؒ سے انھوں نے عبداللہ بن

عمرؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان من الشجرشجرة لايسقط ورقها وهى مثل المسلم

عمرؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے مسلمان کی وہی مثال ہے

حدثونى ماهى؟فوقع الناس فى شجرالبادية ووقع فى نفسى انها

مجھ سے کہو وہ کون سا درخت ہے؟ یہ سن کر لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا اور میرے دل میں آیا کہ وہ

النخلة قال عبدالله فاستحييت قالوا يارسول الله اخبرنا

کھجور کا درخت ہے عبداللہ نے کہا لیکن مجھ کو شرم آئی (میں کہہ نہ سکا) آخر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی بتلائیے

بهافقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هى النخلة قال عبدالله فحدثت ابى

وہ کون سا درخت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ عبداللہؓ نے کہا پھر میں نے اپنے باپ (حضرت عمرؓ) سے بیان کیا

بماوقع فى نفسى فقال لان تكون قلتهااحب الى من ان يكون لى كذاوكذا

جو میرے دل میں آیا تھا انھوں نے کہا تو (اس وقت) کہہ دیتا تو مجھ کو اتنا اتنا مال ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی

﴿تحقیق و تشریح﴾

مطابقة الحديث للترجمة من حيث الوجه الاول من وجهى الحياء اللذين ذكرناهما فى اول الباب[1]

ترجمة الباب کی غرض :......اس باب میں بتلانا چاہتے ہیں کہ حیاء محمود ہے لیکن اگر علم حاصل کرنے سے مانع ہو جائے تو مذموم ہے۔امام اعظمؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اتنا علم کیسے حاصل ہوا؟ تو فرمایا **مابخلت عن الافادة ومااستحييت عن الاستفادة**۔مجاہدؒ سے منقول ہے "**لايتعلم العلم مستحيٍ ولا مستكبر**" مراد حیاءِ طبعی ہے جب حیاء طبعی میں غلو ہو تو استفادہ سے مانع ہو جاتی ہے۔متکبر اپنے آپ کو حاجت مند ہی نہیں سمجھتا وہ اپنے آپ کو مستغنی سمجھتا ہے۔جب مستغنی سمجھے گا تو محروم رہے گا۔بعض بزرگوں کا مقولہ ہے **ذِلة السوال خير من ذُلّة الجهل**.

غرض ثانی:......حیاء دو قسم پر ہے ۱۔جو ایمانیات کو علماً و عملاً حاصل کرنے کا سبب ہو ۲۔وہ حیاء جو ایمانیات کو علماً و عملاً ترک کرنے کا سبب ہو تو جو حیاء دین سمجھنے سے مانع ہو وہ قبیح ہے۔

لايستحيى من الحق:......حیاء کی نسبت جب اللہ تعالی کی طرف ہو تو معنی ترک کے ہوتے ہیں۔

فغطت:......اسکا فاعل یا تو ام سلمہؓ ہے اور قائل حضرت زینبؓ ہیں ۲۔یا فاعل و قائل دونوں ام سلمہؓ ہی ہیں اور غائب سے اپنے آپکو تعبیر کر رہی ہیں۔

او:......زجر و تنبیہ کے وقت یہ الفاظ بولے جاتے ہیں مگر معنی مراد نہیں ہوتے اس روایت کی بناء پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ازواج مطہرات کو احتلام نہیں ہوتا تھا جبھی تو تعجب سے پوچھا۔انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی کلام ہوا ہے بہر حال یہاں دو چیزیں ہیں ۱۔عورتوں کے خیالات میں مشغول رہنا تو شیطان اس پر اثر انداز ہوتا ہے کہ کسی عورت یا لڑکے کی صورت میں آتا ہے۔ازواجِ مطہرات اور انبیاء اس سے پاک ہیں ۲۔وعاء منی کے امتلاء کی وجہ سے ہے اسی لئے بعض کو ہوتا ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

حدثنا اسماعيل:......**سوال:** اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمرؓ نے حیاء کیا تو یہ تو مانع علم ہوا لہٰذا حیاء مذموم ہوئی جبکہ امام بخاریؒ تو حیاء محمود کو بیان فرما رہے ہیں لہٰذا روایت الباب ترجمۃ الباب سے منطبق نہ ہوئی؟

جوابِ اول:......اپ کا حیاء مانع علم نہیں تھا کیونکہ انکو معلوم تھا کہ جب یہ نہیں بتلائیں گے تو آپ ﷺ خود بتلا دیں گے دنیا میں تو نہ بتانے کی وجہ سے مرتبہ نہیں ہوا لیکن آخرت میں ضرور فائدہ ہوگا۔

جوابِ ثانی:......مقصود حیاء محمود ہے تو عبداللہ بن عمرؓ نے ایسا حیاء کیا جس میں ادب ملحوظ ہے یہ محمود ہے اس لیے کہ مانع علم تو ہے نہیں۔

جوابِ ثالث:......للہ در امام البخاریؒ ابن عمرؓ کے فعل سے امام بخاریؒ نے استدلال نہیں کیا بلکہ قول عمرؓ سے کیا ہے۔

---

[1] عمدة القاری ج ۲ ص ۲۱۱

(۹۳)

﴿باب من استحییٰ فامر غیرہ بالسوال﴾

جو کوئی شرم سے آپ نہ پوچھے دوسرے شخص سے پوچھنے کو کہے

(۱۳۳) حدثنا مسدد قال حدثنا عبداللہ بن داؤد عن الاعمش عن منذر الثوری
ہم سے مسددؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن داؤدؒ نے بیان کیا انھوں نے اعمشؒ سے انھوں نے منذر ثوریؒ سے
عن محمد بن الحنفیة[1] عن علیؓ بن ابی طالبؓ قال کنت رجلا مذّاءً
انھوں نے محمد بن حنفیہؒ سے انھوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے کہا میری مذی بہت نکلا کرتی تھی
فامرت المقداد ان یسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسأله فقال فیه الوضوء[2]
میں نے مقدادؓ سے کہا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مسئلہ پوچھو انھوں نے پوچھا آپؐ نے فرمایا مذی سے وضو کرنا چاہیئے

﴿تحقیق وتشریح﴾

مطابقة الحديث للترجمة ظاهرة.

ترجمة الباب کی غرض: ...... یہ پہلے باب کا ہی تتمہ ہے کہ حیاء وہ مذموم ہے جو کہ علم سے محروم کردے اگر بلا واسطہ سوال کرنے سے حیاء آئے تو بالواسطہ سوال کرے۔

کنت رجلاً مذّاء: ...... قوت زیادہ ہو تو مذی خارج ہوتی ہے حتیٰ کہ حضرت علیؓ کی کمر سردی کی وجہ سے نہاتے نہاتے پھٹ گئی تھی۔

فامرت المقداد: ...... حضرت علیؓ کو شرم آتی تھی تو دوسرے کو حکم دیا مگر ہر ایک نے تاخیر کی آخر خود ہی پوچھ لیا پھر حضرت مقدادؓ نے بھی پوچھا باقی مجلس میں موجود تھے۔

---

[1] حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں۔ پانچویں محمد بن حنفیہ ہیں: هو محمد بن علي بن ابی طالب الهاشمي ابو القاسم والحنفية امه وهي خولة بنت جعفر الحنفي اليماني وكانت من سبي بني حنيفة ولد لسنتين بقيتا من خلافت عمرؓ مات سنة ثمانين او احد وثمانين او اربع عشرة ومائة ودفن بالبقيع اور چھٹے راوی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ تقریبا ساڑھے چار سال تک خلیفہ رہے۔ کوفہ میں شہادت پائی۔

[2] انظر: ۱۷۸، ۲۶۹ :اخرجه مسلم فی الطهارة عن ابی بكر والنسائی فی الطهارة وفی العلم عن محمد بن عبد الاعلی والترمذی عن محمد بن عمر اخرج احمد فی مسنده عن اسود بن عامر واخرج ابو داؤد حدثنا قتيبة عن سعيد واخرج طحاوی عن ابراهيم بن ابی داؤد اخرجه النسائی عن عثمان بن عبدالله.

(۹۴)

﴿باب ذکر العلم و الفتیا فی المسجد﴾

مسجد میں علم کی باتیں کرنا اور فتوی دینا

(۱۳۴)حدثنا قتیبة بن سعید قال حدثنا اللیث بن سعد قال حدثنا نافع مولی
ہم سے قتیبہ بن سعیدؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعدؒ نے بیان کیا کہا ہم سے نافعؒ نے جو غلام تھے
عبدالله بن عمربن الخطاب عن عبدالله بن عمران رجلا قام فی المسجد فقال یارسول الله
عبداللہ بن عمرؓ کے انھوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ ایک شخص مسجد (نبوی) میں کھڑا ہوا کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ!
من این تامرنا ان نهل؟فقال رسول الله ﷺ یهل اهل المدینة من ذی الحلیفة
آپ کیا حکم دیتے ہیں ہم (حج کا) احرام کہاں سے باندھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا مدنیہ والے ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں
ویهل اهل الشام من الجحفة ویهل اهل نجد من قرن وقال ابن عمرویزعمون
اورشام والے جحفہ سے احرام باندھیں اورنجد والے قرن سے احرام باندھیں۔ابن عمرؓ نے کہا لوگ کہتے ہیں
ان رسول الله ﷺ قال ویهل اهل الیمن من یلملم وکان ابن عمریقول
کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اوریمن والے یلملم سے احرام باندھیں اورابن عمرؓ کہتے تھے
لم افقه هذه من رسو ل الله ﷺ.
میں نے یہ بات (کہ یمن والے یلملم سے احرام باندھیں) آنحضرت ﷺ سے نہیں سمجھی۔

﴿تحقیق و تشریح﴾

مطابقة الحدیث للترجمة ظاهرة وهوانه مشتمل علی ذکرالعلم اعنی علم اهلال الحج فی المسجدواستفتاء ذلک الرجل عن النبی ﷺ وفتواه علیه السلام کل ذلک فی المسجد [۲]

ترجمۃالباب کی غرض: ...... مقصود ایک حدیث میں تخصیص کرنی ہے ((ایاکم وهیشات الاسواق فی المساجد)) مسجدوں کو بازاری شورشرابہ سے بچاؤ۔امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ویسے تو جائز نہیں لیکن

(انظر:۱۵۲۲،۱۵۲۵،۱۵۲۷،۱۵۲۸،[۱] اخرجہ مسلم والنسائی وابوداؤد: عمدۃ القاری ج ۲ص ۲۱۷) [۲] (عینی ج ۲ص ۲۱۷)

تعلیم وتعلم وتکرار اس سے مستثنیٰ ہیں۔

ذو الحلیفه: ...... آج کل اسکا نام بیرعلیؓ ہے جو مدینہ سے چھ میل[۱] کے فاصلے پر ہے لیکن اب تو آبادی بڑھنے کی وجہ سے مدینہ میں داخل ہو چکا ہے۔ ہماری میقات بحری جہازوں کے لیے یلملم ہے کیونکہ یمن ہمارے راستے میں ہے۔

(۹۵)
﴿باب من اجاب السائل باکثر مماسأله﴾
پوچھنے والے نے جتنا پوچھا اس سے زیادہ جواب دینا

(۱۳۵) حدثنا اٰدم قال حدثنا ابن ابی ذئب عن نافع عن ابن عمرؓ

ہم سے آدم (ابن ابوایاسؒ) نے بیان کیا کہا ہم سے ابن ابی ذئبؒ نے انھوں نے نافعؒ سے انھوں نے ابن عمرؓ سے

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ح وعن الزهری عن سالم

انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، دوسری سند اور (ابن ابی ذئبؒ نے) اس کو زہریؒ سے بھی روایت کیا انھوں نے سالمؒ سے

عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلا سأله

انھوں نے ابن عمرؓ سے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

مایلبس المحرم فقال لایلبس القمیص ولاالعمامة ولاالسراویل ولاالبرنس

جو شخص احرام باندھے ہوئے ہے وہ کیا پہنے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قمیص نہ پہنے اور نہ عمامہ پہنا نہ پائیجامہ اور نہ ٹوپی

ولاثوبا مسه الورس اوالزعفران فان لم یجد النعلین فلیلبس الخفین

نہ وہ کپڑا پہنا جس میں ورس یا زعفران لگی ہو پھر اگر (پہننے کو) جوتیاں (چپل) نہ ملیں تو موزے پہن لے

ولیقطعهما حتی یکونا تحت الکعبین. [۲]

اور ان کو ٹخنوں تک کاٹ لے یہاں تک کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

---

[۱] عمدۃ القاری ج۲ ص۲۱۸ [۲] انظر: ۳۶۶ ، ۱۵۴۲ ، ۱۸۳۸ ، ۱۸۴۲ ، ۵۷۹۴ ، ۵۸۰۳ ، ۵۸۰۵ ، ۵۸۰۶ ، ۵۸۴۷ ، ۵۸۵۲ : اخرجه مسلم عن یحیی بن یحیی عن مالک عن نافع عن ابن عمرؓ وابوداؤد عن عبدالله بن مسلمة عن مالک وابن ماجة عن ابی مصعب عن مالک والنسائی عن محمدبن اسمعیل وعمربن علی کلاهماعن یزیدعن یحیی بن سعیدالانصاری عن عمربن نافع عن ابیه عن ابن عمر

﴿تحقیق وتشریح﴾

مطابقةالحدیث للترجمة فی قوله ((فان لم یجد النعلین فلیلبس الخفین)) الی آخره لان هذا المقدارزائدعلی السؤال وقیل انه نبه علی مسئلة اصولیة وهی ان اللفظ یحمل علی عمومه لاعلی خصوص السبب لانه جواب وزیادة فکأنه اشارالی ان مطابقة الجواب لسؤال حین یکون عاما اما اذا کان السؤال خاصا غیرلازم لا سیما اذا کان الزائد له تعلق. [1]

ترجمة الباب کی غرض:...... قاعدہ ہے کہ مجیب اتنا ہی جواب دے جتنا سوال کیا ہے لیکن اگر نادان سائل غیرضروری سوال کرے یا ضرورت سے کم کرے تو دانا مجیب ضروری چیز کا جواب دیگا یعنی جواب عند الضرورۃ زیادہ دے گا یا جتنا ضروری ہے اتنا ہی دے گا جیسے **﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ﴾** [2] منافع بتلادیئے مگر **اهله** کے بارے میں نہیں بتلایا کیونکہ وہ غیر ضروری تھا۔

لایلبس القمیص:...... یہاں بھی سائل سوال کرتا ہے کہ کیا پہنے؟ آپ ﷺ فرما رہے ہیں یہ یہ نہ پہنے تو چونکہ پہننے والی چیزیں بہت ساری ہیں اس لیے غیر ملبوس جو تھوڑی ہیں ان کو بتلادیا یا اس لئے کہ احرام تو منع ہونے پر دلالت کرتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے اشارہ کردیا کہ ممنوعات پوچھو۔

تحت الکعبین:......اگر نعلین نہ ہوں تو خف پہن سکتا ہے مگر کعبین سے کاٹ کر، کعب وہ ہڈی جو کہ پاؤں کی پشت پر اُبھری ہوئی ہوتی ہے۔

سوال:......روایت الباب ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے؟

جواب:......اس نے پہننے کی چیزیں پوچھیں آپ ﷺ نے نہ پہننے کی بتلادیں اس سے پہننے اور نہ پہننے کی بھی معلوم ہوگئیں جواب علی اسلوب الحکیم سے غرضِ بخاری ثابت ہوگئی۔

فائدہ:......امام بخاریؒ نے آخر میں یہ باب باندھ کر اشارہ فرمادیا کہ اے طالب علم جتنا علم تیرے لئے ضروری تھا میں نے اس سے زیادہ بیان کردیا ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری ج۲ ص۲۱۲ [2] پارہ۲ سورۃ البقرہ آیۃ ۱۸۹

:بیان اللغات: :قوله ((لایلبس)) من لبس بضم اللام یقال لبس الثوب یلبس من باب علم یعلم واما اللبس بالفتح فهومن باب ضرب یضرب یقال لبست علیه الامر.البس بالفتح فی الماضی والکسرفی المستقبل اذاخلطت علیه.ومنه التباس الامر:قوله العمامة:بکسر العین قال الجوهری العمامة واحدة العمائم. قوله السراویل:قال الکرمانی السراویل اعجمیة عرّبت وجاء علی لفظ الجمع قوله البرنس:بضم الباء الموحدة وسکون الراء وضم النون وهوثوب رأسه منه ملتزق وقیل قلنسوة طویلة وکان النساک یلبسونهافی صدر الاسلام وهو من البرس بکسر الباء وهو القطن والنون زائدۃ وقیل غیرعربی قوله الورس:بفتح الواو وسکون الراء وهونبت اصفریکون بالیمن تصبغ به الثیاب ویتخد منه الغمرة للوجه قوله الزعفران :بفتح الزاء والفاء جمعه زعافروهواسم اعجمی قوله النعلین:تثنیة نعل وهوالحذاء بکسر الحاء وبالمد قوله الکعبین: تثنیة کعب المرادبه ههناهوالمفصل الذی فی وسط القدم عندمعقد الشراک لاالعظم الناتئ عندمفصل الساق فانه فی باب الوضوء :عمدةالقاری ج۲ ص۲۲۲

بخاری شریف وغیرہ کے اسماء اور کنیٰ سے مشہور چند رُواۃ

۱	ابوبکر الصدیق	عبداللہ بن عثمان بن عامر	۲۷	ابودجانہ	سماک بن خرشہ
۲	ابوالدرداء	عویمر بن عامر انصاری	۲۸	ابومحذورہ	اوس وقیل سمرہ بن معبرۃ
۳	ابوسعید الخدری	سعد بن مالک انصاری	۲۹	ام حبیبہؓ	رملہ بنت ابی سفیان (ام المؤمنین)
٤	ابوہریرہ	عبدالرحمٰن بن صخر	۳۰	ابوبکرہ	نفیع بن الحارث
٥	ابو موسیٰ الاشعری	عبداللہ بن قیس	۳۱	ابوبرزہ	فضلہ بن عبید السلمی
٦	ابو ذر الغفاری	جندب بن جنادہ	۳۲	آبی اللحم	خلف بن عبدالملک
۷	ابو طلحہ	زید بن سہل انصاری	۳۳	ابوامامۃ الباہلی	صدی بن عجلان باہلی
۸	ابوجحیفہ	وہب بن عبداللہ العامری	۳٤	ابوامامۃ انصاری	سعد بن سہل انصاری
۹	ابووائل	شقیق بن سلمۃ اسدی	۳٥	ابو ایوب انصاری	خالد بن زید انصاری
۱۰	ابوحمزہ	محمدبن میمون یشکری	۳٦	ابوالزناد	عبداللہ بن ذکوران
۱۱	عبدان	عبداللہ بن عثمان بن جبلہ	۳۷	اعرج	عبدالرحمٰن بن ہرمز
۱۲	مقبری	سعید بن ابی سعید	۳۸	عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ	عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ
۱۳	اعمش	سلیمان	۳۹	ابو اسامۃ	حماد بن اسامہ
۱٤	ابو مسعود	عقبہ بن عمر و انصاری	٤۰	ابن ابی ملیکہ	عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ملیکہ
۱٥	ابومرثد	کنّاز بن حصین	٤۱	ابو تراب	علی بن ابی طالب
۱٦	ابولبابہ	رفاعہ بن عبدالمنذر انصاری	٤۲	سیف اللہ	خالد بن ولید
۱۷	ابوقتادہ	حارث بن ربعی انصاری	٤۳	اسداللہ	حضرت علیؓ
۱۸	ابو قحافہ	عثمان بن عامر (والد ابی بکرؓ)	٤٤	ذوالنورین	عثمان بن عفان
۱۹	ابوالعاص	مقسم بن الربیع	٤٥	حُمیدی	عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ
۲۰	ابوعبیدہ بن الجراح	عامر بن عبداللہ بن الجراح الفہری	٤٦	ابوعبداللہ	محمد بن اسماعیل بخاری
۲۱	ذو الیدین	خِرُباق	٤۷	ابوالاسود	محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل
۲۲	ابوبردہ	ہانئی بن نیار	٤۸	سیدالشہداء	حضرت حمزہؓ
۲۳	ابوالطفیل	عامر بن واثلہ لیثی	٤۹	اوزاعی	عبدالرحمٰن
۲٤	ام ہانیؓ	فاختہ بنت ابی طالب	٥۰	ابوبُردہ	عامر بن قیس
۲٥	ام سلمۃؓ	ہند بنت ابی امیۃ (ام المؤمنین)	٥۱	ابوجندل	عاصؓ بن سہل
۲٦	ابو طالب	عبدمناف بن عبدالمطلب			

﴿تم بعون اللہ تعالیٰ **الجزء الاول** من الخیرالساری فی تشریحات البخاری ویتلوہ الجزء الثانی ان شاء اللہ تعالیٰ نسأل اللہ الاعانۃ والتوفیق لاتمامہ﴾